جدید مناہج کی حقیقت

(سوالات وجوابات)

تنقیح شدہ دوسرا ایڈیشن

معالی الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ
(ممبر کبار علماء بورڈ ورکن دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء)

جمع تعلیق وتخریج
فضیلۃ الشیخ جمال بن فریحان الحارثی رحمہ اللہ

ترجمہ وتعلیق
ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
(داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

تقریظ
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ عباس مدنی حفظہ اللہ
(مکہ مکرمہ)

مقدمہ
فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ
(شارجہ، متحدہ عرب امارات)

صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

جدید مناہج کی حقیقت

(سوالات وجوابات)

(تنقیح شدہ دوسرا ایڈیشن)

از: معالی الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

(ممبر کبار علماء بورڈ ورکن دائمی کمیٹی برائے افتاء)

جمع وتعلیق وتخریج

فضیلۃ الشیخ جمال بن فریحان الحارثی رحمہ اللہ

ترجمہ وتعلیق

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

تقریظ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ عباس مدنی حفظہ اللہ

(مکہ مکرمہ)

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ

(شارجہ، متحدہ عرب امارات)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

حقوق طبع محفوظ ہیں

نام کتاب	:	جدید مناہج کی حقیقت (سوالات وجوابات)
از	:	معالی الشیخ علامہ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ
جمع وترتیب وتعلیق	:	فضیلۃ الشیخ ابوفریحان جمال بن فریحان الحارثی رحمہ اللہ
ترجمہ وتعلیق	:	ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
تقریظ	:	فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس مدنی حفظہ اللہ (مکہ مکرمہ)
مقدمہ	:	فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ، متحدہ عرب امارات)
سنہ اشاعت	:	رمضان المبارک 1444ھ مطابق مارچ 2023ء
تعداد	:	دو ہزار
ایڈیشن	:	دوم (تنقیح شدہ)
صفحات	:	516
قیمت	:	
ناشر	:	شعبۂ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئ

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ، 14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئ-400070_ٹیلیفون:9892255244
- جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی، فون: 225071 / 226526
- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709، فون:02356-264455

فہرست مضامین

❀❀❀❀❀

عرض ناشر

(دوسرا ایڈیشن)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد خاتم النبين وعلى آله و صحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

''**جدید مناہج کی حقیقت-سوالات وجوابات**'' علامہ ڈاکٹر صالح الفوزان حفظہ اللہ کے جوابات پر مشتمل تالیف ''**الأجوبة المفيدة عن أسئلة المناهج الجديدة**'' اور اس پر شیخ جمال الحارثی رحمہ اللہ کی گراں قدر تعلیقات پر مشتمل مجموعہ کا ترجمہ ہے۔ جسے اللہ کے فضل وتوفیق سے کثرت طلب وتقاضہ کی وجہ سے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے، جسے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے فاضل مترجم شیخ عنایت اللہ مدنی کے ترجمہ سے ابھی چند سالوں پہلے شائع کیا تھا۔ اس کی افادیت کے مدنظر اہل علم اور طلباء میں اسے خوب عام کیا گیا، جگہ جگہ اس کے دروس کے حلقے قائم کئے گئے اور آج بھی چل رہے ہیں، ان سے بڑی تعداد میں اللہ کے بندے بالخصوص نوجوانوں نے استفادہ کیا اور آج بھی کر رہے ہیں۔

یہ بات کسی صاحب فکر وشعور سے مخفی نہیں کہ انحرافات کتنے عام ہیں، پرانے مناہج نئے نئے رنگ واسلوب میں ایک بڑے طبقے کو راہ راست سے بھٹکا رہے ہیں۔ 'خارجیت' دینی بیداری اور انصاف پسندی وغیرہ کے عنوان سے کس طرح علماء اور امراء بیزاری کی تحریک چلا رہی ہے۔ خارجیت کہیں دینداری اور صوفیانہ رنگ میں اس طرح اثر انداز ہے کہ اہل حق عوام وخواص نیز ان میں بڑی تعداد میں کم عمر طبقہ دینی مرعوبیت کا شکار ہے۔ کس طرح دین وشریعت اور اسلام کی بالادستی اور مسلمانوں کو مغلوبیت سے نکال کر غلبہ کی راہ پر لانے کے لئے فتنے عام ہیں اور ملت کو تباہ کر رہے ہیں۔ الغرض نہ جانے باطل کے کتنے رنگ اور ڈھنگ ہیں ان کو سمجھنا پھر ان سے بچنا یہ ہر وقت کا اہم

تقاضہ ہوا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق اور اس کی سنت کے مطابق ایک طبقہ علماء حق و انصاف کا اسلام وسلفیت پرحملوں کا دفاع کرتا رہا ہے۔اور اہل باطل کے چولوں اور نقاب کو اُتارتا رہا ہے، چاہے جتنا بھی وہ چھپ کرآئے ان کے حیلوں اور تاویلوں کی پردہ دری کرتا رہا ہے۔یہ سلسلہ سلف میں بھی تھا، ان کے بعد بھی رہا، آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

”لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ“[مسلم:۱۹۲۰]۔

اور فرمان رسول ﷺ: ”يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ“[سنن بیہقی:۲۰۹۱۱، صححہ الألبانی فی المشکاۃ:۲۴۸]۔

اہل حق اور علماء حق کا وجود اور ان کے جہود ومساعی اسی سنت الہی کی کھلی شہادت ہیں۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا شعبۂ نشرواشاعت ملت وجماعت کے افراد کو صحیح دین کے تعارف کے ساتھ باطل افکار ومناہج سے بھی خبردار کرتا رہتا ہے تاکہ حجت قائم ہو اور حق پسند حق سے وابستہ ہوجائیں اور باطل سے دور ہوجائیں اور جو حق نہ قبول کریں ان کے پاس کوئی عذر نہ رہ جائے، اللہ تعالیٰ ہمارے مشائخ کی کاوشوں کو قبول فرمائے۔

اس میدان میں فاضل نوجوان شیخ عنایت اللہ مدنی سلمہ اللہ جو شعبہ کے تقاضوں کو بخوبی سمجھتے ہیں اور پورا کرنے کی شب وروز جدوجہد میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زبان وقلم میں مزید برکت دے اور سارے معاونین کی کوششوں کو قبول فرمائے۔وصلی اللہ علی نبینا محمد۔

۶/رمضان ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۹/مارچ ۲۰۲۳ء

خادم جماعت وجمعیت

عبدالسلام سلفی

عرض مترجم

(دوسرا ایڈیشن)

حق و باطل کی معرکہ آرائی قدیم ہے۔کتاب وسنت کے نصوص جہاں حق و ہدایت کی دعوت سے بھرے پڑے ہیں وہیں باطل کی تردید وتفنید سے بھی لبریز ہیں۔اسی طرح علماء کتاب وسنت اور حاملین منہج سلف ہر زمان ومکان میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف کئے بغیر حق کی نشر واشاعت اور باطل کی تردید وابطال کرتے رہے ہیں۔

نبی رحمت کی پیشین گوئی کے مطابق فی زمانہ اہل بدعات واہواء اور فرق باطلہ کی کثرت روز افزوں ہے۔ان باطل فرقوں کی تردید وابطال اور باطل پرستوں بالخصوص ان کے پیشواؤں کے عقائد وافکار کی نقاب کشائی اس دور میں علماء حق کی سب سے بنیادی ذمہ داری بلکہ وقت کا عظیم جہاد ہے،تاکہ بندگان الٰہی کو حق و باطل کا فرقان حاصل ہوسکے۔

﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾[الأنفال:۴۲]۔

تاکہ جو ہلاک ہو، دلیل پر (یعنی یقین جان کر) ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، وہ بھی دلیل پر (حق پہچان کر) زندہ رہے۔

علامہ مروذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا:"کیا آپ آدمی کے لئے روا سمجھتے ہیں کہ صوم وصلاۃ میں مشغول رہے اور اہل بدعت کی تردید سے خاموش رہے؟ تو آپ کا چہرہ بگڑ گیا اور آپ نے فرمایا:"اگر وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر صوم وصلاۃ کرے گا تو کیا یہ صرف اُس کی اپنی ذات کے لئے نہیں ہوگا؟ میں نے کہا: بالکل ایسا ہی ہے۔تو آپ نے فرمایا:"تو جب وہ اہل بدعت پر کلام کرے گا تو یہ اُس کے لئے بھی ہوگا اور دوسروں کے لئے بھی،اہل بدعت پر کلام کرنا ہی افضل ہے۔[1]

---

[1] طبقات الحنابلۃ،از علامہ ابن ابویعلی،(۲/۲۱۶)،نیز دیکھئے: مجموع فتاوی ابن تیمیہ،(۲۸/۲۳۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِثْلُ أَئِمَّةِ الْبِدَعِ مِنْ أَهْلِ الْمَقَالَاتِ الْمُخَالِفَةِ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَوْ الْعِبَادَاتِ الْمُخَالِفَةِ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ؛ فَإِنَّ بَيَانَ حَالِهِمْ وَتَحْذِيرَ الْأُمَّةِ مِنْهُمْ وَاجِبٌ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ''۔ (1)

جیسے بدعات کے سرغنے جو کتاب وسنت کے خلاف اقوال وآراء کے حاملین یا کتاب وسنت کے مخالف عبادات کے عاملین ہیں، تو یقیناً اُن کی حالت بیان کرنا اور امت کو اُن سے چوکنا کرنا باتفاق مسلمین واجب ہے۔

اس سلسلہ میں سلف امت کے یہاں عقیدہ ومنہج کے فساد کی سنگینی کے پیش نظر اہل بدعت پر نام بنام رد کرنے اور لوگوں کو اُن کی بدعت سے آگاہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ عمر بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے طاوس بن کیسان یمانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''احْذَرُوا مَعْبَدًا الْجُهَنِيَّ فَإِنَّهُ كَانَ قَدَرِيًّا''۔ (2)

معبد جہنی سے بچ کر رہو کیونکہ وہ تقدیر کا منکر تھا۔

اسی طرح امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''إِيَّاكُمْ وَمَعْبَدَ الْجُهَنِيَّ فَإِنَّهُ ضَالٌّ مُضِلٌّ''۔ (3)

معبد جہنی سے خبر دار رہنا کیونکہ وہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

زیر نظر کتاب ''جدید مناہج کی حقیقت'' سلف امت کے اسی رد باطل کے سلسلہ کا امتداد ہے جو علامہ شیخ صالح بن فوزان بن عبد اللہ فوزان حفظہ اللہ کے باطل فرق ومناہج اور منحرف شخصیات سے متعلق سوالات وجوابات اور اس پر شیخ جمال بن فریحان الحارثی رحمہ اللہ کی قیمتی تعلیقات کا مجموعہ ہے۔

---

(1) مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۸/ ۲۳۱)۔

(2) دیکھئے: تاریخ الاسلام، از امام ذہبی، (۶/ ۲۰۲)، وقلادۃ النحر فی وفیات أعیان الدہر، از ابو محمد الہجرانی، (۱/ ۴۴۱)، وتہذیب الکمال فی أسماء الرجال، از امام مزی، (۲۸/ ۲۴۶)، وتاریخ دمشق، از ابن عساکر، (۵۹/ ۳۲۳)۔

(3) العلل الصغیر، از امام ترمذی (ص: ۷۵۴)۔

الحمدللہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن سنہ ۲۰۱۹ء میں شعبۂ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی سے شائع ہوا تھا، جو اپنے مشمولات کی اہمیت وندرت کے سبب جلد ہی ختم ہوگیا اور ہر طرف سے اس کے نسخوں کا مطالبہ ہونے لگا، بنابریں امیر محترم حفظہ اللہ نے اس کے دوسرے ایڈیشن کا فیصلہ فرمایا جو اللہ کی توفیق سے آپ کے ہاتھوں میں ہے، فللّٰہ الحمد والمنۃ ۔میں رب کریم سے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ امیر محترم حفظہ اللہ کی اس منہجی غیرت وفکرمندی اور مخلصانہ کوشش پر انہیں اجر عظیم سے نوازے اور آپ کی جملہ دعوتی وملی مساعی کو شرف قبولیت بخشے، آمین ۔

اس ایڈیشن میں کچھ ضروری تعدیل اور اصلاح کی گئی ہے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس ایڈیشن میں مربی مکرم ڈاکٹر وصی اللہ عباس مدنی حفظہ اللہ (مدرس حرم مکی وسابق پروفیسر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ) کی قیمتی تقریظ کے ساتھ عالم اسلام کی معروف علمی وعوتی شخصیت اور سلفیت کے غیور داعی مربی مکرم فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کا قیمتی مقدمہ شامل ہے جس نے کتاب کا علمی مقام دوبالا کردیا ہے ۔میں شیخین کریمین کا تہ دل سے شکرگزار ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں علمی ودعوتی مصروفیات اور عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب پر گرانقدر تقریظ وتقدیم تحریر فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، فجزاہما اللہ عنا خیراً، آمین ۔

رب کریم سے دست بدعا ہوں کہ اس کتاب کو راقم اور ہر خاص وعام کے لئے یکساں مفید اور نت نئے منہجی فتنوں سے نجات کا ذریعہ بنائے، اور اراکین صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی بالخصوص امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ اور دیگر محسنین کو اجر عظیم سے نوازے، نیز اس کے مولف، جامع ومعلق، مترجم، مقرظ، مقدم اور ناشر کے حق میں قبول فرمائے، آمین ۔

۲۹/ شعبان ۱۴۴۴ھ - ۲۲/ مارچ ۲۰۲۳ء

ممبرا ممبئی

اخوکم فی اللہ
ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
(شعبۂ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)
(inayatullahmadni@gmail.com)

عرضِ ناشر

(پہلا ایڈیشن)

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على خير خلقه نبينا محمد خاتم النبيين، وعلى آله و صحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد:

یہ فتنوں کی کثرت کا دور ہے آئندہ اور کثرت سے فتنے ظاہر ہوں گے، یہ اللہ کی سنت اور خبر کے عین مطابق ہے' اس لئے ان سے نجات ممکن نہیں ہے، بلکہ ان کے اثراتِ بد اور تباہ کاریوں سے اسلام کے مسلم اصولوں اور ہدایات پر چل کر فرد، معاشرہ اور دین کو بچانے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے امت کے سامنے نئے نئے افکار و نظریات ہیں جن کا دور سلف میں کوئی وجود بلکہ تصور بھی نہیں تھا، نصوص کی تاویلات کا نفسانی و شیطانی عمل زوروں پر ہے، اس کے فسادِ عملی نے شبہات و دخن کا دروازہ کھول دیا ہے، نتیجے میں دین اور سنت کے نام پر نظریاتی و عملی بدعات کا چلن عام ہوگیا ہے، منکر مٹانے کی خوشنما جذباتی باتوں اور عمل سے بڑے منکر کا راستہ کھولا جا رہا ہے، چھوٹی مصیبت سے نجات کے نعروں سے بڑی مصیبت خریدی جا رہی ہے، شخصیات کو کھڑا کر کے اُن کے غیر سلفی مشن پر نسبتِ دوستی اور دشمنی کی بنیاد قائم کی جا رہی ہے، اور خوارج کی صفات سے عام مسلمان متصف ہے اگر چہ وہ خوارج کے نام سے معروف نہیں ہے، جیسے شرک دین کے نام پر اور بدعت سنت سمجھ کر کی جا رہی ہے' معاشرہ کی عمومی صورت حال یہی ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ ٱلنَّاسَ أُمَّةً وَٰحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن

رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾ [هود:١١٨-١١٩]۔

ایسے حالات میں وارثین انبیاء جو علماء ربانی ہیں ان سے علم حاصل کرنا، ان سے وابستہ رہ کر رہنمائی لیتے رہنا، ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے بعد بڑا فریضہ سمجھنا ضروری ہے؛ کیونکہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے سلسلہ کے بعد انسانیت کے لئے سب سے زیادہ ہمدرد و مہربان بھی علماء کا طبقہ ہے، یہ کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتا، بلکہ ہر طرح کی گمراہی وفتنوں کو بصیرت سے سمجھنے اور دیدہ وری سے مقابلہ کرنے والا واحد طبقہ ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾ [النساء:٥٩]۔

اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا، وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ“(سنن ابو داود، حدیث: ۳۶۴۱، وجامع ترمذی، حدیث: ۲۶۸۲، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۶۲۹۷)۔

ان نصوص میں علماء کا مقام اور حق متعین کیا گیا ہے اور اس طرح کی آیات واحادیث بکثرت وارد ہیں۔

زیر نظر وقیع علمی دستاویز جو عالم اسلام کی عظیم ومعروف علمی شخصیت ڈاکٹر صالح فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ جو ”کبار علماء بورڈ“ کے ممبر اور ”دائمی کمیٹی برائے افتاء“ کے رکن ہیں سے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، جس میں دور حاضر کے تمام فکری وتنظیمی، حزبی اور تحریکی

وسیاسی انحرافات کا مدلل جائزہ لیا گیا ہے۔اور بھرپور رہنمائی سے لبریز ہے۔ فللّٰہ الحمد وجزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیراً۔

اس دستاویز کی اہمیت دیکھنے اور پڑھنے سے سمجھ میں آئے گی۔اہل علم اور طلبہ سے متعلق مجھے یقین ہے کہ جب اسے پڑھیں گے تو اُنھیں اپنے علماء کی دیدہ وری اور فتنوں میں انہیں امت کی رہنمائی کے لئے موفَّق ہونے کا یقین بڑھ جائے گا، ان شاء اللہ۔

اس اہم ترین علمی مجموعہ کا ترجمہ جمعیت وجماعت کے ممتاز ومعروف عالم دین فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ حفیظ اللہ مدنی نے کیا ہے جو صوبائی جمعیت میں بحیثیت داعی و باحث سرگرم عمل ہیں اور بالخصوص شعبۂ نشر واشاعت سے وابستہ ہیں، الحمدللہ آپ کو اہل علم کے یہاں سند اعتبار حاصل ہے، اللہ تعالیٰ علم وعمل میں مزید برکت دے۔(آمین)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمے داران اس علمی دستاویز کو شائع کرتے ہوئے اللہ کی اس توفیق پر اُس کا شکر وسپاس بجالاتے ہیں اور اس دستاویز سے وابستہ اہل علم ومعاونین کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور دور حاضر کے فتنوں سے نجات کے لئے ہر عام وخاص کو اس سے رہنمائی کی توفیق بخشے۔(آمین)

وصلی اللہ علی نبینا محمد وبارک وسلم۔

خادم جمعیت وجماعت

عبدالسلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

(۳۰/اپریل ۲۰۱۹ء- ۲۴/شعبان ۱۴۴۰ھ)

عرض مترجم

(پہلا ایڈیشن)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء و المرسلين، نبينا محمد و على آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد:

اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں اور نبی رحمت و محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں امت کو مستقبل میں قیامت سے پیشتر عمومی طور پر بکثرت فتنوں کے رونما ہونے کی خبر دی ہے، اور ان کی سنگینیوں، اندوہناکیوں، فتنہ سامانیوں، آزمائشوں اور ہلاکت انگیزیوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱتَّقُواْ فِتۡنَةً لَّا تُصِيبَنَّ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمۡ خَآصَّةً ۖ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ ۝٢٥﴾ [الأنفال:٢٥]۔

اور تم ایسے وبال سے بچو! کہ جو خاص کر صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ‘‘[1]۔

دنیا میں فتنہ و بلا کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

اور پھر متعدد احادیث میں ان فتنوں کی بہت کچھ تفصیلات کا بھی ذکر کیا ہے، جو کتب سنت میں موجود ہیں۔

منجملہ ان فتنوں کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں قرب قیامت میں ہونے والے اختلاف

---

[1] سنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۰۳۵، صحیح۔

وافتراق، حزبیت و گروہ بندی، ہوا پرستی، شبہات، سنت بیزاری، علماء سوء، گمراہ گر پیشوایان اور داعیان جہنم کے فتنوں اور ان کی ہلاکت خیزیوں کا بھی ذکر ہے۔

یہ فتنے اپنی تباہ کاریوں کے اعتبار سے امت کے حق میں دیگر فتنوں سے زیادہ سنگین اور خطرناک ہیں، کیونکہ یہ ایمان کو پوری طرح ملیامیٹ کر دینے کا سبب ہوں گے، چنانچہ ان فتنوں کی بابت نبی کریم ﷺ نے امت کو خصوصیت کے ساتھ آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، يَقُولُ: كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَأَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا حَتَّى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا فِتْنَةُ الْأَحْلَاسِ؟ قَالَ: ''**هِيَ هَرَبٌ وَحَرَبٌ، ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ، دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَزْعُمُ أَنَّهُ مِنِّي، وَلَيْسَ مِنِّي، وَإِنَّمَا أَوْلِيَائِي الْمُتَّقُونَ، ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلَى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلَى ضِلَعٍ، ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ، لَا تَدَعُ أَحَدًا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً، فَإِذَا قِيلَ: انْقَضَتْ، تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، حَتَّى يَصِيرَ النَّاسُ إِلَى فُسْطَاطَيْنِ، فُسْطَاطِ إِيمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيهِ، وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا إِيمَانَ فِيهِ، فَإِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ، مِنْ يَوْمِهِ، أَوْ مِنْ غَدِهِ**''[1]۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فتنوں کا ذکر چھیڑا اور بہت سارے فتنوں کا ذکر فرمایا، یہاں تک کہ آپ نے احلاس کے فتنہ (یعنی سیاہ، تاریک اور تادیر رہنے والے فتنہ) کا ذکر کیا، تو کسی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ احلاس کا فتنہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ھرب اور حرب (یعنی باہمی نفرت و عداوت کے سبب ایک دوسرے سے بھاگنے اور مال و اولاد کی تباہی

---

[1] سنن أبو داود، ۴/ ۹۴، حدیث ۴۲۴۲، صحیح۔

وبربادی کا فتنہ)، پھر نعمت وخوشحالی اور مال کی فراوانی کا فتنہ آئے گا، جو میرے اہل بیت کے ایک شخص کے دونوں پیروں کے نیچے سے رونما ہوگا، اس کا خیال ہوگا کہ وہ بالفعل مجھ سے ہے، حلانکہ وہ مجھ سے نہیں ہوگا، کیونکہ میرے سچے اولیاء تو متقی حضرات ہیں، پھر اس کے بعد لوگ ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کریں گے جس کے مثال ''پسلی کی ہڈی پر چھٹا'' (شاخ نازک کے آشیانے) جیسی ہوگی (یعنی وہ بالکل نااہل اور ناکارہ ہوگا) پھر اس کے بعد بڑا اعظیم سنگین اور نہایت سیاہ فتنہ رونما ہوگا، جو اس امت کے کسی بھی فرد کو طمانچہ رسید کئے بغیر نہ چھوڑے گا(یعنی سب کے سب کم یا زیادہ اس کی زد میں آجائیں گے) اور جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہوا، تو وہ اور زیادہ بھڑک اٹھے گا، اُس وقت آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام میں کافر ہوجائے گا، یہاں تک کہ لوگ دو خیموں میں بٹ جائیں گے: ایک ایمان کا خیمہ ہوگا جس میں کوئی نفاق نہ ہوگا، اور دوسرا نفاق کا خیمہ ہوگا جس میں سرے سے ایمان نہ ہوگا!! جب تم پر ایسا وقت آئے تو اسی دن یا کل صبح دجال کے نکلنے کا انتظار کرنا۔

حدیث کے آخری حصہ پر غور کریں کہ ایسے اندوہ ناک فتنے رونما ہوں گے جس سے ایمان وعقیدہ اکارت ہوجائے گا۔

اسی طرح حذیفہ رضی اللہ عنہ کی فتنوں سے متعلق ایک طویل حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گمراہ علماء سوء داعیان جہنم کے فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: ''**فِتْنَةٌ وَشَرٌّ**''، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ:''**يَا حُذَيْفَةُ، تَعَلَّمْ كِتَابَ اللَّهِ وَاتَّبِعْ مَا فِيهِ**'' ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ: ''**هُدْنَةٌ عَلَى**

دَخَنٍ، وَجَمَاعَةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ، فِيهَا - أَوْ فِيهِمْ -'' قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، الْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِيَ؟ قَالَ: **''لَا تَرْجِعُ قُلُوبُ أَقْوَامٍ عَلَى الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِ''** قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، أَبَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: **''فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ، صَمَّاءُ، عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ النَّارِ، فَإِنْ تَمُتْ يَا حُذَيْفَةُ وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلَى جِذْلٍ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتَّبِعَ أَحَدًا مِنْهُمْ''**[1]۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا اس خیر (نعمت اسلام) کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ فرمایا: ''فتنہ اور شر و برائی ہے'' کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہ! بس اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے رہو! (تین مرتبہ) کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ظاہری اچھائی میں شر و برائی پوشیدہ ہوگی! اور کچھ لوگ دلوں میں شر و فساد کے باوجود خواہش نفسانی کی بنیاد پر اکٹھا ہوں گے''! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ''ظاہری اچھائی میں پوشیدہ شر و برائی'' کیا ہے؟ فرمایا: کچھ لوگوں کے دل پہلے کی طرح خیر و بھلائی کی طرف نہیں لوٹیں گے (بلکہ اس میں فساد ہوگا)! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اندھا، بہرا فتنہ رونما ہوگا (جس میں نہ حق دکھائی دے گا، نہ کلمۂ حق سنائی دے گا، بلکہ کچھ بھی سُجھائی نہ دے گا)، جس میں جہنم کے دروازوں پر کچھ داعی بیٹھے ہوں گے! اے حذیفہ! اگر اس وقت درخت کی چھال چباتے ہوئے تمہاری موت آجائے تو یہ تمہارے لئے ان میں سے کسی کی پیروی کرنے سے بہتر ہوگا!!

[1] سنن أبو داود، ۴/ ۹۶، حدیث: ۴۲۴۶، حسن۔

سبحان اللہ! قربان جایئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پر! غور کریں کہ قرب قیامت کے فتنوں میں اندوہناک اندھا بہرا فتنہ داعیان جہنم اور علماء وقائدین سوء کا بھی ہوگا، جو خواہشات نفسانی کی بنیاد پر اپنی جماعتیں اور ٹولیاں بنائیں گے!! انسان کو سجھائی نہ دے گا کہ کس ٹولی وجماعت سے وابستہ ہوکر زندگی گزارے، یہ دراصل جہنم کے داعیان ہوں گے، جن میں سے کسی سے وابستہ ہونے کے مقابل درخت کی چھال چبا کر مرجانا بہتر ہوگا!!

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول: ہم لوگ شر و برائی میں تھے، چنانچہ اللہ نے ہمیں یہ خیر (اسلام) عطا فرمایا جس میں ہم ہیں، تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں'' میں نے کہا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں''، میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟، آپ نے فرمایا: ''ہاں''، میں نے عرض کیا: کیسے ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ، وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ''[1]۔

میرے بعد کچھ ایسے ائمہ ہوں گے جو نہ میری ہدایت سے رہنمائی لیں گے، اور نہ میری سنت کو اپنائیں گے اور اس پر عمل کریں گے، اور ان میں کچھ لوگ تو ایسے ہوں گے جن کے دل انسانی جسموں میں شیاطین کے دلوں کی طرح ہوں گے!!

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''**لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ**''، أَيْ: مِنْ حَيْثُ الْعِلْمِ ''**وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي**''، أَيْ: مِنْ حَيْثُ الْعَمَلِ، وَالْمَعْنَى: أَنَّهُمْ لَا يَأْخُذُونَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، ''**وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ، قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ**''أَيْ: كَقُلُوبِهِمْ فِي الظُّلْمَةِ، وَالْقَسَاوَةِ، وَالْوَسْوَسَةِ، وَالتَّلْبِيسِ

[1] صحیح مسلم، ۳/ ۱۴۷۶، حدیث: ۱۸۴۷۔

وَالْآرَاءِ الْكَاسِدَةِ وَالْأَهْوَاءِ الْفَاسِدَةِ''[1]۔

(نہ میری ہدایت سے رہنمائی لیں گے) یعنی علم کے اعتبار سے (اور نہ میری سنت کو اپنائیں گے) یعنی عمل کے اعتبار سے، معنی یہ ہے کہ: وہ کتاب وسنت کو نہیں اپنائیں گے، (اور ان میں کچھ لوگ تو ایسے ہوں گے جن کے دل انسانی جسموں میں شیطان کے دلوں کی طرح ہوں گے) یعنی تاریکی، سختی، وسوسہ، تلبیس کاری، بے وقعت آراء اور فاسد خواہشات وغیرہ میں شیطانوں کے دلوں کی طرح ہوں گے۔

اسی طرح نبی رحمت ﷺ نے خواہشات نفسانی کے فتنہ کو فرقہ واریت اور گروہ بندی کا سبب بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي عَامِرٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ لُحَيٍّ، قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَامَ حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الظُّهْرِ، فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ''**إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوا فِي دِينِهِمْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً – يَعْنِي: الْأَهْوَاءَ –، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلَبُ بِصَاحِبِهِ، لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ**''. وَاللهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَئِنْ لَمْ تَقُومُوا بِمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّكُمْ ﷺ، لَغَيْرُكُمْ مِنَ النَّاسِ أَحْرَى أَنْ لَا يَقُومَ بِهِ''[2]۔

ابو عامر عبد اللہ بن لحی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، چنانچہ جب ہم مکہ پہنچے تو صلاۃ ظہر سے فارغ ہو کر وہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: رسول

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، از ملا علی قاری، ۸ / ۳۳۸۲۔

[2] مسند احمد طبعۃ الرسالۃ، ۲۸ / ۱۳۴، حدیث: ۱۶۹۳۷، وسنن ابو داود، حدیث: ۴۵۹۷، حسن۔

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: یقیناً دونوں کتابوں والے (یہود ونصاریٰ) اپنے دین میں بہتر فرقوں میں بٹے، اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹے گی (یعنی خواہشات نفسانی)، سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے، اور وہ جماعت ہے۔ اور میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں وہ خواہشات نفسانی ایسے سرایت کرگئی ہوں گی، جیسے کتا کاٹنے کے سبب پیدا ہونے والی بیماری مریض میں سرایت کرجاتی ہے۔ بایں طور کہ اس کی کوئی رگ یا کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا جس میں وہ داخل نہ ہوجائے۔ اللہ کی قسم! اے عرب کے لوگو! اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل نہ کیا تو تمہارے علاوہ دیگر لوگ بدرجہ اولیٰ ایسا کریں گے!!

اسی طرح ایک نہایت سنگین اور خطرناک فتنہ شبہات کا فتنہ بھی ہے، جو بہتوں کی گمرہی اور حق وہدایت سے محرومی کا سبب ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فتنہ سے بھی اپنی امت کو آگاہ فرمایا ہے، بلکہ دنیا کے سب سے بڑے فتنے ''فتنۂ دجال'' میں جا پھنسنے کا بنیادی سبب بھی اسی فتنہ کو قرار دیا ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ، فَوَ اللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ، مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ**، أَوْ ''**لِمَا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ**'' هَكَذَا قَالَ''[1]۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو دجال کے بارے میں سنے اُس سے دور بھاگ جائے، کیونکہ اللہ کی قسم! آدمی اُس کے پاس آئے گا اور اس کے پھیلائے ہوئے شبہات کے سبب، اُسے مومن سمجھ لے گا اور اس کی پیروی

[1] سنن أبو داود، ۴/۱۱۶، حدیث: ۴۳۱۹، صحیح۔

کر بیٹھے گا'' آپ نے اسی طرح فرمایا۔

اسی طرح نبی رحمت ﷺ نے اپنے بعد امت کے حق میں ایک اور سنگین فتنہ کی نشاندہی فرمائی ہے، اور وہ ہے گمراہ گر قائدین، پیشوایان اور علماء سوء کا فتنہ، چنانچہ اس فتنہ کا نبی کریم ﷺ کو اپنی امت پر دجال سے بھی زیادہ خوف تھا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه يَقُولُ: كُنْتُ مُخَاصِرَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمًا إِلَى مَنْزِلِهِ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: ''**غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُ عَلَى أُمَّتِي مِنَ الدَّجَّالِ**'' فَلَمَّا خَشِيتُ أَنْ يَدْخُلَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، أَيُّ شَيْءٍ أَخْوَفُ عَلَى أُمَّتِكَ مِنَ الدَّجَّالِ؟ قَالَ: ''**الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ**''[1]۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز نبی کریم ﷺ کا دست مبارک پکڑے ہوئے آپ کے ساتھ چلتا ہوا آپ کے گھر تک گیا، چنانچہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: ''مجھے اپنی امت کے سلسلہ میں دجال سے زیادہ دجال کے علاوہ فتنہ کا خوف ہے'' بہرحال جب مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ گھر میں داخل ہو جائیں گے تو میں نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو اپنی امت پر دجال سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ فرمایا: گمراہ کرنے والے قائدین اور رہنماؤں کا!!

الغرض اینکہ نبی کریم ﷺ نے امت کو جن بے شمار فتنوں سے آگاہ اور چوکنا کیا ہے ان میں سے نہایت سنگین اور خطرناک فتنے اختلاف وانتشار، فرقہ واریت، گروہی عصبیت، دھڑ بندی، خواہشات نفسانی کی غلامی، شبہات اور گمراہ گر ائمہ وقائدین اور رہنماؤں کے فتنے ہیں۔

اور نبیٔ رحمت ﷺ کی پیشینگوئی کے مطابق یہ فتنے من وعن رونما ہو رہے ہیں، اور امت ہر طرف سے ان فتنوں میں گھرتی جا رہی ہے، اور نبوی بشارت کے مطابق صرف ایک جماعت جو ''ما أنا علیہ

---

[1] مسند احمد، طبعۃ الرسالۃ، ۳۵ / ۲۲۳، حدیث: ۲۱۲۹۹، صحیح لغیرہ۔

الیوم وأصحابي'' کے منہج پر قائم ہے، جسے نصوص کتاب وسنت اور سلف امت کی تحریروں میں جماعت، اہل سنت و جماعت، اہل حدیث، اہل سنت، فرقۂ ناجیہ، طائفۂ منصورہ وغیرہ ناموں سے یاد کیا گیا ہے، کو چھوڑ کر بدقسمتی سے امت میں منتشر فرقے، گروہ، نت نئی ٹولیاں، احزاب اور جتھے انہی فتنوں کا نتیجہ ہیں، چنانچہ عہد ماضی اور عصر حاضر میں امت میں منتشر فرقے جو خارجیت، رافضیت، شیعیت، اعتزال، جہمیت، اشعریت، ماتریدیت، قدریت، جبریت، ارجاء، صوفیت، چشتیت، نقشبندیت، قادریت، سہروردیت، شاذلیت، بریلویت، دیوبندیت، تبلیغیت، اخوانیت، مودودیت، سروریت، قطبیت، حدادیت، قعدیت، زندیقیت، عقلانیت، اور انکار سنت وغیرہ افکار ونظریات کے حامل ہیں مذکورہ احادیث میں وارد فتنوں کی پیشینگوئی کا نتیجہ ہیں، جنھوں نے امت کی ایک معتدبہ تعداد کو ایسی اندھی بہری گمرہی اور انحراف میں مبتلا کر رکھا ہے، جہاں انہیں کچھ بھی سجھائی نہیں دیتا، اور گمراہ گر ائمہ وقائدین نے انہیں شبہات اور ہوا پرستی کے جالوں میں پھانس رکھا ہے۔

تاہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر دور میں امت کی صحیح رہنمائی اور باطل پرستوں، گمراہ گروں، اور شبہات وتلبیسات پھیلانے والوں کو بے نقاب کرنے کے لئے ایسے علماء راسخین و ربانیین کو باقی رکھا ہے جو بمصداق حدیث رسول:

''يَرِثُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ، يَنْفُونَ عَنْهُ تَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ، وَتَحْرِيفَ الْغَالِينَ''[1]۔

اس علم (دین) کے وارث ہر دور کے عادل لوگ ہوں گے، جو اُس سے جاہلوں کی تاویل، باطل پرستوں کی تراش خراش، اور غلو کاروں کی تحریف کا ازالہ کریں گے۔

اسلام کی سچی اور روشن شبیہ کو ہمیشہ نمایاں کرتے رہیں گے، اور نت نئے فرقوں، ٹولیوں اور اسلام کے نام پر پیدا ہونے احزاب اور گروہوں کی قلعی کھولتے رہیں گے اور ان کے شبہات اور

[1] السنن الکبری از بیہقی، ۱۰/ ۳۵۳، حدیث: ۲۰۹۱۱، نیز دیکھئے: مشکاۃ المصابیح، بتحقیق علامہ البانی، ۱/ ۸۲، حدیث: ۲۴۸۔

دوراز کار تاویلات کا دندان شکن اور مسکت و مدلل جواب دیتے رہیں گے۔

بالخصوص آئے دن نت نئے رونما ہونے والے زرق برق فتنوں میں درست موقف کی تعیین اور امت کی صحیح رہنمائی کا حق تو نص قرآنی کے مطابق صرف استنباط و استخراج کی صلاحیت رکھنے والے علماء راسخین و ربانیین ہی کو ہے' کیونکہ ان فتنوں کی گیرائی ،سنگینی ،شر وفساد اور ہلاکت انگیزی سے امت کے عوام تو درکنار عام طلبہ اور بعض علماء بھی واقف نہیں ہو پاتے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِذَا جَآءَهُمۡ أَمۡرٞ مِّنَ ٱلۡأَمۡنِ أَوِ ٱلۡخَوۡفِ أَذَاعُواْ بِهِۦۖ وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡۗ﴾ [النساء:۸۳]۔

جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے ،تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

کیونکہ فتنے ظاہری طور پر بڑے رنگین اور مزین و آراستہ ہوتے ہیں، ان کا شر وفساد ظاہر نہیں ہوتا، جس کے سبب لوگ ان میں ملوث ہو جاتے ہیں، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فتنوں کی حقیقت و ماہیت آشکارا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وَذَلِكَ أَنَّ الْفِتَنَ إِنَّمَا يُعْرَفُ مَا فِيهَا مِنَ الشَّرِّ إِذَا أَدْبَرَتْ. فَأَمَّا إِذَا أَقْبَلَتْ فَإِنَّهَا تُزَيَّنُ، وَيُظَنُّ أَنَّ فِيهَا خَيْرًا، فَإِذَا ذَاقَ النَّاسُ مَا فِيهَا مِنَ الشَّرِّ وَالْمَرَارَةِ وَالْبَلَاءِ، صَارَ ذَلِكَ مُبَيِّنًا لَهُمْ مَضَرَّتَهَا، وَوَاعِظًا لَهُمْ أَنْ يَعُودُوا فِي مِثْلِهَا“[1]۔

فتنوں کا شر وفساد اُس کے جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے، ورنہ فتنے جب آتے ہیں تو بڑے مزین اور آراستہ ہوتے ہیں، اور ان میں خیر و بھلائی کا گمان کیا جاتا ہے، لیکن جب لوگ اُن کے شر وفساد، کڑواپن اور مصیبت و آزمائش کا مزہ چکھتے ہیں، تو یہ چیز ان کے سامنے اس کا نقصان واضح

---

[1] منہاج السنۃ النبویۃ، ۴/ ۴۰۹۔

کرنے والی ہوتی ہے، اور ان کے لئے اس بات کا سبق اور عبرت ہوتی ہے کہ اب آئندہ ایسی حرکت نہ کریں۔

جبکہ راسخین فی العلم فتنوں کی سنگینی کو بتوفیق الٰہی اپنے علم وبصیرت کے ذریعہ پہلے ہی بھانپ لیتے ہیں، حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

”إِنَّ الْفِتْنَةَ إِذَا أَقْبَلَتْ عَرَفَهَا الْعَالِمُ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ عَرَفَهَا كُلُّ جَاهِلٍ“[1]۔

یقیناً فتنہ جب آتا ہے تو اسے صرف (صاحب بصیرت) عالم جانتا ہے، اور جب چلا جاتا ہے تو ہر جاہل جان لیتا ہے۔

ایوب سختیانی حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”كَانَ الْحَسَنُ يَبْصُرُ مِنَ الْفِتْنَةِ إِذَا أَقْبَلَتْ كَمَا نَبْصُرُ نَحْنُ مِنْهَا إِذَا أَدْبَرَتْ“[2]۔

حسن بصری رحمہ اللہ فتنہ آتے ہی اس کی سنگینی کو ایسے بھانپ لیتے تھے جیسے ہم اسے جانے کے بعد دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رونما ہونے والے فتنۂ ارتداد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بصیرت سے اور فتنۂ خلق قرآن میں امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بصیرت کے ذریعہ امت کو نجات دلائی اور اسلام کو عزت بخشی، چنانچہ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أَعَزَّ اللهُ الدِّيْنَ بِالصِّدِّيْقِ يَوْمَ الرِّدَّةِ، وَبِأَحْمَدَ يَوْمَ المِحْنَةِ“[3]۔

اللہ تعالیٰ نے فتنۂ ارتداد میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اور فتنۂ خلق قرآن میں امام احمد کے ذریعہ دین کو غلبہ عطا فرمایا۔

---

[1] الطبقات الکبری، از امام ابن سعد، طبع دار صادر، ۷ / ۱۶۶، والتاریخ الکبیر، از امام بخاری، ۴ / ۳۲۲، نمبر: ۲۹۸۷، وحلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ۹ / ۲۴، نیز دیکھئے: ۲ / ۳۳۶۔

[2] المجالسۃ وجواہر العلم، ۸ / ۸۷، نمبر: ۲۴۰۷، سند حسن ہے۔

[3] سیر أعلام النبلاء، امام ذہبی، طبعۃ الرسالۃ، ۱۱ / ۱۹۶۔

زیر نظر کتاب ''الأجوبة المفيدة عن أسئلة المناهج الجديدة'' (جدید مناہج کی حقیقت- سوالات وجوابات) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو دور حاضر کے فتنوں بالخصوص عالم اسلام میں پھیلے ہوئے گمراہ فرقوں، باطل افکار ونظریات، منہج سلف کے مخالف مناہج و احزاب، ہوا پرستی، شبہات، گمراہ گر ائمہ وقائدین وغیرہ سے متعلق (۱۱۶) سوالات کے مدلل علمی اور بصیرتمندانہ جوابات پر مشتمل ہے، جو عصر حاضر میں امت کے تمام تر طبقوں کی صحیح رہنمائی کے لئے کسی سنگ میل سے کم نہیں۔

سوالات کے جوابات موجودہ دور میں عالم اسلام کی نہایت بلند پایہ، علمی، منہجی، دعوتی اور بصیرت مند بزرگ مربی شخصیت، معالی الشیخ علامہ ڈاکٹر صالح بن فوزان بن عبد اللہ الفوزان حفظہ اللہ (ممبر کبار علماء بورڈ و رکن دائمی کمیٹی برائے افتاء، سعودی عرب) کے ہیں، جسے ان کے شاگرد رشید شیخ جمال بن فریحان حارثی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے اور پھر آپ کی اجازت سے اسے اپنی مفصل ومدلل اور قیمتی تعلیق وتخریج کے ساتھ شائع کیا ہے۔

بلاشبہہ موجودہ دور میں عالم اسلام بالخصوص نوجوانوں کو منہجی وفکری انحرافات سے بچانے، نت نئے احزاب اور پارٹیوں کے انحرافات اور فتنہ سامانیوں سے آگاہ و چوکنا کرنے اور انہیں سلفیت کے صحیح منہج کی رہنمائی کرنے میں علامہ شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ کا بڑا عظیم، نمایاں، مخلصانہ اور دردمندانہ کردار ہے، جیسا کہ اہل علم سے مخفی نہیں، فجزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیراً۔

اسی طرح شیخ جمال بن فریحان حارثی رحمہ اللہ طائف سعودی عرب کے ایک غیر تمند بالغ نظر سلفی عالم ہیں، کتاب پر ان کی مدلل علمی تعلیق، تخریج اور حاشیہ نے کتاب کو موجودہ وقت کے احزاب وفرق، باطل افکار ونظریات اور سلفیت مخالف مناہج کے حامل مختلف احزاب کے قائدین، علماء، مصنفین، مقررین، باحثین اور نام نہاد داعیان کے منہجی وفکری انحراف کی نقاب کشائی کا مرجع بنا دیا ہے، چنانچہ اس تعلیق وتخریج سے صرف اصل کتاب کا علمی ومعنوی حسن ہی دوبالا نہیں ہوا ہے بلکہ اس اہم کارنامہ نے ظاہری حسن و جمال اور تقدس و پارسائی کے اوٹ میں رہنے والی بہت سی جماعتوں

اور شخصیتوں کی بابت جویانِ حق کی آنکھیں کھول دیا ہے!! فجزاہ اللہ عن المسلمین خیراً۔

کتاب کی اسی اہمیت کے پیش نظر آج سے کم وبیش پانچ چھ سال پیشتر جب برادر گرامی شیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ کی جانب سے یہ کتاب بطور ہدیہ ملی، جزاہ اللہ خیراً وبارک فیہ، تو اسی وقت دل میں یہ جستجو پیدا ہوئی کہ اگر اس کتاب کو اردو زبان میں منتقل کر دیا جائے تو اردو داں طبقہ منہج سلف کے مخالف جدید مناہج کی حقیقت کی بابت بخوبی مستفید ہو سکے گا۔لیکن اس پر کوئی عملی پیش رفت نہ ہوسکی، تا آنکہ سال گذشتہ ممبئی میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے منعقدہ دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ و دعاۃ ومدرسین کے موقع پر عالم اسلام کے مایہ ناز داعی، ترجمان سلفیت، بیباک خطیب اور ہمارے مشفق ومربی فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ (شارجہ، متحدہ عرب امارات) نے اس کتاب کے ترجمہ کی یاد دہانی فرمائی، بلکہ اس کے مشمولات کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر موجودہ حالات میں اس کے ترجمہ کی تاکید فرمائی، اور اس طرح مجھ طالب علم کو اس کتاب کے ترجمہ کی سعادت ملی اور یہ سال رواں میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبۂ نشر واشاعت کی منشورات کا حصہ بن گئی، فجزاہ اللہ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء۔

اس کتاب میں مجھ طالب علم کا کام یہ رہا ہے کہ میں نے ترجمہ کے علاوہ متن اور اسی طرح شیخ ابوفریحان جمال حارثی رحمہ اللہ کی تعلیق میں بعض جگہوں پر بغرضِ اتمامِ فائدہ توضیحی نوٹ لگایا ہے، جس میں بعض فرقوں اور ان سے متعلقہ شخصیات کا تعارف اور ان کے منہج وعقائد وغیرہ کا ذکر ہے، اسی طرح فی الغالب صحیحین کی احادیث کے علاوہ سنن اربعہ وغیرہ کی احادیث پر محدث العصر امام علامہ البانی رحمہ اللہ کا حکم نقل کر دیا ہے، تاکہ ان کی صحت کی بابت قاری کو کوئی الجھن پیش نہ آئے۔

کتاب کے ترجمہ میں حسب معمول کوشش یہ رہی ہے کہ الفاظ وتعبیرات سے آزاد ہوئے بغیر زبان سلیس اور رواں رہے اور مولف ومعلق کے مقصود کی کماحقہ ترجمانی ہو سکے،لیکن چونکہ خطائیں ولغزشیں بشریت کا لازمہ ہیں، اس سے کسی کو مفر نہیں، اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق، غلطیوں

لغزشوں سے معافی اور نفس وشیطان کے شر سے پناہ کا خواستگار ہوں، نیز احباب اور بہی خواہوں کے مخلصانہ مشوروں کا منتظر بھی، علامہ حریری نے کہا تھا:

وَإِن تَجِـدْ عَيبًا فَسُدَّ الخَـلَلَا   فَجَلَّ مَنْ لَا عَيبَ فِيهِ وَعَلَا

اگر آپ کو کوئی عیب ملے تو خلل کی تلافی کر دو، کیونکہ اللہ بزرگ و برتر ہی کی ذات پاک ہے جو بے عیب ہے۔

ساتھ ہی اللہ ذوالکرم سے پر امید ہوں کہ ان شاء اللہ کتاب اردو داں طبقہ کے حق میں مفید ثابت ہوگی، اللہ کرے کہ افرادِ امت بالخصوص علماء، طلبۂ علم اور متلاشیان حق حوصلہ مند نوجوانان اس کتاب سے کما حقہ استفادہ کریں، اور عالم اسلام میں ماضی اور حاضر میں پھیلے ہوئے احزاب وفرق، سلفیت کے مخالف مناہج، موجودہ دور کی خارجیت، خارجی فکر اور خارجیت کے داعیان نیز قدیم وجدید اعتزال وعقلانیت اور اس کے علمبرداروں کی حقیقت سے آگاہ ہوسکیں، اور پھر ان کے شر وفساد اور امت پر مرتب ہونے والے انجام بد سے خود کو اور امت کو بچائیں، کہ یہ وقت کے سنگین فتنے ہیں!

میں اس کتاب کی اشاعت پر اللہ ذوالکرم کی حمد وسپاس کے بعد اپنے اہل خانہ بالخصوص مشفق والدین کا بے انتہا شکر گزار ہوں، جن کی انتھک تعلیمی وتربیتی کوششوں سے دین کا علم اور اس کی خدمت کا یہ شرف حاصل ہوا، فجزاہم اللہ عنی خیراً۔ بعدہ مسلک کتاب وسنت اور خالص منہج سلف کی علمبردار صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی بالخصوص اس کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ وعافاہ، کا تہ دل سے ممنون ہوں، جن کی عقدی ومنہجی غیرت، علمی ودعوتی حمیت، جماعتی فکر ولگن، پیہم جد وجہد اور حوصلہ افزائی کے نتیجہ میں حسب معمول اس اہم اور مفید ترین کتاب کی اشاعت عمل میں آئی، بلاشبہہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی تمام تر سرگرمیاں' بالخصوص شعبۂ نشر واشاعت سے شائع ہونے والی علمی، عقدی، منہجی، دعوتی اور اصلاحی کتب ومطبوعات کا جو زریں سلسلہ جاری ہے وہ اللہ عز وجل کی توفیق ارزانی اور خصوصی مدد ونصرت کے بعد امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کی خصوصی

فکرمندی کی رہین منت ہے، میں امیر محترم کا تہ دل سے شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ رب کریم ملت و جماعت کے حق میں آپ کی ان مخلصانہ کاوشوں کو قبول فرمائے اِنہیں آپ کے میزان حسنات کا حصہ بنائے اور تمام معاونین ومحسنین کو دنیا و آخرت میں اجر عظیم سے نوازے، آمین۔

اسی طرح اس موقع پر میں عالم اسلام کی نہایت مستند اور مرجعی، علمی، منہجی و دعوتی شخصیت مشفق ومربی فضیلۃ الشیخ استاذ ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس مدنی حفظہ اللہ کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں، آپ کی شخصیت علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں، آپ عرصۂ دراز سے المسجد الحرام کے مدرس اور عالم اسلام کی مایہ ناز ''ام القریٰ یونیورسٹی''، مکہ مکرمہ کے اعلیٰ استاذ ہیں، اور الحمد للہ مرکز توحید وسنت حرم مکی میں بیٹھ کر پوری دنیا کے لوگوں کو اپنے علم سے فیض پہنچا رہے ہیں، چنانچہ عرب وعجم کے ہزاروں بلکہ لاکھوں علماء، طلبہ اور عوام آپ کے شاگردان ہیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت بخشے اور آپ سے امت کو تادیر کسب فیض کرنے کی توفیق دے، آمین۔

میں ڈاکٹر صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے متعدد علمی مشاغل، عدیم الفرصتی اور ناسازیٔ صحت کے باوجود مجھ طالب کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کتاب پر گرانقدر تقریظ تحریر فرمائی اور نہایت مفید باتوں سے نوازا جس سے کتاب کی معنویت دوچند ہوگئی، فجزاہ اللہ عنی خیراً، آمین۔

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے یکساں مفید بنائے اور اراکین صوبائی جمعیت بالخصوص امیر محترم شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ اور دیگر محسنین کو اجر جزیل سے نوازے نیز اس کے مولف، معلق، مترجم، مقدم، مقرظ اور ناشر کے حق میں قبول فرمائے، آمین۔

۳۰/شعبان ۱۴۴۰ھ-۵/مئی ۲۰۱۹ء

ممبرا، ممبئی

اخوکم فی اللہ
ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی
(شعبۂ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)
(inayatullahmadani@yahoo.com)

مقدمہ

از: فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ

(شارجہ، متحدہ عرب امارات)

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۲]۔ ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء: ۱]۔ ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَـٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب: ۷۰-۷۱]، أما بعد:

صراط مستقیم اور منہج صحیح پر قائم رہنے کے لئے اتباع کتاب وسنت اور منہج سلف کی پابندی جس طرح ضروری ہے اسی طرح محدثات وبدعات اور مناہج باطلہ وجدیدہ سے بچنا بھی ضروری ہے، اسی لئے جہاں کتاب وسنت کے اتباع کی تاکید کی گئی ہے وہیں بدعات ومحدثات اور مناہج باطلہ وجدیدہ سے بچنے اور بچانے کی بھی تاکید کی ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خطبات کے شروع میں ہمیشہ لوگوں کو بطور نصیحت وتذکیر اور بغرض تنبیہ اور ترہیب وتخویف فرماتے تھے کہ: "**فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ**

ﷺ، وَشَرُّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ" (صحیح مسلم: ۸۶۷، وابن خزیمہ: ۱۷۸۵)۔

العرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِيَّاكُم والمحدَثات، فإنَّ كلَّ مُحْدَثَةٍ ضلالةٌ"[1].

صراط مستقیم اور منہج صحیح پر استقامت میں سب سے بڑی رکاوٹ بدعات ومحدثات اور باطل مناھج وافکار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الانعام: ۱۵۳]

"یہی میرا راستہ (صراط مستقیم) ہے، تم لوگ صرف اسی کی اتباع کرو اور اسی پر چلتے رہو، اسے چھوڑ کر بہت سے جو گمراہی اور ضلالت کی راستے ہیں ان پر مت چلو، کیونکہ وہ راستے تم کو صراط مستقیم سے محروم کر دیں گے"۔

امام مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ:

"السبل" (یعنی وہ بہت سارے راستے جو مؤمن کو صراط مستقیم سے محروم کر کے ضلالت وگمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں ان) سے مراد بدعات ومحدثات ہیں۔

اہل علم کہتے ہیں کہ: ان راستوں سے مراد "الْيَهُودِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ وَسَائِرِ الْمِلَلِ" یا "الأَهْوَاءُ وَالْبِدَعُ" ہیں[2]۔

---

[1] ابو داود، والترمذی، وابن ماجہ، وابن حبان وغیرہم، صحیح الترغیب: ۷۔

[2] تفسیر البغوی: ۲/ ۸۰۔

امام قرطبی رحمہ اللہ امام ابن عطیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

"وَهَذِهِ السُّبُلُ تَعُمُّ الْيَهُودِيَّةَ وَالنَّصْرَانِيَّةَ وَالْمَجُوسِيَّةَ وَسَائِرَ أَهْلِ الْمِلَلِ وَأَهْلِ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَاتِ مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَالشُّذُوذِ فِي الْفُرُوعِ، وَغَيْرَ ذَلِكَ مِنْ أَهْلِ التَّعَمُّقِ فِي الْجَدَلِ وَالْخَوْضِ فِي الْكَلَامِ. هَذِهِ كلها عرضة للزلل، ومظنة لسوء المعتقد، قاله ابْنُ عَطِيَّةَ"[1].

اسی لئے اہل حق اور علماء ربانی ہر قسم کی بدعات ومحدثات کی تردید کرنا اور لوگوں کو اس سے بچانا ضروری سمجھتے ہیں، تاکہ لوگ صراط مستقیم اور منہج صحیح وسلیم پر قائم رہیں، اور اپنے آپ کو ضلالت وگمراہی اور جہنم کی آگ سے بچائیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ کہتے تھے کہ:

"الْبِدْعَةُ أَحَبُّ إِلَى إِبْلِيسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ، فإن الْمَعْصِيَةَ يُتَابُ مِنْهَا، وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا"[2].

"بدعت ابلیس کے نزدیک گناہ سے زیادہ پسندیدہ ومحبوب ہے، گناہ سے توبہ کیا جاتا ہے کیونکہ وہ گناہ ہے، بدعت کو کارثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے تو توبہ کیسے کیا جائے گا"۔

امام الحسن البصری رحمہ اللہ تعالی فرماتے تھے کہ :

"لَا تُجَالِسْ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَإِنَّهُ يُمْرِضُ قَلْبَكَ"[3].

"بدعتی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہیں، کیونکہ وہ تمہارے دل کو بیمار کردے گا"۔

---

① الجامع لأحکام القرآن: ۷/ ۱۲۹۔

② شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ: ۱/ ۱۴۹، رقم: ۲۳۸۔

③ الاعتصام للشاطبی، ۱/ ۱۳۸۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"وَلَوْلَا مَنْ يُقِيمُهُ اللَّهُ لِدَفْعِ ضَرَرِ هَؤُلَاءِ لَفَسَدَ الدِّينُ وَكَانَ فَسَادُهُ أَعْظَمَ مِنْ فَسَادِ اسْتِيلَاءِ الْعَدُوِّ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ؛ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ إِذَا اسْتَوْلَوْا لَمْ يُفْسِدُوا الْقُلُوبَ وَمَا فِيهَا مِنْ الدِّينِ إِلَّا تَبَعًا وَأَمَّا أُولَئِكَ فَهُمْ يُفْسِدُونَ الْقُلُوبَ ابْتِدَاءً"①.

''اگر اللہ تعالی کچھ لوگوں کو امت سے اس قسم کے لوگوں کے نقصان روکنے کے لیے نہ کھڑا کرتا تو ان کا بگاڑ کافر دشمنوں کا مسلم ملک پر قابض ہونے سے کئی گنا زیادہ ہے، کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے دین اور دلوں کو نہیں بگاڑتے، جب کہ وہ سرے سے دلوں کو بگاڑ دیتے ہیں''۔

بدعات ومحدثات اور باطل مناہج ہی امت کی ضلالت وگمراہی اور عذاب الٰہی کا سبب ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا﴾ [النساء:۱۱۵]

''جو راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے، اور تمام مؤمنوں کا راستہ چھوڑ کر غیروں کے راستہ پر چلے گا تو ہم ایسے لوگوں کو غیروں کے راستے ہی پر چلائیں گے اور پھر ان کو جہنم میں داخل کر دیں گے جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے''۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

① مجموع الفتاوی:۲۸/۲۳۲۔

﴿فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ أَوۡ يُصِيبَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣]۔

”جولوگ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں ان پر بڑی آفت ومصیبت آجائے یا انھیں کسی دردناک عذاب میں مبتلا کردیا جائے“۔

عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بُعثتُ بين يدي الساعةِ بالسيفِ حتى يُعبدَ اللهُ وحدَه لا شريكَ له، وجعلَ رِزقي تحتَ ظلِ رُمْحي، وجعلَ الذلُ والصغارُ على من خالفَ أمري ومن تشبه بقومٍ فهو منهمْ"[1].

”مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے، یہاں تک کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہونے لگے، اور میرا رزق اللہ تعالی نے مال غنیمت میں رکھا ہے، اور جو لوگ میرے حکم (سنت) کی مخالفت کرتے ہیں ان پر ذلت ورسوائی اور عذاب وعقاب مسلط کردیا جائے گا، اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اسے انہیں میں شمار کیا جائے گا“۔

سابقہ امتوں کی ہلاکت وتباہی کا سبب:

سابقہ امتوں کی ہلاکت وتباہی اور ضلالت وگمراہی کا بھی ایک سبب یہی تھا، خصوصا اہل کتاب یہود ونصاری کا، کیونکہ جب کسی قوم کے پاس علم آجائے اور حق اس کے سامنے واضح ہوجائے مگر وہ اپنی ضد، آپسی حسد، بغض وعناد، تعصب، یا مال وجاہ، یا اپنے دنیاوی مفاد کی وجہ سے حق قبول نہ کرے، حق سے اختلاف کرے تو سنت الہی یہ ہے کہ اللہ تعالی اس قوم پر ذلت ورسوائی مسلط کردیتے ہیں جیسے کہ اہل کتاب کے ساتھ اللہ تعالی نے کیا۔

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده: ۴ / ۵۱۵۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٦﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم بَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ ۖ فَمَا ٱخْتَلَفُوٓا۟ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٧﴾ ثُمَّ جَعَلْنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ فَٱتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الجاثیۃ:١٦-١٨]۔

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب دی، اور حکومت و نبوت دی، اور ان کو عمدہ عمدہ کھانے کی چیزیں دیں، اور جہاں بھر کے لوگوں پر ان کو فضیلت دی، اور دین کے کھلے کھلے احکام بھی ان کو دیئے تاکہ وہ راہ راست پر قائم رہیں اور دین کی تبلیغ کریں، مگر پھر وہ باہم مختلف ہو گئے، اور یہ اختلاف بھی محض اختلاف رائے مضر اور معیوب نہیں لیکن جب اختلاف رائے سے تجاوز کر کے مخالفت اور مخالفت سے عناد تک نوبت پہنچ جائے تو معیوب اور مضر ہو جاتا ہے، ان لوگوں میں یہی بات تھی کہ مذہبی اختلاف رائے میں ایک دوسرے کے بدخواہ ہو گئے، پھر طرفہ یہ کہ سارے اختلاف اور عداوت علم آجانے کے بعد ہوئے، اور یہ اختلاف وہ لوگوں نے محض آپس کے حسد کی وجہ سے کیا، نکمی نکمی باتوں میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے، سنو تمہارا پروردگار قیامت کے روز ان کے اختلاف کا فیصلہ کریگا، بہتر تو یہی تھا کہ اس فیصلہ سے پہلے ہی سمجھ لیتے، کیونکہ اس روز کے فیصلے کی اپیل یا تدارک نہیں ہوگی، اسی لئے ہم نے سابقہ نبیوں کی معرفت دنیا کے لوگوں کو یہ خبر پہنچا دی تھی۔

اب پھر ہم نے تجھ کو اے محمد ﷺ دین کی راہ پر لگا دیا ہے، پس اسکی پیروی کریں اور جو لوگ احکام اور حقوق الہی میں سے کچھ نہیں جانتے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے، کیونکہ

اللہ کی پکڑ پر وہ کچھ بھی فائدہ نہ دیں گے [1]۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے پہلے بنی اسرائیل کے فضائل اور ان کے عروج وترقی کے اسباب بیان کئے، پھر ان کے زوال، مستحق لعنت وغضب اور ان کی ذلت ورسوائی کی وجہ بتائی کہ ان کے پاس تو حق واضح ہوگیا، مگر علم (وحی الہی) آجانے کے بعد انھوں نے حق سے اختلاف کیا۔

اسباب فضائل:

1- اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑی اور عظیم ترین آسمانی کتاب ''تورات'' ان کو دیا۔

2- حکومت سے ان کو نوازا۔

3- نبوت ورسالت کا سلسلہ ایک عرصہ دراز تک ان میں باقی رکھا، جس کی برکت سے بہت سے انبیاء علیہم السلام اس قوم میں پیدا ہوتے رہے۔

4- اللہ تعالیٰ نے عمدہ حلال اور پاکیزہ رزق کا انتظام کیا اور اپنے فضل وکرم سے میدان تیہ میں من وسلویٰ جیسی اعلی ترین نعمتوں سے نوازا اور ملک شام کا مالک بنایا جو برکات ارضیہ کا معدن ہے۔

5- اس وقت پوری دنیا والوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کو فضیلت عطا کی تھی۔

6- اللہ تعالیٰ نے دین کے کھلے کھلے احکام بھی دیئے، تاکہ خود ان پر عمل کریں اور دوسروں کو اسی کی طرف دعوت بھی دیں اور دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کریں۔

7- ان کو بڑے صریح معجزات دکھلائے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انھے حسی، معنوی، علمی ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔

---

[1] ترجمہ وتفسیر ثنائی۔

ذلت ورسوائی کے اسباب: حق واضح ہو جانے کے بعد حق سے انحراف کرنا۔

علم آجانے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ اختلافات ختم کر ڈالتے کیونکہ حق معلوم ہو گیا، سب کو چاہئے تھا کہ حق قبول کر لیتے مگر انہوں نے حق قبول کرنے کے بجائے ضد، حجت بازی، تعصب، آپسی حسد اور بغض وعناد کی وجہ سے اختلاف کیا، جو ذلت ورسوائی کا سبب بنا۔

اس کی تفصیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان کی ہے:

"إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانُوا عَلَى شَرِيعَةٍ وَمِنْهَاجٍ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ حَتَّى تَنَازَعُوا فِي الْقَدَرِ، فَلَمَّا تَنَازَعُوا اخْتَلَفُوا وَتَبَاغَضُوا وَتَلَاعَنُوا وَاسْتَحَلُّوا بَعْضُهُمْ حُرُمَاتِ بَعْضٍ، فَسُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ فَمَزَّقَهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ"[1].

''جب تک بنی اسرائیل شریعت اور صحیح طریقہ (منہج) پر قائم رہے سب پر غالب رہے، مگر جب مسئلہ تقدیر میں اختلاف کرنے لگے تو آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے، جس کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے بغض وعداوت کرنے لگے، ایک دوسرے پر لعن وطعن شروع کر دیا، یہاں تک کہ ایک دوسرے کی جان ومال کو حلال سمجھنے لگے، تو اللہ تعالی نے ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیا جنہوں نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے''۔

امت محمدیہ کی ذمہ داری:

پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے سارے فضائل چھین کر ان پر ذلت ورسوائی مسلط کر دیا، اور دنیا کی امامت وقیادت اور فضائل ومناقب اس امت محمدیہ کو دے دیا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

---

① شرح أصول اعتقاد أہل السنة والجماعة: ۴/ ۷۰۰۔

﴿وَلَقَدۡ أَهۡلَكۡنَا ٱلۡقُرُونَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَمَّا ظَلَمُواْ وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ وَمَا كَانُواْ لِيُؤۡمِنُواْۚ كَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡمُجۡرِمِينَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلۡنَٰكُمۡ خَلَٰٓئِفَ فِي ٱلۡأَرۡضِ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُونَ﴾[یونس:۱۳-۱۴]

’’اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم کیا، حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے، اور ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے، ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو جانشین کیا تاکہ ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو‘‘۔

اسی لئے اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلۡنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡرِ فَٱتَّبِعۡهَا وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ﴾[الجاثیۃ:۱۸]

’’پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر چلنے کے لئے مقرر کر دیا، تو اسی کی اتباع کریں کسی اور کی نہیں‘‘۔

دین اسلام کے کچھ اصولی اور بنیادی احکام ہیں، جن کو عقائد اور ایمانیات کہتے ہیں، جیسے توحید، آخرت، رسالت اور قضا و قدر وغیرہ، ان چیزوں میں تو کبھی کسی نبی کی امت میں اختلاف نہیں، ہمیشہ سب کے یہاں یکساں تھے، کبھی تبدیلی نہیں آئی ،لیکن اسلام میں دوسرے قسم کے اور احکام ہیں جن کا تعلق عقائد سے نہیں ہوتا، بلکہ عملی تعلق سے ہوتا ہے، جن کو اعمال کہا جاتا ہے، ایسے احکام میں انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں اپنے اپنے زمانے کے لحاظ اور وقت کے تقاضے اور ضرورت کے اعتبار سے تبدیلیاں ہوتی رہیں، اس آیت میں اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو اسی قسم کے احکامات کے متعلق فرمایا کہ: ﴿ثُمَّ جَعَلۡنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٖ

مِّنَ ٱلۡأَمۡرِ فَٱتَّبِعۡهَا وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ ﴾[الجاثیۃ:۱۸]۔

یعنی بنی اسرائیل کے بعد ہم نے آپ کے لئے ایک خاص شریعت مقرر کیا ہے بس اسی کی آپ اتباع کریں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور شریعت کی پیروی نہ کریں۔

اہل علم، محدثین، فقہاء کا متفقہ قول ہے کہ امت محمدیہ کے لئے صرف شریعت محمدی ہی کے احکام واجب الاتباع والعمل ہیں، پچھلی امتوں کو جو احکام دئے گئے تھے وہ ہمارے لئے اس وقت تک قابل قبول اور حجت و دلیل نہیں بن سکتے جب تک کہ قرآن وسنت سے ان کی تائید نہیں ہو، اور تائید کی ایک شکل تو یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صراحت کی گئی ہو کہ فلاں نبی کی امت کو جو یہ حکم دیا گیا تھا وہ اس امت کے لئے بھی ہے، اور دوسری شکل یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سابقہ امت کے کسی عمل کی تعریف اور توصیف بیان کی گئی ہو، یا اس کی تعریف وتحسین بطور ترغیب کے بیان کی گئی، اور یہ بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ہماری شریعت میں یہ حکم منسوخ نہیں ہے، اس سے بھی یہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حکم ہماری شریعت میں بھی موجود ہے اور درحقیقت اس حکم کا ہماری شریعت میں حجت اور قابل قبول ہونا بھی اس صورت میں شریعت محمدی کا ایک جزء ہونے کی ہی صورت بن جاتی ہے۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهِۦٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓۖ أَنۡ أَقِيمُواْ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُواْ فِيهِۚ كَبُرَ عَلَى ٱلۡمُشۡرِكِينَ مَا تَدۡعُوهُمۡ إِلَيۡهِۚ ٱللَّهُ يَجۡتَبِيٓ إِلَيۡهِ مَن يَشَآءُ وَيَهۡدِيٓ

إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ﴿١٣﴾ وَمَا تَفَرَّقُوٓا۟ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِىَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ
أُورِثُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِنۢ بَعْدِهِمْ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿١٤﴾ فَلِذَٰلِكَ فَٱدْعُ ۖ
وَٱسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ ۖ وَقُلْ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ
ٱللَّهُ مِن كِتَٰبٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ ٱللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَآ أَعْمَٰلُنَا
وَلَكُمْ أَعْمَٰلُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ ٱللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ
ٱلْمَصِيرُ ﴿١٥﴾ [الشوریٰ: ۱۳-۱۵]

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی بابت نوح نبی کو ہدایت کی تھی، اور بذریعہ وحی تمہاری طرف حکم بھیجا ہے، وہ بھی تمہارا دین اور جس کی ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ علیہم السلام کو ہدایت کی تھی، جس کا مختصر مضمون یہی ہے کہ دین الٰہی قائم رکھو اور اس میں متفرق (فرقوں میں تقسیم) نہ ہو، یعنی خود بھی اخلاص مندی سے عمل کرتے رہنا اور لوگوں کو بھی اخلاص فی العمل سکھانا، ہر وقت اثبات توحید وسنت میں لگے رہنا کسی وقت غفلت نہ کرنا، نہ توحیدی مضامین میں اختلاف پیدا کرکے متفرق گروہ بننا، یہی تمام حکموں کی جڑ ہے، اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا، تمہارا کوئی کام اس اصول سے باہر نہ ہو، وہ تمہارا مولا ہے اور تم اسکے تابعدار غلام ہو، اس لئے ہر وقت دست بستہ حاضری کے سوا چارہ کیا، پس تم اس خیال پر جمے رہو اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے رہو یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق خاص پیدا کرنے کی طرف، گرچہ وہ تعلیم ان مشرکوں پر ناگوار اور سخت شاق ہے، وہ تو ایسی باتوں کو کان میں ڈالنا بھی نہیں چاہتے، بلکہ سخت نفرت کرتے ہیں، تاہم اللہ انہیں میں سے جس کو چاہیے گا انتخاب کرکے اپنی طرف کھینچ لے گا، اور اپنے کام میں لگالے گا، اور جو اس کی طرف جھکیں گے ان کی طرف راستہ دکھادے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ذرا بھی دل میں اللہ کے خوف یا محبت کو جگہ دیں گے وہ ان کی رہنمائی کر دے گا، اس کے بعد ان میں سے جس کو اپنی مشیت کے مطابق چاہے گا برگزیدہ کر دیگا، یہی مضمون پہلی کتابوں میں پہلے لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ کل اختیار اللہ کو ہے، مگر موجودہ لوگ جو علم آجانے کے بعد جدا جدا ہوئے تو محض آپس کی ضد اور حسد کی وجہ سے ہوئے، اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک وقت مقررہ فیصلہ کا حکم نہ ہو چکا ہوتا یعنی علم الٰہی میں یہ مقدر نہ ہوتا کہ ان مخالفین کے فیصلہ کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے ان میں مدت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، یعنی سچوں اور جھوٹوں میں امتیازی نشان کیا جاتا مگر ایسا نہ کرنے میں مصلحت الٰہی ہے، تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ان پہلے لوگوں کے بعد جو لوگ آسمانی اور الہامی کتاب کے وارث ہوئے وہی اس تعلیم سے جو اوپر مذکور ہوئی ہے سخت شک بلکہ انکار میں مبتلا ہو گئے، جب ان کو تعلیم اس کتاب کی سنائی جاتی ہے تو انکار کر جاتے ہیں، پس اے نبی آپ اس حقانی تعلیم کی طرف لوگوں کو بلاتے رہئے، اور جیسا آپ کو حکم دیا ہے اس کام پر پختہ اور مضبوطی سے قائم رہیے، اور ان مخالف لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے، اور تیرے مخالف تجھ کو اپنی طرف بلائیں تو کہہ دیجئے کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے اتاری ہے اور اسکے سوا کسی اور کو میں نہیں مانتا، اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تم لوگوں کے اختلافات میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کروں، چونکہ اللہ تعالی ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہمارے کام ہم کو اور تمہارے کام تم کو ہوں گے، اس لئے ہم میں اور تم میں تکرار کی کوئی وجہ نہیں، جب ہم اور تم اس کے غلام ہیں اور وہ ہمارا مولا ہے تو پھر جھگڑا کیسا؟ اللہ ہم کو اور تم کو ایک جگہ جمع کرے گا اور وہیں ہمارے اختلافات کا فیصلہ کرے گا[1]۔

---

① ترجمہ وتفسیر ثنائی۔

ان آیات میں کئی اہم اور بنیادی چیزیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

1۔ ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا﴾ تمہارے لئے ہم نے وہی دین مقرر کیا جس کی وصیت ہم نے نوح کو کی تھی (خالص توحید اور شریعت اور سنت کی پابندی کرنا)۔

نوح علیہ السلام کو اللہ تعالی نے جو دین اور شریعت دیکر بھیجا اور امت کو جس کی طرف دعوت دینے اور بلانے کا حکم دیا، وہ شرک سے روکنا اور توحید خالص اور اتباع سنت اور شریعت تھی، کیونکہ نوح علیہ السلام کی قوم پانچ ولیوں کی قبروں کی عبادت کرتی تھی اور توحید خالص ترک کر کے شرک میں مبتلا ہوگئی تھی۔

2- اب یہی دین وشریعت ہے، جو ہر قسم کے شرک و بدعات اور ہر قسم کے رسم و رواج سے پاک ہے، اللہ تعالی نے اس امت کے لئے مقرر کیا، جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِۦ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ﴾

دین (توحید خالص اور اتباع سنت وشریعت کی اتباع) قائم رکھنے کا حکم دیا اور افتراق وفرقہ بندی سے منع کیا ہے (جوکہ توحید خالص اور اتباع سنت کے چھوڑنے اور شرک و بدعات کے اختیار کرنے کے سبب ہوتی ہے)۔

3- خالص توحید اور اتباع سنت وشریعت کی دعوت اور شرک و بدعات سے لوگوں کو منع کرنا اور ان کے خلاف کتاب وسنت کے دلائل پیش کرنا شرک و بدعات میں مبتلا لوگوں کو بہت گراں اور ناگوار گزرتا ہے، اور ایسے لوگ فوراً اہل حق کی دشمنی اور عداوت پر آمادہ ہوجاتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ﴾

4- مخالفت و عداوت کے باوجود ہمیں توحید و سنت کی دعوت و تبلیغ مسلسل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ انہی لوگوں میں سے بہت سے گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہدایت دے دیتا ہے: ﴿ٱللَّهُ يَجْتَبِيٓ إِلَيْهِ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِيٓ إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ﴾ [الشوری:۱۳] اسی طرح اللہ تعالیٰ حکم دیا ہے کہ: ﴿وَلَا تَجْعَلُواْ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ [الذاریات:۵۵]۔

5- حق واضح ہو جانے اور علم آجانے کے بعد صرف حسد، آپسی بغض و عداوت، حجت بازی، تعصب، کسی دنیاوی مفاد ہی کی وجہ سے امت میں اختلاف اور فرقہ بندی ہوتی ہے، اور پھر یہی اختلاف اور تفرقہ ذلت ورسوائی کا سبب بنتا ہے:

﴿وَمَا تَفَرَّقُوٓاْ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾

6- اسی عقیدہ اور منہج کی دعوت دینا ضروری ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

7- اسی عقیدہ اور منہج کی دعوت دینا ہے، لوگوں کو اسی عقیدہ اور منہج کی طرف بلانا ہے، اگر کسی داعی نے اپنی دعوت میں اس کا اہتمام نہیں کیا تو بہت بڑی خیانت کا مرتکب ہو گا۔

8- اسی پر خود کو قائم رکھنا اور اسی کی اتباع اور پیروی کرنا بھی واجب ہے، اس سے منہ موڑنا اور انحراف کرنا جائز نہیں ہے۔

9- ﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ﴾ اہل بدعت، اہل زیغ وضلالت کی اتباع اور ان کے افکار ونظریات سے بچنا بھی ضروری ہے۔

سورہ شوریٰ کی آیت ﴿وَٱسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ ...﴾ یہ آیت دس عظیم ترین تعلیمات وہدایات پر مشتمل ہے، دس جملے ہیں ہر جملہ ایک مستقل حکم اپنے اندر رکھتا ہے، اہل علم اور علماء مفسرین کہتے ہیں کہ آیۃ الکرسی کے بعد قرآن مجید میں اس سے بڑی اور عظیم ترین دوسری آیت

نہیں ہے[1]۔

1- پہلا حکم: ﴿فَلِذَٰلِكَ فَٱدْعُ﴾ ہے، توحید خالص اور اتباع سنت کی دعوت دینا، اہل شرک وکفر اور اہل بدعات وضلالت کو کتنا بھی ناگوار اور گراں گزرے ان کی پرواکئے بغیر مسلسل دعوت وتبلیغ کرتے رہیں اور (لَا يَخَافُونَ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ) کے مصداق بنیں۔

2- دوسرا حکم: ﴿وَٱسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ﴾ ہے، جس میں استقامت کا حکم دیا گیا ہے کہ خود استقامت پر قائم رہے اور دوسروں کو بھی استقامت کی دعوت دیتا رہے اور دین پر استقامت ایسی ہونی چاہئے جیسے کہ اللہ تعالی نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے: ﴿فَٱسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا۟ إِنَّهُۥ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [ھود: ۱۱۲]

تمام احکام وعقائد، اعمال، تمام اخلاق وآداب کی ادائیگی میں طریقہ رسول ﷺ اور منہج صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اسلاف کا طریقہ اپنانے کے بعد ہی استقامت حاصل ہوسکتی ہے۔

3- تیسرا حکم: ﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ﴾ ہے، جس میں نفس پرستوں، اہل باطل، اہل بدعات ومحدثات کی پیروی اور اتباع کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ فریضہ دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف والنھی عن المنکر کی ادائیگی میں کسی نفس پرست اور اہل باطل کی مخالفت اور اعتراضات کی پرواہ نہیں کی جائیگی۔

4- چوتھا حکم: ﴿وَقُلْ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَٰبٍ﴾ ہے، جس میں اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ اور امت کو حکم دیا ہے کہ اعلان کریں کہ اللہ تعالی نے جتنی آسمانی کتابیں نازل کی ہیں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں کسی میں تفریق نہیں کرتے۔

[1] تفسیر ابن کثیر: ۷/ ۱۹۵۔

5- پانچواں حکم: ﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾ ہے، جس میں عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے، اسکا دو مطلب بیان کیا جاتا ہے اور دونوں درست ہیں:

1- میرے پاس جو معاملات باہمی جھگڑوں کے آئیں گے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عدل وانصاف کروں۔

2- بعض مفسرین نے یہاں عدل کے معنی برابری کے لئے ہیں جس کا معنی یہ بتایا ہے کہ میں تمہارے درمیان دین کے سب احکام کو برابر رکھوں کہ ہر نبی اور ہر کتاب پر ایمان لاؤں اور احکام الٰہیہ کی اطاعت کروں ایسا نہیں کہ بعض پر ایمان لاؤں اور بعض پر نہیں بعض احکام کی تعمیل کروں بعض کی نہیں۔

6- چھٹا حکم: ﴿اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ ہے، جس میں منکرین توحید کو احساس دلانا ہے کہ ہمارا تمہارا سب کا رب اللہ تعالی ہی ہے، کیونکہ طوعاً و کرھاً اللہ تعالی کو سب ہی مانتے ہیں۔

7- ساتواں حکم: ﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ﴾ ہے جس میں اہل باطل پر حجت قائم کر کے ان سے بیزاری اور براءت کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے، جیسے کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [یونس:۴۱]۔

اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرے لئے میرا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل، تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں۔

8- آٹھواں حکم: ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ﴾ ہے، حجت بازی اور حجت بازوں سے کنارہ کشی اور دوری اختیار کرنا۔

حجت سے مراد بحث ومباحثہ ہے، مطلب یہ ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر اہل

باطل اور اہل بدعات ومحدثات عناد وتعصب سے کام لینے لگیں تو اب گفتگو فضول اور بحث ومباحثہ میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیئے۔

9-نواں حکم: ﴿ٱللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا﴾ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِٱلْحَقِّ وَهُوَ ٱلْفَتَّاحُ ٱلْعَلِيمُ﴾ [سبا:۲۶]۔

''انہیں خبر دے دیجئے کہ سب کو ہمارا رب جمع کر کے پھر ہم میں سچے فیصلے کر دے گا وہ فیصلے چکانے والا ہے''۔

10-دسواں حکم: ﴿وَإِلَيْهِ ٱلْمَصِيرُ﴾

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہماری مجلس میں آئے، اور ہم لوگ اس وقت مسلمانوں کے فقر وفاقہ، غریبی اور محتاجگی کا ذکر کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ہماری گفتگو کو سن کر فرمایا: ''اَلْفَقْرَ تَخَافُونَ؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتُصَبَّنَّ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا صَبًّا، حَتَّى لَا يُزِيغَ قَلْبَ أَحَدِكُمْ إِزَاغَةً إِلَّا هِيهْ'' کیا تم لوگ فقر وفاقہ سے ڈر رہے ہو؟ اللہ کی قسم عنقریب تم پر مال ودولت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور تم پر دنیا اس طرح غالب آجائے گی کہ تمہارے دلوں میں مال ودولت جمع کرنے کے علاوہ کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں رہ جائے گا، پھر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''وَأَيْمُ اللَّهِ، لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ، لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ''.

میں تم لوگوں کو بالکل روشن اور چمکتے ہوئے صاف راستے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کے دن رات سب برابر ہیں (میں نے حلال وحرام کھول کھول کر بتا دیا ہے، خیر وشر کی خوب وضاحت کر دیا ہے، ہر وہ چیز جو تم کو اللہ کے قریب کرنے والی ہے اسکا ہم نے تم کو حکم دے دیا ہے اور جو چیز تم کو جہنم کے قریب کرنے والی ہے ہم نے اس سے تم کو منع کر دیا ہے، شکوک وشبہات

میں مبتلا کرنے والی کوئی بات ہم نے نہیں چھوڑی)۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو یہ حدیث بیان کرتے تو فرماتے: ”**صدق واللہ رسول اللہ ﷺ ترکنا واللہ علی مثل البیضاء لیلها ونهارها سواء**“[1]۔

اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا: اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کو نہایت روشن صاف اور چمکتے ہوئے ایسے راستے پر چھوڑ کر گئے جس کے رات دن سب برابر ہیں۔

پوری امت اسی روشن اور صاف چمکتی ہوئی شریعت کی راہ پر چل رہی تھی، ہر قسم کے شرک وبدعات سے محفوظ تھی، ہر طرح کے شکوک وشبہات سے بری تھی، سارے اختلاف وشقاق سے بچے ہوئی تھی، مگر جب لوگ نفس پرستی اور اپنی خواہشات نفسانی، فلسفہ اور دیگر علوم عقلیہ کے پیچھے پڑ گئے، خصوصا خلیفہ مامون رشید کے دور میں جب علوم عقلیہ اور عجمی کتابوں کا عربی ترجمہ کیا گیا تو بہت سے لوگ علوم شرعیہ اور کتاب وسنت چھوڑ کر انہیں کے پیچھے پڑ گئے، جس کی وجہ سے لوگ قسم قسم کے شکوک وشبہات اور اختلاف وافتراق کے شکار ہو گئے، اور سابقہ امتوں کی طرح ﴿كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ [المؤمنون: ۵۳] کے مصداق ہو گئے۔

امام ابو الحسن السندھی الکبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حدیث میں ”**مثل البیضاء**“ (روشن صاف اور واضح چمک دار راستے) سے مراد ملت وشریعت نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل ایمان کے دل ہیں، جن کی تشبیہ صاف ستھری زمین سے دی گئی ہے، جن کی تعلیم وتربیت اور جن کے نفوس کا تزکیہ اسلامی اخلاق وآداب، زھد وتقوی پر ہوا تھا، اور جن کے قلوب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی الفت ومحبت اور توحید وسنت کی عظمت سے بھرے ہوئے ہیں[2]۔

---

① أخرجه ابن ماجة في كتاب السنة، باب اتباع سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث: ۵۔

② شرح سنن ابن ماجہ: ۱/ ۱۴۳۔

شریعت اور منہاج کی اتباع اور مناہج جدیدہ و باطلہ سے بچنا بہت ضروری ہے:

اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [المائدۃ:۴۸]۔

''ہم نے ہر ایک امت کیلئے ایک شریعت اور ایک طریقہ (راہ عمل) مقرر کیا''۔

مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ ترجمہ کرتے ہیں کہ: تم میں سے ہر گروہ کیلئے ہم نے ایک شرع اور منہاج ٹھہرا دی (یعنی مذہبی زندگی کا طور طریقہ ٹھہرا دیا)۔

اس آیت میں وضاحت موجود ہے کہ اللہ تعالی نے ہر نبی کو دو چیزیں شریعت اور منہاج دیا ہے، اور دونوں ہی واجب الاتباع ہیں۔

اکثر اہل علم اور مفسرین کا خیال ہے کہ شریعت سے احکام شریعت مراد ہیں، اور منہاج سے مراد احکام شریعت پر عمل کرنے اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ ہے، اور اس کی تفصیل وتوضیح اور بیان ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ کی تفسیر (سبيلاً وسنةً) سے کی ہے، اسی طرح دیگر مفسرین سے بھی یہی مروی ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں ﴿شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ کی سب سے اچھی تفسیر یہی ہے۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''شِرْعَةً'' سے مراد تو شریعت ہے، اور ''وَمِنْهَاجًا'' سے مراد (طَرِيقًا وَاضِحًا فِي الدِّين يَمْشُونَ عَلَيْهِ) ہے۔ (الجلالین، ص:۱۴۶)

جب شریعت اور منہاج دونوں اللہ تعالی ہی کی طرف سے مقرر ہیں، گرچہ اللہ کے رسول ﷺ کی ہی زبان سے ہو، تو تمام لوگوں پر احکام شریعت کی ادائیگی اور اس کی پابندی کرنے میں منہاج (طریقہ عمل) کا خیال رکھنا واجب ہے، کسی بھی کلمہ گو کیلئے جائز نہیں کہ وہ منہاج سے

اعراض کرے، عقائد و اعمال میں اس سے آزاد ہو کر جیسے چاہے اپنا راہ عمل مقرر کر لے اور جس کا طریقہ چاہے اختیار کرے، اسی لئے اللہ تعالی نے تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الجاثیۃ:۱۸]۔

﴿أَهْوَاءَ الَّذِينَ﴾ سے مراد اہل بدعت وضلالت اور اہل باطل ہیں، جن کی اتباع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اسی طرح فرمایا: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [ھود:۱۱۲]۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے شریعت ومنہاج کی پابندی کرنے اور استقامت ومداومت کا حکم دینے کے بعد فرمایا: ﴿وَلَا تَطْغَوْا﴾ حد سے تجاوز نہیں کرنا، پہلے اللہ تعالی نے مثبت انداز میں حکم دیا، اور پھر منفی انداز میں شریعت ومنہاج کی اتباع کا حکم دیا، کیونکہ لفظ ﴿تَطْغَوْا﴾ طغیان سے نکلا ہے، جس کے معنی حد سے نکلنے کے ہیں، اس لئے مطلب یہ ہوتا ہے کہ: عقائد ومعاملات وغیرہ میں اللہ اور رسول کے مقرر کردہ حدود سے ﴿وَلَا تَطْغَوْا﴾ تجاوز کر کے اس حدود سے باہر مت نکلو، کیونکہ ہر قسم کے فساد اور دینی ودنیوی خرابی اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

حکم استقامت کے بعد اللہ تعالی نے دوسری آیت ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ [ھود: ۱۱۳] میں مؤمنوں کو تباہی، ہلاکت وگمراہی اور ضلالت سے محفوظ رہنے کی تاکید کی ہے، فرمایا: ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ یعنی ظالموں کی طرف بالکل معمولی سا بھی میلان نہ

رکھو،کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے ساتھ تمہیں بھی جہنم کی آگ اپنے لپیٹ میں لے لے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل کفر اور اہل معصیت اور اہل بدعت کی صحبت سے اجتناب اور دوری اختیار کرنا بہت ضروری اور واجب ہے، الا یہ کہ کسی مجبوری کی وجہ سے ان سے ملنا پڑے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان کے صلاح وفساد میں سب سے بڑا دخل صحبت اور ماحول کا ہوتا ہے۔(قرطبی:۹/ ۱۰۸)۔

اسی لیے حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے:

"خَصْلَتَانِ مِنَ الْعَبْدِ إِذَا صَلُحَتَا صَلُحَ مَا سِوَاهُمَا: الرُّكُونُ إِلَى الظَّلَمَةِ وَالطُّغْيَانُ فِي النِّعْمَةِ" (حلیۃ الأولیاء:۲/ ۱۵۸)۔

پھر ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی: ﴿وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ﴾ [ھود:۱۱۳]۔﴿وَلَا تَطْغَوْا۟ فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِى﴾ [طٰہٰ:۸۱]۔

اور ان دونوں چیزوں کو اللہ تعالی نے دو حرف "لا" کے اندر جمع کر دیا ہے، پہلی آیت میں ﴿وَلَا تَطْغَوْا۟﴾ کا "لا" اور دوسری آیت میں ﴿وَلَا تَرْكَنُوٓا۟﴾ کا "لا"، پہلے "لا" میں حدود شرعیہ سے نکلنے کی، اور دوسرے "لا" میں برے لوگوں اور اہل باطل اور اہل بدعات سے دوستی اور ان کی صحبت اختیار کرنے کی ممانعت ہے، اور یہی سارے دین کا خلاصہ ہے۔

خوض فی آیات اللہ سنت یہود ونصاری ہے:

اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿كَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوٓا۟ أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَٰلًا وَأَوْلَٰدًا فَٱسْتَمْتَعُوا۟ بِخَلَٰقِهِمْ فَٱسْتَمْتَعْتُم بِخَلَٰقِكُمْ كَمَا ٱسْتَمْتَعَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُم بِخَلَٰقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَٱلَّذِى خَاضُوٓا۟ أُو۟لَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ

ٱلۡخَٰسِرُونَ ﴾ [التوبة:٦٩]۔

اللہ تعالی نے اس آیت میں سابقہ امتوں اور قوموں کی ہلاکت وتباہی اور ضلالت وگمراہی کے دو سبب بتائے ہیں:

1. (استمتاع بالخلاق): جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ فَٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِخَلَٰقِكُمۡ ﴾ قرآن میں خلاق کئی مقام پر نصیب کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اسی لئے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے ان کے نصیب کے مطابق جو مال و دولت، اولاد واحفاد، صحت وتندرستی اور زندگی ان کو دی تھی اس کو انھوں نے ایمان وعمل صالح اور آخرت کی تیاری میں صرف کرنے کے بجائے دنیا کی عیش وعشرت، دنیا کی لذت اور مزہ اڑانے میں ختم کر دیا، حالانکہ اگر وہ چاہتے تو اللہ کی رضا اور آخرت کی تیاری خوب اچھی طرح سے کر لیتے، مگر عیش ولذت میں ساری زندگی ختم کر دی، اور ﴿ أَلۡهَىٰكُمُ ٱلتَّكَاثُرُ ﴾ [التکاثر:۱] کے مصداق بن گئے۔

2. (الخوض في الباطل): جیسے کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ وَخُضۡتُمۡ كَٱلَّذِي خَاضُوٓاْ ﴾ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن واحادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت کے احکام کا استہزاء اور مذاق اڑانے اور شرکیہ اور بدعیہ چیزوں اور اپنے باطل افکار ونظریات کو صحیح ثابت کرنے کی غرض سے ان میں تحریف وتبدیل کرنا اور جھوٹی تاویلات باطلہ سے ان کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور اسی کی طرف لوگوں دعوت دینا۔

دین، عقیدہ اور اخلاق میں بگاڑ وفساد کا سبب:

دین، عقیدہ اور اخلاق میں ہمیشہ فساد انہیں دونوں چیزوں سے ہوتا ہے، کیونکہ یہ فساد یا تو اعتقاد باطل اور اس کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے ہوتا ہے، یا پھر اعتقاد حق کے خلاف عمل کی وجہ سے ہوتا ہے، جس کو فسق اعمال کہا جاتا ہے۔

پہلی چیز اعتقاد باطل اور اس کی دعوت اور بدعات ومحدثات سے تعلق رکھتی ہے، جیسے کہ عبادات میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرنا، قبروں پر جا کر اہل قبور سے دعا کرنا اور ان سے استغاثہ وغیرہ کرنا، درگاہوں اور مزاروں پر جانا، نئی نئی عیدیں ایجاد کرنا، پھر ان تمام بدعات ومحدثات کو صحیح ثابت کرنے کی غرض سے قرآن واحادیث کا معنی بدلنا اور غلط تحریفات وتاویلات کرنا، اور یہ چیز نصوص کتاب وسنت میں شکوک وشبہات پیدا ہونے سے ہوتی ہیں، اسی لیے اس کو فتنۃ الشبہات کہا جاتا ہے۔

دوسری چیز کو فسق اعمال کہا جاتا ہے، جیسے کہ اکل الربا، زنا کاری، اکل اموال الناس بالباطل (ناجائز، حرام اور باطل طریقہ سے کسی کا مال کھانا اور غصب کرنا)، چوری کرنا، عقوق الوالدین وغیرہ، یہ ساری برائیاں استمتاع بالخلاق اور اتباع خواہشات وشہوات سے ہوتی ہیں، اسی لئے اس کو فتنۃ الشہوات کہا جاتا ہے۔

ہمیشہ امتوں میں گمراہی اور ان کی ہلاکت وتباہی انہیں دونوں فتنۃ الشبہات اور فتنۃ الشہوات کے سبب ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالی نے فرمایا:

آیت مذکورہ کے جملہ ﴿فَٱسْتَمْتَعُواْ بِخَلَـٰقِهِمْ فَٱسْتَمْتَعْتُم بِخَلَـٰقِكُمْ﴾ میں فتنۃ الشہوات کا ذکر ہے، اور ﴿وَخُضْتُمْ كَٱلَّذِى خَاضُوٓاْ﴾ میں فتنۃ الشبہات کا۔

رسول اللہ ﷺ بھی ان دونوں فتنوں فتنۃ الشبہات اور فتنۃ الشہوات کی خطرناکی سے امت کو ڈراتے تھے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: **"إِنَّمَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ شَهَوَاتِ الْغَيِّ فِي بُطُونِكُمْ وَفُرُوجِكُمْ وَمُضِلَّاتِ الْهَوَى"**[1]۔

اسی لیے سلف کہا کرتے تھے کہ: **"ذروا من الناس صنفين: صاحب هوى**

---

① صحیح الترغیب والترہیب: ۲۱۴۳۔

قد فتنته هواه، وصاحب دنيا أعمته دنياه"[1]۔

دو قسم کے لوگوں سے دور رہو: ایک "اہل ھوی" (بدعتی) سے، کیونکہ اس کی ہوا پرستی نے اس کو طرح طرح کی بدعات ومحدثات میں مبتلا کر رکھا ہے، اور دوسرے "دنیا پرستوں" سے، کیونکہ دنیا پرستی نے اس کو اندھا بنا دیا ہے۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ: **"تعوَّذوا بالله مِن فتنة العابد الجاهل، وفتنة العالم الفاجر، فإنَّ فتنتهما فتنة كلِّ مفتون"**[2]۔

جاہل عبادت گزار اور بد عمل عالم کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ ہر فتنہ پرور کے فتنہ سے ان دونوں کا فتنہ بڑا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ یہ دونوں برائیاں اس امت میں بھی پائی جائیں گی، اس آیت میں سابقہ امتوں کے جن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے قیامت تک اس امت میں بھی ان برائیوں کو کرنے والے لوگ پائے جائیں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَتَأْخُذُنَّ كَمَا أَخَذَ الْأُمَمُ مِنْ قَبْلِكُمْ، ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، وَشِبْرًا بِشِبْرٍ، وَبَاعًا بِبَاعٍ، حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدًا مِنْ أُولَئِكَ دَخَلَ جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوه"۔

تم لوگ ضرور بالضرور وہ ساری برائیاں اور غلط کام کرو گے جو تم سے پہلے لوگ کرتے رہے، ایک ایک بالشت، ایک ایک ہاتھ اور بازو بازو، یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے بل میں گھسے گا تو تم بھی اس کی نقل کرتے ہوئے گوہ کے بل میں گھسو گے۔

---

① اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ أصحاب الجحیم: ۱/ ۱۱۹۔

② رواہ البیہقی فی شعب الایمان: ۲/ ۳۰۸۔

پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بطور تائید فرمایا: اقرءوا إن شئتم:

﴿كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوٓا۟ أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَٰلًا وَأَوْلَٰدًا فَٱسْتَمْتَعُوا۟ بِخَلَٰقِهِمْ فَٱسْتَمْتَعْتُم بِخَلَٰقِكُمْ كَمَا ٱسْتَمْتَعَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُم بِخَلَٰقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَٱلَّذِى خَاضُوٓا۟ أُو۟لَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ﴾

[التوبۃ: ۶۹]۔

"مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے تم سے وہ زیادہ قوت والے تھے، اور زیادہ مال اولاد والے تھے، پس وہ اپنا دینی حصہ برت گئے، پھر تم نے بھی اپنا حصہ برت لیا، جیسے تم سے پہلے کے لوگ اپنے حصے سے فائدہ مند ہوئے تھے، اور تم نے بھی اس طرح مذاقانہ بحث کی جیسے کہ انہوں نے کی تھی، ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو گئے، یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں"۔

صحابہ نے کہا: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَمَا صَنَعَتْ فَارِسُ وَالرُّومُ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فَهَلِ النَّاسُ إِلَّا هُم"۔ (تفسیر الطبری: ۱۱/ ۵۵۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تلاوت کرتے تو فرماتے تھے: "مَا أَشْبَهُ اللَّيْلَةِ بِالْبَارِحَةِ، هَؤُلَاءِ بَنُو إِسْرَائِيلَ شُبِّهْنَا بِهِمْ"۔ (تفسیر الطبری: ۱۱/ ۵۵۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

"أَنْتُمْ أَشْبَهُ الْأُمَمِ بِبَنِي إِسْرَائِيلَ سَمْتًا وَهَدْيًا تَتَّبِعُونَ عَمَلَهُمْ حَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ غَيْرَ أَنِّي لَا أَدْرِي أَتَعْبُدُونَ الْعِجْلَ أم لا؟"۔ (تفسیر بغوی: ۲/ ۳۶۸)

آج جتنی بدعات وخرافات پائی جاتی ہیں سب کا سبب خوض فی آیات اللہ ہی ہے، آج یا اس

سے پہلے جتنی سیاسی تحریکیں اسلام کے نام پر ظاہر ہوئی ہیں ان کے بانیوں نے تقریبا یہی حربہ استعمال کیا، کسی نے اسلام کی نئی تشریح وتفسیر شروع کی، کسی نے قرآن کی جدید تفسیر کا حربہ استعمال کیا، کسی نے قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات کا فارمولا پیش کر کے امت کو یہ بتانا چاہا کہ آج تک کسی نے اسلام اور قرآن کو سمجھا ہی نہیں، یہ ساری تحریکات اور تنظیمیں اپنے بانیوں کی خوض فی آیات اللہ ہی کا نتیجہ ہیں۔

منہج سلیم چھوڑنے کا انجام بد:

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِى لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِى ۗ وَكَانَ ٱلشَّيْطَٰنُ لِلْإِنسَٰنِ خَذُولًا﴾ [الفرقان: ٢٧-٢٩]۔

”اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول اللہ کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آپہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے“۔

اور فرمایا:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا﴾ [النساء: ١١٥]

”جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف

کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے‘‘۔

اتباع منہج کی ضرورت وفضیلت:

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقًا﴾[النساء:٦٩]۔

’’اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں‘‘۔

﴿ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾[الفاتحۃ:٦-٧]۔

’’ہمیں سچی اور سیدھی راہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کا نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کا‘‘۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾[التوبۃ:١٠٠]

’’اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے

پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے''۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں عبداللہ بن سبا یہودی کتاب وسنت کے خلاف اپنے افکار باطلہ اور ملحدانہ نظریات کو اسلام کے نام پر مسلم معاشرہ میں پھیلانا شروع کیا تو اس کے خلاف سخت کارروائی کی گئی اور عوام وخواص کو اس کے شر سے آگاہ کیا گیا، اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد اخیر میں انکار تقدیر کا فتنہ ظاہر ہوا تو اس وقت کے موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام نے اس فتنہ کو مٹانے کی کوشش کی، اور اس باطل فکر سے لوگوں کو آگاہ کیا، اور منکرین تقدیر کی تردید اور اس کے بانیوں کو کیفر کردار کو پہنچایا، اسی طرح ہر اٹھنے والے فتنہ کا مقابلہ اہل حق خصوصا اہل الحدیث (محدثین عظام) اپنے زبان وقلم سے ہمیشہ کرتے رہے اور فریضۂ امر بالمعروف اور النھی عن المنکر ادا کرتے رہے، اسی طرح جب بیسویں صدی عیسوی کے اوائل اور اس کے بعد کئی اسلامی تنظیمیں وجود میں آئیں۔ حالانکہ وہ خالص سیاسی تحریکیں تھیں اور انھوں نے اپنی سیاست کو کامیاب بنانے اور بہت سے دنیاوی مفاد حاصل کرنے کے لئے اسلامی خلافت، اسلامی انقلاب، حکومت الٰہیہ، اسلامی بیداری کا دعوٰی کیا جس کی حقیقت ''کلمۃ حق أرید بہا الباطل'' سے زیادہ نہیں تھی۔

جب یہ تحریکیں اور تنظیمیں شروع ہوئیں تو اہل حق اور علماء ربانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان: ''يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ، يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ، وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ'' کے مطابق ان کی تردید کی، اور ان کے ملحدانہ افکار ونظریات سے عوام وخواص کو متنبہ کیا، اور ان کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کیا، اور ان کے رد میں بہت سی کتب ورسائل بھی تالیف کیں۔

برِصغیر ہند وپاک کے جن مشائخ اور علماء ربانیین نے ان فتنوں کا اپنی زبان وقلم سے مقابلہ کیا ان میں چند یہ ہیں: شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا داؤد راز رحمہ اللہ شارح صحیح البخاری، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ رحمہ اللہ وغیرہم، اور مشائخ عرب میں علامہ محمد ناصر الدین الألبانی رحمہ اللہ، علامہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ، الشیخ احمد بن یحی بن محمد النجمی رحمہ اللہ، الشیخ مقبل بن ہادی الوادعی رحمہ اللہ، الشیخ الدکتور ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ، الشیخ الدکتور صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ وغیرہم، وھذا قلیل من کثیر۔

اس سلسلہ میں الشیخ الدکتور صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ کی کئی مولفات ہیں، ان کی خدمات بھی قابل قدر اور ناقابل فراموش ہیں، ان کی ایک بڑی اہم اور بے حد مفید کتاب "الأجوبة المفيدة عن أسئلة المناهج الجديدة" کے نام سے مشہور ومطبوع ہے۔ دراصل یہ کتاب عربی میں تھی مگر اس کی افادیت کے پیش نظر عزیزم شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی حفظہ اللہ کے ترجمہ اردو کے ساتھ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی طرف سے شائع ہوئی تھی، جس کے ہزاروں نسخے تھوڑے ہی عرصہ میں ختم ہوگئے، لوگوں کے مطالبہ اور اشتیاق کے سبب دوبارہ صوبائی جمعیت اس کتاب کو شائع کر رہی ہے، جس پر فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ اور سارے اراکین جمعیت شکر وتقدیر کے مستحق ہیں، اسی طرح مترجم موصوف جو تصنیف وتالیف اور ترجمہ کے میدان کے شہسوار ہونے کے ساتھ اسٹیج اور میدان خطابت کے بھی بحمد اللہ شہسوار ہیں، وہ بھی ہم سب کی طرف سے شکر ودعاء کے مستحق ہیں، فاللھم زد فزد۔

کتبہ

ظفر الحسن مدنی

۱۹/شعبان/۱۴۴۴ھ

(متحدہ عرب امارات)

تقریظ

از: فضیلۃ الشیخ استاذ ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس مدنی حفظہ اللہ

(مدرس المسجد الحرام و پروفیسر جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ، حرسہا اللہ)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

اللہ رب العزت والجلال کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایسے گھرانے میں وجود بخشا جو کتاب اللہ اور سنت رسول پر عامل رہا، اور ایسے اساتذۂ کرام سے حدیث وفقہ حنفی پڑھنے کی توفیق بخشی جو خالص کتاب وسنت کے عالم وعامل رہے۔

امت مسلمہ پر اللہ رب العزت کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے ایک طائفہ اور جماعت کے وجود کی خوشخبری دی اور قیامت تک اس کے وجود کی ضمانت فرمائی جو ہر جگہ اور ہر زمانے میں حق پر چلتے ہوئے حجت و دلیل سے لوگوں پر غالب رہے گی، وہ لوگ تھوڑی ہی تعداد میں ہوں گے مگر حق - جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب وسنت کی صورت میں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے - کو سینے سے لگا کر دل و دماغ میں بسا کر اپنی زندگیاں گزاریں گے۔

تمام دنیا کے لئے یہ طائفہ باعثِ رحمت الٰہی ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ جہاں اللہ کی طرف سے مکمل شدہ دین میں کوئی رخنہ ڈالا جائے گا یا اس دین میں کوئی پیوند لگانے کی کوشش کرے گا وہ طائفہ مبارکہ اس کے اصلاح کی کوشش علی منہاج النبوۃ کتاب وسنت کے أدلہ واضحہ کی روشنی میں کرتا رہے گا۔

اسلام کی سچی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کے مکمل کردہ دین میں نبی امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکید بلکہ اللہ رب

العزت کی تاکید کے خلاف بہت سی بدعتیں داخل کی گئیں، عقیدہ وعمل واحکام میں بڑی علمی بے راہ روی آئی، اخلاق وسلوک اورتزکیۂ نفس کے باب میں سیکڑوں بدعتوں ہی کو اسلام سمجھا جانے لگا، مسلمانوں کی اجتماعی اورسیاسی اصلاح کے نام سے سیکڑوں افکاروخیالات اُبھرے، جوسراسر قرآن وسنت کے خلاف رہے، کیونکہ قرآن وسنت کی حقیقی اتباع ہی میں امت کی اصلاح کی ضمانت ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مختلف احادیث میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔

جب تک امت کتاب وسنت پر عامل رہی، سیاسی اور دینی طور پر پوری خلافت اسلامیہ میں اتحاد واتفاق رہا، اگر کبھی بتقاضائے بشریت اعداء اسلام کی ریشہ دوانیوں سے علماء وافراد امت میں اختلاف ہوا تو فوراً کتاب وسنت کو حکم بنا کر اختلاف کو ختم کیا گیا۔ مگر اس متاخر زمانے میں تو حالت یہ ہے کہ کتاب وسنت کے عامل اوراس کے داعی ہی کو جمہور امت کے نزدیک گمراہ گردانا جانے لگا، اور یہ حقیقت ہے کہ انھیں کافر تک کہہ کران کے پیچھے صلاۃ پڑھنے کو ناجائز کہا جانے لگا۔ یہ فرقہ حرمین شریفین میں بھی بزعم خویش ان کافر علماء وائمہ کے پیچھے صلاۃ کو ناجائز کہہ رہا ہے، وجہ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو ترک کر کے یہ فرقہ بدعات اورآراء الرجال ہی کو دین سمجھ رہا ہے، اور پھر تعصب مذہبی کا ناسور پوری تاریخ اسلام میں مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرتا رہا جس کی توضیح وتمثیل کی ضرورت نہیں۔

اتحادِ امت اسی وقت سے امت اسلامیہ مرحومہ کو الوداع کہہ گیا جب یہ کہہ دیا گیا کہ ایک امام کے مقلد کی صلاۃ دوسرے امام کے مقلد امام کے پیچھے جائز نہیں' اور عملی طور پر حرم پاک اور مسجد اموی شام میں چار مصلے قائم ہوئے، بلکہ حرم پاک میں کسی زمانے میں پانچواں مصلی زیدیوں (شیعہ) کا بھی تھا!!

ایسے میں طائفہ منصورہ کی دعوت ہمیشہ وہی رہی جس کی دعوت نبی کریم ﷺ اور ہمارے ائمۂ کرام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل، اوزاعی وغیرہ دیتے رہے کہ کتاب وسنت پر بالتاکید عمل کرتے رہو، اسی میں ہدایت ہے۔

جزیرۂ عرب جہاں سے اللہ کا مکمل دین تمام آلائشوں سے پاک پوری دنیا میں پہنچا اور خصوصاً حجاز اور بالاخص مکہ اور مدینہ - جو ہم سب کے پیارے رسول ﷺ کے شہر ہیں - مختلف بدعات وافکار باطلہ کے مسکن رہے، جہاں مزارات و آستانے تھے، جہاں اللہ کے علاوہ مقبورین سے استغاثہ واستعانہ کیا جاتا تھا، جہاں کوئی ایسی حکومت نہ تھی جو لوگوں کی اصلاح کرے، امن مفقود تھا، بدوؤں کی زد میں پڑ کر کتنے حجاج حرمِ آمن مکہ میں اور مکہ و مدینہ کے راستے بلکہ حج کے عام راستوں میں قتل کر دیئے جاتے تھے۔

اللہ رب العزت والجلال نے صدیوں کے بعد امام محمد بن سعود اور محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہما اللہ کو اس شرف سے نوازا کہ اپنے علاقۂ نفوذ میں خالص کتاب وسنت کی حکومت قائم کریں، آل سعود اور آل شیخ کے نام کے افراد ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷۲۷ء کے بعد سے جب بھی انہیں اللہ کی طرف سے تمکین وطاقت ملتی کتاب وسنت کی حکومت قائم کرتے، آل سعود کی حکومت کبھی ابھرتی کبھی ڈوبتی رہی، یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے آل سعود میں سے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو برپا کیا جنہوں نے اس زمانے میں جبکہ پوری مسلم حکومتوں اور ریاستوں نے انہزامیت اور ناامیدی کا شکار ہو کر مغربی نظام حکومت کو اختیار کر رکھا تھا، اس زمانے میں شاہ عبدالعزیز آل سعود نے جرأت ایمانی سے اپنی حکومت کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھی اور عام اعلان کیا کہ میں مکہ مکرمہ جا رہا ہوں، اور وہاں سے ظلم وزیادتی ختم کرنے اور اللہ کی شریعت کے احکام کی تنفیذ وتائید کے لئے جا رہا ہوں، قبضہ کرنے اور تسلط کے لئے نہیں جا رہا ہوں۔ آج کے بعد سے ان شاء اللہ وہاں صرف شریعت ہی کا غلبہ ہوگا اور بحمد للہ ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے پورے جزیرۂ عرب میں کتاب وسنت کے عقیدہ وعمل کی حکومت قائم کی، جہاں سے تمام مخالفات و بدعات کا خاتمہ ہوا۔ رفع اللہ درجاتہ عندہ، آمین۔

ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے شاہ عبدالعزیز کی تائید اور کتاب وسنت کی تعلیم وتعلم اور نشر واشاعت اور دعوت کے لئے علم وعمل کے پہاڑ علماء راسخین بھی مہیا فرمائے۔ امام محمد بن ابراہیم، امام عبدالعزیز بن باز وغیرہ شخصیتوں کے ذریعہ دین اسلام کو بدعات اور مختلف افکار باطلہ

سے پاک کرنے میں انہیں مدد ملی۔سعودیہ عربیہ میں ہمیشہ بڑے علماء کی کمیٹی اور فتوی کی دائمی کمیٹی قائم رہی اور ہے، جو تعلیم و تربیت اور حکومت کے امور میں مشورے اور فتوے دیتے ہیں۔

علماء مملکت نے پوری دنیا کو اپنے سلفی علوم و تالیفات سے مستفید فرمایا، جو خالص اسلام کی تلاش میں ہیں انھیں علماء مملکت ہی کے مبنی بر أدلہ تالیفات اور فتاویٰ پر اعتماد و اطمینان ہے۔

اصلاح امت کے سلسلے کی ایک تالیف ’’الأجوبۃ المفیدۃ عن أسئلۃ المناہج الجدیدۃ‘‘ بھی ہے، جو علامہ ڈاکٹر صالح الفوزان کے جوابات کا مجموعہ ہے، متبع سنت کے لئے بہت ہی مفید کتاب ہے۔خصوصاً نوجوان جو صحیح فکر اور صحیح راستہ کی تلاش میں ہیں انھیں اس کتاب میں واضح منزل مقصود کا راستہ ملے گا۔

اس کتاب کا ترجمہ عربی سے اردو زبان میں ہماری جماعت اہل حدیث کے ہونہار نوجوان مولانا عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی نے کیا ہے، ترجمہ نہایت فصیح اور سلیس ہے، عربی سے اردو ترجمہ پر اللہ نے انھیں خاص قدرت اور مہارت دی ہے، کئی کتابوں کے مؤلف اور مترجم ہیں، لوگ ان کے ترجمہ پر اعتماد و اطمینان رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عزیزنا عنایت اللہ سلمہ اللہ کو فراغ البالی اور توفیق سے نوازے کہ وہ اپنی خاص کوششوں سے امت کے نوجوانوں کو نوازتے رہیں۔مختلف افکار وطریقۂ اصلاح کے درمیان جماعت اہل حدیث کے علماء و افراد کا فریضہ ہے کہ نوجوانوں کو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیں، خطبوں، محاضرات اور دروس کے ذریعہ کتاب وسنت کی توضیح فرمائیں، پوری دنیا میں آپ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جو خالص دین کو دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔

واللہ الموفق، وھو المولی ونعم النصیر۔

وکتبہ: وصی اللہ بن محمد عباس بن احمد عباس

۲/ ۹/ ۱۴۴۰ھ

(مکۃ المکرمۃ، شارع الحج، وادی بشم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ کتاب

إنَّ الحمدَ لِلَّهِ نحمدُهُ، ونستعينُهُ ونستغفرُهُ، ونعوذُ باللهِ مِن شرورِ أنفسِنَا وَمِن سيِّئاتِ أعمالِنا، مَن يَهْدِهِ اللهُ فلا مُضِلَّ لهُ، ومَن يُضلِل فلا هاديَ لهُ، وأشهدُ أنْ لا إلهَ إلاّ اللهُ وحدهُ لا شريكَ لهُ، وأشهدُ أنَّ محمدًا عبدُهُ ورسولُه ﷺ.

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسۡلِمُونَ ﴿١٠٢﴾﴾ [آل عمران:١٠٢]۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا ﴿١﴾﴾ [النساء:١]۔

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَقُولُواْ قَوۡلٗا سَدِيدٗا ﴿٧٠﴾ يُصۡلِحۡ لَكُمۡ

أَعۡمَٰلَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ [الاحزاب:۷۰-۷۱]۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے رسولوں کے انقطاع کے ہر دور میں کچھ اہل علم کو باقی رکھا جو گمراہوں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں، ان کی ایذارسانیوں پر صبر کرتے ہیں، اللہ کی کتاب کے ذریعہ (دل کے) مردوں کو زندہ کرتے ہیں، اللہ کے نور سے اندھوں کو بینا کرتے ہیں، چنانچہ ابلیس کے غارت کردہ نہ جانے کتنوں کو انہوں نے زندگی دی، اور نہ جانے کتنے بھٹکے ہوؤں کی انہوں نے رہنمائی کی؛ چنانچہ ان کا لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا، جبکہ لوگوں کا ان پر بڑا برا اثر ہوا، وہ اللہ کی کتاب سے غلو کاروں کی تحریف، باطل پرستوں کی تراش خراش اور جاہلوں کی بے جا تاویلات کا ازالہ کرتے ہیں[1]۔

ہمیں امید ہے کہ انہی اہل علم کے مبارک سلسلہ کی ایک کڑی آج کے اس دور میں ہمارے فاضل استاذ گرامی:

معالی الشیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ بھی ہیں۔

جس دور میں تباہ کن افکار ونظریات کی موجیں تلاطم خیز ہیں، بدعت اور فتنہ وگمرہی کی طرف

[1] ''الرد علی الجہمیۃ'' از امام احمد رحمہ اللہ، ص (۸۵)۔ تحقیق: عبدالرحمن عمیرہ، وایڈیشن السلفیہ (۱۳۹۳ھ)، ص: (۶)۔

بلانے والوں اور شبہات پھیلانے والوں کی کثرت ہے، اور سنت کے پس پردہ ایسی کتابوں اور میگزینوں کا چلن عام ہے، جو طلبۂ علم کے دین کو بھی گڈ مڈ کر رہی ہیں، عوام الناس میں جو تشویش پیدا کر رہی ہیں اس کا تو ذکر بھی نہ کریں۔

چنانچہ فضیلۃ الشیخ صالح فوزان حفظہ اللہ نے طلبہ کے سامنے سنت کو کھول کھول کر بیان کیا، ان کی راہوں میں حائل کردہ شبہات کا ازالہ کیا، نیز تباہ کن مناہج کے داعیان بلکہ کتاب وسنت اور منہج سلف صالحین کے ہر مخالف کی، دلائل و براہین اور تشفی بخش وضاحت کے ذریعہ تردید فرمائی؛ یہ سب شیخ حفظہ اللہ نے موسم گرما سنہ ۱۴۱۳ھ، طائف میں منعقدہ دروس میں اور اسی طرح دیگر متعدد جگہوں پر منعقد کردہ دروس ومحاضرات اور کھلی ملاقاتوں میں پیش کردہ سوالات کے جوابات کے ضمن میں کیا، اس کی رکارڈنگ اور ترتیب کا شرف مجھے حاصل ہوا، پھر میں نے کچھ بھائیوں کی مدد سے -اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے- اس کی تفریغ کی (یعنی سُن کر کاغذ پر قلمبند کیا)، اس کی بابت خوب توجہ اور اہتمام برتا، پھر آیات واحادیث اور آثار کی تخریج کی، اور بعض مقامات پر حسب ضرورت اپنی صوابدید کے مطابق، فائدہ کی تکمیل کی غرض سے توضیحی نوٹ لگائے۔

اس کتاب کی اشاعت سے میری جستجو سنت کی خدمت کرنا ہے؛ تاکہ فہم سلف کے مطابق کتاب وسنت کی دلیل کے اصولوں پر مبنی علم شرعی کی اشاعت ہو سکے۔

اس سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اس کام کو اپنے استاذ گرامی معالی الشیخ صالح فوزان -اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور ان کے علم سے ہمیں نفع پہنچائے- کو پیش کیا، آپ نے اُس پر نظر ثانی کی، ضروری اصلاح فرمائی، اور اپنی رائے کے مطابق اس میں حذف واضافہ کیا، پھر مجھے اس کی نشر واشاعت کی تحریری اجازت فرمائی - جیسا کہ آپ ملاحظہ

فرمائیں گے۔ تا کہ اس کا فائدہ عام ہو سکے، اللہ کی اس توفیق ارزانی پر اس کی حمد وثنا ہے۔

یہ سلفی دعوت کی نشر واشاعت کے ایک خواہشمند کی معمولی سی کوشش ہے، اور اللہ ارادہ کے پیچھے ہے۔

اس موقع پر میں فضیلۃ الشیخ فالح بن نافع حربی حفظہ اللہ استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کا بھی شکرگزار ہوں جنہوں نے اس کتاب پر آخری نظر ڈالی، میں نے اُن کی بتوفیق الٰہی درست توجیہات سے خوب استفادہ کیا، میں اس نیکی پر ان کا قرض دار ہوں، میرے پاس ان کے لئے یہ کہنے کے سوا کچھ نہیں کہ: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

میں اللہ عظیم و برتر، عرش کے رب کریم سے دعا گو ہوں کہ میری اس کوشش کو اپنے رخ کریم کے لئے خالص بنائے، شہرت و ناموری کا کام نہ بنائے آمین۔

”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ“ [ابوداود (۴۸۵۹) وترمذی (۳۴۳۳)، دیکھئے: صحیح الجامع (۶۱۹۲)]۔

اے اللہ تیری حمد کے ساتھ تیری ذات پاک ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ۔

تحریر کنندہ اپنے رب کی معافی سے پرامید:

ابوفریحان جمال بن فریحان ہمیلی حارثی

بروز دوشنبہ، ٦ / ربیع الاول ١٤١٤ھ۔ طائف

مقدمہ ایڈیشن سوم

إنَّ الحمدَ للهِ نحمدُهُ، ونستعينُهُ، ونستغفرُهُ، ونعوذُ بالله مِن شرور أنفسِنا ومِن سيِّئات أعمالِنا، مَن يَهْدِهِ اللهُ فلا مُضِلَّ له، ومَن يُضلِل فلا هاديَ له، وأشهدُ أنْ لا إلهَ إلاّ اللهُ وحدهُ لا شريك له، وأشهدُ أنَّ محمدًا عبدُهُ ورسولُه ﷺ.

حمد وصلاۃ کے بعد: آج مسلمانوں کے حالات پر غور کرنے والے کو بڑا عجیب وغریب منظر نامہ دکھائی دے گا، چنانچہ کوئی جاہل ہے، کوئی دھوکہ کھایا ہوا، کوئی فریب خوردہ، کوئی گمراہ، کوئی ہوا پرست، کوئی سستی شہرت کا خواہاں، کوئی علمی دعویدار، کوئی عالم با عمل، کوئی ہدایت یافتہ پیروکار، کوئی مستفتی اور رہنمائی چاہنے والا، اور کوئی سنت کا حامی و مددگار...
سچ فرمایا تھا صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

”مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ، فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا...“(مسند احمد (۲۸/ ۳۶۷، حدیث ۱۷۱۴۲)۔ [دیکھئے: صحیح الجامع (۲۵۴۹)]

تم میں سے جو زندہ رہے گا، عنقریب بہت سارا اختلاف دیکھے گا۔

لیکن اس حیرانی اور تلاطم سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ بلاشبہ اس سے نکلنے کا راستہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اپنانا اور اس پر مضبوطی سے کاربند رہنا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي“(ابوداود:

۴۶۰۷)۔[دیکھئے: صحیح الجامع (۲۵۴۹،و۴۳۶۹)]

تم میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑے رہنا۔

نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي''

(الصحیحۃ: ۴/ ۳۶۱، نیز دیکھئے: المستدرک ۱/ ۹۳)۔[دیکھئے: صحیح الجامع (۲۹۳۷)]

میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان پر مضبوطی سے کار بند رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔

چنانچہ جب بہت سارے لوگوں نے ان دونوں باتوں اور ان پر مضبوطی سے کار بند ہونے کا اہتمام چھوڑ دیا، اور خواہش نفسانی، اور منقول کے بجائے معقول (عقلانی باتوں) کو اپنا لیا، اور جذبات وعاطفہ کی طرف اور نفسانی خواہشات ومرغوبات کی طرف مائل ہو گئے' تو من مانی خواہشات نے انہیں کجروی پر ڈال کر ان کے قدموں کو پھسلا دیا، جس کے نتیجہ میں وہ فتنہ میں جا گرے۔

اس کے برخلاف دونوں رسیوں (کتاب وسنت) کو مضبوطی سے تھامنے والے جو اسے اپنے دانتوں سے جکڑ کر ان کے ذریعہ سلف صالحین کی ڈگر پر قائم رہے' وہی نجات یافتہ گروہ اور نصرت یاب طائفہ ہے، اور وہی لوگ جماعت ہیں' -خواہ وہ بکریوں کے چرواہوں میں سے ہوں- کہ انہی لوگوں کے بارے میں رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ''

(صحیح مسلم: ۱۹۲۰)۔

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، انہیں بے سہارا چھوڑ دینے والے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

اسی طرح فرقوں سے متعلق حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''...وَسَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلا وَاحِدَةً'' قُلْنَا: مَنْ هِيَ؟ قَالَ: ''الْجَمَاعَةُ''. قَالَ: ''مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي''۔(الحاکم:۱۲۹، وترمذی: ۲۶۴۱)۔[دیکھئے: صحیح الجامع (۲۰۴۲)و(۵۳۴۳)والصحیحہ (۱۳۴۸)]

عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔ ہم نے عرض کیا: وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ فرمایا:''جماعت''۔

نیز فرمایا:''جو اس طریقہ پر قائم رہیں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم قائم ہیں''۔

لہٰذا تمام مسلمانوں پر بالعموم اور نوجوانوں پر بالخصوص، جو آخرت میں نجات اور دنیا میں سعادت کے خواہاں ہیں، واجب ہے کہ فتنوں کی جگہوں سے چوکنا رہیں، ان سے دوری اختیار کریں اور اجتناب کریں، ان کے سمندروں میں غوطہ زنی کی کوشش نہ کریں، کیونکہ جو اس میں داخل ہوتا ہے، فتنے سے محفوظ نہیں رہتا، اور گمرہی کی طرف بلانے والوں سے بالکلیہ کنارہ کشی اختیار کریں جو بظاہر سنت سے وابستگی رکھتے ہیں، اور سنت کی باتیں بھی کرتے ہیں حالانکہ وہ سنت سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں، کیونکہ یا تو وہ دشمنان اسلام کے مفاد کے لئے کام کرتے ہیں، یا پھر جاہل ہوتے ہیں جنہیں سنت کی سمجھ نہیں ہوتی - اور ہمارے خیال میں ان کے لئے دوسرا وصف زیادہ قریب ہے- کیونکہ انہوں نے سنت کو علماء سنت

کے ذریعہ نہیں پڑھا ہے، اور جب ان کی یہ حالت ہے تو ان کی پیروی کیسے کی جا سکتی ہے، ان پر اعتماد کیونکر کیا جا سکتا ہے، اور ہم ان سے کوئی علم یا فتویٰ یا توجیہ کیسے لے سکتے ہیں، کہ بیمار کی بیماری تو مزید بڑھتی جائے گی؟؟

لہٰذا صحیح منہج پر استقامت کتاب وسنت کی اتباع ہی سے ممکن ہے، اور یہ چیز طلب علم، علماء کی ہم نشینی، علماء سلف -یعنی امت کے بہی خواہ علماء سنت- کی کتابوں کو پڑھنے، علم نافع کے لئے جد و جہد، معتبر علماء کی باتوں سے آگاہی، بے جا اور فضول مسائل سے کنارہ کشی اور اہل بدعات ونفسانی خواہشات سے دوری اختیار کرکے ہی حاصل ہو سکتی ہے، کیونکہ اہل بدعت امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ناسور ہیں، یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کا تذکرہ کرتے ہیں اور اس ذکر خیر کے ذریعہ جاہل عوام کا شکار کرتے ہیں، اور انہیں ہلاکت کے گڈھوں میں ڈھکیل دیتے ہیں، ایسے لوگوں کی ان سے خوب مشابہت ہے جو لوگوں کو شہد کے نام سے ایلوا پلاتے ہیں، اور بسا اوقات لوگوں کو تریاق کے نام سے زہر ہلاہل پلا دیتے ہیں، لہٰذا ان پر کڑی نظر رکھنا، ورنہ اگر تم پانی کے سمندر میں نہ بھی گئے تو بدعات وخواہشات کے سمندر میں غرقاب ہو جاؤ گے، جو اُس پانی کے سمندر اور اس میں جو کچھ ہے اس سے کہیں زیادہ گہرا، سخت اضطراب کا باعث، مصیبتوں سے گھرا ہوا اور بہت دور دراز کا راستہ ہے۔

لہٰذا یہ اتباع سنت ہی تمہاری وہ سواری ہے جس کے ذریعہ تم گمراہی سے نجات کا سفر طے کر سکتے ہو، چنانچہ آج موت ہر اس آدمی کی عزت وکرامت کا باعث ہے جو اللہ سے سنت کی حالت میں ملاقات کرے، لہٰذا ہم اپنی وحشت وتنہائی، پرستاران سنت بھائیوں کی دنیا سے رخصت، مددگاروں کی قلت اور بدعات کے دور دورے کا شکوہ اللہ ہی سے کرتے ہیں، نیز علماء اور اہل سنت کے دنیا سے چلے جانے اور بدعات کے چلن کے سبب اس امت پر

ٹوٹنے والی عظیم مصیبت کا شکوہ بھی اللہ ہی سے کرتے ہیں، البتہ ہمارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان تسلی اور سہارے کا باعث ہے جس میں آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ....". [مسلم (۱۹۲۰)]

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا...۔

حمد وصلاۃ اور تمہیدی گفتگو کے بعد:

یہ "الأجوبة المفيدة على أسئلة المناهج الجديدة" (جدید مناہج کی حقیقت-سوالات وجوابات) نامی کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے جو پہلے ایڈیشن کے ایک عرصہ بعد اپنی نئی شکل وصورت میں شائع ہو رہا ہے، چونکہ کئی حادثات رونما ہوئے، کئی قدموں میں لغزش آئی اور بہت سے لوگوں کی سمجھ میں گڑبڑی اور فساد پیدا ہوا، جس کے نتیجہ میں جدید اور ہنگامی پیش آمدہ مسائل کی بابت اہل علم کی تصریحات اور ان کے مواقف کی معرفت کی ضرورت اس سے بھی زیادہ شدید تر ہوگئی جتنی انہیں اپنے جسموں کی خاطر پانی اور خوراک کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ جسموں کی بیماری دلوں کی بیماریوں کے برابر نہیں ہوسکتی؛ اس لئے کہ اگر دل میں کوئی شبہہ داخل ہو جاتا ہے اور اس شبہہ کو زائل کرنے اور مٹانے والا کوئی نہیں ملتا ہے، تو وہ اس کی دنیا و آخرت دونوں کو برباد کر دیتا ہے۔

میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں حق و درستی کی رہنمائی فرمائے اور ہمارے شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ۔

تحریر کنندہ

ابو فریحان جمال بن فریحان ہمیلی حارثی

بروز ہفتہ بعد صلاۃ فجر، ۱۳/ شعبان ۱۴۲۳ھ

تیسرے ایڈیشن کے لئے

شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ کا اجازت نامہ

الحمدللہ وبعد:

میں نے شیخ جمال بن فریحان حارثی کو اپنی کتاب ''الأجوبة المفیدة علی أسئلة المناھج الجدیدة'' کی دوبارہ طباعت کی اجازت دی ہے، جنہوں نے اس کتاب کو دروس کے دوران طلبہ کی جانب سے پیش کردہ سوالات پر میرے جوابات سے اکٹھا کیا ہے۔

میں نے انہیں اس کتاب کی مع اپنی جانب سے اضافہ کردہ تعلیقات واضافی معلومات جسے انہوں نے اس میں شامل کیا ہے' جو سابقہ ایڈیشنوں میں موجود نہ تھیں' اشاعت کی اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو حق کی معرفت اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ۔

تحریر کنندہ

صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان

۲۳/ ۱۲/ ۱۴۲۳ھ

شیخ حفظہ اللہ کے اجازت نامہ کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
رئاسة
إدارة البحوث العلمية والإفتاء
الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء

الرقم : ....
التاريخ : ....
المشفوعات : ....
الموضوع : ....

الحمد لله وبعد: فقد أذنت للشيخ جمال بن فريحان الحارثي بإعادة طبع كتاب:
الأجوبة المفيدة عن أسئلة المناهج الجديدة الذي قام بجمعه من أجوبتي
عن أسئلة الطلاب خلال إلقاء الدروس. أذنت له بطبعه مع ما
أضاف إليه من تعليقات من عنده ومع الزيادة التي ألحقها به ولم تكن
موجودة في الطبعات السابقة، وفق الله الجميع لمعرفة الحق والعمل به
وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه.

كتبه:
صالح بن فوزان بن عبدالله الفوزان

في ١٤٢٢/١٢/٢٢هـ

شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ کے مختصر حالات زندگی

نام ونسب اور پیدائش:

آپ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان ہیں۔

آپ اہل شماسیہ وداعیوں میں سے ہیں، جن کا تعلق قبیلہ دواسر سے ہے۔

آپ کی پیدائش ۱۳۵۴ھ میں ہوئی۔

نشونما اور تعلیم:

آپ کے والد کی وفات آپ کے بچپن ہی میں ہوگئی تھی، لہٰذا آپ اپنے خاندان میں پلے بڑھے، اور شہر کی مسجد کے امام کے پاس آپ نے قرآن کریم پڑھا، اسی طرح ابتدائی لکھنے پڑھنے کا علم حاصل کیا۔

پھر ۱۳۶۹ھ میں شماسیہ میں جب سرکاری مدرسہ کا افتتاح ہوا تو آپ اس سے منسلک ہوئے، اور اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ فیصلیہ بریدہ سے ۱۳۷۱ھ میں مکمل فرمائی، اور پھر ۱۳۷۳ھ میں جب بریدہ میں المعہد العلمی کا افتتاح ہوا تو اس سے منسلک ہوئے، اور وہاں سے ۱۳۷۷ھ میں فراغت حاصل کی، اور اس کے بعد شریعت کالج ریاض سے منسلک ہوئے اور وہاں سے ۱۳۸۱ھ میں فراغت حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم:

آپ نے ایم اے کی ڈگری فقہ میں حاصل کی، اسی طرح ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی فقہ میں حاصل

کی، اور یہ دونوں ڈگریاں آپ نے کلیۃ الشریعۃ سے حاصل کیں۔

مناصب اور کارکردگی:

المعہد العلمی بریدہ سے منسلک ہونے سے پہلے ۱۳۷۲ھ میں آپ کا مرحلہ ابتدائیہ میں بحیثیت مدرس تعین ہوا۔

کلیۃ الشریعہ سے فراغت کے بعد المعہد العلمی ریاض میں آپ کو بحیثیت مدرس متعین کیا گیا۔

پھر کلیۃ الشریعہ میں اور پھر کلیۃ أصول الدین میں دراسات علیا میں آپ کا تعین ہوا۔

پھر المعہد العلمی للقضاء میں اور پھر ۱۳۹۶ھ میں المعہد العالی للقضاء کے مدیر (وائس چانسلر) کی حیثیت سے آپ کا تعین ہوا۔

پھر نظامی ادارت کی مدت مکمل ہوجانے کے بعد آپ نے دوبارہ تدریسی فرائض انجام دیا۔

پھر ۱۴۰۷ھ میں آپ کو کبار علماء بورڈ کا ممبر متعین کیا گیا۔

اور پھر ۱۴۱۱ھ میں آپ کو دائمی کمیٹی برائے علمی بحوث وافتاء کا ممبر متعین کیا گیا۔

اسی طرح آپ رابطہ عالم اسلامی کے تحت چلنے والی فقہی کونسل، مکہ مکرمہ کے آج بھی ممبر ہیں۔

اسی طرح آپ موسم حج میں دعاۃ کی نگراں کمیٹی کے سابق رکن بھی رہ چکے ہیں۔

نیز آپ الملز، ریاض میں واقع جامع امیر متعب بن عبدالعزیز کے امام خطیب اور مدرس ہیں۔

اسی طرح آپ سعودی ریڈیو کے ''نور علی الدرب'' نامی پروگرام میں سوالات کے جوابات میں بھی شرکت فرماتے ہیں، نیز علمی میگزینوں میں تحقیقات، دراسہ، رسائل اور فتاویٰ وغیرہ کی شکل میں آپ کے کئی منظم مقالات بھی شامل اشاعت ہیں۔

اسی طرح آپ -اللہ آپ کی حفاظت فرمائے- ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کے بہت سارے علمی رسائل کی نگرانی اور اشراف بھی کرتے ہیں، اور آپ کے مستقل علمی دروس اور

مجالس میں آنے والے بہت سارے طلبۂ علم نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا ہے، میں ''جمال'' بھی ان میں سے ایک ہوں، یہ میرے لئے فخر وعزت کی بات ہے۔

اساتذہ ومشائخ:

شیخ فوزان حفظہ اللہ کو کئی بڑے علماء اور نمایاں قاضیان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، ان میں سب سے مشہور شخصیت سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی ہے، سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ شیخ فوزان کی بڑی عزت وتکریم کرتے تھے، اور اہم مسائل اور قضیوں میں آپ پر اعتماد رکھتے تھے، بلکہ بعض تالیف شدہ کتابیں آپ کے سپرد کرتے تھے' تاکہ آپ ان کا مراجعہ کرکے اپنی رائے ظاہر کریں۔

اسی طرح آپ کے اساتذہ کرام میں: شیخ عبداللہ بن حمید رحمہ اللہ ہیں' جن کے دروس میں بریدہ میں آپ بکثرت حاضر ہوتے تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ معہد علمی ریاض میں زیر تعلیم تھے۔

وفضیلۃ الشیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ۔

وفضیلۃ الشیخ عبدالرزاق عفیفی رحمہ اللہ۔

وفضیلۃ الشیخ حمود بن سلیمان التلال، جو اس شہر کی مسجد کے امام تھے جہاں آپ کی نشوونما ہوئی، پھر بعد میں -شیخ حمود- شہر ضریہ منطقہ قصیم کے قاضی مقرر کئے گئے تھے، شیخ فوزان حفظہ اللہ نے اُن سے پڑھنے لکھنے کی ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔

اسی طرح شیخ نے فضیلۃ الشیخ ابراہیم بن ضیف اللہ الیوسف سے بھی علم حاصل کیا تھا، جب وہ مدرسہ شماسیہ میں مدرس تھے۔

تالیفات:

شیخ فوزان حفظہ اللہ کی بہت ساری کتابیں ہیں، ان میں سے چند نمایاں کتابیں درج ذیل ہیں:

① التحقیقات المرضیۃ فی المباحث الفرضیۃ، فن میراث میں، یہ آپ کے ایم اے کا رسالہ ہے۔(ایک جلد)

② أحکام الأطعمۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ، یہ آپ کے ڈاکٹریٹ کا رسالہ ہے۔(ایک جلد)

③ الارشاد إلی صحیح الاعتقاد۔(ایک جلد)

④ شرح العقیدۃ الواسطیۃ۔(ایک جلد)

⑤ البیان فیما أخطأ فیہ بعض الکتاب۔(دو جلدیں)

⑥ مجموعۃ محاضرات فی العقیدۃ والدعوۃ۔(چار جلدیں)

⑦ الخطب المنبریۃ فی المناسبات العصریۃ۔(چھ جلدیں)

⑧ من أعلام المجددین فی الاسلام۔

⑨ مباحث فقہیۃ فی مواضیع مختلفۃ۔

⑩ مجموع فتاویٰ فی العقیدۃ والفقہ۔(پانچ جلدیں)

⑪ نقد کتاب "الحلال والحرام فی الاسلام" یوسف قرضاوی کی تردید میں۔

⑫ الملخص فی شرح کتاب التوحید، از شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ- مدرسہ کے معیار کی شرح ہے-۔

⑬ إعانۃ المستفید شرح کتاب التوحید، یہ مفصل شرح ہے۔(دو جلدیں)

⑭ التعقیب علی ما ذکرہ الخطیب فی حق الشیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ۔

⑮ الملخص الفقہی۔(دو جلدیں)

⑯ اِتحاف أھل الایمان بدروس شھر رمضان۔

⑰ الضیاء اللامع مع الأحادیث القدسیۃ الجوامع۔

⑱ بیان مایفعلہ الحاج والمعتمر۔

⑲ کتاب عقیدۃ التوحید، یہ دراصل وزارۃ المعارف کے مرحلۂ ثانویہ کا نصاب ہے۔

⑳ فتاویٰ ومقالات، جومجلۃ الدعوۃ میں شائع ہوئے۔

㉑ دروس من القرآن الکریم۔

㉒ الأجوبۃ المفیدۃ عن أسئلۃ المناھج الجدیدۃ-یہ ہماری زیر نظر کتاب ہے-اس کے علاوہ بھی شیخ کی کتابیں ہیں، بعض زیر طباعت ہیں۔

نوجوانوں کی توجیہ ورہنمائی اور منہج صحیح سے منحرف تباہ کن فتنوں سے بچانے میں شیخ کا بہت بڑا کردار رہا ہے، چنانچہ آپ کے ذریعہ بدعتی اورگمراہ کی بیخ کنی ہوئی ہے اور بہت سارے لوگوں کو حق وصواب کی ہدایت کی توفیق ملی ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں ہماری اورتمام مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، اوران کی کوششوں کو اپنے رخ کریم کے لئے خالص بنائے، اورقیامت کے دن آپ کے میزان حسنات کا حصہ بنائے، آمین۔

والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ أجمعین۔

تحریر کنندہ

جمال بن فریحان حارثی

(شیخ کا ایک شاگرد)

جدید مناہج کی حقیقت

(سوالات وجوابات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں

سوال ①: آپ سمر کورس کے مراکز میں شرکت کرنے والے فاضل برادران کو کیا نصیحت فرمائیں گے، بایں طور کہ اگر علماء ومشائخ کے دروس کا وقت سمر کورس کے وقت سے متعارض ہو تو کیا وہ مشائخ کے دروس میں شرکت کریں یا پھر سمر کورس کے مراکز میں ہی رہیں؟ تفصیلی وضاحت فرمائیں، کیونکہ اس سلسلہ میں نوجوانوں کے درمیان بڑی چہ می گوئیاں ہورہی ہیں؟

جواب: سمر کورسیز کے مراکز کا مقصد چونکہ طلبہ کی تعلیم وتربیت ہے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ان مراکز کے ذمہ داران اُن کے اوقات کی عمدہ ترتیب بنائیں؛ اور ان مراکز کے متعلقین کو مشائخ کے دروس ومحاضرات کے لئے مساجد میں حاضر کریں؛ کیونکہ علماء کے خطابات و بیانات میں حاضر ہونا ان مراکز کی سرگرمیوں کا ایک حصہ ہے، اس لئے بجائے اس کے کہ آپ محاضر (مقرر) کو ان طلبہ کے لئے مراکز میں لائیں، ان طلبہ ہی کو مسجد میں حاضر کریں، اور یہی افضل ہے، کیونکہ ان کا مسجد میں اور اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر

میں حاضر ہونا، جس میں وہ علم کی سماعت کر سکیں؛ ان مراکز میں بیٹھے رہنے سے کہیں افضل اور بہتر ہے [1]۔

خلاصۂ کلام اینکہ: سمر کورس کے مراکز کے ذمہ داران پر واجب ہے کہ مراکز کے پروگراموں کی خوب عمدہ ترتیب و تنسیق کریں، بایں طور کہ مشائخ کے محاضرات کے لئے مساجد میں طلبہ کی حاضری کا اپنے پروگراموں میں ایک وقت اس طرح طے کریں کہ سمر کورس کے پروگراموں اور علماء کے بیانات میں ٹکراؤ نہ ہو، اور یہ ان مراکز کے منجلہ مقاصد کا ایک حصہ ہے، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ۲: سمر کورسیز میں ڈرامے اور نشید (گانے) پیش کئے جاتے ہیں اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: سمر کورسیز کے مراکز کے ذمہ داروں پر واجب ہے کہ ان میں ایسی چیزیں نہ رکھیں جو بے فائدہ یا طلبہ کے لئے نقصاندہ ہوں، بلکہ انہیں صرف اور صرف قرآن وسنت،

---

[1] عہد اول میں مسجد علم کا سرچشمہ اور علماء کا گہوارا تھی جہاں وہ علم سے سیراب ہوا کرتے تھے، چنانچہ اسی مسجد سے بڑے بڑے اساطین علم وفن پیدا ہوئے، جن میں سے کوئی حدیث وعلوم حدیث کا ماہر ہوا، تو کوئی فقہ اور اصول فقہ میں نمایاں ہوا، تو کوئی تفسیر اور اصول تفسیر میں، اور کوئی نحو اور اس کے علوم وفنون میں، اور جو ان تمام علوم کے جامع ہوئے وہ بھی فی الغالب مساجد کے علمی حلقات ہی سے کسب فیض کر کے نکلے، اور سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ: علم لوگوں کے پاس نہیں آتا، بلکہ علم کے پاس آیا جاتا ہے؛ اس لئے بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ ومعمولی چیز طلب نہ کرو۔

احادیث، فقہ اور عربی زبان سکھائیں، دیگر چیزوں کے بجائے یہی کافی ہے اور اسی میں وقت کا صحیح استعمال ہے، اسی طرح انہیں وہ علوم سکھائیں جن کی انہیں دنیا میں ضرورت ہے، جیسے خوشنویسی، حساب اور دیگر مفید مہارتیں، رہیں وہ چیزیں جنہیں ترفیہی (لطف اندوزی یا منورنجن کی چیزیں) کہا جاتا ہے، تو درحقیقت ان چیزوں کا سمر کے پروگراموں میں ہونا مناسب نہیں [1]؛ کیونکہ یہ چیزیں وقت کا اچھا خاصہ حصہ بلا فائدہ لے لیتی ہیں، بلکہ بسا اوقات

---

[1] شیخ صالح فوزان اپنی کتاب ''الخطب المنبریۃ'' (۳/ ۱۸۴-۱۸۵، ایڈیشن ۱۴۱۱ھ) میں فرماتے ہیں:

''ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ: دیندار نوجوانوں کے درمیان ان کیسٹوں کا چلن بڑی کثرت سے عام ہو گیا ہے، جن میں اجتماعی آوازوں میں اناشید (نغمہ وسرود، گانے) ریکارڈ ہوتے ہیں' جسے لوگ ''اسلامی گانے'' کہتے ہیں۔ یہ دراصل ایک قسم کے گانے ہی ہیں، اور بسا اوقات یہ گانے فتنہ انگیز آوازوں میں ہوتے ہیں، اور کیسٹوں کی دوکانوں میں قرآن کریم اور دینی تقاریر کی کیسٹوں کے ساتھ بکتے ہیں۔

ان نغمہ وسرود کو ''اسلامی گانے'' کہنا بالکل غلط ہے؛ کیونکہ اسلام نے ہمارے لئے نغمے اور گانے مشروع نہیں کیا ہے، بلکہ ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اور علم نافع کا حصول مشروع کیا ہے۔

جہاں تک ان نغمہ وسرود کا مسئلہ ہے تو یہ بدعتیوں صوفیوں کا دین ہے، جنہوں نے اپنے دین کو کھیل کود اور تماشہ بنا رکھا ہے، ان نغموں اور گانوں کو دین سمجھنے میں عیسائیوں کی مشابہت ہے' جنہوں نے اجتماعی ترنم ریزی اور مستی انگیز نغموں کو اپنا دین بنا لیا ہے۔

اس لئے واجب ہے کہ ان گانوں سے کلی اجتناب کیا جائے، ان کی خرید وفروخت اور لین دین پر پابندی عائد کی جائے، مزید یہ کہ یہ گانے آوارہ جوش کے ذریعہ فتنہ انگیزی اور مسلمانوں ===

....

=== میں دشمنی پیدا کرنے پر مشتمل ہوتے ہیں۔

ممکن ہے ان گانوں کو رواج دینے والے: یہ دلیل پیش کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی گانے گائے جاتے تھے، آپ انہیں سنتے تھے، اور برقرار رکھتے تھے، ٹوکتے نہ تھے۔

تو اس کا جواب یہ ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو اشعار گنگنائے جاتے تھے، وہ اجتماعی آوازوں میں گانوں کی شکل میں نہیں ہوتے تھے، نہ ہی انہیں ''اسلامی نغمے'' کا کہا جاتا تھا، بلکہ وہ عربی اشعار ہوا کرتے تھے جو حکمت کی باتوں، امثال اور شجاعت وسخاوت کی خوبیوں پر مشتمل ہوا کرتے تھے، اور صحابہ اُنہیں فرداً فرداً پڑھتے تھے؛ تاکہ ان میں موجود اِن معانی کو حاصل کرسکیں، اسی طرح بعض اشعار کسی تکان آور عمل جیسے تعمیری کام کرتے وقت یا رات میں سفر کے دوران پڑھا کرتے تھے، لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے اشعار یا نغمے ان جیسے خاص حالات میں مباح ہیں، نہ یہ کہ اُسے دعوت وتربیت کا ایک فن بنالیا جائے، جیسا کہ آج صورتحال ہے؛ بایں طور کہ طلبہ کو یہ گانے سکھائے جاتے ہیں اور اُنہیں ''اسلامی گانے'' یا ''دینی گانے'' کہا جاتا ہے۔

یہ چیز دین میں بدعت ہے، جو بدعتی صوفیوں کا من مانی دین ہے؛ ان گانوں کو دین بنالینا انہیں کے یہاں معروف ہے۔

اس لئے ان دسیسہ کاریوں سے آگاہ کرنا اور ان کیسٹوں کی فروخت پر پابندی لگانا ضروری ہے؛ کیونکہ بُرائی پہلے معمولی شروع ہوتی ہے، پھر اگر آغاز ہی میں اس کی فوری روک تھام نہ کی جائے تو بڑھ کر ناسور کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔

ان گانوں کے بارے میں شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ سے بھی سوال کیا گیا تھا، وہ سوال اور اس کا جواب حسب ذیل ہے:

''سوال: کیا مردوں کے لئے اسلامی گانا (Islamic Song) جائز ہے؟ ===

انہیں مشغول اور اس فائدہ سے غافل کر دیتی ہیں جس کے لئے وہ وہاں آئے ہیں، اور انہی میں سے یہ ڈرامے اور اناشید (گانے) بھی ہیں؛ کہ یہ چیزیں محض کھیل کود اور تماشہ ہیں، جو طلبہ کو مختلف ذرائع ابلاغ میں نشر کئے جانے والے ڈراموں اور گانوں وغیرہ کی مشق کراتے اور اس کا عادی بناتے ہیں۔

❁❁❁❁❁

سوال ③: فقہ الواقع سے کیا مراد ہے؛ امید کہ وضاحت فرمائیں گے؟ کیونکہ اس لفظ کا استعمال کر کے اس کا شرعی لفظ مراد لینے کے بجائے لغوی لفظ مراد لیا جارہا ہے؟

جواب: کہتے ہیں: واضح کو واضح کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے؛ مطلوب فقہ جسے حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے وہ کتاب وسنت کی فقہ ہے، یہی مطلوب فقہ ہے، رہی لغوی فقہ (یعنی زبان کی سمجھ) تو وہ مباحات کے قبیل سے ہے لوگوں سے مطلوب امر نہیں ہے، زبان میں تفقہ: کا مفہوم یہ ہے کہ آپ لفظ کا معنیٰ، اس کے مشتقات اور حروف وغیرہ کو جانیں، اسے فقہ

=== اور کیا گانے کے ساتھ اُن کے لئے دف بجانا بھی جائز ہے؟ نیز کیا عید اور خوشی کی دیگر مناسبتوں کے علاوہ میں گانا گانا جائز ہے؟

جواب: اسلامی گانا بدعت ہے، جو صوفیوں کی ایجاد کردہ بدعت کے مشابہ ہے، اسی لئے اس سے اعراض کرتے ہوئے قرآن وسنت کے مواعظ سے وابستہ ہونا چاہئے، ہاں اگر یہ چیز جنگ کے موقعوں پر ہو، تاکہ اُس کے ذریعہ اقدام اور اللہ کی راہ میں جہاد پر مدد لی جائے؛ تو یہ اچھی چیز ہے۔ اور اگر گانے کے ساتھ دف بھی بجایا جائے تو یہ چیز درستی سے اور زیادہ دور ہوگی"۔ [دیکھئے کتاب: فتاویٰ شیخ محمد بن صالح العثیمین، جمع واشراف: عبد المقصود، (۱/ ۱۳۴-۱۳۵) دوسرا ایڈیشن ۱۴۱۲ھ، دار عالم الکتب]۔

اللغہ (زبان کی سمجھ) کہا جاتا ہے، جیسے امام ثعالبی وغیرہ کی کتاب ''فقہ اللغہ'' ہے، یہ تکمیلی امور میں سے اور زبان سیکھنے کے قبیل سے ہے۔

لیکن جب مطلق طور پر فقہ کہا جائے جیسے فرمان باری تعالیٰ:

﴿لِّيَتَفَقَّهُوا۟ فِى ٱلدِّينِ﴾ [التوبہ:۱۲۲]۔

تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔

اور فرمان نبوی ﷺ:

''مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ''[1]۔

جس کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اسی طرح فرمان باری:

﴿فَمَالِ هَٰٓؤُلَآءِ ٱلْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۝٧٨﴾ [النساء:۷۸]۔

انہیں کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں۔

اور ﴿وَلَٰكِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۝٧﴾ [المنافقون:۷]۔

لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔

وغیرہ میں آیا ہے۔

تو اس سے مراد: شرعی احکام کی معرفت کے ذریعہ دین کی سمجھ حاصل کرنا ہے، یہی مطلوب ہے، اور اسی کا اہتمام کرنا اور سیکھنا مسلمانوں پر واجب ہے۔

لیکن ان لوگوں کے یہاں فقہ الواقع کا مقصد فقہ اللغۃ نہیں ہے، بلکہ سیاسی امور میں مشغول ہونا، سیاسی طور پر بھڑکانا، اشتعال پیدا کرنا اور اسی کے پیچھے سارا وقت اور تمام

---

[1] بخاری، حدیث (۷۱)، ومسلم، حدیث (۱۰۳۷)۔

کوششیں صرف کردینا ہے!!

رہا مسئلہ شرعی احکام کی فقہ کا: تو وہ اس کی برائی اور عیب جوئی کرتے ہوئے اُسے جزویات کی فقہ اور حیض ونفاس کی فقہ کا نام دیتے ہیں، تاکہ لوگوں کو اس سے اور اس میں مشغول ہونے سے متنفر کرسکیں [1]۔

❁❁❁❁❁

---

[1] واضح ہوا کہ مطلوب فقہ کی کئی قسمیں ہیں:

الف: فقہ یعنی کتاب وسنت کی سمجھ اور ان دونوں سے احکام کا استنباط۔

ب: عربی زبان کی فقہ جوکہ کتاب وسنت کی زبان ہے، یعنی نحو، صرف، بلاغت، اشتقاق، دلالت وغیرہ۔

ج: قضیوں اور ہنگامی پیش آمدہ مسائل کی باریکیوں کی فقہ، تاکہ ان پر شرعی حکم کی صحیح تطبیق ہوسکے۔

اس کے علاوہ جسے لوگ ''فقہ الواقع'' کہتے ہیں، اس کا مقصد: لوگوں کا سیاسی امور میں مشغول ہونا، حکمرانوں پر تنقید کرنا، فتنے اور افراتفری کی آگ بھڑکانا اور امن وسلامتی کی بنیادوں کو ہلانا وغیرہ ہے، لیکن لوگوں کو شبہہ میں مبتلا کرنے کے لئے اُسے یہ نام دے رکھا ہے!

اور یہ ''فقہ الواقع'' والوں کی جانب سے کوئی نئی یا انہونی بات نہیں ہے، بلکہ ان کے سلف اور امام سید قطب ''فقہ الواقع'' کے بارے میں اپنی کتاب ''فی ظلال القرآن'' (۴/ ۲۰۰۶) میں سورۃ یوسف کی تفسیر میں اللہ کے فرمان:

﴿قَالَ ٱجۡعَلۡنِي عَلَىٰ خَزَآئِنِ ٱلۡأَرۡضِۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٞ ۝٥٥﴾ [یوسف:۵۵]۔

(یوسف نے) کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے، میں حفاظت کرنے ==

سوال ④ : ہم اس دور میں دنیا کے مختلف گوشوں میں ان فرقوں کے بارے میں بکثرت سنتے رہتے ہیں جنہیں "اسلامی جماعتیں" کہا جاتا ہے؛ آخر اس نام کی کیا بنیاد ہے؟ اور اگر ان کے یہاں بدعت نہ پائی جاتی ہو تو کیا ان کے ساتھ جانا اور ان میں شریک ہونا جائز ہے؟

جواب : رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سب کچھ بتا دیا اور کھول کھول کے سمجھا دیا ہے کہ کیسے

== والا اور باخبر ہوں۔

کے تحت آیت کریمہ پر گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"...یقیناً اسلامی فقہ ایک مسلم معاشرہ میں پروان چڑھا ہے، اور اسلامی واقعی زندگی کے تقاضوں کے مقابلہ میں اُس معاشرہ کی تحریک کے ذریعہ وجود پذیر ہوا ہے... بلا شبہ "تحریک کی فقہ"، "کاغذات کی فقہ" سے یکسر مختلف ہے،... یقیناً 'تحریک کی فقہ اس حال واقعی کا اعتبار کرتی ہے جس میں نصوص اترے ہیں اور احکام ڈھالے گئے ہیں..."۔

[نوٹ: یہی وہ آیت کریمہ ہے جس کے تحت بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے حکومت الٰہیہ ثابت کرتے ہوئے اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے:

"یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ ڈکٹیٹرشپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجے میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔ (دیکھئے: تفہیمات، ۲/ ۱۱۵، اسلامک پبلیکیشنز (پرئیویٹ) لمیٹڈ، ۶/ کورٹ سٹریٹ، لوئر مال، لاہور (پاکستان)۔

غور کریں کہ نام نہاد "حکومت الٰہیہ" ثابت کرنے کے لئے نبی معصوم یوسف علیہ السلام کو مسولینی جیسے ڈکٹیٹر اور سفاک شخص سے تشبیہ دینا یا موازنہ کرنا جس کا ایمان وعقیدہ اور ظلم و جور دنیا کو معلوم ہے، کس قدر افسوس ناک ہے۔ (مترجم)]۔

عمل کریں، آپ نے اپنی امت کو اللہ سے قریب کرنے والی اور اسی طرح انہیں اللہ سے دور کرنے والی ہر ہر بات کھول کھول کر بتلادی ہے [1]، اُنہی میں یہ مسئلہ بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ’’فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا‘‘۔

کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا بہت سارا اختلاف دیکھے گا۔

لیکن ایسی صورتحال میں اس کا علاج کیا ہے؟ ارشاد فرمایا:

’’فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ‘‘ [2]۔

اس وقت تم میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا، اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا، اور دانتوں سے خوب اچھی طرح

---

[1] شیخ حفظہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صحیح ثابت حدیث کی طرف اشارہ کررہے ہیں، جس میں آپ فرماتے ہیں:

’’مَا تَرَكْتُ شَيْئًا يُقَرِّبُكُمْ إِلَى اللَّهِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ‘‘۔ [مصنف عبدالرزاق، ۱۱/ ۱۲۵، ومعرفة السنن والآثار، بیہقی، ۱/ ۲۰]۔

میں نے تمہیں اللہ سے قریب کرنے والی کوئی چیز نہیں چھوڑی، مگر یہ کہ تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔

[2] یہ حدیث مجموع طرق کے ساتھ صحیح ہے: سنن ابو داود (۴۶۰۷)، وترمذی (۲۶۷۶)، وابن ماجہ (مقدمہ ۳۴)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے إرواء الغلیل (۲۴۵۵) میں صحیح قرار دیا ہے، صفحہ (۳۵۹) میں حاشیہ (۱) میں بھی آئے گی۔

پکڑ لینا، اور دیکھنا نئی نئی ایجاد کردہ باتوں سے بچ کر رہنا، کیونکہ دین میں ہر نئی ایجاد کردہ بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

لہٰذا ان جماعتوں [1] میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے طریقہ پر قائم ہیں، خصوصاً خلفاء راشدین اور فضیلت والی صدیوں کے نقش قدم پر گامزن ہیں، اس منہج و طریقہ پر جو بھی جماعت قائم ہے ہم اس جماعت کے ساتھ ہیں؛ اس سے نسبت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

اور جو بھی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے ہم اس سے اجتناب کرتے ہیں گرچہ اس کا نام ''اسلامی جماعت'' ہو، کیونکہ اعتبار ناموں کا نہیں، بلکہ حقائق کا ہے، نام تو بسا اوقات بھاری بھرکم ہوتے ہیں، لیکن اندر سے کھوکھلے ہوتے ہیں، ان میں کچھ بھی نہیں ہوتا، یا وہ باطل -بھی- ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَسَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً. قُلْنَا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:

---

[1] بہتر یہ ہے کہ ہم کتاب وسنت اور منہج سلف کے مخالف تمام دھڑوں کو ''فرقے'' کہیں، کیونکہ ان کا شرعی نام یہی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقوں سے متعلق آنے والی حدیث میں انہیں یہی نام دیا ہے، رہا مسئلہ جماعتوں کا تو جماعتیں کوئی نہیں ہیں، سوائے مسلمانوں کی جماعت کے، جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث میں اشارہ فرمایا ہے، واللہ أعلم۔

''مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي''[1]۔

یہودی اکہتر فرقوں میں بٹے، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں بٹے، اور عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے! ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ فرمایا: جو بالکل اسی طریقہ پر ہوگا جس پر آج میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

راستہ بالکل واضح ہے، جس جماعت میں یہ علامت ہوگی ہم اس کے ساتھ ہوں گے، جو جماعت بالکل اسی طریقہ پر ہوگی جس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے، وہ اسلامی جماعت حقہ ہے۔

رہا وہ جو اس منہج کا مخالف ہو، دوسرے منہج پر چلے، تو وہ ہم میں سے ہے نہ ہم اس میں سے، ہمیں اس سے نسبت ہے، نہ اُسے ہم سے، اور نہ ہی اُسے جماعت کا نام دیا جائے گا، بلکہ اسے گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ کہا جائے گا؛ کیونکہ جماعت تو حق ہی پر کاربند ہوتی ہے، کیونکہ حق ہی پر لوگ اکٹھا اور متحد ہوتے اور ہوسکتے ہیں، جبکہ باطل تو تفریق پیدا کرتا ہے، اکٹھا نہیں کرتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَّإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ﴾ [البقرۃ:۱۳۷]۔

اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

[1] جامع ترمذی (۲۶۴۱)، وحاکم (۱/ ۱۲۹)، ''ھی الجماعۃ'' والی روایت سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے، دیکھئے: تحفۃ الأحوذی (۷/ ۳۹۸)، نیز اس حدیث کو امام ابن ماجہ (۳۹۹۲) اور ابو داود (۴۵۹۷) نے بھی روایت کیا ہے، یہ حدیث ص (۳۰۸) وحاشیہ (۱) میں بھی آئے گی۔

سوال ⑤: زیادہ سخت عذاب کن لوگوں کو ہوگا: گنہ گاروں کو یا بدعتیوں کو؟

جواب: بدعتیوں کو زیادہ سخت عذاب ہوگا، ؛ کیونکہ بدعت گناہ سے شدید تر ہے، اور بدعت شیطان کو گناہ سے زیادہ محبوب ہے؛ کیونکہ گنہ گار تو عام طور پر توبہ کرلیتا ہے [1]، لیکن بدعتی کم ہی توبہ کرتا ہے؛ کیونکہ اس کا خیال ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے' برخلاف گنہ گار کے؛ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ گنہ گار ہے، معصیت کا مرتکب ہے، جبکہ بدعتی سمجھتا ہے کہ وہ اطاعت گزار ہے، نیک کام کررہا ہے؛ اسی لئے بدعت- اللہ کی پناہ- گناہ سے زیادہ بدتر ہے، اور اسی لئے سلف صالحین بدعتیوں کی ہم نشینی سے ڈراتے اور متنبہ کرتے رہے ہیں [2]؛ کیونکہ وہ اپنے ہم

---

① امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بدعت ابلیس کو گناہ سے زیادہ محبوب ہے؛ کیونکہ گناہ سے توبہ کرلی جاتی ہے، لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی''۔ [مسند ابن الجعد (۱۸۸۵)، ومجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۱۱/ ۴۷۲)]۔

اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''إِنَّ اللهَ احْتَجَزَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ''(الصحیحہ: ۱۶۲۰)۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ روک لی ہے۔

② حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بدعتی کی ہم نشینی اختیار نہ کرو' کیونکہ وہ تمہیں دل کا مریض بنادے گا''۔

(الاعتصام، ۱/ ۱۷۲، والبدع والنہی عنہا ص: ۵۴)۔

اسی طرح امام شاطبی رحمہ اللہ (۱/ ۱۸۵) فرماتے ہیں:

''کیونکہ نجات یافتہ جماعت -یعنی اہل سنت- کو اس بات کا حکم ہے کہ اہل بدعت سے دشمنی رکھیں، انہیں کھدیڑیں، اور اپنے گرد جمع ہونے والوں کو قتل اور اس سے کمتر سزا دیں، ===

نشینوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کا خطرہ سخت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بدعت گناہ سے بدتر ہے اور بدعتی کا خطرہ لوگوں پر گنہ گار کے خطرہ سے زیادہ ہے[1]، اسی لئے سلف نے کہا ہے:

"اقْتِصَادٌ فِي سَنَةٍ خَيْرٌ مِنِ اجْتِهَادٍ فِي بِدْعَةٍ"[2]۔

سنت میں میانہ روی بدعت میں جدو جہد سے بہتر ہے۔

❁❁❁❁❁

== علماء کرام نے ان کے ساتھ رہنے اور ان کی مجلسوں میں بیٹھنے سے سختی سے منع کیا ہے"۔

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ سلف صالحین پر رحم فرمائے، انہوں نے کسی بدعتی کو نہیں چھوڑا جسے مار نہ بھگایا ہو اور اس سے آگاہ نہ کیا ہو۔

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بدعتیوں کی خطرناکی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اگر وہ ہستیاں نہ ہوتیں جنہیں اللہ تعالیٰ ان بدعتیوں کی ضرر رسانی کو دفع کرنے کے لئے کھڑا کرتا ہے، تو دین تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا اور دین کا فساد و بگاڑ جنگجو دشمنوں کے قابض ہو جانے کے فساد سے بڑھ کر ہے؛ کیونکہ اگر یہ لوگ قابض بھی ہو جاتے ہیں تو دلوں کو اور دلوں میں جو کچھ دین ہوتا ہے اُسے تبعاً (یعنی بعد میں) برباد کرتے ہیں، لیکن یہ بدعتی حضرات سب سے پہلے دلوں ہی کو تباہ کرتے ہیں" (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۸/ ۲۳۲)۔

نیز فرماتے ہیں: "سنت و اجماع کی روشنی میں اہل بدعت شہوانی گنہگاروں سے بھی بدتر ہیں" (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۰/ ۱۰۳)۔

[2] یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، دیکھئے: شرح اصول اعتقاد أهل السنة، از لالکائی (۱۱۴)، والابانہ (۱۶۱)، والسنۃ از ابن نصر (۳۰)، والصحیحۃ (۵/ ۱۴)۔

سوال ⑥: کیا ”جماعتوں“ (فرقوں) سے نسبت رکھنے والا بدعتی شمار کیا جائے گا؟

جواب: یہ بات جماعتوں کے اعتبار سے ہے، جن جماعتوں میں کتاب وسنت کی مخالفت پائی جاتی ہے اُن سے نسبت رکھنے والا بدعتی شمار کیا جائے گا[1]۔

❀❀❀❀❀

---

① شیخ بکر بن عبد اللہ ابو زید رحمہ اللہ اپنی کتاب ”حکم الانتماء إلی الفرق والأحزاب والجماعات الاسلامیۃ“ (ص ۹۶-۹۷) میں رقمطراز ہیں:

”یہ جائز نہیں کہ امت کے لئے کسی شخص کو کھڑا کیا جائے، جس کے طریقہ کی دعوت دی جائے، اور اُسی بنیاد پر دوستی اور دشمنی رکھی جائے، سوائے ہمارے نبی و رسول محمد ﷺ کے؛ لہذا جو آپ ﷺ کے سوا کسی کو اس حیثیت سے کھڑا کرے وہ گمراہ بدعتی ہے“۔

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ (۲۰ / ۱۶۴) میں فرماتے ہیں:

”کسی کے لئے جائز نہیں کہ امت کے لئے کسی شخص کو کھڑا کر کے اس کے طریقہ کی دعوت دے اور اُسی بنیاد پر دوستی اور دشمنی رکھے، سوائے نبی کریم ﷺ کے، اور نہ یہ جائز ہے کہ اُن کی کسی بات یا فرمان کو اصل بنا کر اس کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی رکھے، سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان اور امت کے اجماع کے، بلکہ ایسا کرنا بدعتیوں کا شیوہ ہے جو اپنے لئے کوئی شخص یا کوئی بات طے کر لیتے ہیں، جس کے ذریعہ امت میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں، اُسی بات یا اُسی نسبت کی بنیاد پر لوگوں سے دوستی یا دشمنی رکھتے ہیں“۔

شیخ بکر بن عبد اللہ شیخ الاسلام رحمہما اللہ کی مذکورہ بات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”آج زیادہ تر اسلامی جماعتوں اور فرقوں کا یہی حال ہے: کہ وہ کچھ اشخاص کو اپنے قائد کے طور پر کھڑا کر لیتے ہیں؛ پھر ان کے دوستوں سے دوستی کرتے ہیں، ان کے دشمنوں سے ===

سوال ⑦: جماعتوں کے بارے میں ایک عام حکم کے اعتبار سے آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: جو بھی اہل سنت کی جماعت کی مخالفت کرے وہ گمراہ ہے، ہمارے یہاں صرف ایک جماعت ہے، ''اہل سنت و جماعت''[1]، جو اس جماعت کی مخالفت کرے وہ منہج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف ہے۔

نیز ہم یہ بھی کہتے ہیں: کہ اہل سنت و جماعت کا ہر مخالف ہوا پرستوں (خواہشات نفسانی کے پیروکاروں) میں سے ہے اور مخالفتیں اپنے چھوٹے بڑے، اور حق سے قریب و دور ہونے کے اعتبار سے گمراہی یا کفر کا حکم لگانے میں مختلف ہوا کرتی ہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

=== دشمنی رکھتے ہیں اور ان کے صادر کردہ تمام فتوؤں میں ان کی اطاعت کرتے ہیں، نہ تو سرے سے کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے ہیں، نہ ہی ان کے فرمودات یا فتوؤں کی بابت ان سے اُن کی دلیلیں پوچھتے ہیں''۔انتہی۔

[1] یہی طائفہ منصورہ ہیں، یہی فرقۂ ناجیہ ہیں، یہی اہل الحدیث ہیں، یہی اہل الأثر ہیں، اور یہی سلفی ہیں، جیسا کہ علماء سلف وخلف کی جم غفیر نے اس کی صراحت فرمائی ہے، ان میں - بطور تحدید نہیں، بلکہ بطور مثال - ائمہ اربعہ ہیں جن کی امامت مسلم ہے، اور جو ان کے طبقہ میں ہیں، پھر وہ حضرات ہیں جو ان کے اسوہ پر قائم اور ان کے منہج کے پیروکار ہیں، خواہ وہ بعد کے دور کے ہوں۔

رہا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت حقہ کے مخالف ان فرقوں کو جماعتیں کہنے کا مسئلہ تو یہ صحیح نہیں جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے، اور شیخ نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے، بلکہ انہیں فرقے اور ٹولیاں کہا جائے گا۔

سوال ⑧: کیا جماعتوں سے مل جل کر رہا جائے یا ان سے قطع تعلق کیا جائے؟

جواب: اگر مل جل کر رہنے کا مقصد علم و بصیرت والوں [1] کی جانب سے انہیں سنت کے تمسک اور غلطی سے باز آنے کی دعوت دینا ہو، تب تو ٹھیک ہے، اور یہ دعوت الی اللہ کے

---

[1] یہ بات افراد کے اعتبار سے تو صحیح ہے؛ بایں طور کہ انہیں دعوت دینا اور ان پر اثر انداز ہونا ممکن ہے، لیکن ان کے منہج کو بدلنا اور اس کے رموز ونشانات پر اثر انداز ہونا بالعموم ناممکن ہے؛ بلکہ وہ خود متاثر ہونے کے بجائے جو ان میں شامل ہوگا انہیں ہی متاثر کر دیں گے۔

یہ فرقے -عام طور پر- اپنی دعوت میں اپنے قائدین کی تعلیمات سے باہر نہیں نکلتے، بطور مثال فرقہ الاخوان المسلمون، اور فرقہ تبلیغی جماعت کو لے لیجئے؛ مخلصین نے انہیں کتنی نصیحت کی؟ اور ان کے بارے میں کتنا لکھا گیا؟ لیکن اب تک مثل "محلک راوح" (اپنی جگہ پر ہی چلتے رہو) کے بمصداق وہ وہیں کے وہیں ہیں۔ **لیجیے میری بات کی دلیل ملاحظہ کیجئے:**

فرقہ "الاخوان المسلمون" کے بانی حسن البنا اپنی کتاب "مجموع الرسائل" (ص: ۳۴) میں "دعوتوں کے بارے میں ہمارا موقف" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"مختلف دعوتوں کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ... ہم انہیں اپنی دعوت کے میزان پر تولتے ہیں؛ جو اس کے موافق ہے، خوش آمدید، اور جو اس کے خلاف ہے، ہم اس سے بری ہیں"!!۔

اور میں کہتا ہوں: کہ اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں الاخوان المسلمون کی دعوت اور اس کے بانی سے بری ہوں، جو کتاب وسنت اور منہج سلف کے مخالف ہے۔

بنا بریں یہ لوگ کسی کی دعوت ہرگز قبول نہیں کر سکتے؛ کیونکہ دوسروں کی دعوت کے بارے میں ان کی چاہت یہ ہے کہ وہ اُن کی دعوت کے تابع اور اس کے ماتحت رہے۔ واللہ أعلم۔

قبیل سے ہے، لیکن اگر ان کے ساتھ گھلنا ملنا سنت کی دعوت اور غلطی کی وضاحت کے بغیر محض انسیت اور دوستی کے لئے ہو، تو ناجائز ہے۔

لہٰذا انسان کے لئے مخالفین کے ساتھ گھل مل کر رہنا محض کسی شرعی فائدہ کی بنیاد ہی پر جائز ہے، جیسے انہیں صحیح اسلام کی دعوت دینا اور ان کے سامنے حق واضح کرنا تاکہ وہ حق کی طرف پلٹیں[1]، جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (کوفہ کی) مسجد میں بدعتیوں کے پاس گئے، ان کے پاس ٹھہرے اور ان کی بدعت پر نکیر فرمایا[2]۔

---

[1] اگر انہیں دعوت دینے اور سلفی منہج واضح کرنے کے لئے ان میں گھلنا ملنا ضروری ہو: تو یہ چیز صرف علماء کرام یا طلبۂ علم کے لئے ہونی چاہیئے جو صحیح عقیدہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلف صالحین کے منہج میں پختہ اور ٹھوس ہوں، ورنہ نہیں۔

[2] اس سے شیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ کا اشارہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا نَجْلِسُ عَلَى بَابِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَإِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَجَاءَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قُلْنَا: لَا بَعْدُ. فَجَلَسَ مَعَنَا حَتَّى خَرَجَ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيعًا، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آنِفًا أَمْرًا أَنْكَرْتُهُ وَلَمْ أَرَ – وَالْحَمْدُ لِلَّهِ – إِلَّا خَيْرًا. قَالَ: فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ: إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ. قَالَ: رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوسًا يَنْتَظِرُونَ الصَّلَاةَ فِي كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ، وَفِي أَيْدِيهِمْ حصًا، فَيَقُولُ: كَبِّرُوا مِائَةً، فَيُكَبِّرُونَ مِائَةً، فَيَقُولُ: هَلِّلُوا مِائَةً، فَيُهَلِّلُونَ مِائَةً، وَيَقُولُ: سَبِّحُوا مِائَةً، فَيُسَبِّحُونَ مِائَةً، قَالَ: فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا ==

....

== انْتِظَارَ رَأْيِكَ أَوِ انْتِظَارَ أَمْرِكَ. قَالَ: ''أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَعُدُّوا سَيِّئَاتِهِمْ، وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ''، ثُمَّ مَضَى وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ:''مَا هَذَا الَّذِي أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَ؟'' قَالُوا: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ حصًا نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّسْبِيحَ. قَالَ:''فَعُدُّوا سَيِّئَاتِكُمْ، فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ؛ وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ، هَؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ مُتَوَافِرُونَ، وَهَذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ، وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّكُمْ لَعَلَى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدَى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ مُفْتَتِحُو بَابِ ضَلَالَةٍ''. قَالُوا: وَاللَّهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ. قَالَ:''وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَدَّثَنَا:''**أَنَّ قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ**''، وَايْمُ اللَّهِ مَا أَدْرِي لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ''، ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ. فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ: رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولَئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُونَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ.

(دیکھئے: سنن الدارمی، ۱/ ۲۸۶، حدیث: ۲۱۰، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے، ۵/ ۱۱، حدیث: ۲۰۰۵، نیز دیکھئے: موسوعۃ الالبانی فی العقیدۃ ۲/ ۹۶)۔

عمر بن یحییٰ کے دادا فرماتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے پہلے بیٹھتے تھے، جب آپ باہر آتے تو ہم آپ کے ساتھ مسجد کے لئے جاتے۔ چنانچہ ایک دن ہمارے پاس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے، اور انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمن (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) ابھی باہر نہیں نکلے؟ ہم نے کہا: نہیں۔ لہٰذا آپ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ حتی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے۔ جب وہ باہر آئے تو ہم سب بھی اٹھ کر ان کے ساتھ ہو لئے، تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں نے ابھی ابھی مسجد میں ==

== ایک کام دیکھا ہے جو مجھے برا معلوم ہوا ہے، - جبکہ الحمدللہ میں نے خیر ہی دیکھا ہے- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: چلئے اگر آپ زندہ رہے تو خود ہی دیکھ لیں گے۔ میں نے کچھ لوگوں کو مسجد میں حلقوں کی شکل میں بیٹھے ہوئے دیکھا جو نماز کا انتظار کر رہے ہیں، اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں۔ ہر حلقہ میں ایک آدمی ہے جو کہتا ہے: سو بار ''اللہ اکبر'' کہو، تو وہ سو بار ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سو بار ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھو، تو وہ سو بار ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے: سو بار ''سبحان اللہ'' کہو، تو وہ سو بار ''سبحان اللہ'' کہتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تو آپ نے ان سے کیا کہا؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کی رائے یا آپ کے حکم کا انتظار کرتے ہوئے، اُن سے کچھ نہیں کہا؟ اُنہوں نے کہا: آپ نے انہیں حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ اپنے گناہوں کو شمار کریں؟ اور انہیں ضمانت کیوں نہیں دی کہ ان کی نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہوگا! پھر آپ چلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے رہے۔ حتی کہ آپ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''یہ کیا چیز ہے، جو میں تمہیں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! ہم ان کنکریوں پر ''اللہ اکبر''، ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''سبحان اللہ'' گن رہے ہیں! انہوں نے فرمایا: تم اپنے گناہوں کو شمار کرو میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی؛ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت! تم پر تعجب (افسوس) ہے کہ تم اتنی جلدی برباد ہونے لگے! یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ابھی بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں، اور ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے بھی بوسیدہ نہیں ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برتن بھی نہیں ٹوٹے ہیں، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، (دو میں سے کوئی ایک بات ضرور ہے) یا تو تم واقعی ایک ایسے طریقے پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے زیادہ ہدایت مند ہے، یا پھر تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو! انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! اللہ کی قسم، ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے! ==

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما خوارج کے پاس گئے، ان سے مناظرہ کیا، ان کے شبہات کی بیخ کنی کی، اور ان میں نے کچھ لوگوں نے رجوع بھی کیا[1]۔

== انہوں نے کہا: بہت سے نیکی کا ارادہ کرنے والے، ہرگز اس سے بالکل ہمکنار نہیں ہو پاتے، بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بیان فرمایا تھا کہ: ''کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلے سے اوپر نہ جائے گا''، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا، شاید ان کی اکثریت تم ہی میں سے ہوگی'' اور پھر وہاں سے چلے گئے۔ عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں: واقعی ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کے زیادہ تر لوگ نہروان کے روز خوارج کے ساتھ ہم پر نیزہ برسا رہے تھے۔ [مترجم]

[1] **مناظرہ مابین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور خوارج:**

خوارج کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ عظیم الشان علمی اور دلچسپ مناظرہ خود انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب خوارج نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کیا تو ان کی فوج سے علیحدہ ہو کر ایک گھر میں اکٹھا ہو گئے، ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔

انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اِس امر پر متفق ہو گئے کہ انہیں علی رضی اللہ تعالی عنہ کے خلاف جنگ کے لئے نکلنا ہے۔ اور لوگ علی رضی اللہ عنہ کے پاس مسلسل آ کر خبر دینے لگے کہ خوارج اُن کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ: انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو جب تک وہ میرے خلاف جنگ نہیں کریں گے تب تک میں انہیں کچھ نہیں کہوں گا، مگر وہ ضرور نکلیں گے اور جنگ کریں گے۔

بہرکیف ایک دن ظہر کی نماز کے وقت میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین آج ظہر کی نماز ذرا ٹھنڈی کر کے (تاخیر سے) ادا کیجئے، میں ==

....

== ذرا ان لوگوں (خوارج) کے پاس جاؤں گا اور انہیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔

انہوں نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچا ئیں گے۔

میں نے عرض کہا: ہرگز نہیں، (ان شاء اللہ) ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ: میں چونکہ خوش اخلاق تھا اور کسی کو ایذا نہیں دیتا تھا اس لیے امیر المومنین نے میری درخواست منظور کرلی۔ چنانچہ میں نے ایک بہترین یمنی لباس زیب تن کیا اور خوب بن سنور کر دوپہر کے وقت اُن کے پاس پہنچا۔

چنانچہ میں ایسے لوگوں کے پاس گیا جن سے بڑھ کر عبادت گزار میں نے نہیں دیکھا، اُن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات سجے ہوئے تھے، اور کثرت عبادت سے اُن کے ہاتھ اونٹ کے اُن اعضاء کی طرح ہو گئے تھے جو زمین پر بار بار رگڑنے کے سبب سخت ہو جاتے ہیں۔

انہوں نے صاف ستھری قمیصیں پہن رکھیں تھیں اور شب بیداری کے سبب اُن کے چہروں پر نیند کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔

تو انہوں نے کہا: ابن عباس! خوش آمدید، کہئے کیسے آنا ہوا؟

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے پاس انصار و مہاجرین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ کا نمائندہ بن کر آیا ہوں۔ سنو! اُن کی موجودگی میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اور وہ اس کی تفسیر و تاویل کا تم سے زیادہ علم رکھتے ہیں، اور تمہارے اندر ان میں سے ایک شخص بھی نہیں ہے۔

چنانچہ اُن میں سے ایک گروہ کہنے لگا: قریش سے جھگڑا نہ کرو، اللہ تعالی فرما چکا ہے:

﴿بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُونَ ۝٥٨﴾ [الزخرف:۵۸]۔ (بلکہ وہ تو بڑے جھگڑالو لوگ ہیں)۔

لیکن بعض لوگوں نے کہا: ہم اِن سے ضرور بات کریں گے دیکھیں گے کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ ==

....

== ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ذرا مجھے بتلاؤ کہ تمہیں نبی کریم ﷺ کے داماد پر اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم پر کیا اعتراضات ہیں؟

انہوں نے کہا: تین اعتراضات ہیں۔

میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟

انہوں نے کہا: پہلا اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے معاملہ میں انسانوں کو حکم اور فیصل بنایا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾[الانعام:۵۷]۔(حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے)

تو اللہ کے اس فرمان کے بعد انسانوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی کو حَکَم بنائیں؟

میں نے کہا: یہ ایک اعتراض ہوا۔

انہوں نے کہا: دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اُنہوں (علی رضی اللہ عنہ) نے ایک گروہ سے لڑائی کی، ان کے لوگوں کو بھی قتل کیا لیکن نہ تو کسی کو قید کیا، نہ ہی مال غنیمت جمع کیا، اب اگر وہ کافر تھے تو انہیں قیدی بنانا اور ان کا مال غنیمت لینا دونوں حلال ہے اور اگر مومن تھے تو اُن سے قتال کرنا بھی جائز نہ تھا؟

میں نے کہا: یہ دو اعتراضات ہوئے، تیسرا اعتراض کیا ہے؟

انہوں نے کہا: انہوں نے صلح کا معاہدہ لکھتے وقت اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لفظ مٹا دیا، لہٰذا اگر وہ امیر المومنین نہیں ہیں تو پھر امیر الکافرین ہیں!!

میں نے ان سے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اعتراض ہے؟

انہوں نے کہا: نہیں، بس ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

تو میں نے ان سے کہا: اچھا یہ بتاؤ کہ اگر میں تمہارے سامنے اللہ کی کتاب اور اس کے ==

== نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی وہ دلیلیں پیش کروں جس سے تمہاری بات کی تردید ہو جائے اور تمہارا اعتراض ختم ہو جائے، تو کیا تم مانو گے؟

انہوں نے کہا: جی ہاں، بالکل۔

تو میں نے کہا: جہاں تک تمہارا یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے اللہ کی شریعت کے معاملے میں انسانوں کو حَکم اور رجج بنایا ہے! تو میں تمہیں کتاب اللہ کی وہ آیت کریمہ سناتا ہوں جس میں اللہ تعالی نے ایک خرگوش وغیرہ کے شکار کے معاملے میں جس کی قیمت ایک چوتھائی درہم سے زیادہ نہیں ہوتی، حکم وفیصلہ انسانوں کے سپرد کر دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقْتُلُوا۟ ٱلصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُۥ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ ٱلنَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِۦ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ [المائدۃ: ۹۵]۔

اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم حالت احرام میں ہو۔ اور جو شخص تم میں سے اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر فدیہ واجب ہو گا جو کہ مساوی ہو گا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں۔

اسی طرح میاں بیوی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَٱبْعَثُوا۟ حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِۦ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَآ إِن يُرِيدَآ إِصْلَـٰحًا يُوَفِّقِ ٱللَّهُ بَيْنَهُمَآ﴾ [النساء: ۳۵]۔

اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرا دے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے حکم وفیصلہ کو ایک مامون سنت قرار دیا ہے۔ ==

....

== لہذا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ایک خرگوش کے شکار اور میاں بیوی کے اختلاف کے معاملہ میں انسانوں کا حکم وفیصلہ افضل ہے یا مسلمانوں کے باہمی معاملات کی درستی اور ان کے مابین خونریزی روکنے کے لیے افضل ہے؟

انہوں نے کہا: نہیں بلکہ یہ افضل ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا: اس اعتراض کا جواب ہوگیا؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جہاں تک رہا تمہارا دوسرا اعتراض کہ انہوں نے لڑائی کی اور مخالفین کو قید نہیں کیا اور نہ ہی مال غنیمت پر قبضہ کیا! تو ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم اپنی ماں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بناؤ گے؟ اور جو چیزیں دوسری باندیوں کے ساتھ حلال ہوتی ہیں وہ ان کے ساتھ بھی حلال قرار دو گے؟ اللہ کی قسم! اگر تم ایسا کرو گے تو کافر ہوجاؤ گے کیونکہ وہ تمہاری ماں ہیں، اور اگر تم یہ کہو گے کہ وہ ہماری ماں ہی نہیں ہیں، تو بھی کافر ہوجاؤ گے! کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ٱلنَّبِيُّ أَوۡلَىٰ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ مِنۡ أَنفُسِهِمۡۖ وَأَزۡوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمۡۗ﴾[الاحزاب:٦]۔

پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

لہذا تم دو گمراہیوں کے درمیان گھوم رہے ہو، جو بھی اپناؤ گے ضلالت وگمراہی کا ہی شکار ہوگے؟

میں نے کہا: اس اعتراض کا بھی جواب ہوگیا؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جہاں تک رہا تمہارا تیسرا اور آخری اعتراض کہ ==

== امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لفظ مٹا دیا! تو میں تمہیں اس کی ایسی دلیل پیش کروں گا جسے تم مان لو گے! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حدیبیہ کے روز مشرکین کے نمائندوں ابوسفیان بن حرب اور سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما کے ساتھ صلح نامہ تحریر کروایا۔ تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ صلح کی شرطیں اس طرح لکھیں:

''ان شرائط کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ سے صلح کی ہے'' تو مشرکین نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے کبھی جنگ نہ کرتے! تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ بے شک تُو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اے علی! اسے مٹا کر ایسا لکھو کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس کے مطابق محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صلح کی ہے''۔

اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی رضی اللہ عنہ سے کہیں زیادہ افضل اور بہتر ہیں، ''اگر صلح کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کا لفظ مٹانے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے خارج نہیں ہوئے تو امیر المومنین کا لفظ مٹانے سے علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر کیونکر نہیں رہیں گے، اور ایسا کرنا کیونکر ناجائز ہوگا؟

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ دلائل سے لاجواب ہو کر دو ہزار خارجی اپنے موقف سے تائب ہو گئے، اور بقیہ (چار ہزار) لوگ گمراہی پر مارے گئے۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں اُن سے خطاب کیا تو وہ مسجد کے کونوں سے بولے: ''لاالحُکم اِلاللہ'' (فیصلہ اللہ ہی کا ہے)، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں، بات حق ہے، لیکن اس سے مراد باطل لیا جا رہا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم تم سے تین باتوں کا وعدہ کرتے ہیں:

۱۔ ہم تمہیں مساجد میں آنے سے نہیں روکیں گے۔ ==

....

== ۲۔ ہم مال فے میں تمہارا حصہ نہیں روکیں گے۔

۳۔ ہم تم سے لڑائی کرنے میں پہل نہیں کریں گے، جب تک کہ تم خود شر وفساد مچانا شروع نہ کردو۔

(دیکھئے: السنن الکبری، از امام نسائی، کتاب الخصائص، ذکر مناظرة عبد اللہ بن عباس الحروریة واحتجاجہ فیما أنکروہ علی أمیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۷/ ۴۸۰، حدیث: ۸۵۲۲)، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب قتال أہل البغی (۲/ ۱۶۴، حدیث: ۲۶۵۶)، وحلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء (۱/ ۳۱۸)، ومصنف عبدالرزاق صنعانی، کتاب اللقطة، باب ماجاء فی الحروریة، (۱۰/ ۱۵۷، حدیث: ۱۸۶۷۸)، والسنن الکبری للبیہقی، کتاب قتال أھل البغی، باب لایبدأ الخوارج بالقتال حتی یسالوا ما نقموا ثم یؤمروا بالعود ثم یؤذنوا بالحرب (۸/ ۳۰۹، حدیث: ۱۶۷۴۰)، والمعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، ومن مناقب عبداللہ بن عباس وأخبارہ (۱۰/ ۲۵۷، حدیث: ۱۰۵۹۸)، ومسند أحمد (۵/ ۲۶۳، حدیث: ۳۱۸۷، حدیث کا ایک حصہ ہے)، ومعرفة السنن والآثار (۱۲/ ۲۲۲، نمبر ۱۶۵۰۹)۔ اس حدیث کی سند کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنة النبویة: ۸/ ۵۳۰) صحیح، اور مسند احمد کے محققین نے حسن قرار دیا ہے، اسی طرح علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے مسند احمد کی شرح (۳/ ۷۰، حدیث ۳۱۸۷) میں فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور مجمع الزوائد (۶/ ۲۳۹، حدیث ۱۰۴۵۰) میں امام ہیثمی نے احمد اور طبرانی کے روایان کو صحیح کے راویان کہا ہے، نیز امام ذہبی نے (المستدرک، حدیث: ۲۶۵۶)، صحیح مسلم کی شرط پر کہا ہے)۔

یہ بڑا اہم اور عظیم الشان مناظرہ ہے، جو بالخصوص موجودہ وقت میں مناظرہ اور جدال بالاحسن کے باب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ (اس مناظرہ سے مستنبط فوائد، دروس، عبر اور علم جدل ومناظرہ کے باب میں اس کی تاثیر کے پہلوؤں کے لئے ملاحظہ فرمائیں: مقالہ معن عبد القادر بعنوان: ''مناقشة ابن عباس للخوارج دروس وعبر''، مجلة البیان، شمارہ ۱۲، شوال ۱۴۰۸ھ- جون ۱۹۸۸ء، ومقالہ أ.م.د. رحیم سلوم مرہون، و م.د. احمد صالح حسین بعنوان: ''مناظرة ابن عباس للخوارج وأثرہا فی علم الجدل والمناظرة''، مجلة العلوم الاسلامیة، شمارہ ۲۹، سال اشاعت ۷، ص: ۲۴۵-۲۹۸)۔ [مترجم]

لہٰذا اگر ان سے گھل مل کر رہنا اس طور پر ہو تو یہ مطلوب ہے، اور اگر وہ اپنے باطل افکار ونظریات پر مصر رہیں تو ان سے الگ تھلگ ہونا، نفرت کرنا اور اللہ کے لئے ان سے جہاد کرنا واجب ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑨: کیا منہج اہل سنت و جماعت کے مخالف اِن فرقوں سے لوگوں کو ڈرانے اور چوکنا کرنے میں کوئی حرج ہے؟

جواب: ہم مخالفین سے عمومی طور پر ڈراتے اور آگاہ کرتے ہیں [1]، نیز ہم کہتے ہیں: کہ

---

[1] یہی سلف صالحین کا طرۂ امتیاز ہے کہ وہ خاموش نہیں رہتے ہیں، بلکہ خاموش رہنے والوں پر نکیر کرتے ہیں۔

محمد بن بندار جرجانی نے امام احمد سے کہا:

''مجھے کسی کے بارے میں ''فلاں ایسا ہے، اور فلاں ایسا ہے'' کہنا بڑا گراں اور ناگوار لگتا ہے! تو امام احمد نے فرمایا: ''جب تم خاموش رہو گے اور میں خاموش رہوں گا تو جاہل آدمی صحیح ضعیف کیسے جان سکے گا؟'' (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸ / ۲۳۱، وشرح علل الترمذی: ۱ / ۳۵۰)۔

اسی طرح جب امام احمد رحمہ اللہ سے حسین کرابیسی کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے سائل سے کہا: ''وہ بدعتی ہے''۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا: ''خبردار! خبردار! حسین کرابیسی سے بچ کر رہنا، نہ اُس سے بات کرنا نہ اُس سے بات کرنے والوں سے بات کرنا!! -اس بات کو چار یا پانچ مرتبہ دہرایا-'' (دیکھئے: تاریخ بغداد ۸ / ۶۵)۔

یہی نہیں، بلکہ سلف کا خیال یہ تھا کہ اہل بدعت کی نقاب کشائی کی بابت گفتگو کرنا نماز، روزہ اور اعتکاف کے بارے میں گفتگو کرنے سے افضل ہے۔ ==

ہم اہل سنت و جماعت کی راہ کو لازم پکڑتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرنے والوں کو چھوڑ دیتے ہیں، خواہ مخالفت چھوٹی ہو یا بڑی؛ کیونکہ اگر ہم مخالفت کے سلسلہ میں تساہل سے کام لیں تو معاملات کے بڑھنے اور سنگین ہو جانے کا امکان ہے، لہٰذا مخالفت کبھی بھی جائز نہیں ہے۔ چھوٹے بڑے ہر مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کے طریقہ کو لازم پکڑنا واجب ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑩: کیا ہم پر لازم ہے کہ ہم جن سے لوگوں کو ڈرائیں اور آگاہ کریں ان کی خوبیاں بھی ذکر کریں؟

جواب: ان کی خوبیاں ذکر کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ان کی پیروی کرنے کی دعوت دے رہے ہیں!! نہیں، ان کی خوبیاں ذکر نہ کریں[1]۔

== امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: آدمی (نفلی) نماز پڑھے، روزہ رکھے اور اعتکاف کرے، یہ آپ کو محبوب ہے یا وہ جو اہل بدعت کے بارے میں گفتگو کرے؟ فرمایا: اگر آدمی نماز پڑھے گا، روزہ رکھے گا اور اعتکاف کرے گا تو یہ اُس کی اپنی ذات کے لئے ہوگا، اور اگر وہ اہل بدعت پر کلام کرے گا تو تمام مسلمانوں کے لئے ہوگا، یہ افضل ہے'' (مجموع فتاویٰ: ۲۸/ ۲۳۱)۔

[1] بدعتی کی خوبیاں ذکر کرنے میں لوگوں کو دھوکہ دینا ہے، گرچہ آپ اس کی بُرائیاں بھی ذکر کریں؛ کیونکہ اُس کے حق میں آپ کی تعریف وثنا خوانی ہوتے ہوئے، لوگ اُس کی برائیوں کی طرف ہرگز نہیں دیکھیں گے، اور نقد میں بدعتیوں کی مدح وثنا کرنا سلف صالحین کا منہج نہ تھا۔

چنانچہ یہ امام احمد رحمہ اللہ ہیں انہوں نے حسین کرابیسی کا حال بیان کرتے ہوئے اُس کی تعریف نہیں کی، بلکہ کہا کہ: ''وہ بدعتی ہے''۔ اور اتنا ہی نہیں، بلکہ اُس سے اور اس کی ہم نشینی ==

صرف ان میں پائی جانے والی غلطی کا ذکر کریں [1]؛ کیونکہ اُن کی حالت کا تزکیہ کرنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ آپ کی ذمہ داری صرف ان میں پائی جانے والی غلطی بیان

== اختیار کرنے سے ڈرایا اور چوکنا کیا۔ ان کا قول ص (۱۸۶) حاشیہ (۱) میں آئے گا۔

نیز جب ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ سے حارث محاسبی اور اس کی کتابوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے سائل سے کہا: ''خبردار! ان کتابوں سے دور رہنا، کیونکہ یہ بدعات وضلالت کی کتابیں ہیں، تم حدیث کو لازم پکڑو''۔

اور میرے بھائی قاری کریم! آپ سے پوشیدہ نہیں کہ کرابیسی اور محاسبی علم کے سمندروں میں سے ہیں، انہوں نے اہل بدعت پر رد بھی کیا ہے، لیکن پہلے صاحب (کرابیسی) ''قرآن کو لفظ کہنے'' کے مسئلہ میں بہک گئے اور دوسرے صاحب (محاسبی) کچھ علم کلام میں بہک گئے، اور اہل کلام کی تردید کلام کے ذریعہ کی، سنت کے ذریعہ نہیں کی... یہ سب سے اہم نقطہ ہے جس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے ان پر نکیر فرمائی ہے۔ (دیکھئے: تہذیب التہذیب، ۲/۱۱۷، وتاریخ بغداد، ۸/۲۱۵-۲۱۶، وسیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی، ۱۳/۱۱۰، ۱۲/۷۹)۔

[1] یہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابیں اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ بدعتیوں کی بدعتیں ذکر کرتے وقت ان کی خوبیوں کا ذکر نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ ان کی کتابیں ردود وتنقیدات سے بھری ہوئی ہیں، چنانچہ انہوں نے منطقیوں اور اہل کلام کی تردید فرمائی ہے، اسی طرح جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کی تردید فرمائی ہے، لیکن ہم نے انہیں ان کی خوبیاں ذکر کرتے ہوئے سرے سے نہیں پایا، نیز انہوں نے بعض معین اشخاص کی بھی تردید فرمائی ہے: جیسے اَخنائی اور بکری وغیرہ، لیکن ان کی بھی کوئی تعریف نہیں کی ہے، جبکہ اس بات میں کسی کو شک نہیں کہ یہ اشخاص محاسن اور خوبیوں سے خالی نہیں ہیں، لیکن اصل منہج یہ ہے کہ نقد میں خوبیوں کا ذکر کرنا لازم نہیں ہے، لہٰذا غور کریں۔

رافع بن اشرس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فاسق بدعتی کی سزا یہ ہے کہ اُس کی خوبیاں ذکر نہ کی جائیں'' (شرح علل الترمذی: ۱/۳۵۳)۔

کرنا ہے تاکہ وہ اس سے تائب ہوں اور دوسرے لوگ اس سے آگاہ ہوسکیں، جو غلطی ان کے یہاں پائی جارہی ہے، ممکن ہے اگر وہ کفر وشرک ہوتو اُن کی ساری نیکیوں کو اکارت کردے، اور اگر ایسا نہ بھی ہوتو بسااوقات ان کی نیکیوں پر غالب ہوجائے، اور ممکن ہے کہ وہ آپ کی نظر میں تو نیکیاں ہوں، لیکن اللہ کی نگاہ میں نیکیاں نہ ہوں۔

❁❁❁❁❁

سوال ⑪: تبلیغی جماعت -بطور مثال- کا کہنا ہے کہ ہم اہل سنت وجماعت کے منہج پر چلنا چاہتے ہیں، لیکن بعض لوگوں سے بسااوقات کچھ غلطی ہوجاتی ہے؛ پھر آخر تم ہم پر حکم کیوں لگاتے ہو اور ہم سے لوگوں کو کیوں ڈراتے ہو؟

جواب: تبلیغی جماعت کے بارے میں اُن لوگوں نے لکھا ہے جو ان کے ساتھ گئے ہیں اور انہیں جانچا پرکھا ہے، اور بہت کچھ لکھا ہے اور ان کے یہاں پائی جانے والی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے، لہٰذا تم پر واجب ہے کہ جماعت تبلیغ کے بارے میں لکھی ہوئی تحریروں کو پڑھو، تاکہ تمہارے سامنے اس بارے میں حکم واضح ہوسکے [1]۔

---

[1] جن لوگوں نے فرقۂ تبلیغ کے بارے میں خوب اچھی طرح اور بڑی مفید باتیں لکھی ہیں، اور ان کا طریقہ واضح کیا ہے، ان میں حسب ذیل کئی لوگ ہیں:

① شیخ سعد بن عبد الرحمن الحصین حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ”حقیقۃ الدعوۃ إلی اللہ تعالیٰ وما اختصت بہ جزیرۃ العرب، وتقویم مناہج الدعوات الاسلامیۃ الوافدۃ“ (دعوت إلی اللہ اور جزیرۂ عرب کی خصوصیت کی حقیقت، اور باہر سے درآمد اسلامی دعوتوں کے مناہج کا جائزہ) میں، جس کی طباعت واشاعت کا اہتمام فضیلۃ الشیخ فالح نافع الحربی نے کیا ہے۔

چنانچہ اس کتاب کے (ص ۷۰، پہلے ایڈیشن) میں ہے کہ فرقۂ تبلیغ کے یہاں کلمۂ ”لا إلہ إلا اللہ“ کا مقصود یہ ہے کہ: ”چیزوں کے سلسلہ میں دل سے فاسد یقین کو نکال کر، اللہ کی ذات پر صحیح یقین ==

....

== داخل کیا جائے؛ بایں طور کہ: اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں، اللہ کے سوا کوئی روزی رساں نہیں، اور اللہ کے سوا کوئی مدبر نہیں’’!!

اس میں توحید ربوبیت سے زیادہ کچھ نہیں‘ جس کا اقرار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مشرکین مکہ بھی کیا کرتے تھے‘ لیکن اس اقرار نے انہیں اسلام میں داخل نہیں کیا۔

اسی طرح (ص ۷۰ ہی میں) فرماتے ہیں:

’’فرقۂ تبلیغ کا عقیدہ یہ ہے کہ: وہ فقہی مسلک میں احناف ہیں، عقیدہ میں اشعری [1] ....

---

[1] فرقۂ اشعریہ صفات الٰہی کے منکر فرقۂ جہمیہ سے نکلا ہوا عقیدہ کے باب میں ایک عقل پرست، بدعتی، کلامی، گمراہ فرقہ ہے، جو امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ (وفات: ۳۲۴ھ) کی طرف منسوب ہے، ابو الحسن اشعری پہلے معتزلی تھے اور تقریباً چالیس سال کی عمر تک اسی پر قائم رہے، جب انہیں اپنے موقف کی غلطی سمجھ میں آئی تو اعتزال چھوڑ کر عبد اللہ بن سعید بن کُلّاب کی فرقۂ کُلّابیہ میں شامل ہو گئے، یہ فرقہ اللہ کی صرف سات صفات ثابت کرتا ہے: (علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام نفسی، اور حیات)، بقیہ تمام صفات کا انکار کرتا ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ عقل انہی سات صفات کو قبول کرتی ہے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابو الحسن اشعری کو مزید توفیق بخشی جس کے نتیجہ میں انہوں نے کلابیت سے تائب ہو کر اہل سنت و جماعت اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف تسلیم کرتے ہوئے، تمام صفات الٰہی کو ثابت کیا، چنانچہ اپنے مسلک سلف کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب ’’الابانۃ عن أصول الدیانۃ‘‘ (ص: ۲۰) میں فرماتے ہیں:

’’قولنا الذي نقول به، وديانتنا التي ندين بها، التمسك بكتاب الله ربنا عز وجل، وبسنة نبينا محمد ﷺ، وما روى عن السادة الصحابة والتابعين وأئمة الحديث، ونحن بذلك معتصمون، وبما كان يقول به الإمام أحمد بن حنبل – نضر الله وجهه ورفع درجته وأجزل مثوبته – قائلون، ولما خالف قوله مخالفون؛ لأنه الإمام الفاضل، والرئيس الكامل...‘‘۔

ہمارا موقف اور ہمارا دین جس پر ہم کاربند ہیں وہ ہمارے رب کی کتاب، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ==

....

....

== کی سنت اور صحابہ وتابعین اور ائمۂ حدیث کی مرویات وفرمودات کا تمسک ہے، ہم اس پر مضبوطی سے قائم ہیں، اور وہی بات کہتے ہیں جو امام احمد بن حنبل کہتے ہیں، اور ان کے قول کے مخالف باتوں کے مخالف ہیں، کیونکہ وہ فاضل امام اور کامل رئیس ہیں...۔

جبکہ ان کے ماننے والے بدستور کُلّابی مذہب پر ہی قائم رہے، اور امام ابو الحسن اشعری کے پہلے مذہب کی طرف نسبت کرتے ہوئے اشعری کہلائے۔

اس فرقہ کے چند باطل عقائد ونظریات یہ ہیں:

کتاب وسنت کو علم کلام کے اصولوں پر پرکھنا، چنانچہ تعارض کی صورت میں عقل کو کتاب وسنت پر مقدم کرنا، عقیدہ کے باب میں احادیث آحاد قبول نہ کرنا، اور ان میں سے غزالی، جامی وغیرہ صوفی فکر کے حاملین کا دین کے مسائل میں کشف وکرامات اور ذوق ووجدان کو نص پر ترجیح دینا اور تطبیق کے لئے نص کی تاویل کرنا، جس کا نام انہوں نے بزعم خویش ''علم لدنی'' رکھا ہے، اسی طرح انہوں نے عقیدہ کے اصولوں کو تین حصوں میں بانٹ رکھا ہے، کچھ مسائل کا مرجع صرف عقل ہے، اور کچھ کا عقل ونقل دونوں اور کچھ کا صرف نقل، جیسے سمعی اور غیبی امور۔ اسی طرح یہ وجود باری تعالیٰ اور توحید کے معنیٰ کے اثبات میں بھی اہل سنت کے خلاف اور فلاسفہ واہل کلام کے موافق ہیں، نیز اشاعرہ اللہ کی خبری صفات جیسے: چہرہ، ہاتھ، آنکھ، دایاں ہاتھ، پیر، انگلیوں اور علو واستواء وغیرہ کی تاویل یا تفویض کا عقیدہ رکھتے ہیں، وغیرہ۔

جبکہ اس فرقہ کی معروف شخصیات میں: قاضی ابو بکر باقلانی (ت: ۴۰۳ھ)، ابو اسحاق شیرازی (ت: ۴۷۶ھ)، ابو اسحاق اسفرائینی (ت: ۴۱۸ھ)، ابو المعالی الجوینی امام الحرمین (۴۷۸ھ)، ابو حامد غزالی طوسی حجۃ الاسلام (ت: ۵۰۵ھ)، اور امام فخر الدین رازی (ت: ۶۰۶ھ) وغیرہم ہیں۔

[دیکھئے: طبقات فقہاء الشافعیۃ، از حافظ ابن کثیر، ۱/۲۱۰، والتوضیح الرشید فی شرح التوحید، ص: ۴۸۴، وھذہ مفاھیمنا، از شیخ صالح آل شیخ، ص: ۲۴۵، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاھب المعاصرۃ، اشراف: مانع حماد الجہنی، ۱/ ۸۳ - ۹۴، وموجز دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، مرکز الشارقۃ للابداع الفکری، ایڈیشن ۱۹۹۸ء (۳/ ۷۹۳-۷۹۸، ۳/ ۸۰۱-۸۰۳)]۔ (مترجم)

....

ماتریدی [1] ....

[1] فرقۂ ماتریدیہ بھی اشاعرہ کی طرح صفات الٰہی کے منکر فرقۂ جہمیہ سے نکلا ہوا عقیدہ کے باب میں ایک عقل پرست، بدعتی، کلامی، گمراہ فرقہ ہے، جو ابو منصور محمد بن محمد بن محمود الماتریدی (وفات: ۳۳۳ھ) کی طرف منسوب ہے۔ ماترید: ملک خراسان ماوراء النہر کے بہت بڑے شہر سمرقند کا ایک محلہ ہے۔ اس فرقہ کے عقلانی کلامی اصول اشاعرہ سے قریب ہیں، چنانچہ اشاعرہ کی طرح یہ بھی عقلی بنیادوں پر اللہ عزوجل کی سات صفات: علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام نفسی، اور حیات کے علاوہ مزید ایک آٹھویں صفت تکوین بھی ثابت کرتے ہیں، اور تکوین یا ازلی تکوین کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معدوم کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے، جبکہ بقیہ تمام صفات الٰہی کا انکار کرتا ہے، (دیکھئے: الماتریدیۃ دراسۃ وتقویماً، از احمد بن عوض اللہ الحربی،، ایڈیشن دار العاصمۃ، ۱۴۱۳ھ، وغیرہ)۔

فرقۂ ماتریدیہ چار مراحل سے گزرا ہے: مرحلۂ تاسیس، مرحلۂ تکوین وتشکیل، مرحلۂ تالیف واصول سازی، اور مرحلۂ توسع وانتشار جو کہ عثمانی سلطنت کا مرہون منت ہے۔

اس فرقہ کی معروف شخصیات میں: سر دست اس کے موسس و بانی محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی (وفات: ۳۳۳ھ) ہیں جنہیں اس فرقہ کے لوگ امام الہدیٰ اور امام المتکلمین وغیرہ القاب سے جانتے ہیں۔

اسی طرح: ابو القاسم حکیم اسحاق بن محمد بن اسماعیل سمرقندی (وفات: ۳۴۲ھ)، ابو محمد عبد الکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بزدوی (وفات: ۳۹۰ھ)، شیخ الحنفیہ محمد بن محمد بن حسین ابو الیسر بزدوی (وفات: ۴۹۳ھ)، میمون بن بن محمد بن محمد بن معتمد ابو المعین نسفی مکحولی (وفات: ۵۰۸ھ)، یہ ماتریدیہ کے بڑے معروف عالم ہیں، نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل نسفی سمرقندی (وفات: ۵۳۷ھ)، اور اسی طرح اس فرقہ کے نمایاں علماء میں سے کمال ابن الہمام حنفی ماتریدی، صاحب کتاب ''المسایرۃ فی علم الکلام والعقائد التوحیدیۃ المنجیۃ فی الآخرۃ'' (وفات: ۶۸۱ھ) وغیرہ ہیں۔

===

....

....

== شخصیات کے علاوہ برصغیر کے کچھ مدارس (مکاتب فکر) بھی دعوت ماتریدیت کے علمبردار ہیں:

۱۔ مدرسۂ بریلویت (قیام: ۱۲۷۲ھ): یہ مکتب فکر اپنے پیشوا احمد رضا خان افغانی حنفی ماتریدی صوفی ملقب بہ عبد المصطفیٰ (وفات: ۱۳۴۰ھ) کی طرف منسوب ہے، ان کے یہاں کھلے ہوئے شرک اور قبر پرستی وغیرہ کی دعوت موجود ہے، نیز یہ لوگ اہل سنت وجماعت کو کافر قرار دینے کے ساتھ اپنے ہم فکر دیوبندیوں سے بھی سخت عداوت ودشمنی رکھتے ہیں بلکہ انہیں بھی کافر قرار دیتے ہیں۔

۲۔ مدرسۂ دیوبند اور ندوہ (قیام: ۱۲۸۳ھ): ان کے یہاں علم حدیث اور اس کی شروح وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ علم کلام اور عقل پرستی کا بھرپور رجحان ہے، نیز یہ حضرات خالص صوفی ہیں، بلکہ ان میں بہت سارے لوگوں کے یہاں قبر پرستانہ بدعات بھی پائی جاتی ہیں، جیسا کہ ان کے ایک عالم خلیل احمد سہانپوری کی کتاب ''المہند علی المفند'' اس پر شاہد ہے، یہ دیوبندیوں کے یہاں عقیدہ کی اہم ترین کتاب ہے، اسی طرح ندویت بھی ماتریدی عقیدہ میں دیوبندیت سے مختلف نہیں ہے۔

۳۔ مدرسۂ کوثریت (قیام: ۱۲۹۶ھ): یہ مکتب فکر شیخ محمد زاہد کوثری جرکسی حنفی ماتریدی (وفات: ۱۳۷۱ھ) کی طرف منسوب ہے، یہ لوگ اماماں اسلام پر طعن وتشنیع، ان پر لعنت اور ان سے شدت عداوت میں معروف ہیں، انہیں مجسمہ ومشبہہ قرار دیتے ہیں، اور ائمۂ سلف کی کتابوں مثلاً التوحید، الابانہ، الشریعہ، الصفات، اور العلو وغیرہ کو بت پرستی اور تجسیم وتشبیہ کی کتابیں کہتے ہیں، نیز ان کے یہاں شرکیہ بدعات اور صوفیت کی خوب دعوت دی جاتی ہے، اور وسیلہ کی آڑ میں قبروں اور ان میں مدفون لوگوں کی تعظیم کی جاتی ہے، بطور مثال امام بیہقی کی کتاب ''الأسماء والصفات'' پر کوثری کی تعلیقات، اور کتاب مقالات الکوثری وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔ [دیکھئے: الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب المعاصرۃ، اشراف: ڈاکٹر مانع حماد الجہنی، ۱/ ۹۵-۹۹، وکتاب البریلویۃ، از علامہ احسان الٰہی ظہیر، وأصول الدین عند الامام أبی حنیفۃ، از محمد بن عبد الرحمن الخمیس، وبراءۃ أہل السنۃ من الوقیعۃ فی علماء الأمۃ، از بکر بن عبد اللہ ابو زید، ==

....

....

== والتنکیل لمافی تانیب الکوثری من الاباطیل، از علامہ عبدالرحمن بن یحییٰ معلمی یمانی رحمہم اللہ]۔

اس فرقہ کے چند باطل عقائد ونظریات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ماتریدیہ کے یہاں مصدر تلقی کے اعتبار سے اصول دین کی دو قسمیں ہیں: الٰہیات (یعنی عقلیات) اور شرعیات (یعنی سمعیات)، جبکہ یہ تقسیم بدعت ہے، جسے اصلاً فلاسفہ نے پیدا کیا ہے۔

۲۔ ماتریدیہ کا عقیدہ ہے کہ توحید اور صفات الٰہی کا باب عقلیات کے قبیل سے ہے، اور یہ براہ راست عقل سے ثابت ہوتا ہے، اس میں شریعت عقل کے تابع ہے۔

۳۔ ان کے یہاں نبوت، عذاب قبر اور اُخروی امور شرعیات یعنی سمعیات کے قبیل سے ہیں، ان میں عقل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جبکہ بعض لوگوں نے نبوت کو عقلیات کے قبیل سے قرار دیا ہے۔

۴۔ عقلیات کی مذکورہ تقسیم کی بنا پر اگر ان کے یہاں قرآن کریم اور متواتر سنت کے نصوص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوتے ہیں، یعنی ان کی عقل کے موافق ہوتے ہیں تب تو وہ اسے یقینی سمجھ کر اُسے عقیدہ کے اثبات میں حجت مانتے ہیں، ورنہ ان نصوص کی عقلی تاویل کرتے ہیں یا پھر تفویض سے کام لیتے ہیں، جبکہ تاویل یہود و نصاریٰ کی بدعت ہے جو جہمیہ اور معطلہ میں در آئی ہے، اور اسلام میں تمام تر بدعات اسی تاویل ہی کا نتیجہ ہیں، اور تفویض بھی سراسر باطل ہے کہ اس سے تدبر قرآن وسنت کا بطلان اور انبیاء ورسل کی تجہیل لازم آتی ہے! اور رہا مسئلہ سنت آحاد کا تو وہ ان کے یہاں شرعی احکام یا عقائد میں مطلقاً معمول بہ اور قابل استدلال نہیں ہے، چنانچہ اسی بنا پر کوثری اور اس کے موافق دیوبندیوں نے صحیحین سمیت بعض کتب سنت نیز حماد بن سلمہ اور عثمان بن سعید دارمی جیسے ائمہ سنت پر طعن و تشنیع کیا ہے۔

۵۔ یہ لوگ لغت اور قرآن وسنت میں مجاز کے قائل ہیں۔

۶۔ توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا ہے، نہ اس کا کوئی ٹکڑا ہے، نہ حصہ ہے، وہ اپنی صفات میں تنہا ہے، اس کا کوئی مشابہ نہیں، اپنے افعال میں تنہا ہے، چیزوں کے ایجاد میں

....

....

== اس کا کوئی شریک نہیں، نیز ان کے یہاں اللہ کا معنیٰ ایجاد کرنے پر قدرت رکھنے والے کے ہیں۔

۷۔ انہوں نے اللہ کے ناموں میں صانع، قدیم اور ذات وغیرہ بھی شامل کیا ہے۔

۸۔ قرآن کریم اللہ کا حقیقی کلام نہیں، بلکہ اللہ کا نفسی کلام ہے، جو سنا نہیں جا سکتا، بلکہ اس کی تعبیر سنی جاتی ہے، بنابریں قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتابیں مخلوق ہیں!

۹۔ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے، بعض لوگوں نے اقرار باللسان بھی شامل کیا ہے۔ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی، اور ایمان واسلام دونوں مترادف ہیں۔

۱۰۔ آخرت میں اللہ کا دیدار ثابت کرتے ہیں لیکن سمت اور آمنے سامنے کی نفی کرتے ہیں؛ جبکہ یہ تناقض ہے، کیونکہ اس کے بغیر دیدار ممکن نہیں۔

ان عقائد سے یہ بات بالکل مترشح ہے کہ ابومنصور ماتریدی اور فرقۂ ماتریدیہ کے عقیدہ میں حق و باطل دونوں کی آمیزش ہے، حق انہوں نے حنفی سلفی اہل سنت سے لیا ہے؛ کیونکہ تاریخ کے مطالعہ معلوم ہوتا ہے کہ حنفیت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بعد مختلف فرقوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہوگئی، کچھ اللہ کی توفیق سے مجموعی طور پر اہل سنت وسلفیت کے عقیدہ پر قائم رہے مثلاً اپنے وقت کے امام، صاحب عقیدۂ طحاویہ امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (وفات: ۳۲۱ھ)۔ جبکہ باطل عقائد ونظریات جیسے ارجاء، تعطیل، صفات الٰہی کی نفی یا ان میں تحریف وغیرہ انہوں نے جہمیوں کے عقائد اور اسی طرح معتزلہ اور فلاسفہ سے متاثر ہو کر لیا ہے، بالخصوص کلام نفسی وغیرہ کی بدعت ابومنصور ماتریدی نے ابن کلاب (وفات: ۲۴۰ھ) سے متاثر ہو کر اور اس کی پیروی کرتے ہوئے اپنایا ہے، جیسا کہ اہل علم نے صراحت فرمائی ہے، مثلاً امام ابوحنیفہ سے ''الفقہ الاکبر'' کا راوی ابومطیع حکم بن عبداللہ بلخی (وفات: ۱۹۹ھ) جہمی، مرجی ہے، اور حنفیت پر اس کے اثرات کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ اسی طرح بشر بن غیاث مریسی حنفی (وفات: ۲۲۸ھ) بھی جہمی مرجی ہے، جو مرجئہ کے فرقۂ مریسیہ کا امام اور جہم بن صفوان کے بعد جہمیت کا علمبردار رہا ہے، ==

....

....

== اسی طرح اس کا شاگرد قاضی احمد بن ابوداود حنفی (وفات: ۲۴۰ھ) معتزلی اور فتنۂ خلق قرآن کا سردار ہے اور یہی حال قاضی اسماعیل بن حماد حنفی وغیرہ کا بھی ہے۔ (دیکھئے: الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب المعاصرة، اشراف: ڈاکٹر مانع حماد الجہنی، ۱/ ۹۹-۱۰۶)، وأصول الدين عند الإمام أبي حنيفة، از محمد بن عبد الرحمن الخميس، ۱/ ۱۲۷- ۶۳۸، الألفاظ والمصطلحات المتعلقة بتوحيد الربوبية (ص: ۱۴۷- ۲۵۱)، اور تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الماتريدية، از شیخ شمس الدین الافغانی رحمہ اللہ)۔

چنانچہ ''المهند على المفند''، میں خلیل احمد سہارنفوری حنفی دیوبندی نے اپنے فرقہ کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے بصراحت لکھا ہے کہ وہ عقیدہ میں ابوالحسن اشعری اور ابومنصور ماتریدی کے پیرو کار ہیں:

چنانچہ فرماتے ہیں: ''إنا بحمد الله ومشايخنا وجميع طائفتنا ... متبعون لأبي الحسن الأشعري وأبي منصور الماتريدي في الاعتقاد والأصول'' (ترجمہ: یقیناً ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ اصول اور اعتقادیات میں پیرو ہیں امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی کے)[دیکھئے: المهند على المفند، از خلیل احمد سہارنپوری (عربی مترجم اردو)، ص: ۲۳، المیزان، ناشران وتاجران کتب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان، سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء، نیز دیکھئے: الماتريدية وموقفهم من توحيد الأسماء والصفات، از شیخ شمس الدین افغانی، ۳/ ۳۰۴]۔

اور ان دونوں اماموں کے عقائد واصول آپ نے باختصار ملاحظہ فرمالیا ہے۔

شیخ شمس الدین افغانی رحمہ اللہ خلیل احمد سہارنپوری، ان کی کتاب ''المہند'' اور دیگر کبار علماء دیوبند کے عقائد کے عملی فساد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' فهذا إمام الديوبندية الشيخ خليل أحمد السهارنفوري (1346هـ) صاحب "بذل المجهود شرح سنن أبي داود"؛ ومؤلف كتاب "المهند على المفند" - ذلكم الكتاب القبوري الوثني الصوفي الخرافي الذي هو عار وشنار على جميع الديوبندية حيث بين حقيقتهم - ==

....

اور سلسلۂ تصوف [1] میں ....

== قد ذهب لزيارة قبر الخواجة معين الدين الجشتي إمام الصوفية الجشتية بمرافقة كبار الديوبندية منهم: أشرف على التهانوي الملقب عند الديوبندية بـ (حكيم الأمة) المتوفى (1362هـ) .ثم جلس للمراقبة أمام القبر واستغرق في المراقبة كأنه أغمي عليه، والناس كانوا يطوفون حول القبر ويسجدون له. (جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية، ۲/ ۶۳۱، نیز دیکھئے: ۲/ ۷۸۹، و ۳/ ۱۵۸۶)۔

یہ دیوبندیوں کے امام خلیل احمد سہارنپوری (وفات: ۱۳۴۶ھ) جو بذل المجہود شرح سنن ابی داود، اور المہند علی المفند کے مولف ہیں- یہ وہ قبوری وثنی صوفی خرافی کتاب ہے جو پوری دیوبندیت کے لئے باعث عار اور بدنما داغ ہے- کبار علماء دیوبند کی معیت میں صوفیوں چشتیوں کے امام خواجہ معین الدین چشتی کی قبر کی زیارت کے لئے گئے، جن میں مولانا اشرف علی تھانوی (وفات: ۱۳۶۲ھ) بھی تھے جو دیوبندیوں کے یہاں حکیم الامت کے لقب سے معروف ہیں!!!

اور ان کی قبر کے سامنے مراقبہ میں بیٹھ گئے اور مراقبہ میں اس قدر ڈوبے کہ گویا بیہوش ہو گئے ہوں اور لوگ قبر کے گرد طواف کررہے تھے اور اس کا سجدہ کررہے تھے!!! والعیاذ باللہ۔

[مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: موجز دائرۃ المعارف الاسلامیۃ (۲۹/ ۸۹۵۷-۸۹۶۵)]۔

[1] تصوف اور صوفیت کی حقیقت کے بارے میں دائمی کمیٹی برائے افتاء سے پوچھا گیا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: برائے کرم ہمیں مختصر طور پر تصوف، صوفیاء اور ان کے عقائد کے متعلق بتائیں، نیز یہ وضاحت فرمائیں کہ ان کے متعلق اہل سنت والجماعت کی کیا رائے ہے، اور اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے افراد کو ان سے کس طرح کا معاملہ کرنا چاہئے، جبکہ یہ صوفی لوگ اپنے عقیدے پر جمے رہیں، اور حقائق واضح ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھیں؟ ==

....

....

== جواب: ''صوفی'' کا لفظ صوف [اون] سے نکلا ہے، کیونکہ یہی ان کے لباس کی علامت تھی، اور یہ معنی لغوی اعتبار سے اور ان کی حقیقی صورتحال کے اعتبار سے زیادہ قریب بھی ہے، جبکہ ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان لوگوں کی نسبت اصحاب صفہ رضی اللہ عنھم کی طرف ہے؛ اس لئے کہ وہ مسجد نبوی کے چبوترے پر رہنے والے فقیر صحابہ کرام سے مشابہت رکھتے ہیں، یا ''صفوۃ'' کی طرف نسبت ہے کیونکہ ان کے دل اور اعمال پاکیزہ تھے، تو یہ سب باتیں غلط ہیں؛ کیونکہ صفہ سے نسبت ہوتی تو ''ف'' اور ''ی'' کی تشدید کے ساتھ ''صُفّیّ'' کہا جاتا، اور ''صفوۃ'' کی طرف نسبت سے ''صفوی'' ہوتا، اور اس لئے بھی کہ یہ دونوں معانی ان کی صفات پر صادق نہیں آتے، کیونکہ ان کے اندر خراب عقیدہ اور کثرت سے بدعتیں موجود ہیں۔

صوفیاء کے تمام سلسلوں یا جسے اب تصوف کہا جاتا ہے ان میں اکثر شرکیہ بدعتیں، یا شرک کے وسائل، فاسد عقائد اور قرآن و حدیث کی مخالفت پائی جاتی ہے، جیسے مُردوں اور قطب وغیرہ سے ''مدد یا سیدی''، ''مدد یا سیدہ زینب''، ''مدد یا بدوی'' اور ''مدد یا دسوقی'' کہتے ہوئے مدد مانگنا، یا اس طرح کے دیگر الفاظ کے ذریعے پیروں اور بزرگوں سے سوال کرنا، ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں جو غیب کی باتوں کو جانتے ہیں، اور انہیں دلوں کی پوشیدہ باتوں کا علم ہوتا ہے، اور ان کے پاس ایسے راز ہیں جن کی وجہ سے وہ عادت و معمول کے خلاف اعمال بھی انجام دیتے ہیں، اور اسی طرح اللہ تعالی کو ایسے نام سے پکارتے ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے لئے اختیار نہیں فرمائے، جیسے: ھُوَ، ھُوَ اور آہ آہ وغیرہ کہنا۔

اور صوفیوں کے یہاں مختلف بدعتی اوراد اور غیر شرعی دعائیں پائی جاتی ہیں، چنانچہ وہ اپنے مریدوں سے یہ عہد لیتے ہیں کہ وہ اللہ کے ناموں میں سے بعض مخصوص مفرد اسماء کا ذکر اپنے عبادات و وظائف میں اجتماعی انداز میں کریں، جیسے ''اللہ''، ''حی''، ''قیوم'' وغیرہ، وہ ان ناموں کا دن رات ورد کرتے ہیں اور اپنے پیروں کی اجازت کے بغیر دیگر ناموں کا ذکر نہیں کرتے، بصورت دیگر وہ گنہگار ہوں گے اور انہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، اور یہ تمام کام خوش الحانی، بحالت رکوع و قیام، رقص، گانے بجانے اور تالیوں وغیرہ ==

....

چشتی ①..

== کے ساتھ کئے جاتے ہیں جس کی کتاب اللہ میں کوئی اصل ہے نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں۔

لہذا مسلمان کے لئے ان کی مجالس میں بیٹھنا منع ہے، اسے چاہئے کہ ان کی صحبت اختیار کرنے سے گریز کرے، تاکہ ان کے فاسد عقیدوں سے بچ سکے اور ان کی طرح شرک وبدعت میں مبتلا نہ ہو، اور انہیں نصیحت کرے اور ان کے سامنے حق بات واضح کرے، ممکن ہے کہ اللہ تعالی اس کے ذریعہ اُنہیں راہ مستقیم کی ہدایت دے، اور جن جن باتوں میں ان کا عمل قرآن وسنت کے مطابق ہے ان کو مان لے، اور جن باتوں میں ان سے قرآن وسنت کی مخالفت سرزد ہوئی ہے ان کا انکار کرے اور اپنے دینی تشخص کی حفاظت کے لئے منہج اہل سنت والجماعت کو لازم پکڑے۔

صوفیوں کے احوال اور ان کے عقائد کو تفصیل سے جاننے کے لئے: ''مدارج السالکین'' از امام ابن قیم الجوزیہ کا مطالعہ کریں، اور اسی طرح عبد الرحمن الوکیل کی کتاب ''هذه هي الصوفية'' (اردو ترجمہ بنام: تصوف کو پہچانئے، از تقی احمد ندوی، دار الداعی للنشر والتوزیع، ریاض) کو بھی پڑھیں۔

(شیخ عبد العزیز بن باز، شیخ عبد العزیز آل شیخ، شیخ صالح الفوزان، شیخ بکر أبو زید)۔

[فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، دوسرا مجموعہ (۲/ ۸۸-۹۰)، فتویٰ نمبر: (۱۹۵۲۱)۔ نیز صوفیت کی تاریخ، عقائد اور افکار ونظریات سے متعلق دیگر تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الموسوعۃ المیسرۃ (۱/ ۲۴۹-۲۷۴) وموجز دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، (۷/ ۲۲۱۴-۸/ ۲۲۶۷)]۔

① **سلسلہ چشتیہ:** اس سلسلہ کی داغ بیل شیخ ابو اسحاق شامی (وفات: ۳۱۶ھ) نے ڈالی تھی، لیکن اس کے پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام معین الدین چشتی حسن سنجری (وفات: ۶۳۳ھ) نے انجام دیا، ہندوستان میں سب سے پہلے چشتیہ سلسلہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ معین الدین چشتی کے عزیز مرید اور خلیفہ قطب الدین بختیار کاکی نے چشتی سلسلہ کو مقبول عام کرنے کی بے حد کوشش کی اور ان کے بعد ان کے خلیفہ فرید الدین گنج شکر نے اس سلسلہ کو منظم کیا اور ان کے خلیفہ نظام الدین اولیاء نے اسے معراج کمال ==

....

....

== تک پہنچایا۔(دیکھئے: اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، از ڈاکٹر ابوعدنان سہیل ص:۱۱۶)۔

معین الدین چشتی کا مکمل نام خواجہ معین الدین حسن بن خواجہ غیاث الدین سجزی ہے، آپ کو"غریب نواز" کے نام سے جانا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے: "غریبوں کو عطا کرنے والا"۔

پیدائش موجودہ ایران کے شمال مشرقی علاقے "سیستان" میں سنہ ۵۳۷ھ میں اور وفات سنہ ۶۳۳ھ میں ہوئی۔

شمالی ایشیا کے مشہور ترین اولیاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، آپ کے مزار کی زیارت سب سے زیادہ صوفی اور خرافی لوگ کرتے ہیں، بلکہ آپ کی قبر کی زیارت کے لئے ہندو بھی تشریف لاتے ہیں!

آپ کے تصوف میں آنے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ:

"تقسیم وراثت میں آپ کے حصے میں ایک باغ آیا، اس کی نگرانی آبپاشی وغیرہ خاص طور سے فرماتے تھے، ایک مرتبہ اس میں مشغول تھے ایک مجذوب ابراہیم قہندزی باغ میں تشریف لائے حضرت شیخ نے ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور ان کے لیے کچھ انگور اور کچھ پھل لے کر آئے، ابراہیم مجذوب نے اپنے دانتوں سے چبا کر حضرت خواجہ کو دیا، جس کے کھاتے ہی باغ میں ایک نور ظاہر ہوا، اور حضرت خواجہ کی حالت دگرگوں ہوگئی، دنیا سے بالکل منقطع حق تعالیٰ کی طرف خاص کشش پیدا ہوگئی، باغ وغیرہ فروخت کر کے فقراء کو تقسیم کر دیا اور سفر کے لیے چل دئیے، اول سمرقند پہنچے، وہاں حفظ قرآن اور تعلیم علوم ظاہری میں مشغول رہے، اس کے بعد عراق تشریف لے گئے اور قصبہ ہارون میں پہنچ کر خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہوئے اور ایک ہی دن میں تکمیل ہوگئی" (تاریخ مشائخ چشت، از زکریا کاندھلوی ص:۱۶۶)۔

معین الدین چشتی نے دنیا کے کافی علاقوں کا سفر کیا، پھر آخر کار ہندوستان آگئے آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بعد "نبوی رہنمائی" پر "لاہور" کا رخ کیا، اور پھر کچھ ہی دیر بعد راجستھان کے علاقے "اجمیر" میں ڈیرے لگائے، اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ ==

....

....

== سلسلہ چشتیہ کی نشر و اشاعت انہوں نے ہی کی ہے، اور ''چشت'' اصل میں افغانستان کے شمال مغربی علاقے ''ہرات'' کی ایک بستی کا نام ہے۔

معین الدین چشتی کا یہ سلسلہ دیگر بدعتی صوفی سلسلوں سے ملتا جلتا ہی ہے، بلکہ ان سلسلوں کے کچھ نظریات کفریہ بھی ہیں۔

اسی سلسلے میں ایک ریاضت ''چشتی مراقبہ'' بھی ہے، جس میں ہر ہفتے آدھ گھنٹہ کسی قبر پر گزارنا ہوتا ہے، اس میں مرید اپنا سر ڈھانپ کر ''اللہ حاضری'' اور ''اللہ ناظری'' کی ضربیں لگاتا ہے۔

اس طریقۂ کار کے بدعتی اور گمراہی پر مبنی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے، بلکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ شرک کا ذریعہ بن جائے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس طریقے پر مراقبہ کرنے والا صوفی شخص صاحب قبر کو اپنے دل و دماغ میں سوار کرے، اسی کا خیال و دھیان اپنے ذہن میں لائے، اور یہ چیز شرک اکبر ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں: اسلام سوال و جواب کی ویب سائٹ، از شیخ صالح المنجد حفظہ اللہ

(https//:islamqa.info/ar/answers/193775.

مولانا زکریا کاندھلوی لکھتے ہیں:

''آپ ہندوستان کے امام الطریق تھے آپ ہی سے ہندوستان میں علوم معرفت کا افتتاح ہوا اور سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا، ہندوستان میں نوّے لاکھ آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے، آپ کا نسب گیارہ پشت پر حضرت امام حسین سے ملتا ہے، آپ کے کمالات بحر لامتناہی ہیں حتیٰ کہ کہتے ہیں جس پر نظر ڈالتے تھے صاحب معرفت ہوجاتا تھا، علوم ظاہریہ و باطنیہ دونوں میں کمال حاصل تھا۔ والعیاذ باللہ!

آگے لکھتے ہیں: ''ایک بار آپ وضو کرنے میں انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے سے آواز آئی کہ محبت رسول کا دعوی اور سنت کا ترک؟ آپ نے فوراً توبہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا!! ==

....

....

== اور خوارق وکرامات میں لکھتے ہیں:

شیخ کی کرامات بہت زیادہ ہیں یہ مختصر رسالہ ان کا متحمل نہیں ان میں سے ایک یہ ہے کے ایک مرتبہ حضرت اپنے دوران سفر ہرات تشریف لے گئے وہاں ایک شیعی امیر تھا، وہ اس قدر متعصب واقع ہوا تھا کہ حضرات ثلاثہ کے نام پر اگر کوئی نام رکھتا تھا تو اس کو قتل کرا دیتا تھا، حضرت شیخ کا گزر اس کے خاص باغ میں ہوا وہاں لب حوض تشریف فرما ہوئے، وہ شخص باغ میں آیا اور لب حوض دیکھ کر غضبناک ہو کر کسی تکلیف دہی کا ارادہ کیا، حضرت نے اس پر ایک نگاہ ڈالی وہ بے ہوش ہو کر گر گیا، حضرت شیخ نے تھوڑی دیر میں اس پر حوض کا پانی ڈالا جس سے وہ ہوش میں آیا، لیکن اس حالت میں کہ سخت معتقد تھا اور مع اپنے اراکین کے حضرت سے بیعت ہو گیا اور خلافت ظاہری و باطنی سے آپ کا نائب و امیر بنا، ایک بڑی رقم ندرانہ کی پیش کرنا چاہی مگر حضرت نے یہ فرما کر کہ یہ مال تمہارا نہیں، تمہیں حق نہیں، واپس کر دیا'' (استغفر اللہ!) (دیکھئے: تاریخ مشائخ چشت، ص: ۱۶۸)۔

مزید لکھتے ہیں: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی بنا پر ہندوستان تشریف لائے، اجمیر کی تعین حضرت نے ظاہر ہے کہ ارشاد ہی سے کی ہوگی''۔ ... ''حضرت کثیر المجاہدہ تھے، ستر سال رات کو نہیں سوئے''!!۔

''کسی نے آپ سے پوچھا کہ مرید ثابت قدم کب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ جب فرشتہ بیس سال تک کوئی برائی اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھے''!!؟؟۔ (دیکھئے تاریخ مشائخ چشت، ۱۶۸-۱۷۰)۔

لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ؟؟!!

دیوبندیوں کے حکیم الأمت مولانا اشرف علی تھانوی چشتی حنفی لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور بیعت کے لئے پابوسی کی، آپ نے اس کو بٹھا لیا، اس نے عرض کیا کہ میں مرید ہونے کو آیا ہوں، فرمایا: جو کچھ ہم کہیں گے کرے گا؟ اگر یہ شرط منظور ہے تو بیشک میں مرید کر لوں گا۔ اس نے کہا کہ جو کچھ آپ کہیں گے وہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ==

....

....

== کہ تو کلمہ اس طرح پڑھتا ہے ''لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ''، ایک بار اس طرح پڑھ: ''لا اِلٰہ اِلا اللہ، چشتی رسول اللہ''! چونکہ راسخ العقیدہ تھا اس نے فوراً پڑھ دیا، خواجہ نے اس سے بیعت لی اور بہت کچھ خلعت ونعمت عطا کی اور فرمایا: میں نے فقط تیرا امتحان لیا تھا کہ تجھ کو مجھ سے کس قدر عقیدت ہے، ورنہ میرا مقصود یہ نہ تھا کہ تجھ سے اس طرح کلمہ پڑھاؤں، میں کون اور کیا چیز ہوں ایک ادنیٰ بندگان وغلامان محبت رسول اللہ ﷺ سے ہوں، حکم وہی ہے جو تو اول سے کہتا ہے لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس بات سے تیری صدق عقیدت معلوم ہوئی، اب تو میرا مرید صادق ہوا، مرید کو ایسا ہی چاہئے کہ اپنی پیر کی خدمت میں صادق وراسخ ہو''۔ (دیکھئے: السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ، از اشرف علی تھانوی چشتی صابری نقشبندی قادری سہروردی حنفی سنی، باب سوم، ص: ۱۱۱-۱۱۲، الوقف انجمن اتحاد المؤمنین، مقام گوپلوری، ڈاکخانہ اوجینہ، ضلع فرید آباد)۔

غور کریں کہ چشتیہ سلسلۂ تصوف کے بانی معین الدین چشتی صاحب نے کس قدر جسارت کرتے ہوئے اپنے مرید کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کلمۂ طیبہ کو بدل کر اپنی رسالت کا کلمہ پڑھایا ہے!!

افسوس تو اس پر ہے کہ اہل سنت کہلانے والے دیوبندیوں کے تصوف میں ڈوبے ہوئے حکیم الأمت اشرف علی صاحب اس کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں: ''لاالہ اِلّا اللہ، چشتی رسول اللہ'' کا لغوی معنیٰ یعنی پیغام پہنچانے والا لیا جائے گا، یہ کلمہ کفر نہیں ہے، کیونکہ صحابی رسول ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی کہا تھا: ''إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللهِ إِلَيْكُمْ..'' (مسند احمد: ۱۷۲۳۳)، حدیث مشکوٰۃ میں ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

''مصلحت اس میں یہ تھی کہ اگر راسخ العقیدہ ہے تو مجھے خلاف شرع نہ سمجھے گا اور تاویل کرے گا ورنہ بھاگ جائے گا۔ (السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ، ص: ۱۱۲)۔

یہ تاویل کئی مغالطوں پر مبنی ہے:

۱۔ کلمہ میں ''محمد رسول اللہ'' ہے جس میں تاویل کی ادنیٰ گنجائش نہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ==

....

....

== ہیں، جبکہ زید بن مربع انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ''رسول رسول اللہ ﷺ'' ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد ہوں، نہ کہ اللہ کا! صحابی نے اپنے آپ کو اللہ کا رسول نہیں کہا ہے، اور نہ ہی اس کا امکان ہے، بلکہ رسول ﷺ کا قاصد کہا ہے، جبکہ خواجہ چشتی نے ''چشتی رسول اللہ'' کہا ہے، اپنے آپ کو اللہ کا رسول قرار دیا ہے!!

۲۔ حکیم الامت صاحب نے خواجہ چشتی کی حمایت اور براءت میں بڑی آسانی سے لغوی معنیٰ کہہ کر تاویل کر دی ہے، حکیم صاحب سے سوال یہ ہے کہ کیا کلمۂ طیبہ ''لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ'' میں رسول کا لغوی معنیٰ مقصود ہے یا اصطلاحی معنیٰ؟ ظاہر ہے کہ ہر صاحب علم وایمان جانتا ہے کہ محمد ﷺ لغوی معنیٰ میں اللہ کے رسول نہیں ہیں، نعوذ باللہ، بلکہ اللہ کی طرف سے مصطفیٰ ومجتبیٰ اصطلاحی رسول ہیں، تو اب بھلا یہ بتائیں کہ کیا اِسی کلمۂ طیبہ میں محمد ﷺ کی جگہ ''چشتی'' کو اللہ کا رسول قرار دینا اور اس کا کلمہ پڑھوانا، اصطلاحی رسالت کا اقرار ہے یا لغوی رسالت کا!!

۳۔ کلمۂ طیبہ، کلمۂ تقویٰ، اور توحید و رسالت کے اقرار وشہادت کے اس کلمۂ پاک کو لغوی قرار دینا کس قدر جرأت اور جسارت ہے، کیا دنیا بھر کے مسلمان کلمۂ طیبہ میں محمد ﷺ کی لغوی رسالت کی گواہی دیتے ہیں، جو ''چشتی رسول اللہ'' سے لغوی معنیٰ مراد ہے! یہ کلمۂ توحید ورسالت کے ساتھ سراسر کھلواڑ ہے!!

۴۔ تصوف اور پیری مریدی کی اس بدترین بدعت کو بڑھاوا دینے اور اس کی اہمیت ثابت کرنے کے لئے کلمۂ طیبہ میں تصرف اور اس کے ساتھ تلاعب کرتے ہوئے اس طرح اپنی پیری و بزرگی کا کلمہ پڑھوانے کا کیا شریعت اسلامیہ میں کوئی وجہ جواز ہے؟؟

۵۔ دراصل دیوبند کے حکیم صاحب کا خواجہ چشتی کی اس حرکت کا دفاع اور اس کی تاویل کرنا بلا وجہ نہیں ہے، بلکہ اس کی کئی وجوہات ہیں:

اولاً: حکیم الاُمت صاحب تصوف کے متعدد سلسلوں سے منسلک اور ان سے بیعت ہیں جیسا کہ خود ==

....

....

== کتاب کے سرِورق پر بھی نام اس طرح درج ہے: واقفِ اسرارِ حقیقت و معرفت، حضرت حکیم الامت، مولانا الحافظ الحاج المولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ ونور مرقدہ چشتی صابری نقشبندی قادری سہروردی حنفی سنی!!!

ثانیاً: خود حکیم الامت صاحب اپنے پیر خلیل احمد سہارنپوری کے ساتھ اپنے مرید سے ''چشتی رسول اللہ'' کا کلمہ پڑھوانے والے خواجہ چشتی کی قبر کی زیارت اور مراقبہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ (دیکھئے: جھود علماء الحنفیۃ فی إبطال عقائد القبوریۃ، ۲/۶۳۱، و ۲/۷۸۹، و ۳/۱۵۸۶، بحوالہ تذکرۃ الخلیل، از عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی، ص: ۳۷۱-۳۷۲)۔

ثالثاً: خود حکیم دیوبندیت صاحب کے ایک مرید نے جب خواب میں ''لا إلٰہ إلا اللہ اشرف علی رسول اللہ'' کا کلمہ پڑھا اور پھر بیداری میں درود پڑھتے ہوئے ''اللھم صل علی محمد ﷺ'' کے بجائے کوشش کے باوجود بے اختیار اس کی زبان پر ''اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی'' کے الفاظ آنے لگے، اور اُس نے آکر حکیم صاحب سے اس بات کا ذکر کیا تو حکیم صاحب نے اسے توبہ و استغفار کرنے کا حکم دینے کے بجائے اس سے فرمایا:

''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے'' استغفر اللہ۔ (دیکھئے: الامداد، مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ، از اشرف علی تھانوی، مطبع امداد المطابع تھانہ بھون، جلوہ نمود دن گرفت)، نسأل اللہ السلامة والعافیة۔

اور جہاں تک رہی بات اتباع سنت کی، تو حکیم صاحب کے ایمان وعقیدہ اور ان کے اتباع سنت کے سلسلہ میں خود ان کی کتابیں اور تحریریں شاہد عدل ہیں۔

(سلسلہ چشتیہ اور اس کے بانی کے ایمان وعقائد اور نظریات کی بابت مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (https://islamqa.info/ar/answers/193775)، واسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، از ڈاکٹر ابوعدنان سہیل، ص: ۱۱۶-۱۱۸)۔ [مترجم]

....

نقشبندی [1]، ....

[1] سلسلۂ نقشبندیہ: اسے سلسلۂ خواجگان بھی کہا جاتا ہے، یہ فرقہ بہاء الدین محمد بن محمد بخاری، معروف بہ شاہ نقشبند کی طرف منسوب ہے، جو اس فرقہ کا مؤسس ہے، اس کی پیدائش بخاری کے قریب ایک گاؤں میں ۷۱۸ھ میں ہوئی، اور وفات ۷۹۱ھ میں ہوئی۔

نقشبند کی وجہ تلقیب کے بارے میں بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ذکر الٰہی کی کثرت کی وجہ سے لفظ ''اللہ'' ان کے دل پر نقش ہو گیا تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نقشبند اس لئے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی مبارک شیخ محمد بہاء الدین اویسی کے دل پر رکھا تو اس پر آپ ﷺ کی ہتھیلی کا عکس اتر گیا۔ (تنویر القلوب فی معاملۃ علام الغیوب، از محمد امین کردی اربلی، ص: ۵۳۹)۔

قبر پرستوں نے اس شخص کی شان میں اس حد تک غلو کیا کہ اسے ربوبیت و الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا، اسی طرح اس کی قبر کو بھی بت بنا دیا جس کی اللہ کے سوا پوجا کی جائے، چنانچہ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ اس کائنات میں جہاں چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں، عطا اور منع کرتے ہیں، نفع و نقصان پہنچاتے ہیں، سنتے دیکھتے ہیں، جانتے اور سفارش کرتے ہیں، اور اسی طرح الٹے پلٹتے اور دفاع کرتے ہیں، وغیرہ۔

نیز اسے ''غوث اعظم''، ''غوث خلائق''، ''قطب حقیقت'' اور ''غوث الوریٰ سبحانی'' وغیر القاب سے پکارتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ مارتے جلاتے ہیں، وہ چاہیں تو پہاڑ کو سونا بنا دیں، اگر وہ اپنی آستین ہلا دیں تو اہل بخاریٰ کے چھوٹے بڑے تمام باسیوں میں افراتفری پھیل جائے گی اور سب اپنی دوکان و مکان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک امام شیخ احمد سرہندی (وفات: ۱۰۳۴ھ) شیخ نقشبند کی شان بلکہ خود اپنی بھی شان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''شاہ نقشبند زیادہ تر مجھے عرش مجید کے اوپر لے کر چڑھتے تھے، ایک مرتبہ مجھے لے کر اوپر لے گئے تو میں اس سے اتنا بلند ہوا جتنا روئے زمین اور عرش کے درمیان کا فاصلہ ہے، تو میں نے وہاں شاہ ==

....

....

== نقشبند کو دیکھا''!!

نقشبندیوں نے اپنے امام شاہ نقشبند کے بارے میں عجیب وغریب قسم کے کشف وکرامات اور غیب دانی کی باتیں لکھی ہیں۔

فرقۂ صوفیہ نقشبندیہ نے اپنے امام شاہ نقشبند کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ''سوا سے تعلق رکھنا سالک کے لئے بہت بڑی رکاوٹ ہے'' اور پھر شعر پڑھا:

إن التعلق بالسوى أقوى حجاب والتخلـــص منه فاتحة الوصول

سوا سے تعلق رکھنا بڑی سخت رکاوٹ ہے اور اس سے چھٹکارا پالینا پہنچنے کا آغاز ہے۔

تو ان کے ایک مرید نے کہا: اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ ایمان واسلام سے تعلق رکھنا بھی ایسا ہی ہے؟؟ تو شیخ نقشبند فوراً میری طرف متوجہ ہوئے اور مسکراتے ہوئے کہا: کیا تم نے حلاج کی بات نہیں سنی کہ: ''کیا کافر ملحد بددین کی روح مقدس نہیں ہے؟؟'':

كفرت بدين الله والكفر واجب لـــــدي وعند المسلمين قبيح

میں نے اللہ کے دین کا کفر کیا اور میرے نزدیک کفر واجب ہے، لیکن مسلمانوں کے یہاں بڑی بری چیز ہے!!!

شیخ شمس الدین افغانی رحمہ اللہ اس عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ بات نقشبند کے بارے میں صحیح طور پر ثابت ہے تو مجھے اس میں ادنی شک نہیں کہ وہ بہت بڑا ملحد، بددین، زندیق اور اللہ کے دین کا کافر تھا، اور حلولیوں، وحدۃ الوجودیوں، اور بددینوں زندیقوں کے امام صوفی حسین بن منصور حلاج (وفات: ۳۰۹ھ) کے پیروکاروں میں سے تھا، چہ جائیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ولی ہو!!... تو کیا دیوبندیوں کو توحید وسنت کا دعویٰ کرتے ہوئے نقشبند کی طرف نسبت کرنے میں شرم نہیں آتی!! (دیکھئے: جھود علماء الحنفية، ۲/ ۷۵۳-۷۵۶)۔ ==

....

قادری[1]، ....

== بہر کیف نقشبندیہ ایک صوفی فرقہ اور تصوف کا معروف سلسلہ ہے، اس کے فروعات میں فرقہ مجددیہ، دیوبندیہ، تبلیغیہ اور پنج پیریہ وغیرہ ہیں، اس فرقہ کے یہاں بہت سارے انحرافات ہیں:

۱۔ دنیا میں اللہ کا دیدار ممکن ہے۔

۲۔ اللہ کے سوا ان کے مشائخ سے استعانت جائز ہے۔

۳۔ جہنم فنا ہو جائے گی۔

۴۔ وحدۃ الوجود یعنی دنیا میں صرف اللہ ہی کی ذات موجود ہے۔

۵۔ انہیں غیب کا علم ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ دیگر بے شمار بدعات وخرافات ہیں۔

نقشبندیہ کے اصول زیادہ تر تفصیلات میں دیگر صوفی سلسلوں کے موافق ہیں، مثلاً بدعات وشرکیات، قبر پرستی، عقیدہ وحدۃ الوجود، اور ان کے مشائخ کا کائنات کے ذروں میں مطلق تصرف کرنا وغیرہ، حتیٰ کہ بعض تو زندیقیت کی حد تک چلے گئے ہیں، والعیاذ باللہ! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غالی صوفیوں کا ایک سلسلہ ہے، جو کتاب وسنت کے سراسر خلاف ہے، جبکہ اس کے پیروکار اس بات پر مصر ہیں کہ یہ پوری طرح سنت پر مبنی ہے، اہل سنت وجماعت سے ایک بالشت بھی خارج نہیں ہے!!

(دیکھئے: جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية (۲/ ۷۵۳-۷۵۶)، والموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب المعاصرة، (۱/ ۲۶۰، ۲۶۷) ومنهج الشيخ عبد الرزاق عفيفي وجهوده في تقرير العقيدة والرد على المخالفين (ص: ۷۰۳)، نیز دیکھئے: اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، از ڈاکٹر ابو عدنان سہیل، ص: ۱۱۵)، اور مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: موجز دائرة المعارف الاسلامیة، (۳۲/ ۹۹۶۰-۹۹۶۴)۔ [مترجم]

[1] سلسلۂ قادریہ: یہ سلسلہ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی (وفات: ۵۶۱ھ) کی طرف منسوب ہے، یہ سلسلہ بغداد میں قائم ہوا، اور رفتہ رفتہ اس کی شاخیں تمام اسلامی ملکوں میں پھیل گئیں، ==

....

....

== ہندوستان میں یہ سلسلہ نویں صدی ہجری میں شاہ نعمت اللہ قادری نے قائم کیا، اور سید محمد غوث گیلانی ،مخدوم شاہ عبد القادر ثانی، سید موسیٰ اور شیخ عبد الحق دہلوی نے اس سلسلہ کو عہد مغلیہ میں فروغ دیا۔(دیکھئے: اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، از ڈاکٹر ابوعدنان سہیل ص:۱۱۶)۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی شخصیت:

آپ ابومحمد عبد القادر بن ابوصالح عبد اللہ بن جنکی دوست جیلی یا جیلانی حنبلی ہے۔

آپ کی پیدائش طبرستان کے نواحی علاقے ''جیلان'' میں سنہ ۴۷۰ھ میں ہوئی، اور وفات سنہ ۵۶۱ھ میں ہوئی۔آپ نے ابوغالب باقلانی، احمد بن مظفر، اور ابوقاسم ابن بیان سے حدیث کا سماع کیا۔اور آپ کے شاگردوں میں علامہ سمعانی، حافظ عبد الغنی، اور شیخ موفق الدین ابن قدامہ رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''شیخ عبد القادر جیلانی بہت بڑے امام، عالم، زاہد، معرفت الٰہی رکھنے والے، قابل اقتدا، شیخ الاسلام ہیں، اور اولیاء اللہ میں بڑا مقام رکھتے ہیں''۔(دیکھئے: سیر أعلام النبلاء، ۲۰/ ۴۳۹)۔

اسی طرح امام سمعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا تعلق ''جیلان'' سے ہے، آپ حنبلی فقہی مکتب فکر میں اپنے زمانے کے معتبر امام تھے، فقاہت، نیکی تقوی، دینداری، بھلائی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ بکثرت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے، ہمیشہ گہری فکر میں ڈوبے رہتے تھے، اور بہت ہی رقیق القلب شخصیت کے مالک تھے''۔(دیکھئے: سیر أعلام النبلاء، ۲۰/ ۴۴۱)۔

اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

''آپ میں بہت سی خوبیاں تھیں، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے علاوہ خاموش طبیعت کے تھے، آپ میں زہد بہت زیادہ تھا، آپ کی طرف اچھی باتیں اور مکاشفے منسوب ہیں، ==

....

....

== آپ کے مداحوں نے اس بارے میں بہت کچھ لکھا ہے، آپ کے بارے میں ایسے اعمال اور افعال ذکر کئے جاتے ہیں جو زیادہ تر غلو اور مبالغہ آمیزی پر مبنی ہیں، آپ بڑے نیک، صالح اور تقویٰ شعار تھے، آپ نے ''غُنیۃ الطالبین'' اور'' فتوح الغیب'' نامی کتابیں تصانیف فرمائیں، ان دونوں کتابوں میں اچھی باتیں بھی ہیں، اور ان میں بہت سی ضعیف اور موضوع روایات بھی ہیں، مجموعی طور پر آپ کا شمار بڑے مشائخ میں ہوتا ہے۔ (دیکھئے: البدایہ والنہایہ: ۱۲/ ۷۶۸)۔

شیخ سعید بن مسفر بن مفرح القحطانی حفظہ اللہ نے ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے عقیدے اور ان کی سیرت کے بارے میں'' الشیخ عبدالقادر الجیلانی وآراؤہ الاعتقادیۃ والصوفیۃ'' کے عنوان سے ایک علمی و تحقیقی رسالہ لکھا ہے، اس رسالہ کے خاتمہ میں شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی شخصیت کے بارے میں خلاصہ یہ ہے:

۱۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ایمان، توحید، نبوت، یوم آخرت سمیت عقیدے کے تمام مسائل میں اہل سنت و جماعت کے منہج پر قائم سلفی عقیدہ کے حامل ہیں، اسی طرح آپ حکمرانوں کی اطاعت کے وجوب پر زور دیتے ہیں، اور ان کے خلاف بغاوت جائز قرار نہیں دیتے ہیں۔

۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانی صوفیت کے ابتدائی مراحل کے مشائخ میں سے میں سے ہیں جو اس کا معتدل اور سنت سے قریب تر مفہوم ہے، اور زیادہ تر کتاب وسنت پر مبنی ہے، ساتھ ہی آپ قلبی اعمال پر گہری توجہ دیتے تھے۔

۳۔ چونکہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے جن مشائخ سے تصوف کا علم حاصل کیا ہے وہ کتاب وسنت پر مبنی علم کے محتاج تھے، مثلاً آپ کے شیخ '' دباس'' ان پڑھ تھے لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے، اس لئے آپ بعض بے سروپا باتوں میں جا واقع ہوئے اور عبادات میں ان سے بعض بدعتیں سرزد ہوئیں، لیکن یہ لغزشیں ان کی نیکیوں کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں، عصمت تو بس انبیاء کے لئے ہے دیگر تمام لوگ غلطیوں سے دوچار ہوتے ہیں، اور پانی جب دو قلہ ہو تو وہ معمولی گندگی سے متاثر نہیں ہوتا۔ ==

....

....

== ۴۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب کرامات مبالغہ آرائی سے بھرپور ہیں، اور کچھ بالکل ہی صحیح نہیں ہیں، اور ان میں جو باتیں قابل قبول ہیں، وہ یا تو ایمانی فراست کے قبیل سے ہیں، یا کرامات کے باب سے ہیں، جن کے بارے میں اہل سنت و جماعت شرعی اصول وضوابط کے تحت ان کے وقوع پذیر ہونے کے جواز کے قائل ہیں، جن کی وضاحت اس رسالہ میں کی جاچکی ہے۔(دیکھئے: الشیخ عبدالقادر الجیلانی وآراؤہ الاعتقادیۃ والصوفیۃ، عرض ونقد علی ضوء عقیدۃ أھل السنۃ والجماعۃ، از شیخ سعید مسفر بن مفرح القحطانی، (ص: ۶۶۰-۶۶۱)۔

لیکن قبر پرستوں نے اس سلسلہ کے بانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان میں حد درجہ غلو کیا، حتیٰ کہ انہیں اللہ کے سوا معبود بنا دیا، اور ان کی قبر کو بھی بت بنا دیا جس کی اللہ کے سوا پوجا کرتے ہیں، اسی طرح انہیں اس کائنات کا رب بنا ڈالا، جو جہاں جیسے چاہیں تصرف کرتے ہیں، ان کی شان میں غلو کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ان کے بارے میں قبر پرست حضرات بالعموم اور بریلوی و دیوبندی حضرات بالخصوص یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ: غوث، غوث اعظم، غوث الثقلین، غوث الاقطاب، غوث الکونین، اور غوث ربانی ہیں۔

۲۔ عبدالقادر جیلانی مردہ پرندوں اور کھائی ہوئی مرغیوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے، چنانچہ کھائی ہوئی ہڈیوں کو حکم دیتے تھے تو وہ زندہ ہو کر پھر مکمل مرغی بن جاتی تھی۔ اور اسی طرح انہیں پکار کر کہتے ہیں: ''اے میرے غوث تو ہی زندہ کرنے والا اور تو ہی موت دینے والا ہے''۔

۳۔ ''کُن'' (ہوجا) اور ''لا تکن'' (نہ ہو) کا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شیخ عبدالقادر جیلانی کو ملا۔

۴۔ عبدالقادر جیلانی پوری دنیا میں تصرف کرتے ہیں، انہیں اس کی اجازت اور مکمل اختیار ہے، اور وہ دنیا کو چلانے والے ہیں۔ ==

....

....

== ۵۔ غوث الثقلین اور غوث الکونین کو سلام کئے بغیر سورج کے لئے طلوع ہونا ممکن نہیں۔ اور عبدالقادر جیلانی سب کے سامنے ہوا کے دوش پر چلتے تھے، سال، مہینہ، ہفتہ، دن جو بھی گزرتا ہے پہلے انہیں سلام کرتا ہے اور حالات سے آگاہ کرتا ہے، نیک بدسب ان پر پیش کئے جاتے ہیں، ان کی نگاہ لوح محفوظ پر ہے اور وہ اللہ کے علم ومشاہدات کے سمندروں میں غوطہ زن رہتے ہیں۔

۶۔ خواجہ جیلانی کو اللہ کے سوا ہر چیز پر قدرت ہے۔

۷۔ خواجہ جیلانی نے ملک الموت سے روحوں کا تھیلا چھینا اور تمام روحوں کو ان کے جسموں میں لوٹا دیا۔

۸۔ خواجہ جیلانی نے ایک شخص کی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی تقدیر بدل دی اور بارہ سال پہلے ڈوبی ہوئی کشتی کو باہر نکال دیا۔

۹۔ خواجہ جیلانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں دیکھتے تھے۔

۱۰۔ ابن حجر ہیتمی قبوری (وفات: ۹۷۴ھ) نے خواجہ جیلانی اور ان جیسے دیگر لوگوں کے بارے میں بڑی عجیب وغریب بکواس نقل کی ہے، جن کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ وہ کائنات میں تصرف کرنے والے اولیاء ہیں۔

۱۱۔ قبر پرستوں صوفیوں نے خواجہ جیلانی کو ربوبیت کے بڑے عظیم اوصاف سے متصف کیا ہے، مثلاً: وہ آسمان وزمین کے سردار ہیں، نفع ونقصان کے مالک ہیں، کائنات میں تصرف کرنے والے ہیں، مخلوقات کے اسرار سے واقف ہیں، مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں، اندھے، برص کے مریض اور مادرزاد نابینا کو شفا دینے والے ہیں، ان کا حکم اللہ کا حکم ہے، وہ گناہوں کو مٹانے والے ہیں، مصیبت ٹالنے والے ہیں، بلند و پست کرنے والے ہیں، اور کہتے ہیں: اے ثقلین کے مالک مجھے بے نیاز فرما، میری حاجت پوری کرکے اور میری مصیبت دور کرکے میری مدد کر، اور اسی طرح کہتے ہیں: اے حضرت غوث صمدانی! تیرا بندہ اور تیرا مرید مظلوم عاجز اور ردین، دنیا اور آخرت کے تمام امور میں تیرا محتاج ہے!! ==

....

....

== خواجہ جیلانی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے بارے میں قبر پرستوں اور صوفیوں کی کفریات اوربکواس بےشمار ہیں، ان کی کتابیں اس قسم کی مثالوں سے بھری ہوئی ہیں ۔(دیکھئے: جھود علماء الحنفیۃ فی إبطال عقائد القبوریۃ، از شیخ شمس الدین افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲/۷۲۷-۷۳۲) و https://islamqa.info/ar/answers/143615)۔مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: موجز دائرۃ المعارف الاسلامیۃ، (۲۵/ ۷۹۸۱-۷۹۸۸)۔

خواجہ جیلانی کی الوہیت اور خواجہ چشتی کی عبدیت بزبان حاجی امداد اللہ مکی دیوبندی:

سلسلۂ چشتیہ اور سلسلۂ قادریہ کے تذکرہ کے بعد دونوں خواجاؤں کی الوہیت وعبودیت کے بارے میں دیوبند کے امام امداد اللہ مکی کا بیان کردہ عقیدہ ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ دیوبندیوں کے یہاں شرکیہ وبت پرستانہ عقائد کس قدر موجود ہیں، إلا من رحم اللہ:

شیخ شمس الدین افغانی رحمہ اللہ دیوبندیوں کے یہاں شرکیہ عقائد اور خرافات کی مثالیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

،،تینتیسویں مثال: دیوبندیوں کے امام کا خواجہ جیلانی کو خلعت الوہیت سے نوازنا:

مجھے ایسا کھلم کھلا کفر اور صریح شرک ملا ہے جو میں نے دورِ جاہلیت کے مشرکین کے علاوہ امت مسلمہ کے اولین وآخرین قبر پرستوں میں کہیں نہیں دیکھا، وہ یہ ہے کہ: دیوبندیوں کے امام امداد اللہ نے دوٹوک صراحت کی ہے کہ خواجہ جیلانی مقام الوہیت پر فائز ہیں، چنانچہ (من وعن) لکھتے ہیں:

''ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کرتے تھے، ایک کہتا تھا کہ حضرت شیخ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ سے افضل ہیں اور دوسرا حضرت غوث پاک کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا، میں نے کہا کہ: ہم کو نہ چاہئے کہ بزرگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں، اگرچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، (فضلنا بعضهم على بعض) لیکن ہم دیدۂ بصیرت نہیں رکھتے اس واسطے مناسب شان ==

....

....

== ہمارے نہیں ہے کہ ایسی جرأت کریں، البتہ مرشد کو تمامی اس کے معاصرین پر فضیلت دینا مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ باپ کی محبت چچا سے زیادہ ہوتی ہے، اس میں آدمی معذور ہے۔ اس (خواجہ جیلانی کو خواجہ چشتی پر فضیلت دینے والے شخص) نے دلیل پیش کی کہ جس وقت حضرت غوث پاک نے ''قدمی علی رقاب اولیاء اللہ'' (میرا پیر اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) فرمایا تو حضرت معین الدین نے فرمایا: ''بل علی عینی'' (بلکہ میری آنکھ پر) یہ ثبوت افضلیت حضرت غوث کا ہے۔

میں (امداد اللہ مکی) نے کہا: کہ اس سے تو فضیلت حضرت معین الدین صاحب کی حضرت غوث پر ثابت ہوتی ہے نہ برخلاف اس کے، کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوث اس وقت مرتبۂ الوہیت میں تھے اور حضرت شیخ مرتبۂ عبدیت میں''۔ (دیکھئے: شمائم امدادیہ ترجمہ اردو نفحات مکیہ من مآثر امدادیہ، ص: ۷۸-۷۹، ایڈیشن: ۱۳۱۴ھ، قومی پریس لکھنؤ)۔

میں (شمس الدین افغانی) کہتا ہوں: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ کوئی اس کے ساتھ الوہیت اور غوثیت کے مقام پر فائز ہو!!!؟؟؟۔

اور میں (شمس الدین) کہتا ہوں: میں نہیں سمجھتا تھا کہ دیوبندی حضرات اپنی قبر پرستانہ صوفی خرافات میں عبد القادر جیلانی کو بصراحت ''الوہیت'' پر فائز کرنے کی حد تک پہنچ چکے ہیں!!... یہ چند مثالیں محض سمندر سے قطرہ یا اناج کے ڈھیر سے ایک دانہ کے مثل ہیں، جنہیں میں نے یہ واضح کرنے کے لئے ذکر کیا ہے کہ دیوبندی حضرات قبر پرست ہیں، اِلا من شاء اللہ منہم۔ اب کیا کسی کو ان کے قبر پرست ہونے میں شک ہوسکتا ہے؟؟ (دیکھئے: جھود علماء الحنفیۃ فی اِبطال عقائد القبوریۃ، (۲/ ۸۰۵-۸۰۶) بحوالہ شمائم امدادیہ، (ص: ۴۲-۴۳)۔

سید احمد رفاعی کے لئے دست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نکلنے کے واقعہ میں شیخ عبد القادر جیلانی کی موجودگی کی حقیقت:

==

....

....

== صوفیوں کی کتابوں میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ: سید احمد رفاعی مشہور مزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب (۵۵۵ھ) میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے: (ترجمہ اشعار) دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس ﷺ میں بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن آستانہ مبارک چومتی تھی۔اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے، اپنا دست مبارک عطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ اسے چومیں۔

اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما (دیکھئے: الحاوی للفتاوی، از امام سیوطی (۲/ ۳۱۴)۔

کہا جاتا ہے اس وقت تقریباً نوے ہزار لوگوں کا مجمع مسجد نبوی میں موجود تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جس میں **حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔**

[(دیکھئے: فضائل حج، از مولانا زکریا کاندھلوی، دارالاشاعت، کراچی، سنہ ۲۰۰۵ء، ص: ۱۳۹)، وقلادۃ الجواہر فی ذکر الغوث الرفاعی وأتباعہ الأکابر، از محمد أبو الہدی افندی رفاعی خالدی صیادی، (ص: ۱۵، ۲۰، ۱۰۴، ۱۰۸)، المطبعۃ الأدبیۃ، بیروت لبنان، ایڈیشن ۱۳۰۱ھ]۔

اس واقعہ کے بارے میں صوفیوں کا کہنا ہے کہ: یہ متواتر ہے، اس کا منکر کافر اور اسلام سے خارج ہے، چنانچہ محمد افندی صیادی کہتا ہے کہ: سیدی احمد رفاعی کے لئے نبی کریم ﷺ کا دست مبارک نکلنا ممکن ہے، اس میں کوئی گمراہ اور بھٹکا ہوا یا منافق ہی شک کرسکتا ہے جس کے دل پر اللہ نے مہر لگادی ہو، اور اس کے انکار کا انجام بری موت ہے۔ (دیکھئے: قلادۃ الجواہر، از محمد آبو الہدی افندی صیادی، (ص: ۱۵، ۱۰۴، ۱۰۸)۔

== جبکہ یہ واقعہ باطل، بے اصل اور غیر ثابت ہے، کیونکہ یہ چیز محال ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ

اور سُہر وردی [1] ہیں'' (ص ۸۱، دوسرا ایڈیشن)۔

== کی موت ہو چکی ہے اور آپ کی دنیوی زندگی ختم ہوگئی ہے، لہٰذا اب آپ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دیدار یا آپ سے گفتگو وغیرہ کرنے کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے، علامہ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حکایت باطل ہے اس کے صحیح ہونے کی کوئی بنیاد نہیں، کیونکہ آپ ﷺ اپنے حق میں اللہ کی لکھی ہوئی موت پا چکے ہیں... اور آپ ﷺ نے کسی حدیث میں نہیں فرمایا ہے کہ آپ کسی سے مصافحہ وغیرہ کرسکیں گے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ قصہ باطل و بے بنیاد ہے، اور اگر بالفرض صحیح مان لیا جائے تو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ شیطان تھا جس نے ان پر معاملہ کو مشتبہ کرنے اور انہیں فتنہ میں ڈالنے کے لئے مصافحہ کیا تھا...'' (دیکھئے: مجموع فتاوی ابن باز (۹/ ۳۱۰-۳۱۱)، نیز دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، مجموعہ دوم (۲/ ۲۸۲، فتویٰ نمبر: ۲۱۴۱۲)۔

شیخ علوی بن عبد القادر سقاف حفظہ اللہ نگراں ویب سائٹ ''الدرر السنیۃ'' مذکورہ ویب سائٹ پر اس حکایت کی قلعی کھولتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس قصہ کے منکر کو کفر اور سوء خاتمہ سے دھمکانے کی وجہ محض یہ ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لئے سلسلۂ رفاعیہ کے لوگ جو دلیل پیش کر رہے ہیں وہ بالکل پھسپھسی اور کمزور ہے، ورنہ یہ قصہ سرے سے ثابت نہیں ہے، اور اس کے عدم ثبوت کے دلائل حسب ذیل ہیں: (اور پھر بارہ ٹھوس دلائل سے اس کا بطلان اور عدم ثبوت واضح کیا ہے)، فجزاہ اللہ خیراً۔ (تفصیل ملاحظہ فرمائیں: چھٹا مطلب: نبی کریم ﷺ کے اپنی قبر سے اپنا ہاتھ باہر نکالنے کا بیان (https://dorar.net/firq/2477)۔

[1] سلسلۂ سُہر وردیہ: یہ سلسلہ امام شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ سُہر وردی بغدادی صوفی (وفات: ۶۳۲ھ) کی طرف منسوب ہے۔ ان کی پیدائش (۵۳۹ھ) میں سہرورد میں ہوئی تھی جو آج ملک ایران کا ایک شہر ہے۔ اپنے چچا شیخ ابو نجیب سے فقہ، وعظ اور تصوف کا علم حاصل کیا، اور کچھ عرصہ شیخ عبد القادر جیلانی کے ساتھ بھی رہے۔ تصوف میں ''عوارف المعارف'' نامی مشہور کتاب تصنیف کی ==

....

....

== اور اسے کئی بار پڑھ کر سنایا۔اور آخری عمر میں فلاسفہ کی تردید میں ایک کتاب املا کرائی۔(سیر اعلام النبلاء، ۲۲/ ۳۷۳-۳۷۸، وطبقات الشافعیین، از حافظ ابن کثیر ص: ۸۳۵)۔

انہوں نے اس سلسلہ کی ترویج و اشاعت بڑی محنت اور جانفشانی سے کی، نیز اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں خانقاہی نظام ترتیب دیا اور رفتہ رفتہ تمام سلسلوں نے اس نظام کو اپنا نصب العین بنالیا۔ان کے خلفاء میں قاضی حمید الدین ناگوری اور بہاء الدین زکریا ملتانی کو بہت شہرت حاصل ہوئی، زکریا ملتانی نے ملتان، اوچہ اور دیگر مقامات پر سہروردی سلسلہ کی مشہور خانقاہیں قائم کیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد سلطنت کے ابتدائی دور میں صرف چشتیہ اور سہروردیہ سلسلوں کا وجود ملتا ہے، سہروردیہ سلسلہ کی خانقاہیں ملتان اور سندھ تک محدود تھیں، چشتیوں نے اپنا نظام پاک پٹن سے لے کر لکھنوتی (قدیم بنگال کی راجدھانی جسے گوڑ بھی کہا جاتا ہے) اور دہلی سے لے کر دیوگیر تک قائم کیا تھا۔ (دیکھئے: اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، از ابوعدنان سہیل ص: ۱۱۵-۱۱۶)۔

یہ ابوالفتوح یحیی بن حبش بن شہاب سہروردی ملقب بہ مقتول (ولادت: ۵۴۹ھ) سے مختلف ہیں جو فلسفی، نہایت بدعقیدہ، بے دین، انکار صفات کا قائل اور زندیق تھا، اور فلسفہ میں اس کی: کتاب التلویحات اللوحیۃ والعرشیۃ، کتاب ہیاکل النور، کتاب المعارج، کتاب حکمۃ الاشراق، کتاب المطارحات، وکتاب اللمحۃ وغیرہ متعدد گمراہ کن کتابیں ہیں، جس کے سبب اسے سلطان ناصر صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے بیٹے ظاہر غازی کے حکم سے ارتداداً قتل کا فیصلہ کیا گیا لیکن اس نے قید میں مرنا پسند کیا، لہٰذا اسے قید کردیا گیا اور بالآخر (سنہ ۵۸۷ھ) میں قید ہی میں اس کی موت واقع ہوئی۔اسی طرح یہ ابونجیب سہروردی (وفات: ۵۶۳ھ) سے بھی مختلف ہیں۔(دیکھئے: طبقات الشافعیین، از حافظ ابن کثیر ص: ۷۳۴)، وسیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی (۲۱/ ۲۰۷)۔

البتہ الموسوعۃ المیسرۃ کے مولفین نے کہا ہے کہ سہروردی سلسلہ اسی مذکورہ بالا زندیق ابوالفتوح ==

....

② فضیلۃ الشیخ حمود بن عبد اللہ تویجری رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں ایک بڑی عمدہ اور اپنے موضوع پر بڑی انوکھی کتاب لکھی ہے، جو اس فرقہ کی بابت لکھی گئی سب سے بڑی کتاب ہے‘ چنانچہ انہوں نے اس میں اس جماعت کی کتابوں کی روشنی میں اس کی حقیقت اور اس کی تردید اور اسی جماعت کے عادل گواہوں نیز ان کے علاوہ جن لوگوں کو اس کے قائدین اور پیروکاروں کے ساتھ خاص مواقف حاصل ہوئے ہیں‘ ان کی گواہیوں کو جمع کر دیا ہے، الحمد للہ یہ کتاب ’’**القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ**‘‘ کے نام سے طبع شدہ ہے۔ ==

== مقتول کی طرف منسوب ہے۔ (دیکھئے: الموسوعۃ المیسرۃ فی المذاہب والأدیان المعاصرۃ، ۱/ ۲۵۸-۲۵۹)۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں موجز دائرۃ المعارف الاسلامیۃ (۱۹/ ۵۹۱۴-۵۹۳۴)۔

یہ تصوف کے چار مشہور سلسلوں کے بانیان، اور ان کے عقائد ونظریات اور تعلیمات کا سرسری تعارف تھا جو آپ نے ملاحظہ فرمایا، جبکہ دیوبندیوں کے امام شیخ خلیل احمد سہارنپوری نے ’’المہند علی المفند‘‘ میں سارے دیوبندیوں کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے بڑی صراحت سے لکھا ہے کہ:

’’ومنتسبون من طرق الصوفية إلى الطريقة العلية المنسوبة إلى السادة النقشبندية، والطريقة الزكية المنسوبة إلى السادة الجشتية، وإلى الطريقة البهية المنسوبة إلى السادة القادرية، وإلى الطريقة المرضية المنسوبة إلى السادة السهروردية‘‘۔

اور طریق ہائے صوفیہ میں ہم کو انتساب حاصل ہے سلسلۂ عالیہ حضرات نقشبندیہ، اور طریقۂ زکیہ مشائخ چشت، اور سلسلۂ بہیہ حضرات قادریہ اور طریقۂ مرضیہ مشائخ سہروردیہ کے ساتھ!!‘‘ (دیکھئے: المہند علی المفند، از خلیل احمد سہارنپوری (عربی مترجم اردو)، ص: ۲۳، المیزان، ناشران وتاجران کتب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان، سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء)۔ [مترجم]

....

==③ اسی طرح میجر محمد اسلم پاکستانی رحمہ اللہ نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے‘ یہ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے فارغ التحصیل ہیں۔

④ اسی طرح ان کے بارے میں ڈاکٹر تقی الدین ہلالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’السراج المنیر فی تنبیہ جماعۃ التبلیغ علی أخطائہم‘‘ میں لکھا ہے، یہ فرقۂ تبلیغ کے بارے میں لکھی گئی ایک موسع کتاب ہے‘ یہ میجر محمد اسلم کی کتاب کی شرح ہے۔

اور بہت سارے لوگ جو ان کے بارے میں دھوکے میں تھے‘ ان کے سامنے ان کی حقیقت آشکارا ہوئی‘ لہٰذا انہوں نے ان سے قطع تعلق کیا اور لوگوں کو ان سے آگاہ بھی کیا۔

ان کی مذمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے: کہ یہ دعوت توحید کا اہتمام نہیں کرتے‘ بلکہ اس سے اور اس کی دعوت دینے والوں سے نفرت کرتے ہیں۔

اس روپوش صوفی گروہ سے دھوکہ کھانے والے جو ان کے ساتھ نکلتے ہیں ان سے کہا جائے: کہ ذرا شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی کتابیں‘ مثلاً ’’کتاب التوحید‘‘ ان کے درمیان تقسیم کرو‘ پھر ان کا ردعمل دیکھو کہ کس طرح ان کا ظاہری حسن اخلاق درندگی وسنگدلی میں‘ اور دوستی نفرت وعداوت میں بدل جاتی ہے، یہ تجربہ شدہ معاملہ ہے، اس سے آپ کے سامنے ان کا معاملہ بے نقاب ہو جائے گا۔

اپنے دور میں دیارِ سعودیہ کے مفتی اور قاضیان اور اسلامی امور کے صدر شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمہ اللہ اپنے ’’فتاویٰ ورسائل‘‘ (۱/ ۲۶۷) میں فرماتے ہیں:

’’اس جمعیت -یعنی اسلامی کالج برائے دعوت وتبلیغ- میں کوئی بھلائی نہیں، کیونکہ یہ بدعت وضلالت کی جمعیت ہے، ان کے کتابچے پڑھ کر مجھے معلوم ہوا کہ یہ بدعت وگمراہی اور قبر پرستی وشرک کی دعوت دیتی ہے...‘‘ باختصار۔ (تاریخ فتویٰ ۲۹/ ۱/ ۱۳۸۲ھ)۔ ==

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں فلاں فلاں کی پیروی کرنے سے بے نیاز فرمایا ہے، چنانچہ ہمارے پاس اہل سنت و جماعت کا راستہ موجود ہے جسے ہم اپنائے ہوئے ہیں ہمیں کسی تبلیغی یا غیر تبلیغی جماعت سے کوئی سروکار نہیں، ہمیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے؛ کیونکہ حق کے بعد گمرہی کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔

رہا مسئلہ ان کی حقیقت کا تو ان کے بارے میں بہت ساری تحریریں لکھی گئی ہیں، ان سے آگاہی حاصل کرو اور جاننے کی کوشش کرو، اور ان کے بارے میں ان لوگوں نے لکھا ہے جو ان کے ساتھ نکلے ہیں، سفر کیا ہے اور ان میں گھل مل کر رہے ہیں، نیز انہوں نے علم ومعرفت اور دلیل کی بنیاد پر لکھا ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

== اسی طرح اپنے دور میں سعودی عرب کے مفتی عام شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ سعودی عرب کے مجلۃ الدعوۃ (شمارہ ۱۴۳۸، بتاریخ ۳ / ۱۱ / ۱۴۱۴ھ) میں فرماتے ہیں:

”تبلیغی جماعت والوں کے یہاں عقیدہ کے مسائل میں بصیرت نہیں ہے‘اس لئے ان کے ساتھ نکلنا جائز نہیں...“ (الفتاوی: ۸ / ۳۳۱)۔

نیز ”کیا یہ فرقہ بہتر فرقوں میں شامل ہے؟“ کے جواب میں فرمایا:

”جی ہاں! بہتر فرقوں میں داخل ہے، جو بھی اہل سنت کے عقیدہ کی مخالفت کرے وہ بہتر فرقوں میں داخل ہے“۔ (المجلۃ السلفیہ، شمارہ ۷ /ص ۴۷، سنہ ۱۴۲۲ھ)۔

محدث شام علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”چونکہ تبلیغی جماعت کتاب وسنت کے منہج اور سلف صالحین کے طور طریقہ پر گامزن نہیں ہے‘ اس لئے ان کے ساتھ نکلنا جائز نہیں“۔ (فتاوی الشیخ الآلبانی فی المدینۃ والامارات، ص: ۳۲)۔

سوال ⑫: کیا یہ جماعتیں ہلاک ہونے والے بہتر فرقوں میں شامل ہیں؟

جواب: جی ہاں! اسلام سے نسبت رکھنے والوں میں سے جو بھی دعوت، یا عقیدہ یا ایمان کے اصولوں میں سے کسی اصول میں اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرے گا وہ بہتر فرقوں میں داخل ہوگا اور وعید کا مستحق ہوگا، اور اسے اس کی مخالفت کے بقدر مذمت وسزا لاحق ہوگی۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑬: کیا اپنے آپ کو سلفی کہنے والا بھی حزبی[1] شمار کیا جائے گا؟

---

[1] حزبی: عربی زبان میں حزب کا معنی جمع اور اکٹھا ہونا ہے خواہ ظاہری طور پر ہو یا معنوی وفکری، اسی لئے ہر گروہ یا پارٹی اور جتھے کو جن کی خواہشات، مقاصد، رجحانات اور اعمال یکساں یا مشابہ ہوں حزب کہا جاتا ہے، اس کی جمع احزاب آتی ہے، اور اس طرح کے کسی نظریہ کے حامل کو حزب کی طرف منسوب کرتے ہوئے حزبی کہا جاتا ہے، ارشاد باری ہے: ﴿كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾﴾ [المؤمنون: ۵۳]۔ (ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اترا رہا ہے)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن وموحد بندوں کو "حزب اللہ" جبکہ کافروں منافقوں کو "حزب الشیطان" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی جماعت پر چڑھائی کرنے والی پارٹیوں مثلاً قریش، غطفان اور بنو قریظہ وغیرہ اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں کو "احزاب" کہا ہے۔

علامہ شیخ ربیع بن ہادی بن عمیر مدخلی حفظہ اللہ حزبیت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی سنت کی مخالفت کرے وہ گمراہ احزاب میں سے ہے، حزبیت کی کوئی شرط نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کو اور اسی طرح قریش اور ان کے ساتھ مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ساز باز کرنے والوں کو احزاب کہا، جبکہ ان کے ==

== یہاں کوئی تنظیم وغیرہ نہ تھی، اس لئے حزب میں یہ شرط نہیں ہے وہ منظم ہو، بلکہ کتاب وسنت کے خلاف کسی بھی فکر کے لئے تعصب کرنا اور اسی بنیاد پر دوستی یا دشمنی کرنا تحزب ہے اور کوئی منحرف فکر ونظریہ بنا کر، اسے اپنا کر کچھ لوگوں کو اس پر اکٹھا کرنا حزبیت اور پارٹی بندی ہے، خواہ اس کی کوئی تنظیم ہو یا نہ ہو، ہاں اگر اس کے لئے کوئی تنظیم بھی ہو تو اور زیادہ بُرا اور شر ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے والوں کو ''أحزاب'' کہا ہے، اس لئے کہ وہ حق کے خلاف باطل پر جمع ہوئے تھے، فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَٱلْأَحْزَابُ مِنۢ بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍۭ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ ۖ وَجَٰدَلُوا۟ بِٱلْبَٰطِلِ لِيُدْحِضُوا۟ بِهِ ٱلْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝٥﴾ [غافر:۵]۔

قوم نوح نے اور ان کے بعد کے گروہوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا اور باطل کے ذریعہ کج بحثیاں کیں، تا کہ ان سے حق کو بگاڑ دیں پس میں نے ان کو پکڑ لیا، سو میری طرف سے کیسی سزا ہوئی۔

جبکہ وہ آج کی طرح منظم پارٹیاں نہیں تھیں، لہٰذا اگر لوگ کسی باطل فکر ونظریہ پر ایمان رکھیں اور اس کے لئے لڑائی جھگڑا کریں، اور اسی کو محبت ونفرت کا معیار قرار دیں، تو وہ ''حزب'' ہیں، اور اگر یہ چیز منظم طور پر ہو اور اسے مال واسباب وغیرہ کے ذریعہ مضبوط کیا جائے تو یہ اور بھی زیادہ شر وگمراہی ہے۔

دکتور ابراہیم بن محمد عباس حزبیوں کے بعض صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ حزبیوں کے یہاں متعلقہ شخصتیوں کی حد سے زیادہ تعظیم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ بسا اوقات یہ تعظیم عصمت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ ==

....

== ۲۔ ان کی سوچ وفکر نہایت تنگ اور محدود ہوتی ہے، وہ بس ایک ہی نظریہ پر قائم رہتے ہیں، دوسری رائے کا کوئی احترام نہیں کرتے، خواہ کتنی ہی مناسب اور درست ہو۔

۳۔ ان کے یہاں اپنی یا اپنی پارٹی کی غلطی کا اعتراف اور اس سے رجوع بڑا مشکل اور ناگوار ہوتا ہے، کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اعتراف حق کے نتیجہ میں ان کے اور ان کی پارٹی کے سلسلہ میں لوگوں کا اعتبار واعتماد ساقط ہو جائے گا۔

۴۔ ان کے یہاں عُجب، بڑکپن، خودنمائی، اور نفس کی برتری پائی جاتی ہے، اور اس کے بالمقابل ناحق دوسروں کی ناقدری، بے عزتی، تحقیر اور ان کے آراء کی توہین پائی جاتی ہے، کیونکہ ان کا معیار محض اپنی اور اپنی پارٹی کی موافقت ہوا کرتی ہے۔

۵۔ یہ دوسروں پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں، بایں طور کہ ان کے یہاں دو پیمانے پائے جاتے ہیں، اپنے اور اپنے حامیان وموافقین کے لئے الگ اور دوسروں کے لئے الگ، اور اسی کے نتیجہ میں وہ اپنی پہاڑ جیسی غلطیوں کو بھی ہضم کر جاتے ہیں، جبکہ دوسروں کی معمولی غلطی کو بھی خاص وعام میں نشر کرتے ہیں، اور نصح وخیر خواہی کے بجائے اس سے خوش ہوتے ہیں!!

۶۔ یہ لوگ اپنی ذاتی مصلحت کو مقدم رکھتے ہیں، اور اسی کو بنیاد سمجھتے ہیں، خواہ وہ شرعی مصلحت کے خلاف ہی ہو۔ (باختصار)

(دیکھئے: لسان العرب، از ابن منظور (۱/ ۳۰۸)، ومختار الصحاح، از رازی (ص: ۱۷)، والمحکم والمحیط الأعظم، از ابن سیدہ (۳/ ۲۳۱)، ومقاییس اللغۃ (۲/ ۵۵)، ومجمل اللغۃ لابن فارس (ص: ۲۳۲)۔ و

http://www.rabee.net/ar/questions.php?cat=31&id=662

http://www.muqbel.net/fatwa.php?fatwa_id=3628

نیز دیکھئے: رسالہ ''حکم إقامۃ الأحزاب فی الاسلام'' از یوسف عطیہ کلیبی، ومقالہ ''الحزبیۃ وصفات الحزبیین'' از: دکتور إبراہیم بن محمد عباس، مجلۃ البیان، جلد ۱۳/ شمارہ ۱۲۵/ ص ۴۸، محرم ۱۴۱۹ھ۔ [مترجم]

جواب: سلفی نام رکھنا (کہلانا) اگر حقیقت میں ہو، تو کوئی حرج نہیں [1] لیکن اگر صرف

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسلک سلف کا اظہار اور اس سے نسبت وانتساب کرنے والے پر کوئی عیب نہیں، بلکہ اس کا یہ عمل قبول کرنا بالاتفاق واجب ہے؛ کیونکہ مذہب سلف حق ہی ہوتا ہے'' (مجموع فتاویٰ ۴/ ۱۴۹)۔

میں کہتا ہوں: میرے بھائی! شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی آٹھ صدی پیشتر ارشاد کردہ اس بات پر ذرا غور کریں، ایسا محسوس ہوتا ہے گویا آج اس دور کے بعض علم سے انتساب کرنے والوں کی تردید کر رہے ہیں، جو اس بات کی راگ الاپ رہے ہیں کہ: ''جو کسی شخص پر اخوانی، یا سلفی، یا تبلیغی، یا سروری ہونا واجب قرار دے' اُس سے توبہ کرائی جائے، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے''!!

یہ بات اس شخص (عائض بن عبد اللہ القرنی) نے ''**فر من الحزبية فرارك من الأسد**'' نامی ایک کیسٹ میں کہی ہے جو نوجوانوں کے درمیان عام ہے*۔ ==

* اس کتاب سے فارغ ہونے کے بعد مجھے کچھ کاغذات موصول ہوئے جس میں عائض قرنی کا اپنی بعض غلطیوں سے رجوع موجود تھا؛ مجھے ان تراجعات کے ضمن میں اس (زیر بحث) لغزش سے رجوع بھی ملا؛ لہٰذا عدل وانصاف کے تقاضہ کے مطابق' ان کے بعض تراجعات اور اس میں ان کے اسلوب سے احتراز کے ساتھ' ہم ان کے رجوع کا ذکر کر رہے ہیں؛ جسے انہوں نے ''مغالطے'' کا نام دیا ہے؛ چنانچہ کہتے ہیں:

چودھواں: میں نے اپنی ''**فر من الحزبية فرارك من الأسد**'' نامی کیسٹ میں کہا ہے:

''جو کسی شخص پر اخوانی، یا سلفی، یا تبلیغی، یا سروری ہونا واجب قرار دے' اُس سے توبہ کرائی جائے، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے''۔

یہ عبارت میری غلطی ہے، میں اس سے اللہ کی مغفرت چاہتا ہوں، میرا مقصد یہ تھا کہ جس نے ایسا کہا اُس نے شریعت سازی کی لیکن بہر حال یہ بات غلط ہے، میں اس سلسلہ میں معذرت چاہتا ہوں اور ==

....

....

== یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ مذہب سلف ہی صحیح اور درست مذہب ہے، جس کی اتباع و پیروی اور اس کی راہ پر چلنا ہر مسلمان پر واجب ہے"۔ (کاغذات سے اقتباس ختم ہوا)۔

یقیناً اہل سنت و جماعت کے یہاں یہ بات معلوم ہے کہ چند نہیں بلکہ تمام غلطیوں سے رجوع کرنا ضروری ہے، نیز یہ کہ غلطی کا اعتراف، تصحیح اور اس سے رجوع نشر واعلان کے مراکز سے تحریر کیا جائے، تاکہ اسے ہر شخص دیکھے، لپیٹے ہوئے چند کاغذات میں نہیں، کہ جس کا علم بہت کم ہی لوگوں کو ہو پاتا ہے؛ لہٰذا قاری کریم ان مغالطات سے ہوشیار رہنا!

امام ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

بدعت کے داعی کی توبہ کے لئے شرط یہ ہے کہ: وہ اس بات کا واضح اعلان کرے کہ وہ جس چیز کی دعوت دے رہا تھا وہ بدعت وگمراہی ہے اور ہدایت اس کے برعکس ہے" (عدۃ الصابرین، ص ۹۳)۔

پھر ہم ایک سوال اور کرنا چاہتے ہیں: کہ ابھی جلد ہی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والے اس داعی کی کیا بس یہی ایک غلطی اور لغزش ہے؟!!

درج ذیل تحریر پڑھئے:

(عائض بن عبداللہ القرنی) اپنی کتاب "المسک والعنبر فی خطب المنبر" (۱/ ۱۸۹) میں لکھتے ہیں:

"ہم نے پچھلے ہجری سال کے لئے کیا پیش کیا؟ میرے ساتھ آپ بھی تعجب کریں!! اور اگر آپ کو تعجب محسوس ہو رہا ہے، تو نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے سلسلہ میں ان کی حرکت بھی بڑی عجیب ہے!! صبح میں شائع ہونے والے اخبارات کہاں گئے؟ ٹیلیویژن کی اسکرینیں کہاں ہیں؟ روزنامے کہاں گئے! کیا محمد ﷺ کی یوم ہجرت بھی تازہ نہیں کرسکتے؟ ایک ایسا ملک جس میں کوئی دن نہیں گزرتا جس میں اُن کا نام نہ لیتے ہوں؟ لیکن ان کی یوم ہجرت کو زندہ نہیں کرتے؟ نہ کوئی بات چیت اور گفتگو! نہ کوئی چھوٹا ستون، نہ کوئی علم اور کھمبا جو عظیم مصلح (نبی کریم ﷺ) کو زندہ کرے؟!!"۔ بات ختم ہوئی۔ ==

دعویٰ ہو، تو منہج سلف کے علاوہ پر ہوتے ہوئے کسی کا اپنے آپ کو سلفی کہنا جائز نہیں۔

== میں کہتا ہوں: سبحان اللہ! اس شخص نے آخر اپنے لئے کیسے روا اور جائز سمجھا کہ ان باطل مناہج اور باطل گمراہ بدعتی فرقوں میں سلفی منہج حق کو بھی شامل کرلے؟؟!

ہم ملک توحید میں زندگی گزارنے والے اس شخص سے-جس کے ایم اے کا رسالہ ==

== کیا یہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدعتی جشن کے مثل نہیں تو کم از کم مشابہ نہیں ہے جسے اخبارات، ریڈیو اور اسکرینیں دنیا کے ممالک میں زندہ کرتی ہیں، سوائے اس سنی سلفی ملک سرزمین حرمین شریفین مملکت سعودی عرب کے-اللہ تعالیٰ ہوا پرست بدعتیوں سے اس کی حفاظت فرمائے- نیز یہ داعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوم ہجرت کی مناسبت پر جشن منانے کی بابت تاکید میں مزید غلو کرتے ہوئے (۱/ ۱۹۰) کہتا ہے:

”بھلا یہ لوگ کل قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا عذر و بہانہ کریں گے؟!!“۔

اس کی مراد وہ لوگ ہیں: جنہوں نے اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کی اسکرینوں پر اپنی تحریروں اور تقریروں وغیرہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ہجرت کو زندہ نہیں کیا، اور اپنی سابقہ گفتگو سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں مزید غلو کرتے ہوئے کہتا ہے:

”پہلا نقطہ یہ ہے کہ: ایک ایسا انسان جو عین کائنات ہے، ایک آدمی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پوری امت کی اصلاح فرمائی ہے؛ اُس کے بارے میں نہ کوئی گفتگو، نہ کوئی سیرت وسوانح کا تذکرہ“۔

یہ بعینہ صوفیوں کی بات ہے۔ یہ داعی پوری امت پر کیسے بہتان باندھ رہا ہے کہ امت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسوانح نہیں لکھی! یہ تو ہمارے سلف صالحین پر جھوٹا الزام ہے؛ چنانچہ بے شمار کتابیں ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وشمائل پر تفصیلی گفتگو موجود ہے۔

ہاں! اگر اُسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوم ہجرت کی یاد میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسوانح مطلوب ہو، تو اللہ امن وعافیت اور سلامتی عطا فرمائے۔ مزید معلومات کے لئے دس سالہ پابندی کے بعد (ص: ۲۶۴) میں جو کچھ لکھا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔ (از شیخ جمال حارثی)

....

== حدیث ہی کے بارے میں ہے، اور کچھ دنوں پیشتر اس نے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے- پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر تم سلفی نہیں ہو، تو آخر کیا ہونا چاہتے ہو؟!

علامہ ابن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ: اپنے آپ کو سلفی اثری کہنے والے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیا یہ تزکیہ (اپنی پارسائی بیان کرنا) ہے؟

تو شیخ رحمہ اللہ جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''اگر وہ سچ مچ اثری یا سلفی ہو، تو کوئی حرج نہیں، جیسے سلف صالحین کہا کرتے تھے: فلاں سلفی ہیں، فلاں اثری ہیں، یہ ایسا تزکیہ (صفائی) ہے، جو بالکل واجب اور ضروری ہے''۔ (بمقام طائف، بتاریخ ۱۶/۱/۱۴۱۳ھ ''حق المسلم'' کے عنوان سے ریکارڈ شدہ ایک تقریر سے منقول)۔

شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب سلف، یا سلفی حضرات، یا ان کا سلفی منہج وطریقہ کہا جائے؛ تو یہ نسبت سلف صالحین یعنی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے مخلص پیروکاروں کی طرف ہے، سوائے ان کے جنہیں خواہشات نفسانی نے انحراف کا شکار کر دیا؛... اسی طرح منہاج نبوت پر قائم لوگوں کو بھی اپنے سلف صالحین کی طرف منسوب کر کے انہیں: سلف، سلفی وغیرہ کہا جاتا ہے، اور ان کی طرف نسبت کر کے سلفی کہا جاتا ہے، لہٰذا لفظ سلف سے مراد سلف صالحین ہیں۔

یہ لفظ جب مطلق طور پر بولا جاتا ہے تو اس سے مراد: ہر وہ شخص ہوتا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم کا پیروکار ہو، خواہ آج ہمارے دور کا آدمی ہو... یہی اہل علم کی باتوں کا نچوڑ ہے۔

لہٰذا یہ کوئی ایسی نسبت نہیں ہے جس کے آثار کتاب وسنت کے تقاضہ سے خارج ہیں، یہ وہ نسبت ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی عہد اول سے جدا نہیں ہوئی، بلکہ یہ نسبت انہی سے آئی ہے اور رہنوز انہی سے وابستہ ہے، اس کے برخلاف جو نام یا رسم ونشان کے ذریعہ اُن کا مخالف ہے، وہ کسی طرح ==

== ان میں سے نہیں، خواہ انہی کے درمیان اور انہی کے زمانہ میں جی رہا ہو"۔ (حکم الانتماء، ص: ۴۶، دوسرا ایڈیشن)۔

نیز فرماتے ہیں:

"صراط مستقیم پر قائم رہ کر سلفی بنو"۔ (حلیۃ طالب العلم، ص: ۸) [1]۔

میں کہتا ہوں: یہ نسبت سیرت وسوانح کی کتابوں میں جا بجا موجود ہے:

چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ محمد بن محمد بہرانی کی سیرت میں لکھتے ہیں:

"آپ بڑے دیندار، نیک سلفی تھے"۔ (معجم الشیوخ، ۲/ ۲۸۰)۔

اسی طرح احمد بن احمد بن نعمۃ مقدسی کی سیرت میں فرماتے ہیں:

"آپ سلف صالحین کے عقیدہ پر گامزن تھے"۔ (معجم الشیوخ، ۱/ ۳۴)۔

لہٰذا سلفیت کی نسبت ایک ضروری نسبت ہے، تا کہ سچا سلفی اس سے نمایاں رہے جو اُن کے پیچھے چھپا ہوا ہے، اور تا کہ جو لوگ سلف صالحین کی پیروی کرنا اور ان کے طور طریقہ میں ڈھلنا چاہیں، اُن پر معاملہ گڈمڈ نہ ہو۔

چنانچہ جب منحرف مذاہب اور گمراہ اور گمراہ گر فرقوں کی کثرت ہوگئی تو اہل حق نے سلف سے اپنی نسبت کا اعلان کیا، تا کہ اُن کے مخالفین سے براءت و بیزاری کا اظہار کر سکیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنوں سے فرماتا ہے:

﴿فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾﴾ [آل عمران: ۶۴]۔ ==

---

[1] طالبِ علم کے آداب کے موضوع پر اس مختصر، جامع، اہم اور مایہ ناز رسالہ کا اردو ترجمہ بعنوان "طالب علم کا زیور"، الحمد للہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے شعبۂ نشر واشاعت سے شائع ہو چکا ہے۔ [مترجم]

مثال کے طور پر اشاعرہ [1] کہتے ہیں: کہ ہم اہل سنت وجماعت ہیں، جبکہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ جس منہج پر قائم ہیں وہ اہل سنت وجماعت کا منہج نہیں ہے۔

اسی طرح معتزلہ [2] اپنے آپ کو موحدین کہتے ہیں۔

== پس اگر وہ منھ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾﴾ [فصلت: ۳۳]۔

اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔

﴿وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿٧٩﴾﴾ [الأنعام: ۷۹]۔

اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

[1] اس فرقہ کا تعارف اور ضروری معلومات ص (۱۱۵) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔ (مترجم)

[2] معتزلہ ایک بدعتی فرقہ ہے جو اموی دور خلافت کے اواخر میں پیدا ہوا اور عباسی دور خلافت میں پھلا پھولا، یہ فرقہ بعض درآمد فلسفوں سے متاثر ہونے کے سبب اسلامی عقیدہ کو سمجھنے میں اپنی نری عقل و دانش پر اعتماد کرتا ہے، اور یہی اس کی گمرہی اور اہل سنت وجماعت کے عقیدہ سے انحراف کا بنیادی سبب ہے۔

اس فرقہ کے ظہور کے سلسلہ میں علماء کی دو رائیں ہیں:

۱۔ یہ فرقہ عقیدہ کے کچھ مسائل میں بحث ومناقشہ کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے، مثلاً گناہ کبیرہ کے مرتکب کا حکم اور بندہ اپنے عمل پر قادر ہے یا نہیں، وغیرہ، چنانچہ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب دو منزلوں کے درمیانی منزلہ میں ہوگا، اور اسی عقیدہ کے باعث جب حسن بصری رحمہ اللہ کے شاگرد واصل بن عطا ان کے حلقۂ درس سے الگ ہو گئے اور اپنا الگ ==

== حلقہ بنایا تو حسن بصری نے کہا: ''اعتزل عنا واصل'' (واصل ہم سے الگ ہوگئے) یا پھر انہوں نے مرتکب کبیرہ سے الگ تھلگ ہونے اور اس کا بائیکاٹ کرنے کو واجب قرار دیا، یہیں سے ان کا ظہور ہوا اور یہ معتزلہ کہلائے۔

۲۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ان کا ظہور سیاسی بنیادوں پر ہوا ہے، بایں طور کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کے شیعان تھے جب حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے تنازل کیا تو یہ لوگ ان سے الگ تھلگ ہوگئے، یا پھر علی اور معاویہ دونوں فریقوں سے الگ ہوگئے، اس لئے معتزلہ کہلائے۔

لیکن پہلی رائے واقعی صورتحال کے موافق ہے اور وہی راجح ہے۔

معتزلہ کے ایک مستقل فرقہ کے طور پر باقاعدہ وجود سے پیشتر کچھ دینی وفکری اختلافات اور بحث ومناقشے جاری تھے، جو اس فرقہ کے باقاعدہ وجود کا پیش خیمہ ثابت ہوئے، مثلاً:

(۱) انسان مطلق طور پر آزاد اور خود مختار ہے وہی اپنے افعال کا خالق ہے، یہ بات معبد جہنی نے کہی جس نے عبد الرحمن بن اشعث وغیرہ کے ساتھ مل کر خلیفہ عبد الملک بن مروان کے خلاف علم بغاوت بھی بلند کیا، چنانچہ اسے سنہ ۸۰ھ میں حجاج بن یوسف نے قتل کردیا۔

پھر یہی بات عمر بن عبد العزیز کے دور میں غیلان دمشقی نے کہی، جسے ہشام بن عبد الملک نے قتل کیا۔

(۲) عقیدۂ خلق قرآن اور صفات الٰہی کا انکار: یہ بات جہم بن صفوان نے کہی جس کے نتیجہ میں اسے سالم بن احوز نے سنہ ۱۲۸ھ میں مرو میں قتل کیا۔ اسی طرح جعد بن درہم نے بھی اللہ کی صفات کا انکار کیا، جس کے نتیجہ میں گورنر کوفہ خالد بن عبد اللہ القسری نے اسے عید الاضحی کی نماز کے بعد قتل کیا، چنانچہ امام ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وَلِهَذَا ضَحَّى خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقَسْرِيُّ بِمُقَدَّمِ هَؤُلَاءِ وَشَيْخِهِمْ جَعْدِ ==

....

== بْنِ دِرْهَمٍ، وَقَالَ فِي يَوْمِ عِيدِ اللَّهِ الْأَكْبَرِ، عَقِيبَ خُطْبَتِهِ: أَيُّهَا النَّاسُ، ضَحُّوا، تَقَبَّلَ اللَّهُ ضَحَايَاكُمْ. فَإِنِّي مُضَحٍّ بِالْجَعْدِ بْنِ دِرْهَمٍ. فَإِنَّهُ زَعَمَ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَتَّخِذْ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَمْ يُكَلِّمْ مُوسَى تَكْلِيمًا. تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الْجَعْدُ عُلُوًّا كَبِيرًا. ثُمَّ نَزَلَ فَذَبَحَهُ، فَشَكَرَ الْمُسْلِمُونَ سَعْيَهُ. وَرَحِمَهُ اللَّهُ وَتَقَبَّلَ مِنْهُ''۔

(دیکھئے: مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد و إیاک نستعین (۳/ ۲۸)، والصواعق المرسلۃ فی الرد علی الجھمیۃ والمعطلۃ (۳/ ۱۰۷۱) و (۴/ ۱۳۹۶)، وطریق الہجرتین و باب السعادتین (ص: ۱۴۰)۔

اسی لئے خالد بن عبداللہ قسری نے ان کے پیر اور پیشوا جعد بن درہم کو قربان (ذبح) کیا، اور اللہ کے سب سے بڑے عید کے دن خطبہ سے فارغ ہو کر فرمایا: اے لوگو! قربانی کرو، اللہ تمہاری قربانیاں قبول فرمائے، کیونکہ میں جعد بن درہم کی قربانی کروں گا، اس لئے کہ اس کا کہنا ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا ہے نہ موسیٰ علیہ السلام سے بات کی ہے، اللہ تعالیٰ جعد بن درہم کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے۔ پھر اترے اور اسے ذبح کر دیا! مسلمانوں نے ان کی اس کوشش کی خوب قدردانی کی اور بہت سراہا، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔

بہرکیف اس کے بعد معتزلہ واصل بن عطاء (۸۰-۱۳۱ھ) کے ہاتھوں ایک مکمل فرقہ کے طور پر ظاہر ہوئے، اور عباسی دور خلافت خلیفہ مامون کے زمانہ میں معتزلہ کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی، اور اسی کے نتیجہ میں امام اہل السنہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فتنۂ خلق قرآن (قرآن کریم کے مخلوق ہونے کی بدعت کے انکار کی آزمائش) سے دو چار ہوئے، جس کے نتیجہ میں بالترتیب تین خلفاء مامون، معتصم اور واثق کے ادوار میں مار، قید و بند اور ناقابل بیان ایذارسانیوں کی سخت مصیبتوں سے دو چار ہوئے، لیکن کسی طرح اس بدعت کا اقرار نہیں کیا، ==

== یہاں تک کہ جب سنہ (۲۳۲ھ) میں متوکل خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اہل سنت اور بالخصوص امام احمد رحمہ اللہ کی مدد اور حمایت کی، اور اس طرح چودہ سالہ معتزلہ کے جبر وتسلط اور آمرانہ طور پر اپنے باطل عقائد کو منوانے کا دور ختم ہوا۔

پھر اس کے بعد سنہ (۳۳۴ھ) میں فارس میں بنوبویہ کے شیعی دور حکومت میں شیعہ اور معتزلہ کے درمیان تعلقات مضبوط ہونے کے سبب اس حکومت نے معتزلہ کو بہت بڑھاوا دیا، یہاں تک کہ اپنے دور میں معتزلہ کے امام قاضی عبدالجبار کو سنہ (۳۶۰ھ) میں رَی کا قاضی مقرر کیا گیا۔

اس کے بعد مستقل فرقہ کی حیثیت سے اس فرقہ کا وجود تقریبا ختم ہوگیا، البتہ افکار ونظریات کہیں نہ کہیں بعض شیعہ فرقوں کے یہاں موجود رہے۔

جزوی اختلافات کے ساتھ معتزلہ کے یہاں پانچ متفقہ اصول ہیں:

۱۔ توحید: یعنی اللہ تعالیٰ مثل اور شبیہ سے پاک ہے، اللہ کا دیدار محال ہے، ذات کے علاوہ صفات کوئی چیز نہیں ہیں، اور اسی انکار صفات کے نتیجہ میں کلام الٰہی کا انکار اور خلق قرآن کی بدعت۔

۲۔ عدل: یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق نہیں ہے، بلکہ بندے اپنی قدرت سے اوامر ونواہی انجام دیتے ہیں، یہ چیز اللہ کے ارادہ کونیہ اور ارادۂ شرعیہ کے درمیان خلط کے سبب ہے۔

۳۔ وعد ووعید: یعنی اللہ تعالیٰ نیک کار کو نیک بدلہ اور بدکار کو بُرا بدلہ دے گا، اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کی توبہ کے بغیر بخشش نہ ہوگی۔

۴۔ منزلہ بین المنزلتین: یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان وکفر کے درمیانی منزلہ میں ہے، نہ کافر ہے نہ مومن۔ یہ معتزلہ کے پیشوا واصل بن عطا کا فکرہ ہے۔ ==

....

== ۵۔ امر بالمعروف والنہی عن المنکر: یعنی مسلمانوں پر حسب استطاعت بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا واجب ہے، زبان و بیان والے پر زبان و بیان کے ذریعہ، عالم پر علم کے ذریعہ سیف وسنان والے پر سیف وسنان کے ذریعہ! اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلم حکمراں خلاف ورزی اور حق سے انحراف کا شکار ہو تو اس کے خلاف بغاوت کرنا واجب ہے۔

الحمدللہ علماء اسلام اور ائمہ سنت نے معتزلہ کے عقلانی شبہات کی بیخ کنی اور ان کے افکار وعقائد کو مٹانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، بالخصوص امام ابوالحسن اشعری (توبہ اور رجوع کے بعد)، امام احمد بن حنبل، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ جمیعاً۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الموسوعۃ المیسرۃ فی المذاہب والأدیان المعاصرۃ، ۱/ ۶۴-۷۵، والمعتزلۃ وأصولھم الخمسۃ وموقف أھل السنۃ منھا، از عواد بن عبداللہ المعتق)۔

ماضی قریب اور عصر حاضر میں اعتزالی وعقلانی فکر:

یوں تو اعتزالی فکر تقریبا ناپید ہو چکی تھی، لیکن ماضی قریب اور موجودہ دور میں اس فکر کو بعض لوگوں نے نئے لبادہ اور نئے ناموں، مثلاً عقلانیت، مفکریت، دانشوری، لاجک، روشن خیالی، تجدید، فکری آزادی، ترقی وغیرہ کے ذریعہ دوبارہ زندہ کیا، چنانچہ معتزلہ کی طرح نصوص شریعت کی تفسیر و تشریح انسانی عقل کی بنیاد پر کرنے کی ناروا کوشش کی، لہٰذا ان کی تاویل کرنا شروع کردیا، چنانچہ آج کے عقلانیوں نے بہت سارے معجزات کا انکار کردیا، چنانچہ شیخ محمد عبدہ کا ابابیل کی کنکریوں کے ذریعہ اصحاب فیل کی ہلاکت کی تفسیر (Measles) خسرہ اور (Chickenpox) چیچک کی بیماریوں سے کرنا بھی اعتزال جدید کی ایک مثال ہے۔

اسی طرح عالم عرب میں سعد زغلول، قاسم امین، طٰہٰ حسین، اور معتزلہ کی موت کو بہت بڑی مصیبت کہہ کر اس پر رونے والے احمد امین وغیرہ بھی جدید اعتزال اور عقلانیت کو زندہ کرنے اور اسے پروان چڑھانے والے ہیں۔ ==

....

==اسی طرح برصغیر بالخصوص وطن عزیز میں اعتزالی عقلانی فکر کے علمبردار اور اس کو بڑھاوا دینے والوں میں سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء-۱۸۹۸ء) ہیں، جنہوں نے پورے طور پر دین وشریعت کی تفسیر وتشریح اپنی عقل و دانش اور لاجک کی بنیاد پر کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ ان کی عقل کے موافق ہوا اسے تسلیم کیا بصورت دیگر انکار کر دیا، یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابیں اور تحریریں عقل پرستی اور اعتزالی فکر کے نتیجہ میں مسلمات کے انکار اور دین کے بنیادی امور کے ساتھ تلاعب سے بھری ہوئی ہیں، جن میں بطور مثال معجزات کا انکار، نبوت اور وحی کے مسلم معنیٰ ومفہوم کے ساتھ کھلواڑ، آخرت اور معاد کے مسائل کو خیالی اور تمثیل ثابت کرنا، انسانی جسموں کو موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار، فرشتوں اور جنات وشیاطین کے اصلی خارجی وجود سے انکار، چنانچہ فرشتوں اور شیاطین کو خیر وشر کی قوت، اور جنات کو جنگلی انسان اور پہاڑی مخلوق قرار دینا، چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی موافقت اور تائید، اور قصۂ آدم کی حقیقت کا انکار، اسلامی حدود اور سزاؤں کی بابت مغرب کی موافقت اور ان کی تاویل اور انکار، قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ کا انکار، اور اس کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کا انکار، حدیث رسول ﷺ پر گھناؤنی تنقیدیں اور رکیک حملے بلکہ استبعاد وانکار، جہاد سے متعلق معذرت خواہانہ رویہ برتنا، بے جا تاویل کے ذریعہ تعدد ازواج کا انکار وغیرہ ہیں، اور پھر سرسید کے بعد جن لوگوں نے اس عقلانی تجرد کو اپنایا وہ ان سے بھی کہیں آگے نکل گئے جن میں خواجہ احمد دین امرتسری، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز وغیرہ ہیں، فاللہ المستعان۔

بطور مثال سرسید کی تفسیر سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

(ا) فرشتوں کا انکار کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف پایا جاتا ہے۔...ان باریک باتوں پر غور کرنے سے اور اس بات کے سمجھنے ==

== سے کہ خدا تعالیٰ جو اپنے جاہ وجلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہوسکتا، بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قویٰ جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں ۔ملک یا ملائکہ کہا ہے ۔جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے، پہاڑوں کی صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب ودفع، غرضکہ تمام قوٰے جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں، اور جو مخلوقات میں ہیں، وہی ملائک وملائکہ ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، انسان ایک مجموعہ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے، اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذریات ہیں، جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتی ہیں، اور وہی انسان کے فرشتے اور ان کی ذریات، اور وہی انسان کے شیطان اور اس کی ذریات ہیں" (اور پھر ابن عربی صوفی زندیق کی کتاب فصوص الحکم سے اس کی تائید پیش کی ہے)۔(دیکھئے: تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، من تصنیف نجم الھند والاسلام جناب ڈاکٹر سر سید احمد خان، ۱/ ۴۲، مطبوعہ رفاہ عام ٹیم پریس لاہور)۔

(۲) موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سورۂ بقرہ میں اس مقام پر جو واقعات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان ہوئے ہیں، ان میں سے واقعۂ عبور بحر اور غرق فرعون قابل غور ہے، اول تو بہت لوگوں نے یہ غلطی کی ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل سے عبور کیا تھا، یہ بالکل غلط ہے، بلکہ انہوں نے بحر احمر کی ایک شاخ سے عبور کیا تھا۔تمام مفسرین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عبور اور فرعون کے غرق ہونے کو بطور ایک ایسے معجزے کے قرار دیتے ہیں جو خلاف قانون قدرت ہوا ہو جس کو انگریزی میں "سپر نیچرل" کہتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری وہ پھٹ گیا، اور پانی مثل دیوار یا پہاڑ کے اِدھر اُدھر کھڑا ہوگیا، اور پانی نے بیچ میں خشک رستہ ==

== چھوڑ دیا، اور حضرت موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل اس رستہ سے پار اتر گئے، فرعون بھی اسی رستہ میں دوڑ پڑا اور پھر سمندر مل گیا اور سب ڈوب گئے، اگر درحقیقت یہ واقعہ خلاف قانون قدرت واقع ہوا تھا، تو خدا تعالیٰ سمندر کے پانی کو ہی سخت کر دیتا کہ مثل زمین کے اس پر سے چلے جاتے، خشک رستہ نکالنے ہی سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ یا معجزہ جو اس کو تعبیر کرو مطابق قانون قدرت کے واقع ہوا تھا، جو مطلب مفسرین نے بیان کیا ہے وہ مطلب قرآن مجید کے لفظوں سے بھی نہیں نکلتا''۔ (دیکھئے: تفسیر القرآن وھوالھدی والفرقان، ۱/ ۶۲-۶۵)۔

آگے مزید بے جا تاویلات کرنے کے بعد علماء مفسرین پر اوچھا الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اصل یہ ہے کہ یہودی اس بات کے قائل تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی مارنے سے سمندر پھٹ گیا تھا اور زمین نکل آئی تھی اور لاٹھی مارنے سے پتھر میں سے یہ پانی نکلا تھا، علمائے اسلام تفسیروں میں اور خصوصاً بنی اسرائیل کے قصوں میں یہودیوں کی پیروی کرنے کے عادی تھے اور قرآن مجید کے مطالب کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر یہودیوں کی روایتوں کے موافق کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس جگہ بھی اور وہاں بھی جہاں قرآن میں آیا ہے: ﴿ٱضۡرِب بِّعَصَاكَ ٱلۡحَجَرَۖ فَٱنفَجَرَتۡ مِنۡهُ ٱثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًاۖ﴾ [البقرۃ:۶۰] ضرب کے معنیٰ زدن کے لئے، اور اس سیدھے سادھے معجزہ کو ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنا دیا! (دیکھئے: تفسیر القرآن وھوالھدی والفرقان، ۱/ ۷۲-۷۳)۔

(۳) اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کے حال پر اس سے بھی زیادہ افسوس ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیائے سابقین سے افضل سمجھتے ہیں۔ انبیائے سابقین کے معجزے تو قرآن میں بتلاتے ہیں مگر افضل الأنبیاء کے ایک معجزہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں نہیں دکھاتے، بلکہ برخلاف اس کے خود ==

....

== آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے خدا نے فرمایا ہے کہ: ﴿إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ [الکہف:۱۱۰] اور معجزے ہونے سے بالکل انکار کیا ہے ...پس خود ہمارے سردار نے معجزوں کی نفی کی ہے پھر کس طرح ہم معجزوں کو مان سکتے ہیں!'' (دیکھئے: تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، ۲/۱۷۱، المائدۃ آیت:۱۱۶ کے تحت)۔

(۴) حضرت مریم علیہا السلام کے بن شوہر کے حاملہ ہونے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کے ''کلمۂ کن'' سے پیدا ہونے کے مسلمہ عقیدہ کو جھٹلاتے ہوئے اور یوسف نامی شخص سے شادی اور اس سے حمل کا اثبات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اس زمانہ میں بلاشبہہ حضرت مریم کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا، بلکہ غالباً ان کا خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہیں ہوا تھا، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی یہ امر واقع نہیں ہوا!... اور کیا عجب کہ اس خواب کے بعد ہی حضرت مریم کو اور ان کے مربیوں کو حضرت مریم کی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو، جو آخر کار یوسف کے ساتھ عقد ہونے سے پورا ہوا!...پس یہ الفاظ کسی طرح اس بات پر کہ حضرت مسیح کی ولادت فی الفور بلا قاعدہ فطرت اور بغیر باپ کے ہوئی تھی!... ﴿بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ﴾ [آل عمران:۴۵] کے الفاظ یا ﴿وَكَلِمَتُهُۥٓ أَلْقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرْيَمَ﴾ [النساء:۱۷۱] کے الفاظ بھی کسی طرح بن باپ کے پیدا ہونے پر دلالت نہیں کرتے! ...ان الفاظ سے بن باپ کے پیدا ہونے پر کچھ بھی اشارہ نہیں نکلتا! ... ﴿وَرُوحٌ مِّنْهُ﴾ کے لفظ سے بھی بن باپ کے پیدا ہونا ثابت نہیں ہوتا!...سورۂ مریم میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ان سے بن پاب کے پیدا ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے، مگر یہ بھی صحیح نہیں ہے!! ...جس وقت کی یہ گفتگو ہے بلاشبہ حضرت مریم کو کسی بشر نے نہیں چھوا تھا لیکن اس کے بعد ان کا خطبہ یوسف سے ہوا اور حسب قانون فطرت انسانی اپنے شوہر یوسف سے حاملہ ہوئیں!!''۔ ==

....

== اور آگے لکھتے ہیں: ”قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ نے ایسی عمر میں جس میں حسب فطرت انسانی کوئی بچہ کلام نہیں کرتا، کلام کیا تھا!!

اور آگے ﴿وَٱلَّتِيٓ أَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا﴾ [الأنبياء:۹۱] کا معنیٰ لکھتے ہیں: اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ: ”**أحصنت فرجها من كل رجل**“ (اپنی شرمگاہ کو ہر مرد سے بچایا) بلکہ یہ معنیٰ ہیں کہ ”**أحصنت فرجها من غير زوجها**“ (اپنی شرمگاہ کو اپنے شوہر کے علاوہ سے بچایا) ... پس صاف ظاہر ہے کہ اس لفظ سے حضرت مریم کا تہمت بد سے بری ہونا نکلتا ہے نہ حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا!!“ (دیکھئے: تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، ۲/ ۲۶-۳۳، آل عمران، آیت: ۶۹ کے تحت)۔

(۵) (حج بیت اللہ کی من مانی متصوفانہ حقیقت بیان کرنے کے بعد) قبلۃ المسلمین خانہ کعبہ کی توہین اور تحقیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر کے بنے ہوئے چوکھونٹے گھر میں ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس کے گرد پھرے بہشت میں چلے گئے یہ ان کی خام خیالی ہے۔ کوئی چیز سوائے خدا کے مقدس نہیں ہے۔ اسی کا نام مقدس ہے، اور اسی کا نام مقدس رہے گا۔ اس چوکھونٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے، اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں، وہ تو کبھی حاجی نہیں ہوئے! پھر دو پاؤں کے جانور کو اس کے گرد پھر لینے سے ہم کیونکر حاجی ہو جائیں!۔ (تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، (۱/ ۲۷۳-۲۷۴، و، البقرۃ، آیت ۱۴۷ کے تحت)۔

اس طرح خانہ کعبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اسلام کا کوئی اصلی حکم نہیں ہے“... ”نماز میں سمت قبلہ کوئی اصلی حکم مذہب اسلام کا نہیں ہے، اور اسی لئے ایک ادنیٰ سے عذر پر ساقط ہو جاتا ہے“۔ (تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان، ۱/ ۲۰۱-۲۰۷، البقرۃ، آیت ۱۴۷ کے تحت)۔ ==

....

== اسی طرح عقلانیت، خودساختگی اور جدید اعتزال کو بڑھاوا دینے والی شخصیتوں میں ایک معروف نام مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کا بھی ہے، انہوں نے اپنی عقل و دانش سے شریعت کو سمجھنے اور اس کی تشریح کرنے کی کوشش کی، جس کے نتیجہ میں اپنی عقل کے مطابق امور کو تسلیم کیا ورنہ بلاتردد رد و انکار کر دیا یا پھر دوراز کار تاویل کر دیا، جیسا کہ ان کی یہ عقلانی فکر ان کی تحریروں سے روز روشن کی طرح جا بجا عیاں ہے، بطور مثال عقائد اور بالخصوص صفات الٰہی کے باب میں مولانا کی تحریروں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ استواء اور عرش کی تاویل اور انکار:

ارشاد باری ہے: ﴿ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۖ﴾ [یونس:۳] (پھر عرش پر بلند ہوا)۔

مولانا مودودی ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''پھر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوا''۔ (دیکھئے: تفہیم القرآن، از سید ابو الاعلیٰ مودودی، ۲/ ۲۶۲، ایڈیشن ادارہ ترجمان القرآن)۔

جبکہ اس سے پہلے سورۂ اعراف (آیت: ۵۴) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''پھر اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا''۔

اور پھر اس کی من مانی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خدا کے استواء علی العرش (تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے) کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لیے مشکل ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دے کر اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز فرما دیا ہو اور اسی کا نام عرش ہو، جہاں سے سارے عالم پر وجود اور قوت کا فیضان بھی ہو رہا ہے اور تدبیر امر بھی فرمائی جا رہی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرش سے مراد اقتدار فرماں روائی ہو اور اس پر جلوہ فرما ہونے سے مراد یہ ہو کہ ==

== اللہ نے کائنات کو پیدا کر کے اس کی زمامِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی ہو، بہر حال استواء علی العرش کا تفصیلی مفہوم خواہ کچھ بھی ہو، قرآن میں اس کے ذکر کا اصل مقصد یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض خالق کائنات ہی نہیں ہے بلکہ مدبر کائنات بھی ہے..!! (دیکھئے: تفہیم القرآن، از سید ابوالاعلیٰ مودودی ۲/ ۳۶)۔

اسی طرح سورۂ ہود (آیت: ۷) میں ﴿وَكَانَ عَرْشُهُۥ عَلَى ٱلْمَآءِ﴾ کا ترجمہ (جبکہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا) تو کیا لیکن پھر تفسیر میں اس کا انکار کرتے ہوئے لکھا:

''رہا یہ ارشاد کہ خدا کا عرش پہلے پانی پر تھا، تو اس کا مفہوم ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ خدا کی سلطنت پانی پر تھی''۔ (دیکھئے: تفہیم القرآن، از مودودی، ۲/ ۳۲۴-۳۲۴)۔

اسی طرح سورۃ الحاقۃ (آیت: ۱۷) ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَٰنِيَةٌ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ آیت متشابہات میں سے ہے جس کے معنیٰ متعین کرنا مشکل ہے۔ ہم نہ یہ جان سکتے ہیں کہ عرش کیا چیز ہے اور نہ یہی سمجھ سکتے ہیں کہ قیامت کے روز آٹھ فرشتوں کے اس کو اٹھانے کی کیفیت کیا ہوگی۔ مگر یہ بات بہر حال ''قابل تصور'' نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوگا اور آٹھ فرشتے اُسے عرش سمیت اٹھائے ہوئے ہوں گے...'' (دیکھئے: تفہیم القرآن، ۶/ ۷۵)۔

افسوس کہ بعینہ یہی عقیدہ سرسید نیچری اعتزالی عقلانی کا بھی تھا، چنانچہ: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ﴾ [الأعراف: ۵۴] کی تفسیر کے تحت ﴿ٱلَّذِينَ يَحْمِلُونَ ٱلْعَرْشَ﴾ [غافر: ۷] کا تذکرہ کرتے ہوئے سرسید نے لکھا ہے: ''ٱلَّذِينَ'' سے اہل ایمان انسان مراد ہیں نہ کہ فرشتے، عرش کے معنیٰ سلطنت کے ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں'' (تفسیر القرآن، سرسید احمد خان، ۳/ ۱۳۵)۔ ==

....

== اسی طرح مودودی نے اعتزال وتجہم کی راہ اختیار کرتے ہوئے، اللہ عزوجل کی مختلف ثابت شدہ صفات کا انکار کردیا، جبکہ اللہ کے اسماء وصفات کے باب میں کتاب وسنت کے دلائل اور اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے مطابق اصل یہ ہے، کہ انہیں اللہ کے لئے اُس کے شایان شان ثابت کیا جائے، نہ ان کا انکار کیا جائے، نہ لفظی یا معنوی تحریف کی جائے، نہ ان کی مثال ومشابہت بیان کی جائے اور نہ ہی ان کی کیفیت بیان کی جائے، مثال کے طور پر:

۱۔ اللہ کی پنڈلی کا انکار: (دیکھئے: تفہیم القرآن، از مودودی، ۶/ ۶۵)۔

۲۔ اللہ کے ہاتھ کا انکار: (دیکھئے: تفہیم القرآن، ۴/ ۳۴۸، و۵/ ۱۵۰، و۶/ ۴۱)۔

۳۔ اللہ کی آنکھ کا انکار: (دیکھئے: تفہیم القرآن، ۲/ ۳۳۷، و۳/ ۹۴، و۵/ ۱۸۴، و۵/ ۲۳۳)۔

۴۔ اللہ کی آمد کا انکار: چنانچہ سورۃ الفجر (آیت: ۲۲) ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: (اور تمہارا ربّ جلوہ فرما ہوگا)، اور تفسیر میں اپنی عقل پرستی اور دانشوری کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اصل الفاظ ہیں ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ﴾ جن کا لفظی ترجمہ ہے ’’تیرا رب آئے گا‘‘۔ لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، اس لیے لامحالہ اس کو ایک تمثیلی انداز بیان ہی سمجھنا ہوگا جس سے یہ تصور دلانا مقصود ہے کہ اس وقت اللہ تعالی کے اقتدار اور اس کی سلطانی وقہاری کے آثار اس طرح ظاہر ہوں گے جیسے دنیا میں کسی بادشاہ کے تمام لشکروں اور اعیان سلطنت کی آمد سے وہ رعب طاری نہیں ہوتا جو بادشاہ کے بنفس نفیس خود دربار میں آجانے سے طاری ہوتا ہے۔ (دیکھئے: تفہیم القرآن ۶/ ۳۳۲-۳۳۳)۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ مولانا مودودی صاحب نے دین اور شریعت کے تمام تر ==

== گوشوں اور پہلوؤں میں اپنی عقلانیت اور اعتزالی فکر کا ثبوت دیا ہے، اور دین کے حقیقی پیغام اور اس کے تئیں مطلوب استسلام کی روح کو اپنی خواہشات نفسانی کی لونڈی بنا دیا ہے، بطور مثال چند دیگر اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مولانا مودودی کا خود ساختہ تصورِ عبادت:

''انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکر، خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو، خدا کی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی، جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لامحالہ وہ بغیر جانے بوجھے، بلا عمد و اختیار، طوعاً و کرھاً خدا ہی کی عبادت کر رہا ہے، اسی کے سامنے سربسجود ہے اور اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے...'' (دیکھئے: تفہیمات، از مودودی، ۱/ ۵۳، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ لاہور، جنوری ۱۹۶۸ء)۔

۲۔ مولانا مودودی کی ''اصطلاح'' میں فرشتہ:

''اسلامی اصطلاح میں جس کو فرشتہ کہتے ہیں وہ تقریباً وہی چیز ہے جس کو ہندوستان و یونان وغیرہ ممالک کے مشرکین نے دیوی دیوتا قرار دیا ہے'' (تجدید و احیاء دین، ص ۱۰) بحوالہ جماعت اسلامی کو پہچانئے، ۱۵۱)۔

۳۔ حدیث ''مجدد'' کا انکار:

''تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبہ یا چند شعبوں ہی میں کام کیا، مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے''۔ (تجدید و احیاء دین، ص ۴۹، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ لاہور، دسمبر ۱۹۶۶ء)۔ ==

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَكُلٌّ يَدَّعِي وَصْلًا لِلَيْلَى   وَلَيْلَى لَا تُقِرُّ لَهُمْ بِذَاكَا

لیلیٰ سے تعلق کا دعویٰ تو سبھی کرتے ہیں، لیکن لیلیٰ ان کے اس دعویٰ کو نہیں مانتی۔

لہٰذا اہل سنت و جماعت کے منہج پر ہونے کے دعویدار کو چاہیئے کہ وہ اہل سنت و جماعت

== ۴۔ صحیح بخاری کی احادیث کی صحت میں تشکیک:

''کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں'' (جماعت اسلامی کو پہچانیئے، ترتیب: حکیم اجمل خان، ص ۱۵۶)۔

۵۔ متعہ کو حلال ٹھہرانے کے لئے باطل اور مضحکہ خیز تاویل:

''فرض کیجئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے اور ایک مرد و عورت کسی تختہ پر بہتے ہوئے ایک ایسے سنسان جزیرے پر جا پہنچتے ہیں جہاں کوئی آبادی موجود نہ ہو، وہ ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہیں اور شرعی شرائط کے مطابق ان کے درمیان نکاح بھی ممکن نہیں، ایسی حالت میں ان کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجاب و قبول کر کے اس وقت تک کے لئے عارضی نکاح کرلیں جب تک کہ وہ آبادی میں نہ پہنچ جائیں یا آبادی ان تک نہ پہنچ جائے۔ کم وبیش ایسی ہی اضطراری صورتیں اور بھی ہوسکتی ہیں، متعہ اسی اضطراری حالتوں کے لئے ہے''۔

(ترجمان القرآن، ماہ اگست، ۱۹۵۵ء ص: ۷۹ ۳، بحوالہ جماعت اسلامی کو پہچانیئے ص ۱۵۷، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: رسالہ: مولانا مودودی اور احادیث نبویہ، از شیخ حافظ عبداللہ روپڑی، محدث روپڑی اکیڈمی، جامع القدس چوک والگراں، لاہور، سنہ ۲۰۰۲ء)۔

یہ جدید اعتزال اور عقلانیت کی بابت سر سید احمد خان اور مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی تحریروں کے بطور مثال چند نمونے ہیں، ورنہ ان لوگوں کا کم وبیش پورا دین ہی عقل پرستی، اعتزال اور نیچریت پر مبنی ہے، نسأل الله السلامة والعافية والله أعلم۔ [مترجم]

کے راستے کی پیروی کرے اور مخالفین کو چھوڑ دے، بصورت دیگر اگر وہ مچھلی اور گوہ کو اکٹھا کرنا چاہے - جیسا کہ لوگ کہتے ہیں- یعنی صحرائی اور سمندری جانور کو یکجا کرنا چاہے، یا آگ و پانی کو ایک پلڑے میں اکٹھا کرنا چاہے؛ تو ایسا ممکن نہیں ہے؛ کیونکہ اہل سنت وجماعت اپنے مخالفین مثلاً خوارج، معتزلہ اور دیگر حزبیوں کے مذہب کے ساتھ اکٹھا نہیں ہو سکتے، جنہیں لوگ ''موجودہ دور کا مسلمان'' کہتے ہیں، یعنی جو زمانہ والوں کی گمراہیوں کو منہج سلف کے ساتھ اکٹھا کرنا چاہتا ہے، کیونکہ:

''لَا يُصْلِحُ آخِرَ هَذِهِ الأُمَّةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوَّلَهَا''[1]۔

اس امت کے آخر کی اصلاح وسدھار وہی منہج کرسکتا ہے جس نے اس کے اول کی اصلاح وسدھار کی تھی۔

خلاصۂ کلام اینکہ مسائل میں تمیز وتفریق کرنا ضروری ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ⑭: یہ تو معلوم ہے کہ دعوت الی اللہ کے لئے شرعی علم ضروری ہے؛ مگر کیا اس علم سے مراد کتاب وسنت کا حفظ ہے؟ اور کیا مدارس اور جامعات میں پڑھایا جانے والا علم دعوت إلی اللہ کے لئے کافی ہے؟

جواب: علم کتاب وسنت کے نصوص کو یاد کرنے اور ان کے معانی کو سمجھنے کا نام ہے؛ لہٰذا صرف نصوص کو ازبر کر لینا کافی نہیں، یعنی اتنا کافی نہیں ہے کہ انسان صرف قرآن واحادیث کے نصوص حفظ کرلے، بلکہ ان کے صحیح معانی کی معرفت حاصل کرنا بھی ضروری ہے، معانی کے فہم کے بغیر محض نصوص کو حفظ کر لینے سے دعوت الی اللہ کی اہلیت نہیں ہو سکتی۔

---

[1] التمہید لابن عبدالبر (۲۳/ ۱۰)، والشفاء للقاضی عیاض (۲/ ۸۸)۔ [مترجم]

رہا مسئلہ مدارس میں پڑھائے جانے والے علم کا، تو اگر اس میں نصوص کا حفظ اور ان کے معانی کا فہم دونوں ہوں، تو کافی ہے۔

لیکن اگر معانی کے فہم کے بغیر صرف نصوص کا حفظ ہو؛ تو اس سے دعوت الی اللہ کی اہلیت نہیں ہوتی، البتہ ایسے آدمی کے لئے اتنا ممکن ہے کہ حفظ کردہ نصوص دیگر لوگوں کو یاد کرائے اور معانی کی شرح کے بغیر انہیں سکھائے اور پڑھ کر سنائے۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑮: بعض لوگوں کو یہ وہم ہے کہ دعوت الی اللہ کا کام مطلق طور پر صرف علماء ہی کر سکتے ہیں، ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو جو کچھ علم ہے اس کے مطابق ان پر دعوت الی اللہ کا کام انجام دینا لازم نہیں؛ اس سلسلہ میں آنجناب کیا توجیہ فرمائیں گے؟

جواب: یہ وہم نہیں، بلکہ حقیقت ہے، دعوت الی اللہ کا کام صرف علماء ہی کر سکتے ہیں۔ میں بھی یہی کہتا ہوں، لیکن کچھ واضح مسائل ہوتے ہیں جنہیں ہر انسان جانتا ہے؛ چنانچہ ہر انسان اپنے علم کے مطابق بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اپنے گھر والوں کو نماز اور واضح امور کا حکم دے، یہ تو فرض ہے حتیٰ کہ عوام الناس پر بھی، کہ وہ اپنی اولاد کو مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعٍ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ''[1]۔

اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

---

[1] صحیح: سنن ابوداود، (۴۹۵)، دیکھئے: نصب الرایۃ، (۱/۲۹۸) الفاظ قریب قریب ہیں۔

’’كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ‘‘[1]۔

تم سب ذمہ دار اور نگراں ہو، اور تم سب سے اپنی نگرانی کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اسے رعایت اور نگرانی کہا جاتا ہے‘ نیز اسے بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی کہا جاتا ہے، جیساکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ‘‘[2]۔

تم میں سے جو بھی کوئی برائی دیکھے اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے (ٹوک دے)، اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے (بُرا جانے)۔

لہٰذا ایک عام آدمی سے بھی مطلوب ہے کہ اپنے گھر والوں اور دیگر لوگوں کو نماز، زکاۃ، اللہ کی اطاعت اور گناہوں سے بچنے کا حکم دے، نیز اپنے گھر کو گناہوں سے پاک کرے، اپنی اولاد کو اطاعت و نیکی کی تربیت دے، یہ تو اس سے مطلوب ہی ہے خواہ وہ عامی ہو؛ کیونکہ یہ چیز ہر شخص کو معلوم ہے، یہ بڑی واضح بات ہے۔

رہا مسئلہ فتاوے، حلال وحرام کی وضاحت اور شرک وتوحید کے بیان کا، تو اس کام کی انجام دہی صرف علماء ہی کریں گے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

---

[1] صحیح بخاری (۸۵۳)۔

[2] صحیح مسلم (۴۹)۔

سوال ⑯: اس وقت دعوتی جماعتوں کی کثرت ہے اور داعیان کی بھی بہتات ہے، لیکن دعوت کی قبولیت بہت کم ہے، اس کا کیا راز ہے؟

جواب: اولاً: ہم دعوت یا دیگر امور میں جماعتوں کی کثرت کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے، بلکہ ہم صرف ایک سچی جماعت چاہتے ہیں جو علم وبصیرت کی روشنی میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔

رہا مسئلہ جماعتوں کی کثرت اور مناہج کی بھرمار کا، تو یہ چیز پسپائی، ناکامی اور باہمی نزاع کا سبب ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ [الأنفال:۴۶]۔

آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا﴾ [آل عمران:۱۰۵]۔

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران:۱۰۳]۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

ہم صرف ایک جماعت چاہتے ہیں جو صحیح منہج اور صحیح دعوت پر قائم ہو خواہ مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہو؛ کیونکہ اس جماعت کا سرچشمہ ایک ہے [1]، وہ آپس میں ایک دوسرے سے رجوع کرتے ہیں؛ اور ایک دوسرے سے مدد لیتے ہیں، اور یہی مطلوب ہے۔

---

[1] یعنی ایک ہی سرچشمہ ہے، وہ ہے کتاب وسنت بمطابق فہم سلف۔

اس کے برخلاف بہت ساری جماعتیں جو ایک منہج پر قائم نہ ہوں، ان کا انجام اختلاف وانتشار ہے۔

ثانیاً: اس میں شک نہیں کہ مدعو (مخاطب) پر داعی کے اخلاص کا بڑا اثر پڑتا ہے، اگر داعی اپنی نیت میں مخلص ہوتا ہے اور صحیح منہج کی دعوت دیتا ہے، نیز علم وبصیرت کی روشنی میں دعوت دیتا ہے تو اس کی دعوت کا مخاطب پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے، اس کے برخلاف اگر داعی اپنی دعوت میں مخلص نہیں ہوتا ہے، بلکہ اپنی ذات کی طرف بلاتا ہے، یا حزبیت (گروہ بندی) کی دعوت دیتا ہے، یا کسی منحرف جماعت یا عصبیت کی طرف بلاتا ہے-خواہ اسلام ہی کا نام لیتا ہو-؛ تو اس کی ذات سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا ہے، اور اِس کا اسلام کی دعوت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

اسی طرح اگر داعی لوگوں کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی طرف بلاتا ہے لیکن جس بات کی دعوت دیتا ہے اس پر خود عمل نہیں کرتا، تو-اس سے بھی-لوگ متنفر ہوجاتے ہیں، اللہ دلوں کا حال جانتا ہے اور انسان کسی بھی جگہ جو کچھ کرتا ہے اس سے بھی باخبر ہے؛ اس لئے اگر وہ خلوت میں دین کی مخالفت کر کے اللہ سے اعلان جنگ کرے گا اور لوگوں کے سامنے آکر انہیں خیر کی دعوت دے گا، تو اس کی دعوت بالکل موثر ومقبول نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعوت میں برکت رکھی ہی نہیں ہے! اس کے برخلاف اسلام کے مخلص داعیان کو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت کو کس قدر ثمر آور بنایا ہے، جبکہ وہ افراد ہی تھے اور ان کے مخالفین بھی تھے، جیسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگردان، اسی طرح شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور ان کے علاوہ دیگر علماء مخلصین، ساتھ ہی آج داعیان کی کثرت اور دعوتی جماعتوں اور اداروں کی بھرمار اور ان کی تاثیر کی قلت اور

معمولی نفع کو بھی دیکھیں؛ تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ اعتبار کیفیت کا ہے مقدار کا نہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ⑰: دعوت إلی اللہ کے مناہج توقیفی ہیں یا اجتہادی؟

جواب: دعوت الی اللہ کے مناہج توقیفی ہیں، جنہیں کتاب وسنت اور سیرت رسول ﷺ نے بیان کر دیا ہے [1]، ہم اس میں اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد نہیں کر سکتے، یہ مناہج

---

[1] یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دین مکمل فرمادیا ہے؛ لہٰذا کسی فرد بشر کے لئے روا نہیں کہ اپنی طرف سے دعوت کا کوئی نیا طریقہ ایجاد کرے، ورنہ زبان حال سے یہ کہنے والا ٹھہرے گا کہ: نبی کریم ﷺ نے تبلیغ رسالت میں (نعوذ باللہ) کوتاہی کی ہے، اور یہ نیا طریقہ زیادہ مفید وموثر ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ان سے کہا:

"إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ؛ فَإِذَا جِئْتَهُمْ، فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ" الحديث. (بخاری: ۱۳۳۱، ۱۴۲۵)۔

یقیناً تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے؛ چنانچہ جب تم ان کے پاس آؤ تو انہیں اس بات کی دعوت دو کہ: وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں، تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن ورات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

یہ حدیث نہایت واضح اور صریح دلالت کرتی ہے کہ دعوت إلی اللہ کے مناہج توقیفی ہیں، ورنہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آج کے ہزاروں دعاۃ سے زیادہ دعوت کے لئے مناسب وسزاوار تھے۔ ==

....

== شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بھی ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے سماع (قوالی وغیرہ) کو لوگوں کو دعوت دینے اور ان سے توبہ کروانے کا طریقہ بنالیا تھا۔

سوال وجواب من وعن ملاحظہ فرمائیں:

سوال: شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں کی ایک جماعت تھی جو کبیرہ گناہوں؛ مثلاً قتل، رہزنی، چوری، اور شراب نوشی وغیرہ کے مقصد سے اکٹھا ہوا کرتی تھی، پھر نیکی اور اتباع سنت سے معروف بزرگوں میں سے ایک بزرگ صاحب نے ان لوگوں کو ان گناہوں سے منع کرنا چاہا؛ تو ان کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہوا، سوائے اس کے کہ اُن کے لئے ایک محفل سماع (گانے، قوالی) کا انتظام کریں، جس میں وہ تمام لوگ اسی نیت سے حاضر ہوں، لیکن یہ محفل دف کے ساتھ بلا آواز ہو اور گلو کار بانسری کے بغیر مباح اشعار گائے؛ چنانچہ جب انہوں نے ایسا کیا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے توبہ کرلیا، اور بے نمازی، چور اور زکاۃ نہ دینے والے... وغیرہ شبہات سے بچنے لگے، فرائض ادا کرنے لگے اور حرام کاموں سے اجتناب کرنے لگے! تو کیا اس بزرگ کے لئے اس طرح سے اس محفل قوالی کا انتظام کرنا بایں صورت مباح ہے کہ اس سے مصلحتیں حاصل ہوتی ہیں؟ جبکہ اُس بزرگ کے لئے اس کے بغیر اُنہیں دعوت دینا ممکن نہ تھا؟!!

جواب: تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جواب دیا:

الحمد للہ رب العالمین، بیشک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دین دے کر مبعوث فرمایا، .... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے لئے دین مکمل فرمایا،... اور مخلوق کو حکم دیا کہ اپنے دین کے اختلافی مسائل کو اس دین کی طرف لوٹا دیں جسے دے کر انہیں مبعوث فرمایا ہے،... لہٰذا جو کتاب وسنت کو حرز جان بنائے گا، اللہ کے تقویٰ شعار اولیاء، اس کی کامیاب جماعت، اور اس کے غالب لشکر میں سے ہوگا، اور امام مالک وغیرہ سلف صالحین کہا کرتے تھے: ==

....

== ''السُّنَّةُ كَسَفِينَةِ نُوحٍ، مَنْ رَكِبَهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ''سنت رسول ﷺ کی مثال کشتی نوح جیسی ہے، جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہا ڈوب گیا۔

جب آپ نے یہ بات جان لی؛ تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت دیتا ہے، بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتا ہے، اور گنہ گاروں کی توبہ قبول فرماتا ہے' لازمی طور پر اسی کتاب وسنت میں ہے جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا ہے''... اور جب یہ چیز واضح ہوگئی تو ہم سائل سے کہنا چاہتے ہیں کہ: مذکورہ بزرگ نے چاہا کہ کبیرہ گناہوں پر اکٹھا ہونے والے توبہ کرلیں؛ لیکن اس کے لئے یہ چیز ممکن نہ ہوسکی سوائے مذکورہ بدعت کے طریقہ سے؛ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بزرگ یا تو ان شرعی طریقوں سے جاہل ولاعلم ہے جن سے گنہ گار توبہ کرتے ہیں' یا ان سے عاجز و بے بس ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم ورحمہم ان سے کہیں بدتر لوگوں یعنی کافروں فاسقوں اور نافرمانوں کو ان شرعی طریقوں سے دعوت دیا کرتے تھے' جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بدعتی طریقوں سے بے نیاز کر رکھا تھا''۔

(بات مختصراً ختم ہوئی، دیکھئے: مجموع فتاوی ابن تیمیہ، ۱۱/ ۶۲۰ - ۶۲۴، یہ حصہ برادر گرامی یوسف العتیق وفقہ اللہ کے اہتمام سے علیحدہ بھی شائع ہو چکا ہے، جس کا عنوان ہے: ''الطرق الشرعیۃ والطرق البدعیۃ فی المسائل الدعویۃ من کلام شیخ الاسلام ابن تیمیۃ'' (دعوتی مسائل میں شرعی طریقے اور بدعتی طریقے، از کلام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ)۔

لہٰذا میرے بھائی! اس بدعتی طریقہ پر ذرا غور کریں اور اس کا اس طریقہ سے موازنہ کریں جس پر آج کل بعض دعاۃ اور بعض فرقے گامزن ہیں، اور اسے ''دعوتی مناہج'' کہتے ہیں! جیسے: گیند کھیلنا، گانے (Songs) گانا، اور ڈرامے کرنا جسے لوگ بزعم خویش ''اسلامی'' کا نام دیتے ہیں، اور تفریحی ٹورس، اور قصے کہانیاں وغیرہ؛ بس اللہ ہی مددگار ہے، واللہ تعالیٰ أعلم۔

اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں موجود ہیں، اگر ہم کوئی نیا منہج وطریقہ شروع کریں گے تو خود بھی ضائع ہوں گے اور دوسروں کو بھی ضائع کردیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ‘‘[1]۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، وہ مردود ہے۔

ہاں، کچھ وسائل نئے وجود میں آگئے ہیں جنہیں آج دعوت کے لئے استعمال کیا رہا ہے جو پہلے موجود نہ تھے، جیسے: لاؤڈاسپیکر، ریڈیو، اخبارات، میگزین، اسی طرح ابلاغ کے تیز رفتار وسائل اور فضائی نشریات وغیرہ، تو انہیں وسائل کہا جاتا ہے، جن سے دعوتی امور میں استفادہ کیا جاتا ہے، انہیں مناہج نہیں کہا جاتا؛ کیونکہ مناہج کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں کردی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ﴾ [النحل:۱۲۵]۔

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلۡ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

---

[1] صحیح بخاری (۳۵۵۰)، وصحیح مسلم (۱۷۱۸)۔

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں مکہ و مدینہ میں لوگوں کو دعوت دینے میں بہت کچھ نمونے موجود ہیں جن سے دعوت کے مناہج کی وضاحت ہوتی ہے:

﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ﴾ [الأحزاب:٢١]۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑱: پند و نصیحت کا صحیح منہج کیا ہے، بالخصوص حکمرانوں کو نصیحت کا؛ کیا منبروں پر ان کے منکر اعمال کی تشہیر کی جائے گی؟ یا پھر انہیں راز دارانہ نصیحت کی جائے گی؟ اس مسئلہ میں صحیح منہج کی وضاحت کی درخواست ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ گناہوں سے کوئی معصوم نہیں، چنانچہ مسلم حکمران بھی بشر ہیں اُن سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں، اور اس میں شک نہیں کہ ان کے یہاں غلطیاں ہیں وہ معصوم نہیں ہیں، لیکن ہم ان کی غلطیوں کو ان کی تشہیر (بے عزتی) اور ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچنے کا سبب نہیں بنائیں گے، حتیٰ کہ اگر وہ ظلم و زیادتی بھی کریں [1]، اور نافرمانی بھی

---

[1] مسلم حکمرانوں کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

عقیدہ طحاویہ کے مولف لکھتے ہیں (ص ۳۷۹):

''ہم اپنے حکمرانوں اور معاملات کے ذمہ داروں کے خلاف بغاوت کے قائل نہیں ہیں' گرچہ وہ زیادتی کریں، نہ ہم ان پر بددعا کرتے ہیں، اور نہ ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں، بلکہ ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کا حصہ سمجھتے ہوئے' فرض جانتے ہیں' جب تک کہ گناہ و معصیت ==

کریں؛ جب تک کہ کھلم کھلا کفر نہ کریں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا ہے[1]،

== کا حکم نہ دیں، نیز ہم ان کے لئے اچھائی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں''۔

داعیانِ حق آج تک اسی منہج پر قائم ہیں۔

اور اسی جیسی یا اسی معنی کی باتیں سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی جانب سے ان کے دروس و بیانات میں بار بار آتی رہی ہیں، نیز ملاحظہ فرمائیں: ''**المعلوم من واجب العلاقة بين الحاكم والمحكوم**'' اور اسی طرح ''**نصيحة الأمة في جواب عشرة أسئلة مهمة**''، نیز عبدالعزیز العسکر کی کتاب ''**نبذة في حقوق ولاة الأمر**'' پر سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح اس موضوع پر سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ کا ایک خطاب بھی ہے جو ''مجلة البحوث الاسلامية'' (شمارہ نمبر ۵۰) میں شائع ہوا ہے۔

ان کتابوں سے ان لوگوں کے پروپیگنڈے کی سخت تردید ہوتی ہے، جن کا دعویٰ ہے کہ سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ اس موضوع پر کچھ بولنا یا لکھنا نہیں چاہتے۔

[1] اس سے شیخ حفظہ اللہ کا اشارہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

''دَعَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَة عَلَيْنَا، وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ'' (فتح الباری، ۱۳/ ۵)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بلایا، تو ہم نے آپ سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم اپنی چستی و ناگواری، آسانی و پریشانی اور اپنے اوپر ترجیح کے باوجود سنیں گے اور اطاعت کریں گے، نیز یہ کہ ہم معاملات کے ذمہ داروں (حکمرانوں) سے نہ جھگڑیں گے، (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) اِلا یہ کہ تم بالکل کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی جانب سے واضح دلیل ہو۔ ==

اگرچہ ان کے یہاں گناہ ومعاصی اور ظلم وزیادتی پائی جاتی ہو؛ کیونکہ ان کی اطاعت پر قائم رہنے میں [1] اجتماعیت، مسلمانوں کا اتحاد اور مسلمانوں کے ممالک کی حفاظت وسلامتی

== مسند احمد میں اتنا اضافہ ہے:

''وَإِنْ رَأَيْتَ أَنَّ لَكَ –أَيْ وَإِنِ اعْتَقَدْتَ– أَنَّ لَكَ فِي الْأَمْرِ حَقًّا؛ فَلَا تَعْمَلْ بِذَلِكَ الظَّنِّ، بَلِ اسْمَعْ وَأَطِعْ إِلَى أَنْ يَصِلَ إِلَيْكَ بِغَيْرِ خُرُوجٍ عَنِ الطَّاعَةِ''۔

یعنی اگر تمہارا خیال ہو کہ معاملہ میں تمہارا بھی حق ہے؛ تو بھی تم اس گمان پر عمل نہ کرو، بلکہ سنو اور مانو، یہاں تک کہ اطاعت سے نکلے بغیر وہ حق تمہیں مل جائے۔

اور ابن حبان اور مسند احمد میں اتنا اضافہ ہے:

''وَإِنْ أَكَلُوا مَالَكَ وَضَرَبُوا ظَهْرَكَ''(فتح الباری، ۱۳/ ۸)۔

اگرچہ وہ تمہارا مال کھائیں اور تمہاری پیٹھ پر ماریں۔

[1] اس سے شیخ حفظہ اللہ کا اشارہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی طرف ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ؛ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً''(صحیح بخاری: ۷۰۵۴)۔

جو اپنے امیر کی جانب سے کوئی چیز دیکھے جو اسے ناگوار ہو تو اس پر صبر کرے؛ کیونکہ جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہو کر مرے گا جاہلیت کی موت مرے گا۔

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ:

''أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ''إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا''. قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ''أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ، وَسَلُوا اللَّهَ حَقَّكُمْ'' (صحیح بخاری: ۷۰۵۲، وترمذی: ۲۱۹۰)۔ ==

مضمر ہے اور ان کی مخالفت اور ان سے نفرت وعداوت میں بڑے عظیم مفاسد ہیں؛ جو اُس منکر وگناہ سے عظیم تر ہیں جو اُن میں پائے جاتے ہیں، اُن کی مخالفت سے وہ سنگین نتائج سامنے آئیں گے جو ان سے سرزد ہونے والے گناہ سے بدترین ہوں گے [1]، جب تک کہ ان کا گناہ کفر وشرک سے کمتر ہو۔

ہم یہ نہیں کہتے: کہ حکمرانوں سے سرزد ہونے والی غلطیوں پر خاموشی اختیار کی جائے، نہیں، بلکہ اس کا علاج کیا جائے، لیکن مناسب طریقے سے علاج کیا جائے، مثلاً انہیں رازدارانہ نصیحت کی جائے یا رازدارانہ خط وکتابت کی جائے۔

اس طرح نہ لکھا جائے جیسے آج کل لکھا جاتا ہے، اور اس پر بہت سارے لوگ دستخط کرتے ہیں اور پھر اسے لوگوں میں بانٹا جاتا ہے، یہ جائز نہیں ہے، بلکہ انہیں رازدارانہ خط لکھا جائے جس میں نصیحت ہو [2]، اور اُسے حاکم کو دیدیا جائے، یا پھر ان سے زبانی گفتگو کی جائے۔

== نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم میرے بعد ترجیح اور کچھ ایسی باتیں دیکھو گے جو تمہیں سخت ناگوار ہوں گی۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: انہیں ان کا حق ادا کرنا اور اپنا حق اللہ سے مانگنا۔

[1] جیسے: آندولن اور دھرنے جو بعض پڑوسی ممالک میں رونما ہوتے ہیں، یہ مظاہرے کافروں کا طور طریقہ ہیں، مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، نہ ہی دین سے اسے کوئی سروکار ہے، اس سے محض قتل وخونریزی، عزت وناموس کی پامالی اور سنت اور اہل سنت پر جبر وتسلط جنم لیتا ہے: آخر سیاسی اشتعال انگیزی کے داعیان انجام وعاقبت کی فکر کیوں نہیں کرتے؟!

[2] حکمرانوں کو نصیحت کا سلفی منہج یہی ہے: کہ نصیحت رازداری میں ہو، تاکہ ریاکاری سے دور اور ان کے یہاں قبولیت کی سزاوار ہو، نیز یہ عمل اللہ کے یہاں بھی شرف قبولیت پاسکے۔ ان شاء اللہ اس سلسلہ میں بعض نصوص اور آثار کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔

اس کے برخلاف لکھ کر اس کی کاپیاں بنانے اور لوگوں میں بانٹنے کا جو طریقہ ہے وہ ناجائز ہے، کیونکہ یہ تشہیر اور بے عزتی ہے، جو بالکل منبروں پر بیان کرنے کی طرح بلکہ اُس سے بھی شدید تر ہے، کیونکہ منبروں پر کی جانے والی بات تو بھول سکتی ہے لیکن تحریر تادیر باقی رہتی ہے اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہتی ہے؛ لہٰذا یہ حق اور درست نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''**الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ**'' قُلْنَا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ''**لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ**''[1]۔

دین خیر خواہی کا نام ہے، دین خیر خواہی کا نام ہے، دین خیر خواہی کا نام ہے''۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس کی خیر خواہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حکمرانوں کی، اور عام مسلمانوں کی۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

''**إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا: أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا، وَأَنْ تُنَاصِحُوا مَنْ وَلَّاهُ اللهُ أَمْرَكُمْ**''[2]۔

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین باتوں کو پسند فرماتا ہے: یہ کہ تم اس کی عبادت کرو اس

---

[1] صحیح مسلم (۵۵)۔

[2] صحیح: موطا امام مالک (۲/۷۵۶)، ومسند احمد (۲/۳۶۷)، اور اس کی اصل صحیح مسلم (۱۷۱۵) میں ہے۔

کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرو، اور یہ کہ تم سب ملکر اللہ کی رسی کو خوب مضبوطی سے پکڑلو اور ٹکڑیوں میں نہ بٹو، اور یہ کہ تم ان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو جنہیں اللہ نے تمہارے معاملات کا ذمہ دار بنایا ہے۔

اور حکمرانوں کو نصیحت کرنے کا سب سے زیادہ حق علماء، اہل رائے ومشورہ اور ارباب حل وعقد حضرات کو ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا جَآءَهُمۡ أَمۡرٞ مِّنَ ٱلۡأَمۡنِ أَوِ ٱلۡخَوۡفِ أَذَاعُواْ بِهِۦۖ وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡۗ﴾

[النساء:۸۳]۔

جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

لہذا نہ تو ہر کس وناکس اس کام کا اہل ہے نہ غلطیوں کی ترویج وتشہیر کا نصیحت سے کوئی سروکار، بلکہ یہ تو ایمان والوں کے درمیان منکر وفحاشی پھیلانا ہے، اور نہ ہی سلف صالحین کے منہج سے اس کا کوئی تعلق ہے، اگرچہ ایسا کرنے والے کا مقصد اچھا اور بہتر ہو: یعنی - بزعم خویش - وہ انکار منکر کرنا چاہتا ہو، لیکن جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ انکار منکر سے بڑا منکر ہے، بسا اوقات انکار منکر بذات خود منکر ہوتا ہے جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے برخلاف ہوتا ہے [1]؛ کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے شرعی طریقہ کی پیروی

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ==

نہیں کی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ“[1]۔

تم میں سے جو بھی کوئی برائی دیکھے اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے (منع کر دے)، اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے (بُرا جانے)، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی تین قسمیں بنائی ہیں:

① وہ جسے اپنے ہاتھ سے برائی ختم کرنے کی طاقت ہو، یہ صاحب اختیار رہے، یعنی: حاکم اور ولی الآمر، یا جن کمیٹیوں، امراء اور قائدین کو یہ ذمہ داری سونپی جائے۔

== ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے راستے میں نرمی مطلوب ہے، اسی لئے کہا گیا ہے: آپ کا بھلائی کا حکم دینا بھلائی کے ساتھ ہونا چاہئے، اور برائی سے روکنا بُرا نہیں ہونا چاہئے، اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عظیم ترین واجبات یا مستحباب میں سے ہے تو اس میں مصلحت کا مفسدہ پر غالب رہنا ضروری ہے... بلکہ اللہ کی حکم کردہ ہر چیز بہتر ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کئی جگہوں پر صلاح اور مصلحین کی تعریف وستائش اور فساد اور مفسدین کی مذمت فرمائی ہے؛ چنانچہ جہاں بھی امر ونہی کا فساد بڑا ہوگا وہ اللہ کے حکم سے خارج ہوگا، اگرچہ اس نے کوئی واجب چھوڑ دیا ہو اور حرام کا ارتکاب کیا ہو، کیونکہ مومن پر واجب یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرے، کیونکہ اُن کی ہدایت کی ذمہ داری اُس پر نہیں ہے“ (رسالہ: ”الآمر بالمعروف والنھی عن المنکر“ سے بات ختم ہوئی ص: ۱۹)۔

[1] صحیح مسلم (۴۹)۔

② عالم دین، جسے سلطہ و اختیار نہ ہو، وہ حکمت اور اچھی موعظت کے ذریعہ بیان و وضاحت اور نصیحت کے ذریعہ، نیز حکیمانہ طریقہ سے حکمرانوں کو بات پہنچا کر منکر کا انکار کرے۔

③ جس کے پاس علم ہو نہ اختیار: ایسا شخص اپنے دل سے منکر کا انکار کرے، یعنی اس برائی سے نفرت کرے اور اس کے کرنے والوں سے بغض رکھے اور ان سے دور رہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ⑲: آج کل نوجوانوں کے درمیان یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ: نقد و تردید میں موازنہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ ان کا کہنا یہ ہے کہ: جب آپ کسی شخص پر اس کی بدعت کے سلسلہ میں نقد کریں اور اس کی غلطیاں بتائیں؛ تو آپ پر اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے، یہ چیز انصاف اور موازنہ کے طور پر مطلوب ہے! کیا نقد کا یہ منہج صحیح ہے؟ اور کیا کسی پر نقد کی صورت میں مجھ پر اس کی خوبیاں ذکر کرنا بھی لازم ہے؟

جواب: اس مسئلہ کا جواب گزر چکا ہے، لیکن جس پر نقد کیا جا رہا ہے اگر وہ اہل سنت و جماعت میں سے ہو، اور اس کی غلطیاں ایسے مسائل میں ہوں جو عقیدہ میں خلل پیدا نہ کرتی ہوں، تب تو ٹھیک ہے، اس شخص کی خوبیاں اور نیکیاں ذکر کی جائیں گی اور اس کی لغزشوں کو اس کی نصرتِ سنت میں ڈبو دی جائیں گی۔

لیکن اگر وہ قابل نقد شخص اہل ضلالت، اہل انحراف اور تباہ کن یا مشکوک افکار و نظریات رکھنے والوں میں سے ہو؛ تو ہمارے لئے اس کی نیکیاں ذکر کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں تو۔؛ کیونکہ ہمارے اس کی نیکیوں کے ذکر کرنے سے لوگ دھوکے میں پڑ جائیں گے؛ لوگ اس گمراہ، یا بدعتی، یا خرافی، یا حزبی کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے؛ اور نتیجۃً اس گمراہ، یا بدعتی یا حزبی کے باطل افکار و نظریات قبول کرلیں گے۔

خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کافروں، مجرموں اور منافقوں کی تردید فرمائی ہے، اور ان کی اچھائیوں کا سرے سے ذکر نہیں کیا ہے [1]، ....

[1] اچھائیوں سے خالی کوئی نہیں ہوتا' حتیٰ کہ اچھائیاں تو یہودیوں عیسائیوں کے یہاں بھی ہیں؛ پھر تو موازنہ کے قائلین کے قاعدہ کے مطابق کافروں کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن کی اچھائیوں کا ذکر کرنا بھی لازم ہوگا! اور کوئی عقلمند یہ بات نہیں کہہ سکتا' چہ جائے کہ کوئی طالب علم کہے؛ لہٰذا خوب غور کرلو۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق بخشے۔۔

لہٰذا نقد ورد میں سلف صالحین کا منہج یہ ہے کہ اچھائیوں خوبیوں کا ذکر نہیں کیا جائے گا، اگر انہوں نے اچھائیوں کا ذکر بھی کیا ہے تو اس اعتبار سے کہ ان سے دھوکہ نہ کھایا جائے، یہ کہنے والے کے اعتبار سے نہیں کہ ''ہمیں اس کی کوششیں اور کارنامے فراموش نہیں کرنا چاہئے''۔

اور یہ (درج ذیل) مثال اس بارے میں ایک ٹھوس مثال ہے، اس میں غور کرنے والے کے لئے ہدایت وروشنی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارج کی حدیث میں ارشاد فرمایا:

''إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلاَمِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ'' (صحیح بخاری: ۳۱۶۶)۔

یقیناً اس کی نسل سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے' وہ ان کے نرخرے سے اوپر نہیں جائے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں انہیں پاؤں گا تو قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے: ==

== ’’يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلاتَهُ مَعَ صَلاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ‘‘ (صحیح بخاری: ۳۴۱۴)۔

تم میں کا کوئی شخص ان کی نماز کے بالمقابل اپنی نماز کو اور ان کے روزہ کے بالمقابل اپنے روزہ کو حقیر جانے گا۔

اور ایک روایت میں ہے:

’’فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ‘‘ (صحیح بخاری: ۳۴۱۵)۔

لہذا تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کردو۔

میں کہتا ہوں: اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے اوصاف اُن کی تعریف وستائش یا ان سے دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے نہیں ذکر فرمایا ہے، بلکہ اس لئے تاکہ لوگوں کو ان سے ڈرائیں اور آگاہ کریں؛ تاکہ لوگ ان کے ظاہری نیک اعمال سے دھوکہ نہ کھا جائیں۔

اور سلف صالحین نے اس معنیٰ کو سمجھا، اسے اپنی زندگی میں عملی طور پر برتا، بلکہ یہ ایک منہج بن گیا جسے انہوں نے اپنے سینے میں اتارلیا۔

چنانچہ اسی بنیاد پر امام احمد رحمہ اللہ لفظ کی بات کہنے کے سبب کرابیسی کو ساقط قرار دیتے ہیں۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہما اللہ نے اپنی کتاب ’’السنۃ‘‘ (۱/ ۱۶۵) میں روایت کیا ہے:

فرماتے ہیں: ’’میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ: جو کہے میرا قرآن کو بولنا مخلوق ہے، تو یہ نہایت بری اور فضول بات ہے، اور یہ جہمیہ کا عقیدہ ہے۔ میں نے عرض کیا: حسین کرابیسی بھی یہی بات کہتے ہیں! تو فرمایا: خبیث جھوٹ بولتا ہے، اللہ اُسے رسوا کرے‘‘۔

بلکہ امام احمد رحمہ اللہ نے حارث محاسبی کے بارے میں اس سے بھی سخت بات کہی ہے، ==

....

== چنانچہ اس کے بارے میں علی ابن ابو خالد نے بتلایا، کہتے ہیں:

''میں نے امام احمد سے کہا: یہ شیخ -ایک شیخ جو ہمارے ساتھ موجود تھے- میرے پڑوسی ہیں، میں نے انہیں ایک شخص سے منع کیا ہے، ان کی خواہش ہے کہ اس کے بارے میں آپ کی زبان سے سن لیں، یعنی حارث قصیر- حارث محاسبی- کے بارے میں، آپ نے مجھے اُس کے ساتھ بہت سالوں سے دیکھا تھا، تو مجھ سے کہا تھا: ''اس کی مجلس میں بیٹھو نہ اُس سے بات کرو''۔تب سے آج تک میں نے ان سے بات نہیں کی لیکن یہ شیخ اس کی مجلس میں بیٹھتے ہیں، تو آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

اتنا سننا تھا کہ میں نے دیکھا امام احمد رحمہ اللہ کا چہرہ سرخ ہوگیا، ان کی رگیں اور آنکھیں پھول گئیں، میں نے انہیں ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔

پھر آپ جھڑک کر کہنے لگے: وہ شخص؟! اللہ تعالیٰ اُسے کیفر کردار تک پہنچائے، اُسے وہی جانتا ہے جو اس کے اندرونی حقائق سے واقف اور آگاہ ہے، اسے چھوڑ دو، اس سے باز رہو، اس سے دوری اختیار کرو، اُسے وہی جانتا ہے جو اس کے اندرونی حقائق سے واقف اور آگاہ ہے، اس کی مجلس میں مغازلی، یعقوب اور فلاں فلاں بیٹھا کرتے تھے، جنہیں اس نے جہم بن صفوان کی رائے کا دلدادہ بنا دیا، جس کے سبب وہ ہلاک و برباد ہو گئے۔

تو اس شیخ نے اُن سے کہا: اے ابو عبد اللہ! وہ حدیث روایت کرتے ہیں، بڑے سنجیدہ اور خشوع مند ہیں، ان کی حالت ایسی ہے؟؟ یہ سن کر ابو عبد اللہ سخت غضبناک ہوئے اور کہنے لگے: اس کا خشوع اور نرم مزاجی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے، اور کہنے لگے: اس کے سر نیچا کرنے سے دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ وہ بڑا بُرا آدمی ہے، اُسے وہی جانتا ہے جو اس کے اندرونی حقائق سے واقف ہے، اس سے بات نہ کرو، اس کی کوئی عزت نہیں ہے، کیا ہر شخص جو==

اسی طرح ائمہ سلف رحمہم اللہ جہمیہ [1]، معتزلہ اور دیگر گمراہوں کی تردید کرتے ہیں اور ان کی

== رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرے، حالانکہ وہ بدعتی ہو، تم اس کی مجلس میں بیٹھو گے؟ نہیں، بالکل نہیں، وہ کسی عزت وتکریم کا مستحق ہے، نہ اس سے آنکھ کو ٹھنڈک مل سکتی ہے" (طبقات الحنابلۃ، ۱/ ۲۳۳)۔

میں کہتا ہوں: بھلا وہ -نام نہاد- انصاف امام احمد رحمہ اللہ کے یہاں کہاں ہے؛ انہوں نے کرابیسی اور محاسبی کی ایک بھی اچھائی کا ذکر نہیں کیا؟ جبکہ کرابیسی تو علم کے سمندروں میں سے ہیں، جیسا کہ ان کی سیرت میں موجود ہے۔ ص (۱۱۱) حاشیہ (۱) اور ص (۱۱۲) حاشیہ (۱) میں اس بات کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے۔

دیکھئے: تاریخ بغداد (۸/ ۶۴)، وسیر أعلام النبلاء (۱۲/ ۷۹)۔

اللہ تعالیٰ امام احمد پر رحم فرمائے، اگر ہمارے اس زمانہ میں ہوتے تو وہ بھی محفوظ نہ رہ پاتے، بلکہ تشدد، ایجنٹ، علمانیت (Secularism) وغیرہ کی تہمتوں سے متہم کر دیئے جاتے جن سے حزبی فرقہ پرست لوگ دلائل سے لاچار ہونے پر متہم کیا کرتے ہیں؛ کیونکہ انہوں نے ہوا پرستوں بدعتیوں کے ساتھ کسی قسم کی مجاملت، مداہنت اور منہجی تنازل نہیں برتا۔

رافع بن اشرس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فاسق بدعتی کی سزا یہ ہے کہ اُس کی خوبیاں ذکر نہ کی جائیں" (شرح علل الترمذی: ۱/ ۳۵۳)۔

[1] جہمیہ: یہ اسماء وصفات الٰہی کے منکرین کا معروف بدعتی فرقہ ہے، اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے جس نے یہ بات کہی کہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں عرش پر نہیں ہے، اور قرآن کریم کی آیت (ثم استوى على العرش) "پھر اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہوا" میں استویٰ بمعنیٰ استولیٰ (یعنی قابض ہوا) ہے، وہ جعد بن درہم بدعتی ہے جسے امیر عراق خالد بن عبداللہ القسری نے اس وقت ==

....

== کے علماء اہل سنت کے فتویٰ کے بعد واسط میں عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد (سنہ ۱۱۸ھ میں) قتل کر دیا، انکار صفات کا یہ عقیدہ جعد بن درہم سے اس کے شاگرد جہم بن صفوان سمرقندی نے حاصل کیا، اور خراسان وغیرہ میں اس عقیدہ کو خوب پھیلایا، اور کچھ لوگ اس کے پیروکار ہوئے، اُس نے سُمَّنیہ کے نام سے معروف ہندوستان کے مشرکین، فلاسفہ، دہریوں سے مناظرہ کیا، اور شکست کھا گیا، بایں طور کہ انہوں نے اس سے کہا: تم اپنے جس رب کی عبادت کرتے ہو کیا وہ دکھائی دیتا ہے، یا سونگھا جا سکتا ہے، یا چکھا جا سکتا ہے، یا چھوا جا سکتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! تو انہوں نے کہا: پھر تو تم ایک معدوم کی عبادت کرتے ہو!! چنانچہ وہ رب تعالیٰ کے بارے میں شک میں پڑ گیا اور چالیس دن تک نماز پڑھی نہ کوئی اور عبادت کیا، بالآخر اس کا دل معبود حقیقی سے خالی ہو گیا، تو شیطان نے اس کے دل میں ایک عقیدہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ محض ایک مطلق وجود کا نام ہے، لہٰذا اس نے وجود مطلق تسلیم کیا اور تمام اسماء وصفات کا انکار کر دیا!!، اسے ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں سنہ (۱۲۸ھ) میں قتل کیا گیا۔ اسی وجہ سے یہ فرقہ جعدیہ کے بجائے جہمیہ کے نام سے معروف ہوا۔ معتزلہ، اشاعرہ، اور ماتریدیہ وغیرہ بدعتی وعقلانی فرقے اسی جہمیہ سے پیدا ہوئے۔

(دیکھئے: خلق افعال العباد، از امام بخاری ص: ۳۱، والابانۃ، از امام ابن بطہ، ۲/۸۶ نمبر (۳۱۷)، وشرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، از امام لالکائی، ۳/۳۸۰ نمبر (۶۳۴، ۶۳۵) وبیان تلبیس الجھمیۃ، از امام ابن تیمیہ، ۱/۳۱۸، و۲/۵۳، و۲/۵۰، ودرء تعارض العقل والنقل، از امام بن تیمیہ، ۲/۴۱۰، واجتماع الجیوش الاسلامیۃ، از امام ابن القیم ص: (۲۰۶، ۲۰۷)، ومیزان الاعتدال، از امام ذہبی، ۱/۳۹۹)۔

جہم بن صفوان سمرقندی ایک بدعتی گمراہ شخص ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جهم بن صفوان، أبو محرز السمرقندى الضال المبتدع، رأس الجهمية، هلك في زمان صغار التابعين، وما علمته روى شيئا، لكنه زرع شراً عظيماً“۔ ==

....

== (میزان الاعتدال،۱/۴۲۶ نمبر ۱۵۸۴، نیز دیکھئے: سیر أعلام النبلاء (۶/۲۶-۲۷) والکامل، از ابن الأثیر، (۵/۳۴۲-۳۴۴)۔

جہم بن صفوان ابومحرز سمرقندی، گمراہ بدعتی جہمیہ فرقہ کا سردار ہے، صغار تابعین کے دور میں ہلاک ہوا، میں نہیں جانتا کہ اس نے کوئی روایت کیا ہے، البتہ بہت بڑے شر وفساد کی بیج بویا ہے۔

جہمیہ کی چند نمایاں بدعات یہ ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا انکار۔

۲۔ قرآن کریم مخلوق ہے، اللہ کا کلام نہیں۔

۳۔ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے، لہٰذا یہ مرجئہ بھی ہیں۔

۴۔ بندے کا اپنا کوئی ارادہ واختیار نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے کاموں پر مجبور ہے۔

جہمیہ کی تکفیر:

جہمیہ کو علماء امت کی ایک بڑی تعداد نے کافر اور بے دین قرار دیا ہے، جن میں عبداللہ بن المبارک، سلام بن ابو مطیع، ابراہیم بن طہمان، عبد الوہاب الوراق، یزید بن ہارون، خارجہ بن معصب، عبدالحمید الحمانی، احمد بن ابراہیم الدورقی، قتیبہ بن سعید، عبدالرحمن بن مہدی، ابراہیم بن ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن یونس، خارجہ بن مصعب، اور امام بخاری رحمہم اللہ وغیرہم شامل ہیں۔

(دیکھئے: الرد علی الجہمیہ والزنادقہ، لاحمد بن حنبل رحمہ اللہ، ص: ۱۲، نیز دیکھئے: فتییان تتعلقان بتکفیر الجہمیۃ وأن الصلاۃ لا تصح خلف من لا یکفر الجہمیۃ، از ابراہیم بن عبداللطیف آل الشیخ وعبداللہ بن عبداللطیف آل الشیخ وسلیمان بن سحمان الخثعمی)۔

حتیٰ کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے قصیدہ نونیہ میں لکھا ہے کہ جہمیہ کو پانچ سو علماء کرام نے کافر قرار دیا ہے! (دیکھئے: القصیدۃ النونیۃ لابن القیم، ص: ۴۲)۔ ==

کوئی خوبی یا اچھائی ذکر نہیں کرتے ہیں؛ کیونکہ ان کی اچھائیاں - اگر ہوں بھی تو - ان کی گمرہی، یا کفر، یا الحاد، یا نفاق کے سبب مرجوح ہیں؛ لہٰذا بالکل مناسب نہیں کہ ایک طرف آپ کسی گمراہ، بدعتی، یا منحرف کی تردید کریں اور ساتھ ہی اس کی خوبیاں ذکر کرتے ہوئے کہیں کہ وہ بڑا اچھا آدمی ہے، اس کی بڑی نیکیاں وغیرہ وغیرہ ہیں، لیکن اس سے غلطی ہوگئی ہے!!۔

ہم آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ: آپ کا اس کی تعریف کرنا اس کی گمرہی سے بڑھ کر ہے،

== (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الفرق بین الفرق (ص: ۱۹۹)، العقیدۃ السلفیۃ فی کلام رب البریۃ وکشف أباطیل المبتدعۃ الردیۃ، ڈاکٹر یوسف جدیع (ص: ۳۲۴-۳۳۸)، وتحقیق التجرید فی شرح کتاب التوحید (۲/ ۲۳۳)۔

جہمیہ کی بدعات اور ان کے شبہات وتلبیس کاریوں کی تردید میں ائمۂ سلف کی چند اہم اور بنیادی کتابیں یہ ہیں:

۱۔ ''الرد علی الجہمیۃ والزنادقۃ'' امام احمد بن حنبل الشیبانی (وفات: ۲۴۱ھ)۔

۲۔ ''الاختلاف فی اللفظ والرد علی الجہمیہ والمشبہہ'' عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (وفات: ۲۷۶ھ)۔

۳۔ ''الرد علی الجہمیۃ'' عثمان بن سعید الدارمی (۲۸۰ھ)۔

۴۔ ''الرد علی الجہمیہ'' از محمد بن إسحاق ابن مندہ (وفات: ۳۹۵ھ)۔

۵۔ ''بیان تلبیس الجہمیۃ فی تاسیس بدعہم الکلامیۃ'' شیخ الاسلام امام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ (وفات: ۷۲۸ھ)۔

۶۔ ''الصواعق المرسلۃ فی الرد علی الجہمیۃ والمعطلۃ'' امام علامہ شمس الدین ابن قیم الجوزیۃ (وفات: ۷۵۱ھ)۔ [مترجم]۔

کیونکہ لوگ اس کی بارے میں آپ کی تعریف وستائش پر اعتماد کریں گے؛ اور آپ اس گمراہ بدعتی کی پذیرائی اور تعریف کر کے لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دیں گے، اور اس کے ذریعہ گمراہ گروں کے افکار ونظریات قبول کرنے کا دروازہ کھل جائے گا[1]۔

---

[1] میرے قاری بھائی: یہ واقعہ ملاحظہ کریں جس سے بدعتیوں کی تعریف کے سبب لوگوں کو دھوکہ دینے کی سنگینی کا مزید اندازہ ہوگا:

اس واقعہ کو امام ذہبی وغیرہ نے روایت کیا ہے، کہتے ہیں: ''ابو الولید الباجی نے اپنی کتاب ''اختصار فرق الفقہاء'' میں قاضی ابو بکر باقلانی کے تذکرہ میں فرمایا ہے: مجھے ابو ذر ہروی نے بتلایا- وہ ان کے اشعری مذہب کی طرف مائل تھے-. تو میں نے ان سے پوچھا: تمہیں یہ بات کہاں سے ملی؟ کہا کہ: میں ابو الحسن دارقطنی کے ساتھ چل رہا تھا، اسی دوران ہماری ملاقات قاضی ابو بکر بن الطیب -الأشعری- سے ہوئی؛ تو امام دارقطنی ان سے چمٹ گئے، اور ان کے چہرے اور دونوں آنکھوں کا بوسہ دیا؛ جب دونوں جدا ہوئے تو میں نے پوچھا: یہ کون صاحب تھے جن کے ساتھ آپ اتنا والہانہ پیش آئے، میں نہیں سمجھتا تھا کہ آپ ان کے ساتھ اس طرح پیش آئیں گے درانحالیکہ آپ خود اپنے وقت کے امام ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ مسلمانوں کے امام، دین کا دفاع کرنے والے قاضی ابو بکر بن الطیب ہیں! چنانچہ اس وقت سے میں بار بار ان کے پاس جانے لگا اور ان کے مذہب کا پیرو ہوگیا'' (تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۱۱۰۴-۱۱۰۵، وسیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی رحمہ اللہ، ۱۷/ ۵۵۸-۵۵۹)۔

میں کہتا ہوں: اس واقعہ میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ امام دارقطنی نے جب ابو بکر باقلانی اشعری کے ساتھ یہ والہانہ برتاؤ کیا، اور ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسلمانوں کے امام ہیں.... الخ؛ تو اسے دیکھنے والا دھوکہ میں پڑ گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اشاعرہ کا مذہب اپنا لیا۔ ==

ہاں اگر قابل تردید شخص اہل سنت و جماعت میں سے ہو، تو اس کی تردید ادب واحترام کے ساتھ کی جائے گی، اور فقہی مسائل اور اسی طرح استنباط واجتہاد کے مسائل میں سرزد ہونے والی اس کی غلطیوں سے آگاہ کیا جائے گا؛ چنانچہ ہم کہیں گے: کہ فلاں شخص نے اس مسئلہ میں غلطی کی ہے، دلیل کی روشنی میں صحیح بات یہ ہے- اللہ ان کی مغفرت فرمائے-، یہ ان کا اجتہاد ہے، وغیرہ، جیسا کہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے درمیان مسائل میں تردید ہوا کرتی تھی۔ اس سے اس کے علمی مقام میں کمی نہیں آئے گی، کیونکہ وہ اہل سنت و جماعت میں سے تھا۔

اہل سنت و جماعت معصوم نہیں ہیں، ان کے یہاں بھی غلطیاں ہیں، بسا اوقات کسی سے کوئی دلیل چھوٹ جاتی ہے یا استنباط میں خلل رہ جاتا ہے؛ لہٰذا ہم غلطی پر خاموش نہیں رہیں گے، بلکہ ہم اُسے معذور سمجھتے ہوئے اس کی غلطی واضح کریں گے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ"[1]۔

اگر حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو جائے تو اسے دو اجر ملے گا، اور اگر فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور اس میں غلطی کر جائے تو اُسے ایک اجر ملے گا۔

== اسی طرح جو بھی اہل بدعات وخواہشات کی تعریف کرے گا؛ بہت سارے لوگوں کو بدعتیوں کے مذہب میں دھکیل دے گا، بالخصوص اگر وہ ان سے میں ہو گا جس میں صلاح ونیکی دکھائی دیتی ہو، واللہ أعلم۔

[1] صحیح بخاری (۶۹۱۹)، وصحیح مسلم (۱۷۱۶)۔

یہ بات فقہی مسائل کے بارے میں ہے۔

لیکن اگر معاملہ اعتقادی مسائل کا ہو تو ہمارے لئے جائز نہیں کہ گمراہ گروں اور اہل سنت و جماعت کے مخالفین معتزلہ، جہمیہ، زندیقوں[1]، ....

---

[1] ''زندیق'': زاء کے کسرہ کے ساتھ اصل میں فارسی لفظ ہے، جسے عربی میں استعمال کیا گیا ہے، اس کی اصل ''زندکرد'' ہے یعنی جو دہریت اور ہمیشہ زندگی کا قائل ہو، اس کی جمع زنادقہ اور اسم زندقہ آتا ہے۔

اس کی اصطلاحی تفسیر اور مراد کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں: اس سے مراد وہ ہے جو منافق کی طرح کفر چھپائے اور اسلام ظاہر کرے۔ بعض کہتے ہیں: کہ یہ مجوسی ثنویہ فرقہ کے لوگ ہیں جو خیر وشر کے الگ الگ دو خالق ''نور اور ظلمت'' کے قائل ہیں۔ بعض کا کہنا ہے: کہ زندیق وہ ہے جس کا کوئی دین نہ ہو۔ بعض کا کہنا ہے: کہ زندیق وہ ہے جو زردشت یا زرتشت -معروف ایرانی فلسفی، جسے اس کے ماننے والے اہل فارس اپنا نبی سمجھتے ہیں، اس کی پیدائش تقریباً (٦٦٠ قبل مسیح) میں، اور وفات تقریباً (٥٨٣ قبل مسیح) میں ہوئی، اس کا خیال تھا کہ اسے ''افستا'' نامی کتاب وحی کی گئی ہے، یہ شر وخیر دو خالقوں کا قائل تھا، جن کا نام یزداں اور اہرمن ہے- کی ''زند'' نامی کتاب- جو خود اس کی اپنی افستا نامی کی شرح ہے- کا پیروکار ہو۔ بعض کا کہنا ہے: کہ یہ یہودی الأصل عبداللہ بن سبا سے منسوب فرقہ سبائیہ علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل لوگوں کا ایک گروہ ہے، وغیرہ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ زنادقہ اصل میں دیصان پھر مانی اور پھر مزدک کے ماننے والے ہیں۔

دیصان: یہ دیصان نامی ایک نہر کے پاس پیدا ہونے کے سبب دیصان کہلایا، یہ بھی صرف دو بنیادوں نور اور ظلمت کا قائل تھا، یعنی نور میں ساری بھلائیاں جبکہ ظلمت میں ساری برائیاں ==

....

== شامل ہیں، کیونکہ یہ دونوں ازلی ہیں۔اور مانی: مانی بن فاتک حکیم حران کا ایک راہب تھا، اس نے یہ دین اور عقیدہ ایجاد کیا کہ دنیا کے تدبیر کرنے والے ایک سے زائد ہیں، نیز اس کا عقیدہ تھا کہ تناسل کا سلسلہ بند ہونا چاہیئے تا کہ دنیا جلد سے جلد خالی ہو، اسی لئے وہ نکاح کو حرام قرار دیتا تھا، اور اسی کی پاداش میں اُسے حاکم وقت بہرام بن ہرمز بن سابور نے یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ واجب اور ضروری ہے کہ تمہارے عقیدہ کے مطابق سب سے پہلے تمہیں ہی اس سے چھٹکارا دلا دیا جائے۔اور مزدک: فارس میں سنہ ۴۸۷ء میں ظاہر ہوا، یہ بھی ثنوی (یعنی نور وظلمت دو خالقوں کا) کے عقیدہ کا قائل تھا،اس کا کہنا تھا کہ تمام عورتیں اور اموال حلال ہیں،اور تمام لوگ ان میں شریک ہیں۔

مصرع التصوف کے محقق شیخ عبدالرحمن الوکیل ''شفاء الغلیل'' از خفاجی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ لغت اور شریعت میں لفظ زندیق کی کوئی جامع ومانع تحدید نہیں ہے بلکہ یہ ایک مشترک المعانی پیچیدہ لفظ ہے، ہر زمانہ میں کسی ایک ہی معنیٰ میں استعمال نہیں ہوا ہے، نہ کسی خاص قوم پر ہی بولا گیا ہے، بلکہ اس کے معانی اور استعمالات مختلف ہیں، چنانچہ اس کا اطلاق دو خالقوں کا عقیدہ رکھنے والے ثنویہ پر بھی کیا گیا، اسی طرح ہر ملحد، دہریہ، بے دین، کافر، بدعتی، اور فحش گو فاسق وفاجر، اور بدچلن شعراء پر بھی کیا گیا ہے، کیونکہ زندیق نہ تو کوئی چیز چھوڑتا ہے نہ کسی بلائی جانے والی چیز سے باز رہتا ہے (بتصرف)۔

(دیکھئے: القاموس المحیط (ص:۱۱۵۱)، وتهذیب اللغة (۹/۴۰۰)، و التوضیح لشرح الجامع الصحیح (۳۱/۵۲۹)، وعمدة القاری شرح صحیح البخاری (۲۴/۷۹)، والتحبیر لایضاح معانی التیسیر (۳/۵۱۱)، وفتح الباری لابن حجر (۱۲/۲۷۰-۲۷۱)، والفصل فی الملل والأهواء والنحل (۱/۳۷)، والاعتقاد الخالص من الشک والانتقاد (ص: ۳۷۳)، از علی بن ابراہیم علاء الدین ابن العطار (وفات: ۷۲۴ھ)، تحقیق: دکتور سعد بن ہلیل الزویہری، وکشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (۱/۵۴۱)، ازمحمد بن علی فاروقی ==

ملحدوں [1] اور اس دور کے مشکوک لوگوں کی تعریف اور مدح وستائش کریں، اور ایسے لوگ بہت ہیں [2]۔

== حنفی تھانوی (وفات: ۱۱۵۸ھ)، تحقیق: دکتور علی دحروج، ومصرع التصوف (۱/ ۱۸۵)، از ابراہیم بن عمر البقاعی (وفات: ۸۸۵ھ)، تحقیق عبدالرحمن الوکیل)، والألفاظ المصطلحات المتعلقة بتوحید الربوبیة (ص: ۳۳۱-۳۳۳)۔ [مترجم]

[1] ''ملحد'': ملحد کا لفظ الحاد سے اسم فاعل ہے، یہ ''لحد'' سے مشتق ہے جس کے معنی مائل ہونے اور سیدھے راستے سے ایک جانب ہٹ جانے کے ہیں، اسی لئے بغلی قبر کو بھی لحد کہا جاتا ہے جو درمیان سے ایک طرف مائل ہوتی ہے۔

اور شریعت میں لفظ الحاد لغوی معنیٰ سے موافق کئی معانی میں استعمال ہوا ہے، جیسے، شرک، تکذیب، انکار، ظلم وجور، سرکشی، حق سے اعراض وانحراف وغیرہ، اور اس کی کئی قسمیں ہیں، مثلاً اللہ کے اسماء وصفات کا انکار، یا تشبیہ وتمثیل، یا لفظی ومعنی تحریف، یا کیفیت بیانی وغیرہ کے ذریعہ الحاد کرنا۔

لیکن یہاں ملحد کا لفظ موجودہ دور کے الحاد کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، یعنی اللہ کے وجود کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ کائنات خالق سبحانہ وتعالیٰ کے بغیر وجود میں آئی ہے اور جاری وساری ہے، مادہ ازلی وابدی ہے، کائنات میں رونما ہونے والی تبدیلیاں ازخود انجام پارہی ہیں، یا مادہ کے مزاج وطبیعت اور اس کے قوانین کے تقاضہ کے مطابق رواں دواں ہے، وغیرہ۔ اور اسی لئے بسا اوقات الحاد کے لئے زندقہ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

(دیکھئے: الألفاظ المصطلحات المتعلقة بتوحید الربوبیة (ص: ۳۳۴-۳۴۰)، اور مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: کواشف زیوف فی المذاہب الفکریّة المعاصرة، از عبد الرّحمن حسن حَبَنَّکة المیدانی (ص: ۴۳۳، اور اس کے بعد)۔ [مترجم]

[2] کوئی کہہ سکتا ہے: کہ آپ لوگ معتزلہ، جہمیہ، زنادقہ، اشاعرہ، خوارج، اور مرجئہ وغیرہ ==

....

== فرقوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں' اور ہمیشہ عقیدہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے ان کا ذکر کرتے ہیں، باوجودیکہ یہ فرقے جاچکے ہیں، اور ان کے پیروکار زیر زمین ہو چکے ہیں! اور ''أکل الزمان علیہا وشرب'' (یعنی ناپید قصۂ پارینہ) کے مصداق ان کا ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہی؟

تو اللہ کی توفیق سے ہم کہنا چاہتے ہیں:

جی ہاں! صحیح ہے یہ فرقے ماضی میں تھے، اور ان کے بانیان و پیروکاران صدیوں پیشتر دنیا چھوڑ چکے ہیں، لیکن ان کے افکار ونظریات باقی ہیں، ان کے عقائد ہنوز موجود ہیں، بلکہ ان سے متاثر ہونے والے پیروکاران ہمارے درمیان موجود ہیں؛ لہٰذا ان کے افکار ونظریات اور عقائد نسل درنسل منتقل ہو رہے ہیں اور ان کی ترویج کرنے والے بھی موجود ہیں۔

چنانچہ **معتزلہ کا عقیدہ:** آج بھی موجود ہے، بلکہ اسلام سے نسبت رکھنے والے بہت سارے لوگوں کے درمیان پھیلا ہوا ہے، کیونکہ شیعوں کے تمام فرقے -حتیٰ کہ زیدیہ بھی- اعتزال کے عقیدہ پر قائم ہیں۔

اسی طرح فرقہ اشعریہ: آج بھی جمہور مسلمانوں کے درمیان مجموعی طور پر موجود ہے۔

اسی طرح ارجاء کا عقیدہ: بھی حنفیوں کے یہاں موجود ہے جن کا خیال ہے کہ ایمان صرف تصدیق اور زبانی اقرار کا نام ہے، لہٰذا ان کے یہاں اعمال ایمان کے مسمیٰ میں داخل نہیں ہیں، اگرچہ کہ اِرجاء کی یہ قسم اہل کلام کے یہاں پائے جانے والے اِرجاء سے ہلکی اور معمولی ہے۔

اگرچہ کوئی زمانہ اہل سنت وجماعت کے مخالف عقائد اور مذاہب ونظریات سے خالی نہیں رہا، لیکن ہر زمانہ کے کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اس عقیدہ کا دفاع کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ مملکت سودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء نے بھی (فتویٰ نمبر ۲۱۴۳۶، بتاریخ ۸/ ۴/ ۱۴۲۱ھ) ارجاء کی خطرناکی سے آگاہ کیا، چنانچہ کمیٹی نے کہا: ==

== ’’مرجئہ کی بات جو اعمال کو ایمان کے مسمیٰ سے خارج کرتے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ ایمان صرف دل کی تصدیق، یا دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے، اور اعمال ان کے یہاں محض ایمان کی تکمیلی شرط ہیں، ایمان کا حصہ نہیں ہیں، بنابریں جو اپنے دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرلے، وہ ان کے یہاں مکمل ایمان والا ہے' خواہ واجبات کا ترک اور محرمات کا ارتکاب کرتا رہے، اور وہ جنت میں داخلہ کا مستحق بھی ہے' خواہ سرے سے کوئی عمل نہ کرے...

اس میں شک نہیں کہ یہ قول باطل اور کھلی گمراہی ہے' جو کتاب وسنت اور سلف تا خلف اہل سنت وجماعت کے منہج و اصول کے مخالف ہے' نیز یہ شرپسندوں اور فسادیوں کے لئے دروازہ کھولتا ہے...‘‘ (دیکھئے: کتاب ’’التحذیر من الارجاء وبعض الکتب الداعیۃ لہ‘‘، ص ۸-۹)۔

اسی طرح وحدۃ الوجود کے قائلین وغیرہ ملحدین: بھی موجود ہیں؛ کیونکہ ابن عربی الطائی کے پیروکاران موجود ہیں، جو غالی صوفی ہیں۔

اس لئے... جب ہم ان فرقوں کا ذکر کرتے ہیں تو ناپید بوسیدہ ہڈیوں کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے ہیں، بلکہ ان فرقوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جو آج بھی مسلمانوں کے درمیان موجود ہیں، یہ چیز طالبان علم سے پوشیدہ نہیں ہے، لیکن ان فرقوں کا ذکر کرنے کی بابت ہم پر نکیر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو یا تو حقائق سے ناواقف ہیں، یا لوگوں پر معاملہ کو گڈ مڈ کرنا اور باطل عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت کرنا چاہتے ہیں؛ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ نکیر کرنے سے پہلے پوچھ لیں۔

یہ مختصر اشارات ہیں، ورنہ موضوع بڑا طویل داماں ہے، واللہ اعلم۔

ذیل میں بعض مثالیں ملاحظہ فرمائیں' جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اُن تباہ فرقوں کے افکار آج بھی موجود ہیں:

۱۔ ’’سید قطب‘‘ اپنی کتاب ’’فی ظلال القرآن‘‘ (۴ / ۲۳۲۸) میں کہتے ہیں: ==

....

== ’’قرآن کریم زمین وآسمان کی طرف ایک کائناتی ظاہرہ (مظہر) ہے‘‘۔

یہ قرآن کریم کے مخلوق ہونے کا عقیدہ ہے جو جہمیہ وغیرہ کا قول ہے۔

اسی طرح اپنی کتاب ’’ظلال القرآن‘‘ ہی میں قرآنی آیات کو موسیقی کے نغموں (سُر) اور موسیقی انداز سے متصف کرتے ہیں، بطورمثال سورۃ الشمس، الفجر، الغاشیہ، الطارق، القیامہ وغیرہ میں۔

اورسورۃ الأعلیٰ (ص ۳۸۸۳) میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ’’الصانع‘‘ (بنانے والے‘ کاریگر) سے متصف کرتے ہیں! اللہ تعالیٰ ان کی کہی ہوئی باتوں بہت بلندوبرتر ہے۔

۲۔ نیز اپنی کتاب ’’ظلال القرآن‘‘ (۶ / ۴۰۰۲) میں ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

’’یہ وجود کی احدیت (یکتائی) ہے؛ لہٰذا اس کی حقیقت کے سوا نہ کوئی حقیقت ہے، نہ اس کے وجود کے سوا کوئی حقیقی وجود، اس کے سوا ہر موجود اپنا وجود اُسی حقیقی وجود سے حاصل کرتا ہے‘‘۔

یہ سراسر وحدۃ الوجود کا عقیدہ ہے!!!۔

علامہ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’میں نے سید قطب کی تفسیر ظلال القرآن میں سورۃ الاخلاص کی تفسیر پڑھی، انہوں نے اس میں بڑی سنگین بات کہی ہے، جو اہل سنت کے منہج کے خلاف ہے؛ ان کی تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں!‘‘ (براءۃ علماء الأمۃ، ص ۴۲)۔

اورمحدث دوراں علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’سید قطب نے صوفیوں کی باتیں نقل کی ہیں، اور اُس سے اِس کے سوا کچھ بھی سمجھا جانا ممکن نہیں کہ وہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں‘‘ (براءۃ علماء الأمۃ، ص ۷۳)۔

نیز شیخ رحمہ اللہ نے شیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ کی کتاب ’’العواصم ممافی کتب ==

....

== سید قطب من القواصم'' (ص ۳، دوسرا ایڈیشن ۱۴۲۱ھ) کے مقدمہ میں اپنے ہاتھ سے یہ عبارت تحریر فرمائی ہے:

''آپ نے سید قطب پر جو کچھ بھی رد کیا ہے وہ حق اور درست ہے، اس سے اسلام کی معمولی ثقافت رکھنے والے مسلمان قاری کے سامنے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ سید قطب کو اصول و فروع سمیت دین اسلام کی واقفیت نہ تھی، اس لئے اے برادر گرامی (ربیع)! اللہ تعالیٰ آپ کو اس شخص کی جہالت اور اسلام سے انحراف کی بابت وضاحت اور نقاب کشائی پر جزائے خیر عطا فرمائے''۔ بات ختم ہوئی۔

اور یہ بات ''المجلۃ السلفیۃ'' (شمارہ ۷، ۱۴۲۲ھ، ص ۴۶) میں بھی شائع ہوئی ہے۔

۳۔ ''محمد قطب'' کہتے ہیں:

''یقیناً لوگوں کو از سرے نو اسلام کی دعوت دینے کی ضرورت ہے، اس لئے نہیں کہ -اس مرتبہ- لوگ اپنے منہ سے ''لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار کرنے سے انکار کر رہے ہیں، جیسے لوگ اسلام کی اولین غربت و اجنبیت کے وقت اس کلمہ کے زبانی اقرار کا انکار کرتے تھے، بلکہ اس لئے کہ -اس مرتبہ- لوگ کلمۂ ''لا إلہ إلا اللہ'' کے بنیادی تقاضے یعنی ''اللہ کی شریعت کو حاکم بنانے'' سے انکاری ہیں!! بات ختم ہوئی۔ [بحوالہ کتاب ''واقعنا المعاصر'' (ہماری موجودہ صورتحال) ص ۲۹]۔

میں کہتا ہوں: یہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو بالجملہ کافر قرار دینا ہے، ورنہ یہ کیسے حکم لگا رہے ہیں کہ سب نے اللہ کے حکم و فیصلہ کا انکار کیا ہے؟ اور کیسے سب کو اسلام سے پہلے کی جاہلیت سے تشبیہ دے رہے ہیں؟ جس میں نہ کوئی تفصیل ہے، نہ ان لوگوں کا کوئی استثناء جو اللہ کی شریعت کو حاکم و فیصل بنائے ہوئے ہیں اور اللہ کی کتاب کے سوا ان کا کوئی دستور نہیں ہے۔

اس قسم کی مطلق باتیں ان قلم کاروں کی جانب سے بکثرت آتی رہتی ہیں، گویا یہ جزیرہ عرب ==

....

== کے قلب میں قائم ایک عظیم اسلامی سلفی حکومت کے وجود کے معترف نہیں ہیں، اور نہ ہی دیگر ممالک میں بسنے والے اہل الحدیث، انصار السنۃ اور مذہب سلف پر قائم مسلمانوں کے وجود ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔

اور حیرت تو یہ ہے کہ یہ یا ان میں سے بعض لوگ اس قسم کی بات کہتے ہوئے اسی اسلامی ملک ''مملکت سعودی عرب'' میں رہ رہے ہوتے ہیں' اور یہ بات پڑھنے والوں کے لئے خطرناک تلبیس کی باعث ہوتی ہے، بایں طور کہ ایک معمولی پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس وقت دنیا میں ''لاإله إلاالله'' کہنے والی، اس کے تقاضوں پر عمل کرنے والی اور اللہ کی شریعت کو حاکم بنانے والی کوئی اسلامی حکومت موجود ہی نہیں ہے' اور نہ روئے زمین پر توحید پرست افراد یا جماعتیں ہی موجود ہیں، یہ حرکت ان کی جانب سے پڑھنے والوں کی تلبیس کاری، دھوکہ دہی اور گمراہ گری کا سبب ہے یہاں تک کہ انہیں تکفیر کے فتنہ میں مبتلا کر دے، اور بہت سارے لوگ اس فتنہ میں ملوث بھی ہو چکے ہیں، اس لئے طالب علم کو چاہئے کہ اس قسم کے بہت سے کاتبوں کے درمیان منتشر اس ظاہرہ سے آگاہ اور چوکنا رہے، اللہ تعالیٰ انہیں درستی کی توفیق دے۔

۴۔ دعوت سے نسبت رکھنے والا ایک شخص (ڈاکٹر سلمان بن فہد العودہ) کہتا ہے:

''مجاہرت (علانیہ گناہ): یہ بھی ہے کہ انسان اپنے ساتھیوں کے سامنے اپنے گناہ پر فخر کرے، علانیہ کہتا پھرے کہ اس نے ایسا ایسا گناہ کیا ہے، اور گناہوں کی فہرست بیان کرنے لگے۔ ایسے شخص کی بخشش نہیں ہوگی! اِلا یہ کہ وہ توبہ کر لے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر حکم لگایا ہے کہ اس کی معافی نہیں ہوگی، چنانچہ فرمایا: ''كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا المُجَاهِرِينَ''[بخاری:۶۰۶۹](میری ساری امت معاف کر دی جائے گی سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے)۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں: حدیث میں کہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش نہیں فرمائے گا؟! ==

....

== اور اہل سنت و جماعت میں سے کس نے کہا ہے کہ جو کوئی گناہ کرتا ہوا مرے گا- خواہ علانیہ بھی ہو- اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا' سوائے توبہ کے؟ کیا وہ شخص اللہ کی مشیت تلے نہیں ہے کہ اللہ چاہے تو معاف کردے اور چاہے تو عذاب دے پھر اُسے جنت میں داخل فرمادے؟ سوائے اس کے کہ یہ خوارج اور معتزلہ کا عقیدہ ہے!!

یہ داعی مزید آگے کہتا ہے:

''اس سے بھی بڑھ کر اور بدتر یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں: میرے حرام تعلقات ہیں، میری کئی دوستیاں (فرینڈ شپ) ہیں، اور میں بہت سارے سفر کرتا ہوں! ایسا شخص یونہی اپنے آپ کو گنہگار ظاہر کرتا ہے۔ جبکہ بعض لوگ گناہ کو کیسٹوں میں ریکارڈ کرتے ہیں، یہ انتہائی گھٹیا لوگ ہیں، کیونکہ اپنے اس کرتوت کے سبب مرتد اور دین سے خارج ہیں!!!۔ یہ بھی ریکارڈ کرتے ہیں کہ کسی لڑکی کو کیسے بہلا پھسلا کر اس کے ساتھ بدکاری کیا، یہ دین اسلام سے ارتداد ہے، ایسا شخص جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش رہے گا، اِلا یہ کہ توبہ کرلے''!! (یہ باتیں ''جلسة على الرصيف'' نامی کیسٹ -از ڈاکٹر سلمان بن فہد العودہ- سے منقول ہیں)۔

اسی طرح گلوکاروں کے بارے میں جن کی کیسٹیں بعض نوجوان ایک دوسرے کو دیتے لیتے ہیں' جو فحاشی و بدکاری اور نوجوان لڑکوں لڑکیوں کو ورغلانے کی دعوت دیتی ہیں' کہتا ہے:

''میں اس بات پر مطمئن ہوں کہ ایسا کام کرنے والے کے بارے میں کم از کم یہ کہا جائے گا کہ وہ گناہ کو معمولی سمجھنے والا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ گناہ کو معمولی سمجھنا- بالخصوص جب گناہ کبیرہ ہو اور اس کی حرمت متفق علیہ ہو- اللہ کا کفر ہے؛ لہٰذا اس قسم کے لوگوں کا یہ عمل اسلام سے ارتداد ہے، میں یہ بات بالکل دل کے اطمینان کے ساتھ کہہ رہا ہوں'' (یہ باتیں ''الشباب أسئلة ومشكلات'' -از ڈاکٹر سلمان بن فہد العودہ- نامی کیسٹ سے منقول ہیں)۔ ==

....

== میں کہتا ہوں: کسی کی تکفیر کرنا اور اخبارات کے ذریعہ گناہوں کے پھیلنے پھیلانے کو کفریہ استخفاف قرار دینا؛ گناہ کبیرہ کی بنیاد پر تکفیر اور عدم احتیاط پر بڑی جرأت و جسارت پر دلالت کرتا ہے، اور یہ خوارج کا منہج ہے، کیونکہ وہ گناہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں؛ اس لئے کہ اس نے جو گناہ ومعاصی کے بارے میں دوسروں کو بتلانے اور گنہ گاروں کے ساتھ بُرے تعلقات کی بات ذکر کی ہے، ایک محتمل بات ہے، صریح نہیں ہے کہ انہوں نے حلال سمجھتے ہوئے کیا ہے؛ اس کا سبب جہالت ولاعلمی بھی ہوسکتا ہے، اور ایسی صورت میں اسے تذکیر ونصیحت کی جانی چاہئے نہ کہ تکفیر، اور یہی اہل سنت وجماعت کا طریقہ ہے، اور استخفاف (معمولی سمجھنا) استہزاء نہیں ہے، بلکہ جو بھی کوئی چھوٹے یا بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے؛ اُسے چھوٹا اور معمولی سمجھ کر ہی کرتا ہے، اس لئے استخفاف کرنے والا استہزاء کرنے والا نہیں ہے، اور معصوم کون ہے؟! واللہ أعلم۔

۵۔ ایک دوسرا شخص سوال کرتے ہوئے اور ساتھ ہی جواب دیتے ہوئے کہتا ہے:

”غور کریں کہ کیا ہمارے معاشرہ میں موجود برائیاں محض گناہ ومعاصی ہیں؟ بہت سارے لوگوں کا آج تصور یہ ہے کہ سود محض ایک معصیت یا گناہ کبیرہ ہے، نشہ آور مواد محض معصیت ہیں، رشوت بس ایک معصیت یا گناہ کبیرہ ہے...، نہیں میرے بھائیو!! میں نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا تو مجھ پر اب یہ واضح ہوا کہ: ہمارے معاشرہ میں بہت سارے لوگوں نے سود کو حلال سمجھ رکھا ہے، اللہ کی پناہ!!

کیا آپ لوگوں کو علم ہے کہ ہمارے ملک کے سودی بینکوں میں بیس لاکھ سے زیادہ لوگ شامل ہیں، تمہیں اللہ کی قسم! بھلا کیا یہ بیسوں لاکھ لوگ جانتے ہیں کہ سود حرام ہے، لیکن اسے گناہ سمجھ کر اس کا ارتکاب کر رہے ہیں؟ نہیں اللہ کی قسم، بات ایسی نہیں ہے!!

تو گناہ ومعاصی کے بکثرت پھیلاؤ کے سبب اس وقت بڑا خطرہ یہ موجود ہے کہ: ==

== بہت سارے لوگوں نے نعوذ باللہ ان کبیرہ گناہوں کو حلال سمجھ لیا ہے"۔(یہ باتیں "التوحید اَولاً"، نامی کیسٹ- از ڈاکٹر عائض بن عبداللہ القرنی- سے منقول ہیں!!)۔

میں یہاں بھی کہتا ہوں، جیسا کہ میں نے اس سے پہلے والی مثال پر کہا:

میری سمجھ کے مطابق یہ مثال خود کہنے والے کے لئے زیادہ خطرناک ہے، وہ اس طرح کہ اس نے اپنی خطرناک مبالغہ آمیزیوں میں کہا ہے کہ: معاشرہ میں ہونے والی سود خوری، منشیات اور رشوت ستانی وغیرہ جرائم صرف معصیت یا گناہ کبیرہ نہیں ہیں، اور اس پر اللہ کی قسم بھی کھائی ہے۔

اس کا معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ میں نے اس سے پیشتر مثال پر اپنی گفتگو میں اشارہ کیا ہے۔

اور ان گناہوں کے مرتکب کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ کہنا کہ وہ حلال سمجھنے والا ہے، جب کہ کسی سے بصراحت سنا نہ ہو کہ سود حلال ہے، رشوت ستانی حلال ہے، اور منشیات ومسکرات حلال ہیں، اس قسم کی عبارتیں سنے بغیر جن میں اس کے حلال سمجھنے کی انصاف پر مبنی دلیل کی شہادت ہو، بلکہ محض احتمال کی بنا پر، یقین کے ساتھ تکفیر کرنا؛ اس تکفیر کرنے والے کے قلت احتیاط اور لاپروائی کی واضح دلیل ہے، اور یہ خوارج اور معتزلہ کا منہج ہے۔

اس لئے انہیں اور ان جیسے دیگر لوگوں کو میری نصیحت ہے: کہ اس قسم کی صریح تکفیر سے رجوع کرلیں، جو اوروں سے پہلے خود ان کے لئے ہی خطرناک ہے، اور حق کی طرف رجوع کرنا باطل میں پڑے رہنے سے بہتر ہے۔

۶۔ اور ایک تیسرا شخص (جو عقیدہ کے مضمون میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لئے ہوئے ہے) اپنے ہاتھ میں کسی خلیجی ملک کے کسی ہوٹل کا مینو لئے ہوئے کہتا ہے- اور وہ بھی اللہ کے گھر میں، اللہ کی مسجد کی حرمت کا بھی پاس ولحاظ نہیں کیا-: اس ہوٹل میں- پوری صراحت کے ساتھ- شراب ہے، یعنی اس میں شراب پیش کی جاتی ہے، اور مزید چیزیں بھی ہیں... ==

....

== ... چنانچہ یہ سراسر شراب نوشی کی دعوت ہے، نیز یہاں شراب کے ساتھ ساتھ مرد و زن کا عریاں ناچ بھی ہے، ہم اس کفر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں" (یہ باتیں "شرح عقیدہ طحاویہ" کیسٹ نمبر (۲۷۲/۲) سے منقول ہیں)۔

نیز اپنی ایک اور کتاب میں کہتا ہے: "ہمارے اخبارات میں کفر و الحاد ظاہر ہو چکا ہے اور ہماری مجلسوں میں منکر عام ہے، ہمارے ریڈیو اور ٹیلیویژن میں زنا کاری کی دعوت دی جارہی ہے، اور ہم نے سود کو جائز کرلیا ہے"۔

اور یہ کتاب مختلف ملکوں میں مختلف عناوین سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، چنانچہ پاکستان میں "کشف الغمۃ عن علماء الأمۃ" کے عنوان سے، امریکا میں "وعد کیسنجر" کے عنوان سے اور مصر میں "حقائق حول أزمۃ الخلیج" (از: ڈاکٹر سفر بن عبد الرحمن الحوالی) کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔

میں کہتا ہوں: بہر حال آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس شخص نے بڑی جدو جہد سے ہمارے سود اور دیگر محرمات کو مباح سمجھنے کی بات کہی ہے، لیکن الحمدللہ نہ خود ہم نے سود کو حلال سمجھا ہے، نہ ہمارے سماج نے، اور نہ ہم بعض پڑوسی ممالک میں محض شراب کے چلن کو ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا کفر ہی سمجھتے ہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ: دعوت سے نسبت رکھنے والے ان کرم فرماؤں نے جن جرائم کا ذکر کیا ہے وہ محض گناہ و معاصی ہیں جو کفر سے کمتر ہیں، بلکہ یہ تمام جرائم کفر سے کمتر کفر ہیں، یعنی ان معاصی اور کبیرہ گناہوں میں سے ہیں جن کے مرتکب سے ایمانِ کامل کی نفی کی جاتی ہے، اصل ایمان کی نہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"لاَ يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ..." الحدیث. (صحیح بخاری: ۲۳۴۳، ۵۲۵۶، ۶۳۹۰، ۶۴۰۰، ۶۴۲۵)۔ ==

اور-نقد میں نیکیوں اور بدیوں کے درمیان موازنہ کے-اس شبہہ کی بنیاد ایک نوجوان کی بات ہے، جس نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے؛ جسے بعض نوجوان مارے خوشی کے لے اُڑے۔

مجھے اس رسالہ سے واقفیت ہوئی جس کا لکھنے والا موازنہ کے وجوب کا قائل ہے۔

== زناکار زنا کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا، اور چور چوری کرتے وقت (کامل) مومن نہیں ہوتا...۔

اور اس میں شک نہیں کہ یہاں جس ایمان کی نفی کی گئی ہے وہ ایمان کامل ہے، ہماری شریعت میں اس کی بہت ساری مثالیں ہیں۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور انہیں اور ان جیسے دیگر لوگوں کو حق کی توفیق بخشے۔

میرے قاری بھائی!-جسے سلفی منہج سے رغبت و دلچسپی ہے-: کیا افکار ونظریات کے ان نمونوں کے بعد جو خود بعض دعاۃ میں موجود ہیں' چہ جائے اس نوجوان کے جو ان سے دھوکہ کھایا ہوا ہے' جو اِس اُس داعی کے سامنے بیٹھتا اور عقیدۂ سلف کو تباہ کرنے والے ان باطل افکار ونظریات اور فاسد عقائد کو سیکھتا اور حاصل کرتا ہے!؛ کیا اس کے بعد بھی آپ کہیں گے کہ: ہم ان-گزرے ہوئے ناپید-عقائد وسلوک میں گمراہ اور منحرف فرقوں کے بارے میں کیوں باتیں کرتے ہیں! جبکہ ان کے باطل عقائد آج بھی باقی ہیں اور ان کا انحراف اب بھی موجود ہے؟

اس لئے-اللہ آپ کو توفیق دے-دعوت توحید اور اس پر عمل آوری نیز ہر زمان ومکان میں تمام فرقوں سے تنبیہ وتحذیر، اور کتاب وسنت کی روشنی میں منہج سلف کی طرف رجوع کی اہمیت پر غور کریں۔ واللہ أعلم۔

نیز مجھے شیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ کا ایک رسالہ بھی ملا[1] جس میں انہوں نے اس رسالہ کا، جس کا لکھنے والا موازنہ کے وجوب کا قائل ہے، بھرپور رد کیا ہے، اور اس بات میں جو غلطی اور باطل کی ترویج واشاعت کا جو فساد ہے اُس کی دوٹوک وضاحت کی ہے، اور نقد ورد کے بارے میں سلف کا کھرا موقف بیان فرمایا ہے، کہ اُنہوں نے بہت سے گمراہ گروں پر رد ونقد کیا ہے، لیکن سرے سے ان کی تعریف نہیں کی ہے؛ کیونکہ اگر وہ رد کے ساتھ ان کی تعریف کرتے تو یہ چیز تناقض وتعارض قرار پاتی۔

❁❁❁❁❁

سوال (۲۰): جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ: ''یہودیوں سے ہمارا جھگڑا دینی نہیں ہے؛ کیونکہ قرآن کریم نے ان کے ساتھ رہنے اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر ابھارا ہے'' ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے[2]؟

---

[1] اس کتاب کا نام ''منہج أھل السنۃ والجماعۃ فی نقد الکتب والرجال والطوائف'' ہے، بعض اہم اضافوں کے ساتھ اس کا دوسرا ایڈیشن بھی آیا ہے، ہماری نصیحت ہے کہ اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

[2] یہ بات فرقہ ''الاخوان المسلمون'' کے بانی ''حسن البنا'' نے کہی ہے، ملاحظہ فرمائیں: کتاب ''الاخوان المسلمون أحداث صنعت التاریخ''، تالیف: محمود عبدالحلیم، (۱/۴۰۹) میں یہ عبارت آپ کو من وعن ملے گی۔

اور اسی قسم کی بات بددین خارجی محمد مسعری نے بھی کہی ہے جس نے خیر وبھلائی کے بدلہ ادنیٰ ومعمولی چیز کو قبول کرلیا ہے، یعنی ملکِ توحید سرزمین حرمین کو چھوڑ کر سرزمین کفر میں رہائش پذیر ہے اور کافروں سے فیصلہ لینے پر راضی ومطمئن ہے۔

روزنامہ ''الشرق الأوسط'' نے (شمارہ ۶۲۷۰، بروز یک شنبہ، ۸/ رمضان ۱۴۱۶ھ) ==

== محمد مسعری کا ایک بیان شائع کیا ہے، جس میں وہ کہتا ہے:

''سعودیہ کی موجودہ صورتحال، جو عیسائیوں اور یہودیوں کو علانیہ طور پر اپنی عبادات کے شعائر انجام دینے کی اجازت نہیں دیتی، بہت جلد کمیٹی کے حکم وفیصلہ کا اختیار پاتے ہی، بدل جائے گی- اس سے مراد اُس کی اپنی نام نہاد کمیٹی ''لجنۃ الدفاع عن الحقوق الشرعیۃ'' ہے- بلکہ اقلیات کو ان کے حقوق دینا واجب ہوجائے گا، جس میں انہیں اپنے گرجا گھروں میں عبادات کے شعائر کی انجام دہی کا حق بھی ہوگا، اسی طرح اپنی خاص شریعتوں کے مطابق شادی بیاہ وغیرہ کے معاملات بھی طے تمام ہوں گے، مزید انہیں اپنی ذاتی دینی زندگی جینے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی، خواہ یہودی ہوں، یا عیسائی ہوں یا ہندو ہوں!!۔

نیز کہتا ہے: ''شریعت اسلامیہ میں کنیسے (گرجا گھر) قائم کرنا جائز ہے''!!۔

اسی طرح (۲۹/۶/۱۴۱۷ھ، یک شنبہ کی رات کو) برطانیہ ریڈیو نے اس کی اپنی آواز میں درج ذیل بیان نشر کیا ہے:

رپورٹر نے کہا: لندن میں رہائش پذیر اپنے آپ کو ''جہادی'' کہنے والے سعودی باغی محمد مسعری کا کہنا ہے کہ: وہ جلد ہی اس مہینہ کے اختتام سے پہلے شیعہ باغیوں کے ساتھ ایک پریس کانفرنس منعقد کرکے اُن کے ساتھ ایک متحدہ فرنٹ کا اعلان کرے گا۔

پھر برطانیہ ریڈیو نے مسعری کی آواز میں اس کا یہ بیان نشر کیا:

''عنقریب تنسیق ہوگی، بلکہ بہت بڑا فرنٹ قائم ہوگا، ہم اس کے لئے کوشش کررہے ہیں، روابط کا سلسلہ نہایت زوروں پر جاری ہے، یقیناً یہ اسلامی تحریک ہوگی، سنی یا شیعہ تحریک نہیں ہوگی، ایک ایسی اسلامی تحریک ہوگی جو اجماعی مسائل اور اسلام کے قطعی امور پر قائم ہوگی، اور تمام لوگوں یعنی شیعہ وسنی سارے مسلمانوں کو اکٹھا کرے گی، اور اس سے بھی اوپر اٹھ کر مسلمانوں اور ==

....

== اہل وطن کے حقوق کی نگہداشت کرے گی، اوران کے لئے وطنیت کے تمام حقوق تسلیم کرے گی، خواہ وہ اسلامی ملک میں بسنے والے یہودی ہوں، عیسائی ہوں، مجوسی ہوں یاان کے علاوہ دیگر لوگ، بہرکیف اس معنیٰ میں ہماری تحریک ایک سیاسی تحریک ہے جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہوگی، کوئی گروہی یامذہبی تحریک نہیں ہوگی'' بات ختم ہوئی۔

اب ذرا بتلائیں کہ کیااس سے بھی بڑھ کرکوئی خبط الحواسی اوراسلام کے خلاف جرأت وجسارت ہوسکتی ہے؟!!

بھلامسعری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان:

''أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ''[بخاری:۲۸۸۸،۲۹۹۷،۴۱۶۸]۔

مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال بھگاؤ۔

اوراسی طرح:

''لَا يَجْتَمِعُ دِينَانِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ''۔

[الموطا،بروایت یحییٰ(۲/ ۶۸۰-۶۸۱)،وبروایت ابومصعب(۱۸۶۲)،والسنن الکبریٰ ازبیہقی(۹/ ۲۰۸)]۔

جزیرۂ عرب میں دودین اکٹھانہیں ہوسکتے۔ کاکیا کرے گا؟؟

کیااس قسم کی واضح احادیث سے نابلد شخص پیشوایا قائدورہنما ہونے کا مستحق ہوسکتا ہے' سوائے اس کے کہ ضلالت وہواپرستی کا رہنما ہو! ہم اللہ سے عافیت وسلامتی کاسوال کرتے ہیں۔

یہ تو گویا کسی شاعر کے اس شعر کا مصداق ہے:

ودَارِهِمْ مَا دُمْتَ فِي دَارِهِمْ وأَرْضِهِمْ مَا دُمْتَ فِي أَرْضِهِم

جب تک تم ان کے گھرمیں رہوان کے ساتھ رواداری کرو،اورجب تک ان کی سرزمین میں رہوانہیں راضی وخوش رکھو۔ ==

جواب: اس بات میں تلبیس اور گمراہ گری ہے، یہودی کافر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا ہے اور ان پر لعنت فرمائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنۢ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ﴾ [المائدۃ:٧٨]۔

بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت کی گئی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

== روزنامہ ''الریاض'' (شمارہ ۱۲۱۸۲، بتاریخ ۱۵/شعبان ۱۴۲۲ھ، بروز چہارشنبہ) نے سعودی عرب کے (سابق) مفتیٔ عام امام شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ کا ایک مضمون شائع کیا ہے، جس میں ہے:

''...اس وقت محمد مسعری، سعد فقیہ اور ان جیسے دیگر فاسد گمراہ دعوتیں پھیلانے والے جو کچھ کر رہے ہیں، وہ بلاشبہ بہت بڑا شر اور برائی ہے، اور یہ لوگ بہت بڑے شر و فساد کے داعی ہیں، واجب یہ ہے کہ ان کی تحریروں اور بیانات سے چوکنا رہا جائے، انہیں مٹا کر ختم کر دیا جائے، اور کسی بھی چیز میں سرے سے ان کا تعاون نہ کیا جائے...، نیز یہ بھی واجب ہے کہ اُنہیں حق کی رہنمائی کی جائے، اور اس باطل سے انہیں آگاہ کیا جائے، کسی کے لئے بھی ان کے ساتھ اس شر و فساد میں تعاون کرنا جائز نہیں، مسعری، فقیہ، بن لادن اور ان کی روش پر چلنے والے تمام لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ تباہی کے اس راستے سے باز آجائیں، اللہ سے ڈریں، اس کے عذاب اور غضب سے پناہ مانگیں، اپنی نیکی و بھلائی کی طرف پلٹ آئیں اور پچھلے سرزد گناہوں سے اللہ کے حضور توبہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے توبہ کرنے والے بندوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے'' بات ختم ہوئی۔

[دیکھئے: مجموع فتاویٰ ابن باز رحمہ اللہ، (۹/۱۰۰)]۔

''لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى''[1]۔

یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ ۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ ٱلْبَرِيَّةِ ۝٦﴾ [البينة:٦]۔

بیشک جو لوگ اہل کتاب میں کافر ہوئے اور مشرکین سب دوزخ کی آگ میں (جائیں گے) جہاں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿۞ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ﴾ [المائدة:٥١]۔

اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

لہٰذا یہودیوں سے ہماری دشمنی دین کی بنیاد پر ہے، ہمارے لئے ان سے دوستی رکھنا اور محبت کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ قرآن کریم نے ہمیں اس سے منع کیا ہے، جیسا کہ مذکورہ آیت کریمہ میں گزرا۔

❀❀❀❀❀

سوال (٢١): کیا آپ مسجد میں اخبارات اور میگزینیں پڑھنا جائز سمجھتے ہیں، اس طور پر کہ اس میں پائے جانے والے منکر پر نکیر کی جائے اور لوگوں کے سامنے اسے بیان کیا جائے'

---

[1] صحیح بخاری (٤٢٥)، وصحیح مسلم (٥٣١)۔

تاکہ لوگ اس سے آگاہ اور چوکنا رہیں؟

جواب: اخبارات اور میگزینوں کو اکٹھا کر کے لوگوں کے سامنے نہیں پڑھا جائے گا، بلکہ اس میں موجود باتوں کو اکٹھا کر کے اہل علم اور ارباب حل وعقد کے ساتھ ان کا دراسہ (تجزیہ) کیا جائے گا۔

رہا اخبارات وجرائد کو مسجد میں لائے جانے کا معاملہ تو یہ تشہیر اور بے عزتی ہے[1] انکار نہیں، بلکہ بسا اوقات یہ چیز منکر سے خوش ہونے کا باعث ہوسکتی ہے[2]؛ کیونکہ بعض لوگ

---

[1] اور ہم یہ بھی نہ بھولیں کہ اللہ کے گھروں میں تصویریں لانے سے اُن کی حرمت اور تقدس پامال ہوتا ہے۔

چنانچہ اپنے دور میں دیارِ سعودیہ کے مفتیٔ عام شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رہا مسئلہ تصویروں کے استعمال کے حکم کا: تو فقہاء رحمہم اللہ نے صراحت فرمائی ہے کہ ذی روح کی کوئی بھی تصویر ہو' اُس کا استعمال حرام ہے، خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر، لیکن یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اللہ کی حرمتوں کی پامالی اور اللہ کے گھروں میں تصویروں کے استعمال کی حرمت شدید' اور اس کا جرم اور سنگین تر ہے، اور نماز کی ادائیگی کی حالت میں ان تصویروں کا استعمال کرنا یا انہیں لئے رہنا تو سب سے بڑی جرأت وجسارت ہے۔ اللہ کی پناہ۔''۔ [(دیکھئے: فتاویٰ ورسائل شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ (۱/ ۱۹۳)]۔

[2] بلکہ اس طریقہ میں عوام الناس کو برانگیختہ کرنا اور رعایا کے سینوں میں حکمرانوں کے خلاف غیظ وغضب کی آگ بھڑکانا ہے، اور اس میں کتنا بڑا منکر وفساد' اور اس سیاسی برانگیختگی کے نتیجہ میں جو لاقانونیت، اُتھل پتھل اور عدم استقرار بپا ہوگا، پوشیدہ نہیں، لہٰذا اگر (بالفرض) اس میں کوئی مصلحت بھی ہو تو ''دَرْءُ المَفَاسِدِ مُقَدَّمٌ علَى جَلْبِ المَصَالِحِ'' (مفاسد کا ٹالنا مصلحتوں کے حصول پر مقدم ہے) پر عمل کرنا ہوگا۔

گرفت سے بھی خوش ہوتے ہیں تا کہ اسے پھیلائیں اور عام کریں، اور ممکن ہے ایسے لوگوں کے درمیان کچھ منافق گھس جائیں جن کا مقصد ہی شر و برائی اور باطل کی نشر واشاعت ہو۔

لہٰذا معاملہ بڑا خطرناک ہے، اور علاج کا یہ طریقہ نہیں ہے، نہیں، اللہ کی قسم! علاج کا یہ طریقہ نہیں ہے۔

جو شخص مسلمانوں کا، مسلمانوں کے امراء کا اور عوام الناس کا خیر خواہ ہوگا وہ یہ طریقہ نہیں اپنائے گا: یعنی مسجد میں غلطیاں اکٹھا کر کے اُس کا اعلان اور تشہیر نہیں کرے گا، کیونکہ یہ چیز باطل پر جرأت وجسارت پیدا کرنے والی ہے، آدمی کہے گا: جب اس مسئلہ میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے، تب تو معاملہ حد سے تجاوز کر چکا ہے، لہٰذا جس کی سمجھ میں جو آئے گا وہ کرے گا۔

اور بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ان چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، اور آپ اس چیز کے ذریعہ ان کے لئے دروازے کھول دیں گے، اور انہیں وہ باتیں بتا دیں گے جن سے وہ ابتک بے خبر تھے، اس کے علاوہ اور دوسرے مفاسد بھی ہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑳: اگر کسی اخبار میں غلطیاں ہوں تو کیا ہم ان پر نکیر نہ کریں، اور ان کا معاملہ لوگوں کے سامنے واضح نہ کریں؟

جواب: اخبارات کی غلطیوں کا - حتیٰ کہ افراد کی غلطیوں کا بھی - علاج (انکار) مساجد میں اور منبروں پر نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر مسجد میں یا دوران خطبہ اس طرح کہے: کہ کچھ لوگوں کا کیا معاملہ ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں، یعنی تعیین کے بغیر، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کیا کرتے تھے؛ تو یہ ٹھیک ہے؛ کیونکہ اس میں کسی فساد کے بغیر صرف مصلحت ہے۔

اور اگر کسی اخبار میں - یا کسی اخبار میں کسی لکھنے والے کی کوئی غلطی ہو - تو اس اخبار یا اس

کاتب کا رد لکھیں اور اس اخبار کو بھیجیں، اگر وہ شائع نہ کرے تو دوسرے اخبار کو بھیجیں، اس کے ذریعہ علاج ہو سکے گا[1]۔

لیکن آپ اخبارات جمع کر کے مسجد میں یا خطبہ میں لائیں اور منبر پر لوگوں کو پڑھ کر سنائیں' تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ لوگوں کو برائی کے راستوں، منکر کی نشر و اشاعت اور گنہ گاروں کی تشہیر کی تعلیم دے رہے ہیں!!

❀❀❀❀❀

سوال ۲۳: امام احمد رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ بات کہاں تک درست ہے کہ اُنہوں نے جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟

جواب: یہ بات میں نہیں جانتا، امام احمد رحمہ اللہ تو جہمیہ کے سب سے بڑے دشمن تھے! میں نہیں جانتا کہ انہوں نے جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے[2]۔

---

[1] یہی وہ سلفی منہج ہے جس پر دعاۃ اِلی اللہ کو اس قسم کی غلطیوں کے انکار میں چلنا چاہیئے؛ یعنی ردود، خط و کتابت اور منکرات میں عدم سکوت وغیرہ، یہ جناب شریعت کی حمایت کا حصہ ہے، جو واجب ہے، واللہ اعلم۔

[2] بالکل یہی بات ہے... چنانچہ ان کے بیٹے عبد اللہ سے مروی ہے کہ وہ (امام احمد رحمہ اللہ) جہمیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ امام عبد اللہ کی کتاب ''السنۃ'' (۱/ ۱۰۳) میں ہے: کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اپنے والد رحمہ اللہ سے بدعتیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا؟ تو انہوں نے فرمایا: اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، جیسے: جہمیہ اور معتزلہ''۔

نیز اُن سے جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا: تو فرمایا: ''نماز نہ پڑھی جائے، اور نہ ان کی کوئی تکریم ہے''۔ [مسائل الامام احمد، از ابن ہانی، (۱/ ۶۳) مسئلہ (۳۱۲)]۔ ==

البتہ امیر کے پیچھے نماز پڑھنا، بشرطیکہ وہ امیر ہو اور اس کے یہاں کوئی مخالفت پائی جاتی ہو جو کفر کی حد تک نہ پہنچے ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے گی، خواہ وہ نیک ہو یا بد، بشرطیکہ کھلم کھلا کفر کے ارتکاب کے سبب دین سے خارج نہ ہوگیا ہو، خلاصہ یہ کہ امیر کے پیچھے نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ فاسق وگنہگار ہو۔

چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حجاج کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور اس کے علاوہ دیگر امراء کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے جن پر کئی چیزیں قابل گرفت تھیں، تاکہ مسلمانوں کی وحدت واجتماعیت قائم رہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

’’السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ، وَعَدَمُ نَزْعِ اليَدِ مِنَ الطَاعَةِ‘‘[1]۔

== اور محمد بن یوسف طباع کہتے ہیں: میں نے ایک شخص کو امام احمد بن حنبل سے سوال کرتے ہوئے سنا، اُس نے کہا: ’’اے ابوعبداللہ! کیا میں نشہ آور مادہ پینے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں۔ اُس نے پھر پوچھا: کیا میں اس شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہوں جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے؟ فرمایا: سبحان اللہ! میں تمہیں ایک مسلمان کے بارے میں منع کررہا ہوں اور تم مجھ سے کافر کے بارے میں پوچھ رہے ہو!! [الشریعۃ (۸۱)]۔

[1] شیخ حفظہ اللہ کا اشارہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف ہے:

’’أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ’’أَلَا مَنْ وَلِيَ عَلَيْهِ وَالٍ، فَرَآهُ يَأْتِي شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِي مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ‘‘۔

کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا کوئی حکمراں مقرر ہو اور وہ اُسے دیکھے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام کررہا ہے، تو اس کی اس نافرمانی کے کام کو ناپسند کرے لیکن اس کی اطاعت سے ہاتھ ہرگز نہ کھینچے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۵۵)۔

امیر کی بات سنو اور اطاعت کرو، اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔

نیز اس لئے کہ فتنہ وفساد نہ بھڑکے، کہ یہ چیز اتحاد واجتماعیت کا حصہ ہے۔

❁❁❁❁❁

سوال (۲۴): بعض جماعتیں جو ہمارے یہاں باہر سے آگئی ہیں، ان کی طرف انتساب، ان کی مدد اور ان کا دفاع کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ملک -الحمدللہ- ایک جماعت ہے جو توحید واسلام پر قائم ہے، اور مسلم جھنڈے تلے ہے، اس ملک میں امن واستقرار ہے، اور اس میں بڑی بھلائیاں ہیں۔

ہم ایک جماعت ہیں، تقسیم قبول نہیں کر سکتے۔

رہا کئی جماعتوں کا معاملہ تو وہ دوسرے ملکوں میں موجود ہیں، جہاں نہ حالات درست ہیں نہ ہی امن وسلامتی قائم ہے۔

لیکن ہمارا ملک -الحمدللہ- اس اعتبار سے دیگر ممالک سے مختلف ہے کہ اللہ نے اسے دعوت توحید، زوالِ شرک، اور امام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے دور سے آج تک تحکیم شریعت پر قائم اسلامی حکومت کی توفیق ارزانی عطا فرمائی ہے، فالحمدللہ۔

ہم نہیں کہتے کہ یہ ملک ہر اعتبار سے مکمل ہے، لیکن اس کے باوصف -الحمدللہ- یہ ملک بدستور خیر وبھلائی پر قائم ہے، اس ملک میں امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اسلامی حدود کا نفاذ ہے نیز اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ کیا جاتا ہے۔

شرعی عدالتیں قائم ہیں، شریعت الٰہی کے مطابق فرائض ومیراث کی تقسیم کی جاتی ہے، اس میں کسی کی دخل اندازی نہیں ہوتی ہے، برخلاف دیگر ممالک کے۔

بہر کیف ہم اس ملک میں ایک جماعت ہیں، مذہب سلف کے خلاف کئی جماعتیں اور

دیگر مذاہب قبول نہیں کرسکتے ؛ کیونکہ یہ جماعتیں اور مذاہب ہماری اجتماعیت کو پارہ پارہ اور ہماری چادرِ وحدت وکو تار تار کردیں گی، ہمارے نوجوانوں کے افکار کو مسموم کردیں گی نیز ہمارے درمیان بغض وعداوت پیدا کردیں گی[1]۔

حاصل کلام اینکہ جب یہ جماعتیں ہمارے درمیان گھس پیٹھ کریں گی[2] تو وحدت عقیدہ

---

[1] لیکن ہمارے کچھ نوجوانوں کے افکار ونظریات ان بدعتی فرقوں، تباہ کن مذاہب اور گھناؤنی فرقہ واریت اور دھڑبندی کے اسباب سے مسموم ہوچکے ہیں؛ جس کے نتیجے میں بہت سارے نوجوانوں کے درمیان ایسی واضح دشمنی قائم ہوگئی ہے، جس میں نہ کوئی دو لوگ اختلاف کرسکتے ہیں، نہ دو بکریاں سینگ آزمائی کرسکتی ہیں، بلکہ ایک گھر میں سگے بھائیوں کے درمیان عداوت ودشمنی موجود ہے، بایں طور کہ یہ اس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے، اور اس کی بنیاد پر دوستی ودشمنی کرتا ہے، اور وہ اُس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے، اور اس کی بنیاد پر دوستی ودشمنی کرتا ہے... اور اتنا ہی نہیں بلکہ فرقہ وارانہ نسبتوں اور گمراہ کن خواہشات کے نتیجہ میں خود دعاۃ کے مابین بھی دشمنی پیدا ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر رحم فرمائے، آپ نے کیا خوب کہا ہے:

”بدعت فرقہ بندی سے ایسے ہی ملی ہوئی ہے، جیسے سنت اتحاد واجتماعیت سے وابستہ ہے، اسی بنا پر جیسے ”اہل وجماعت“ کہا جاتا ہے، ویسے ”اہل بدعت وفرقہ واریت“ کہا جاتا ہے“ (الاستقامۃ: ۱/۴۱)۔

[2] رہے موجودہ دور کے یہ فرقہ وارانہ گروہ: تبلیغی جماعت، الاخوان المسلمون، فرقہ قطبیہ، اور فرقہ قطبیہ سروریہ، اور فرقہ حدادیہ کو بھی نہ بھولیں۔ عنقریب اس کے بارے میں بات آئے گی۔ وغیرہ، تو یہ ہمارے درمیان باہر سے آئے ہوئے فرقے ہیں، عقیدہ ومنہج سلف سے نسبت رکھنے والے سلفی دعاۃ جو حدیث رسول کے خوگر ہیں، کو چاہئے۔ بلکہ ان پر واجب ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ==

منہج کی یہ نعمت جس میں ہم جی رہے ہیں، زائل ہو جائے گی، ہم یہ جماعتیں نہیں چاہتے، ان

== کے صحابہ کے منہج کے مخالف ان نومولود فرقوں کے مقابل ڈٹ جائیں، انہیں اپنے منہج کو یونہی کشادگی سے پھیلانے کی اجازت نہ دیں، بلکہ ان کا عرصۂ حیات تنگ کرنا اور جڑ کاٹ دینا واجب ہے، بایں طور کہ سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں، کتاب وسنت کے دلائل سے آراستہ علم شرعی کو عام کیا جائے، اور لوگوں کو توحید کی تعلیم دی جائے جسے ان فرقوں نے نظر انداز کر دیا ہے اور خود کو اور اپنے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی سیاست اور سیاسی برانگیختگی میں مشغول کر رکھا ہے۔ جبکہ بعض فرقوں کو -بزعم خویش- لوگوں کو گناہ ومعاصی سے نکال کر مسجد میں داخل کرنے، اور انہیں قبروں کو چومنے، اس کے گرد طواف کرنے اور ان میں مدفون لوگوں سے فریاد کرنے وغیرہ شرکیہ عقائد پر باقی رکھنے کی فکر دامن گیر ہے۔ اور ان میں سے بعض لوگوں کا مقصد -بزعم خویش- عقدی اختلافات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے اتحاد باہم کرنا ہے، کیونکہ -ان کی سوچ کے مطابق- اس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے! اسی لئے آپ دیکھیں گے ان کی صف میں قبر پرست، خارجی، معتزلی، جہمی، اور شیعہ رافضی سب ہوتے ہیں؛ ان کا منہج محض بھیڑ اکٹھا کرنا اور عوام کی بہت بڑی تعداد جمع کرنا ہے، اور ان کا قاعدہ یہ ہے کہ: ''جس پر ہم متفق ہوں گے ایک ساتھ مل کر نافذ کریں گے، اور جس میں ہمارا اختلاف ہوگا اس میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے''۔

لہٰذا اہل سنت، اہل اثر (حدیث)، سلفیوں پر واجب ہے کہ ان مخالف فرقوں کو بے نقاب کریں، ان سے وابستگان کا پردہ فاش کریں، امت کو ان سے آگاہ کریں، لوگوں کو ان سے نفرت دلائیں، اور شرعی دلائل کے ذریعہ ان کے شبہات کی تردید اور بیخ کنی کرتے ہوئے، انہیں منہج سلف رضی اللہ عنہم کی دعوت دیں، اور آنے والی نسلوں کے دلوں میں سلفی عقیدہ کی تخم ریزی کریں جیسے ہم سے پہلوں نے ہمارے دلوں میں اس عقیدہ کو پیوست کیا تھا۔

میں جو کچھ بھلائی ہوگی -الحمدللہ- ہمارے پاس وہ اور اس سے زیادہ موجود ہے، اور ان میں جو کچھ شر و برائی ہے ہم اس سے دور رہنا چاہتے ہیں، ہم پر واجب ہے کہ ہم لوگوں کو خیر و بھلائی پہنچائیں [1]۔

❀❀❀❀❀

سوال ۲۵: لوگوں کا ایک طبقہ ہے جو کسی مذہب (مسلک) یا کسی عالم کے لئے تعصب برتتا ہے، اور ایک دوسرا طبقہ ہے جو اسے دیوار پر دے مارتا ہے، اور علماء وائمہ کی رہنمائی کو بالکل خاطر میں نہیں لاتا! اس سلسلہ میں آپ کی کیا نصیحت ہے؟

جواب: جی ہاں! یہ دونوں طبقے دو مخالف سمتوں میں ہیں:

ان میں سے کچھ لوگ تقلید میں غلو کرتے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کی رایوں کے لئے تعصب کرتے ہیں، اگرچہ وہ دلیل کے خلاف ہوں۔

یہ امر مذموم ہے، بسا اوقات کفر تک بھی لے جاسکتا ہے، معاذ اللہ [2]۔

---

[1] یہ بات محض ہمیں اللہ کی عطا کردہ نعمت، نیز جو اللہ نے ہمیں توحید یعنی صحیح عقیدہ، نمونۂ سلف علماء ربانی، اور شریعت الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنے والے حکمرانوں کی نعمت سے نوازا ہے اُس کی تحدیث کے طور پر ہے، جنہوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اپنا مصدر وسرچشمہ بنایا ہے، وضعی قوانین کو اپنا مصدر نہیں بنایا ہے؛ فالحمدللہ علی ذلک۔

[2] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی ایک معین شخص کے لئے تعصب کرے، جیسے کوئی امام مالک، یا شافعی، یا احمد بن حنبل یا ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے لئے تعصب کرے، اور اس کا خیال ہو کہ اس معین امام کی بات ہی درست ہے جس کی پیروی ہونی چاہیئے اس کے سوا دوسرے امام ==

جبکہ دوسرا طبقہ: جو علماء کے اقوال کو بالکلیہ ٹھکراتا ہے، ان سے استفادہ نہیں کرتا، اگرچہ کتاب وسنت کے موافق ہوں۔

پہلا طبقہ افراط – حد سے تجاوز – کا شکار ہے، جبکہ دوسرا تفریط – کوتاہی – کا۔

علماء کے اقوال وفرمودات میں بڑا خیر ہے، بالخصوص فقہ سلف یعنی صحابہ، تابعین، ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کی فقہ میں جنہیں امت کی جانب سے فقہ فی الدین کی شہادت حاصل ہے؛ ان کے اقوال وفرمودات سے فائدہ اٹھایا جائے گا، لیکن تسلیم شدہ مسئلہ کے طور پر نہیں لیا جائے گا، بلکہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ ان کا قول دلیل کے خلاف ہے تو ہمیں (اسے چھوڑ کر) دلیل لینے کا حکم ہے۔

ہاں اگر وہ قول کتاب وسنت کی دلیل کے خلاف نہ ہو؛ تو ہمیں اُسے لینے اور ماننے میں کوئی حرج نہیں، لیکن بطور تعصب نہیں، بلکہ فہم سلف سے فائدہ اٹھانے اور اس سے روشنی حاصل کرنے کے اعتبار سے، کیونکہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معانی کی معرفت کا ایک راستہ ہے۔

یہی حق اور درمیانی بات ہے: کہ ہم علماء وفقہاء کی جو باتیں کتاب وسنت کی دلیل کے مطابق ہوں گی اسے لیں گے اور جو اس کے خلاف ہوں گی چھوڑ دیں گے، اور علماء کی غلطیوں میں انہیں معذور سمجھتے ہوئے ان کی عزت واحترام کریں گے، تنقیص وناقدری نہیں

== کی بات کی نہیں؛ تو ایسا کرنے والا شخص جاہل گمراہ ہوگا، بلکہ کافر بھی ہو سکتا ہے؛ کیونکہ جب اس کا عقیدہ یہ ہو کہ لوگوں پر ان ائمہ میں سے دیگر کو چھوڑ کر کسی ایک متعین امام ہی کی اتباع واجب ہے' تو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے' اگر توبہ کرلے تو ٹھیک' ورنہ اسے قتل کر دیا جائے''۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۲/ ۲۴۸-۲۴۹)۔

کریں گے، رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ، فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ"[1]۔

اگر حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو جائے تو اسے دو اجر ملے گا، اور اگر فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور اس میں غلطی کر جائے تو اُسے ایک اجر ملے گا۔

اور جن کے یہاں اجتہاد کی شرطیں موجود ہوں اُن کی غلطی معاف ہے۔

لیکن واضح رہے کہ جاہل یا مبتدی طالب علم کو اجتہاد کا حق نہیں، اس کے لئے اجتہاد جائز نہیں ہے، وہ اجتہاد کرنے کے سبب گنہ گار ہوگا خواہ اس کا اجتہاد درست ہو یا غلط، کیونکہ اس نے ایسا کام کیا ہے جو اس کے لئے جائز ہی نہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال (۲۶): بعض لوگوں کو یہ وسوسہ یا کچھ مبتدی طلبہ کے یہاں یہ شبہہ پایا جاتا ہے کہ علمی حلقات میں بیٹھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس علم کے سبب اس کی تبلیغ اور اپنی اصلاح کے تئیں اس پر مزید حجت بڑھ جاتی ہے؛ اور اس شبہہ کے باعث بعض لوگ شرعی علم کے حصول سے کتراتے ہیں! ایسے لوگوں کو آپ کیا توجیہ فرمائیں گے؟

جواب: یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے، وہ آپ سے کہتا ہے: کہ علم حاصل نہ کرو؛ کیونکہ اگر تم علم حاصل کرو گے تو وہ تمہارے خلاف حجت بن جائے گا!

ہم ایسے شخص سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ: کیا علماء کے ہوتے ہوئے آپ کا جاہل باقی رہنا

---

[1] صحیح بخاری (۶۹۱۹)، وصحیح مسلم (۱۷۱۶)۔

آپ کے خلاف حجت نہیں ہے؟؟

بھئی! علم کی موجودگی، علماء کی فراہمی اور دروس کا نظام ہوتے ہوئے آپ کا جاہل باقی رہنا اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے کہ آپ علمی دروس میں حاضر ہو کر علم حاصل کریں اور بسا اوقات علم کے مطابق عمل نہ کرسکیں؛ کیونکہ انسان طبعی طور پر اعمال میں کوتاہی کرتا ہے، اور اس سے کچھ گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں؛ لیکن اگر وہ ذکر کی مجلسوں اور اللہ کے گھروں میں منعقد علماء کے علمی دروس میں حاضر ہوگا تو امید ہے کہ وہ چوکنا ہوگا اور اپنی غلطیوں سے تائب ہو کر درستی کی راہ اختیار کرے گا۔

یہ علمی حلقے دلوں کی زندگی ہیں، لہٰذا اس شبہہ اور وسوسہ کے سبب شیطان تمہیں علم نافع اور شرعی علوم کے حصول سے ہرگز نہ روکے!!

❀❀❀❀❀

سوال ۲۷: فضیلۃ الشیخ! کچھ نوجوان اور طلبۂ علم بعض موضوعات کے سبب آپس میں گروہ بندی کا شکار ہیں، یہ موضوعات ان کے طلب علم کی راہ میں رخنہ بن رہے ہیں، ساتھ ہی بعض علماء کی شان میں گستاخی اور دیگر علماء کے لئے تعصب پر آمادہ کر رہے ہیں، اس بارے میں ہمارا کیا موقف ہونا چاہئے؟ امید کہ وضاحت فرمائیں گے؟ کیونکہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اور طلبہ کے کے مابین ناسور کی طرح پھیلتا جا رہا ہے؛ اپنی توجیہ سے نوازیں؟

جواب: جب تک اس ملک کے بوڑھے جوان سب اپنے علماء سے جُڑے ہوئے تھے، حالات بڑے اچھے اور ٹھیک تھے، ان کے درمیان بیرونی افکار ونظریات نہیں آتے تھے، یہی ان کی وحدت والفت کا راز تھا، یہ اپنے علماء، قائدین اور سوجھ بوجھ رکھنے والوں پر اعتماد وبھروسہ رکھتے تھے، ایک جماعت تھے اور بڑی عمدہ حالت میں تھے، یہاں تک کہ

باہر سے آنے والے افراد [1] یا بعض کتابوں اور میگزینوں کے راستے سے [2] بیرونی افکار ونظریات ملک میں داخل ہوئے، نوجوانوں نے اسے حاصل کیا اور پھر گروہ بندی شروع ہوگئی؛ کیونکہ سلفی منہج دعوت سے الگ تھلگ ہونے والے یہ نوجوان درحقیقت بیرونی ممالک سے درآمد انہی افکار ونظریات سے متاثر ہوئے ہیں۔

جبکہ وہ دعاۃ اور نوجوانان جو اپنے علماء سے مستقل جڑے رہے، ان درآمد افکار ونظریات سے متاثر نہیں ہوئے؛ وہ -الحمدللہ- اپنے سلف صالحین کی طرح آج بھی درست منہج پر گامزن ہیں [3]۔

---

[1] جیسے فرقہ الاخوان المسلمون کے لوگ جن کے ذریعہ ہر طرف عقائد میں تساہل اور منہج سلف سے انحراف کا بلویٰ عام ہے، اسی طرح تبلیغی جماعت وغیرہ، ہم اللہ سے عافیت کے خواستگار ہیں۔

[2] جیسے: فرقہ الاخوان المسلمون کی بے شمار کتابیں، اور اسی طرح نام نہاد ''السنۃ'' نامی اخوانی، قطبی میگزین ''جس میں شہد میں زہر گھول دیا گیا ہے''، عنقریب اس کے ایڈیٹر کے بارے میں گفتگو آئے گی اور اس کے معاملہ کو بے نقاب کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

[علامہ البانی رحمہ اللہ ''السنۃ'' نامی اس میگزین کے بارے میں فرماتے تھے: ''لَيْسَ لَهَا مِنْ اسْمِهَا نَصِيبٌ'' (اس میگزین میں اس کے نام کا کوئی حصہ نہیں ہے!) دیکھئے: النبذ الوفیۃ فی وجوب الانتساب إلی السلفیۃ، از سلیم ہلالی ص: ۳۵، حاشیہ ۴]۔ (مترجم)

[3] یعنی سنت پر مضبوطی سے گامزن رہنے والے، اہل الحدیث والأثر، سلفی حضرات، جنہیں بسا اوقات منہج سلف سے دشمنی رکھنے والے -سنت سے لاعلمی کے سبب- متشدد، انتہا پسند، ایجنٹ، اور خوشامد کرنے والا وغیرہ کہتے ہیں! اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں؛ کیونکہ سلف صالحین کو اس سے بھی زیادہ نازیبا الفاظ سے متہم کیا گیا، مثلاً، انہیں، حشویہ * اور مجسمہ وغیرہ کہا گیا؛ خلاصۂ کلام ==

---

* حشویہ کا لفظ سب سے پہلے عمرو بن عبید معتزلی نے جلیل القدر صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ==

== بارے میں کہا تھا، کیونکہ اس کا باطل عقیدہ اُن کے عقیدہ کے خلاف تھا۔ (دیکھئے: شذرات الذہب، از ابن عماد حنبلی، ۱/ ۲۱۱، ومنہاج السنۃ النبویۃ (۲/ ۵۲۰)، ومعجم المناہی اللفظیۃ (ص: ۲۲۸)۔

حشویہ: دراصل وہ لوگ تھے جو کتاب وسنت میں جس چیز کا معنیٰ غیر وارد ہے اُس کے بھی جواز کے قائل تھے، مثلاً بعض سورتوں کے آغاز میں آئے ہوئے حروف مقطعات وغیرہ کا معنیٰ، اور اسی طرح اللہ کے صفات کو انسانی صفات سے تشبیہ دیتے ہوئے اعضاء و جوارح، خون اور ہڈی وغیرہ کا اثبات کرنا، چنانچہ جب حسن بصری رحمہ اللہ نے انہیں اپنے حلقۂ میں بیٹھ کر اس قسم کی گری ہوئی بات کرتے ہوئے پایا تو فرمایا: ’’ رُدُّوا هَؤُلَاءِ إِلَى حَشَا الحَلقَةِ ‘‘ (انہیں حلقہ کے کونے میں لے جاؤ)، چنانچہ یہیں سے اس قسم کے لوگوں کو حشویہ کہا جانے لگا۔

اور تفسیر بیضاوی کے محشی شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

حشویہ وہ لوگ ہیں: جنہوں نے ظاہر کو اپنایا اور تجسیم وغیرہ کے قائل ہو گئے، یہ لوگ گمراہ فرقوں میں سے ہیں،... حشویہ: ایک گروہ ہے جو راہ راست سے بھٹک گیا ہے اس کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں، وہ اللہ کی آیات کو ظاہر پر جاری کرتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہی مقصود ہے‘‘ حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی ’’عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی‘‘ (۲/ ۱۴۲)۔

جبکہ اہل سنت کتاب وسنت میں غیر وارد معنیٰ کے قائل نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے اسماء وصفات کو اللہ کے شایان شان، ہر قسم کی تعطیل، تشبیہ، تمثیل، تاویل اور تکییف کے بغیر ثابت کرتے ہیں۔

بنابریں منکرین صفات، مخالفین سنت اور دشمنان حق لوگوں کو اہل سنت و جماعت سے متنفر کرنے کے لئے اُنہیں اثبات صفات کے سبب حشویہ، مجسمہ اور مشبہہ وغیرہ القاب سے طعنہ دیتے ہیں۔

اور اس طعنہ سے ان کے خواص کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ’’حشویہ‘‘ دنیا میں فضلہ اور بے وقعت ہیں، ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جبکہ عوام کا خیال ہے کہ سلف کو حشویہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی فوقیت اور اس ==

لہٰذا اس فرقہ واریت کا بنیادی سبب اس ملک کے علماء کو چھوڑ کر [1] کچھ ایسے مشکوک یا گمراہ گر لوگوں [2] سے افکار ونظریات اور دعوتی مناہج کا حصول ہے، جو اس ملک میں امن

== اینکہ بدعتیوں کا یہی وطیرہ رہا ہے ''اہل الحدیث والأثر پر طعن وتشنیع اور ان کی عیب جوئی کرنا''۔

[1] کیونکہ ہمیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ عقیدہ ومنہج کے اعتبار سے اس ملک کے علماء باقیان سلف ہیں، پھر بھی ہم اللہ پر کسی کی صفائی پیش نہیں کرتے- اللہ ان کی حفاظت فرمائے-۔ اسی طرح کچھ اور بھی سلفی علماء ہیں جو دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں، لیکن یہ بات دیگر ممالک کے عمومی علماء کے بالمقابل اس ملک کے عمومی علماء کے بارے میں ہے۔

[2] جیسے: ''**منہج الأنبیاء فی الدعوۃ إلی اللہ**'' نامی کتاب کے مولف **محمد سرور بن نایف زین العابدین**! اور میرے بھائی محترم قاری! ان شاء اللہ ہم اس کتاب سے اُس کے بعض افکار ونظریات نقل ==

== کے آسمان میں ہونے کے قائل ہیں، تو گویا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کے اندر ہے اور اس کا جسم ہے! جبکہ یہ سلف اور اہل سنت پر کھلا بہتان ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رافضی ابن المطہر کے جواب میں اس طعنہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر حشویہ سے اس کا مقصود مطلق طور پر اہل حدیث ہیں، تو اہل حدیث کا عقیدہ خالص سنت رسول ﷺ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہی عقیدہ ثابت ہے، اہل حدیث کا ایک فرد بھی حشویہ کا کوئی عقیدہ نہیں رکھتا، ان کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ اور اگر حشویہ سے اس کی مراد عمومی طور پر اہل سنت وجماعت ہیں، تو حشویہ کی یہ باتیں عام مسلمانوں اور اہل سنت میں کہیں سرے سے معروف نہیں ہیں۔'' (دیکھئے: منہاج السنۃ النبویۃ (۲/۵۲۱)، والمنتقی من منہاج الاعتدال (ص: ۱۰۲)، نیز دیکھئے: فصل الخطاب فی شرح مسائل الجاہلیۃ، تحقیق علی مخلوف (ص: ۱۰۳)، التحفۃ المدنیۃ فی العقیدۃ السلفیۃ (ص: ۱۶۴)، العقل والنقل عند ابن رشد (ص: ۹۲)، وقصیدہ نونیہ ''الکافیۃ الشافیۃ'' (ص: ۱۴۶)۔ [مترجم]

واستقرار، تحکیم شریعت اور دیگر نعمتوں کا خاتمہ چاہتے ہیں جن میں ہم اس ملک میں جی رہے ہیں، جو دیگر ممالک میں ناپید ہیں، نیز ان کی دیرینہ خواہش ہے کہ ہمیں فرقوں میں بانٹ دیں، ہمارے نوجوانوں کو اُچک لیں اور ہمارے علماء سے اعتماد ختم کردیں، اور ایسی صورت میں-اللہ کی پناہ- بڑے ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوجائیں گے۔

لہٰذا ہم علماء، دعاۃ، نوجوان اور عوام سب کو اس سلسلہ میں چوکنا ہونے کی ضرورت ہے کہ ہم درآمد افکار ونظریات اور مشکوک مبادی کو، خواہ وہ کتنا ہی حق وخیر یعنی سنت کے لبادہ میں ملبوس نظر آئیں، ہرگز قبول نہ کریں۔

کیونکہ ہمیں الحمدللہ اپنی حالت کے بارے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے [1]۔

== کریں گے۔

اسی طرح وہ لوگ جو: محمد مسعری اور سعد فقیہ کے نام سے جانے جاتے ہیں: جنہوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی، اور مسلمانوں کی جماعت سے نکل کر سرزمین کفر میں چلے گئے، اور وہاں جا کر ضلالت وگمراہی کی دعوت دینے لگے، پھر دونوں کا معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے، اور علی رؤوس الأشہاد اخبارات میں ایک دوسرے کو رسوا کرنے لگے، ہم اللہ سے عافیت کے خواستگار ہیں۔

اسی طرح ابن لادن: نے بھی اللہ کی نعمت کی ناشکری کی، اہل سنت وجماعت کے راستے سے بھٹک کر خوارج کا مذہب اپنا لیا، دنیا بھر میں لاقانونیت اور فتنہ انگیزی کرنے لگا اور فساد پھیلانے کے کام میں لگ گیا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے اور اس جیسے دوسروں کے گھات میں ہے۔

[1] ایک شخص حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے ابوسعید! میں آپ سے جھگڑنا (بحث ومباحثہ کرنا) چاہتا ہوں! تو حسن بصری نے کہا: میرے پاس سے ہٹ جاؤ، کیونکہ ==

بلکہ ہم صحیح سالم منہج اور صحیح سالم عقیدہ پر ہیں، اور ہمارے پاس الحمدللہ ہر خیر موجود ہے؛ تو بھلا ہم باہر سے درآمد افکار ونظریات کیوں لیں اور انہیں اپنے اور اپنے نوجوانوں کے درمیان کیوں پھیلائیں؟!

لہٰذا اس فرقہ بندی کا حل صرف اور صرف یہ ہے کہ ان درآمد افکار ونظریات کو ترک کر دیں اور ہمارے یہاں جو خیر وبھلائی موجود ہے [1] اسے بڑھائیں، اس پر عمل کریں اور اسی کی دعوت دیں۔

== میں نے اپنا دین خوب اچھی طرح جان لیا ہے، تم سے وہی جھگڑے گا جسے اپنے دین میں شک ہے'' (شرح اصول اعتقاد أہل السنة، از لالکائی، ۱/ ۱۲۸)۔

اور معن بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ: امام مالک رحمہ اللہ ایک دن مسجد سے نکلے درانحالیکہ آپ میرے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اتنے میں ابو الحوریہ نامی ایک شخص آپ سے ملا، جو بدعت ''اِرجاء'' سے متہم تھا، کہنے لگا: اے اللہ کے بندے! ذرا میری ایک بات سنو جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں اور مباحثہ کر کے تمہیں اپنی رائے بتانا چاہتا ہوں! انہوں نے کہا: **اگر تم مباحثہ میں مجھ پر غالب آگئے تو؟** اس نے کہا: اگر میں تم پر غالب آگیا تو تم میری پیروی کرنا، انہوں نے کہا: ''اور اگر کوئی تیسرا شخص آئے اور ہم دونوں سے بات کر کے ہم پر غالب آجائے تو؟'' کہا: تو ہم دونوں اُس کی پیروی کرلیں گے!! امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: **''اے اللہ کے بندے! اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو صرف ایک دین دے کر مبعوث فرمایا ہے، اور میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دین سے دوسرے دین کی طرف منتقل ہو رہے ہو''** ۔(الشریعة، ص: ٦٢)۔

[1] یعنی صحیح عقیدہ، اور امت کے سلف صالحین کی فہم کی روشنی میں کتاب اللہ اور سنت مصطفیٰ ﷺ سے ماخوذ ٹھوس سلفی منہج۔

ہاں ہمارے یہاں کچھ خامیاں ہیں، اور ہمارے لئے اپنی غلطیوں خامیوں کی اصلاح کرنا ممکن ہے، اس کے لئے کتاب وسنت اور منہج سلف کے خلاف باہر سے یا مشکوک اور گمراہ گر لوگوں کی جانب سے -اگرچہ وہ اس ملک میں بھی رہتے ہوں- افکار ونظریات درآمد کرنے کی ہرگز کوئی حاجت نہیں!

یہ وقت فتنوں کا وقت ہے، اور زمانہ جوں جوں آگے جائے گا فتنے بڑھتے جائیں گے۔ اسے خوب سمجھ لو، شبہات پر کان نہ دھرو، نہ مشکوک اور گمراہ گر لوگوں کی باتوں کو خاطر میں لاؤ، جو چاہتے ہیں کہ ہم سے یہ نعمت چھن جائے جس میں ہم جی رہے ہیں، اور ہم بھی دیگر مما لک کی طرح ہو جائیں: یعنی ہمارے یہاں بھی چھین جھپٹ، ڈکیٹی، قتل وغارت، حقوق کی پامالی، عقائد کا فسائد، دشمنیاں اور فرقوں ٹولیوں کا دوردورہ ہو جائے۔

اور میں کہتا ہوں: حق پر استقامت کے ساتھ گامزن علماء کی آبرو میں پڑنے والا تین قسم کے لوگوں میں سے کوئی ایک ہوگا:

یا تو منافق ہوگا جس کا نفاق ظاہر و باہر ہو، یا فاسق و بدکردار ہوگا جسے علماء سے نفرت ہوگی؛ کیونکہ علماء اسے فسق وگناہ سے روکتے ہیں، یا گمراہ حزبی (فرقہ پرست) ہوگا جو علماء سے بغض رکھے گا، کیونکہ علماء اس کی حزبیت اور منحرف افکار ونظریات کی موافقت نہیں کرتے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۲۸: میں نے ”منہج الأنبیاء فی الدعوۃ إلی اللہ“ نامی ایک کتاب پڑھی، جس کے مولف محمد سرور بن نایف زین العابدین ہیں، اس میں وہ فرماتے ہیں:

”میں نے عقیدہ کی کتابوں پر غور کیا تو دیکھا کہ وہ کتابیں ہمارے دور کے علاوہ میں لکھی گئی ہیں، وہ اُس دور کے مشکلات ومسائل کا حل تھیں جس میں وہ لکھی گئی تھیں، جبکہ ہمارے دور کی

اپنی الگ مشکلات ہیں جو نئے حل کی متقاضی ہیں، اسی لئے عقیدہ کی کتابوں میں بہت زیادہ خشکی ہے؛ کیونکہ وہ ''نصوص واحکام'' ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے نوجوانوں نے ان سے اعراض کیا ہے اور انہیں اہمیت نہیں دی ہے''[1] اس بات پر آپ کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

---

[1] دیکھئے: ''منہج الأنبیاء في الدعوۃ إلی اللہ'' تالیف: **محمد سرور بن نایف زین العابدین**، ص: (۸)۔

یہ شخص اپنی تحریروں کے ذریعہ فکری انحراف اور اس ملک -سرزمین حرمین شریفین- میں اہل سنت کے ساتھ اپنی عداوت و دشمنی سے معروف ہے، اور ہماری یہ شہادت محض اس بنیاد پر جو اس نے اپنے ہاتھ سے بقلم خود لکھا ہے۔

اس سلسلہ میں اس کے بعض اقوال بحوالہ ملاحظہ فرمائیں:

أولاً: عقیدہ کی کتابوں سے اس کی نفرت وعداوت:

اس کی مثال مندرجہ بالا سوال ہے، اور عنقریب اس کا کافی وشافی جواب آئے گا۔

ثانیاً: ظالم حکمرانوں اور اسی طرح ملک کے عوام کو'' گناہ ومعصیت کی بنا پر کافر کہنے'' کا خارجی عقیدہ رکھنا:

رہا مسئلہ حکمرانوں کا: تو اس سلسلہ میں اپنی میگزین ''السنۃ'' میں اس کی تحریریں معروف ومشہور ہیں، جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اور رہا گناہ کی بنا پر ملک کی عوام کو کافر قرار دینا: تو اپنی کتاب ''منہج الأنبیاء في الدعوۃ إلی اللہ'' (۱/ ۱۵۸) میں اس کا خیال ہے کہ اگر قوم لوط کے لوگ اپنے نبی پر ایمان بھی لے آتے، لیکن اپنا گھناؤنا عمل ''اغلام بازی'' نہ چھوڑتے تو انہیں اللہ پر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، چنانچہ کہتا ہے:

''یہ کوئی باعث تعجب امر نہیں کہ مَردوں سے شہوت پوری کرنے کی مشکل لوط علیہ السلام کی دعوت کا سب سے اہم مسئلہ ہو؛ کیونکہ اگر ان کی قوم کے لوگ اللہ پر ایمان لانے اور اس کے ==

== ساتھ شرک نہ کرنے کی بابت اُن کی دعوت قبول بھی کر لیتے تب بھی ان کے اس قبولیت کا کوئی معنیٰ نہ ہوتا' جب تک کہ اپنی وحشتناک گندی عادتوں سے پوری طرح باز نہ آتے' جس میں سبھی ملوث تھے''، بات ختم ہوئی۔

اس طرح یہ شخص کبیرہ گناہ کے سبب مطلق طور پر تکفیر کرتا ہے' اگرچہ اس کا مرتکب اسے حلال نہ بھی سمجھے!

ثالثاً: اہل سنت سلفیوں سے اس کی عداوت ودشمنی:

چنانچہ اِس مضمون میں جسے عنقریب آپ پڑھیں گے' وہ سلفی دعوت کے علماء کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اُن پر طعن وتشنیع، استہزاء ومذاق، ان کی عیب جوئی اور برائی کر رہا ہے نیز علماء سعودیہ' بالخصوص کبار علماء کی تنقیص وتوہین کر رہا ہے اور انہیں غیر معتبر ثابت کر رہا ہے' چنانچہ ''**سرکاری امداد**'' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

''ایک دوسری قسم ان علماء کی ہے' جو-سرکاری امداد- لیتے ہیں، اور اپنے مواقف کو اپنے آقاؤں کے مواقف سے جوڑتے ہیں... **چنانچہ جب آقا حضرات امریکیوں سے مدد مانگتے ہیں تو غلامان اس عمل کو جائز قرار دینے والے دلائل کا انبار جمع کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں،** اور اپنے تمام مخالفین پر نکیر کرنا شروع کر دیتے ہیں' اور جب آقاؤں کا رافضی ملک ایران کے ساتھ اختلاف ہوتا ہے تو غلامان رافضیوں کی خباثتیں ذکر کرنے لگتے ہیں...اور جب اختلاف ختم ہو جاتا ہے تو غلامان خاموش ہو جاتے ہیں' اور انہیں دی گئی کتابوں کی تقسیم سے رُک جاتے ہیں۔

اس قسم کے لوگ: **جھوٹ بولتے ہیں...جاسوسیاں کرتے ہیں...رپورٹیں لکھتے ہیں...اور وہ سب کچھ کرتے ہیں جس کا ان کے آقا ان سے مطالبہ کرتے ہیں ...اور-الحمدللہ- یہ لوگ بہت تھوڑے ہیں، لیکن دعوت اور اسلامی کام میں رخنہ ہیں، ان کا معاملہ بے نقاب ہے**' ==

....

== اگر چہ اپنی داڑھیاں بڑھالیں، اور کپڑے چھوٹے کرلیں (*)، اور بزعم خویش اپنے آپ کو سنت کا حامی سمجھیں، اسلامی دعوت کو اس قسم کے لوگوں سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ نفاق بڑا پُرانا ہے...

ہمارے بھائیو! یہ مظاہر تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دیں؛ کیونکہ اس شیخیت کو ظالموں نے تیار کیا ہے، اور فضیلۃ الشیخ کی ذمہ داری بڑے سیکیورٹی والوں کی ذمہ داری سے مختلف نہیں...''۔

[دیکھئے: مجلہ ''السنۃ'' شمارہ ۲۳، ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ، ص (۲۹-۳۰)]۔

میرے قاری بھائی! آپ سے پوشیدہ نہیں کہ اس شخص کی سابقہ گفتگو میں ''دوسری قسم'' سے مراد سعودی عرب کے علماء، اور ''آقاؤں'' سے مراد سعودی عرب کے حکمران ہیں، اور اس کی دلیل اُس کا یہ جملہ ہے:

''جب آقا حضرات امریکیوں سے مدد مانگتے ہیں تو غلامان اس عمل کو جائز قرار دینے والے دلائل کا انبار جمع کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں...''۔

یہ خلیجی جنگ کے مسئلہ کی بابت گفتگو کر رہا ہے۔

اور یہاں **''غلاموں''** سے اس کی مراد ہمارے علماء رحمہم اللہ ہیں- اللہ تعالیٰ اُسے کیفر کردار کو پہنچائے-۔

نیز اُنہیں منافقت سے متہم کر رہا ہے، کیا اُسے ہمارے علماء کے بارے میں تھوڑی بھی غیرت ہے؟؟

اسی طرح اپنی میگزین ''السنۃ'' (شمارہ ۲۶، جمادی الأولیٰ ۱۴۱۳ھ، ص: ۲-۳) کے اداریہ میں **''ظالم حکمران اور غلامان''** کے عنوان کے تحت لکھتا ہے: ==

(*) ''السنۃ'' نامی میگزین میں اس طرح سنت کا مذاق اڑاتا ہے۔ [فوزان]

== ’’اس وقت غلامی کے کئی قدیم ترین طبقات ہیں:

پہلا طبقہ: جس کے تخت پر ریاستہائے متحدہ کا صدر جارج بُش براجمان ہے، کل کلنٹن بھی ہوسکتا ہے۔

دوسرا طبقہ: یہ عرب ممالک کے حکمرانوں کا طبقہ ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا نفع ونقصان جارج بُش کے ہاتھ میں ہے‘‘۔

میں کہتا ہوں: اسے کیسے یقین ہے کہ یہ اُن کا عقیدہ ہے؟ کیا اس نے ان کے دلوں کو چاک کر کے دیکھا ہے، یا پھر انہوں نے اسے یہ بات بتلائی ہے:

﴿سُبۡحَٰنَكَ هَٰذَا بُهۡتَٰنٌ عَظِيمٞ ١٦﴾ [النور:١٦]۔

تیری ذات پاک ہے، یہ تو بہت بڑی تہمت ہے۔

اُسی مضمون میں آگے لکھتا ہے:

’’اسی لئے یہ لوگ اُس کا حج (قصد) کرتے ہیں، اور اس کے لئے نذرونیاز اور قربت کے اسباب پیش کرتے ہیں‘‘۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مضمون نگار حکمرانوں کو کافر سمجھتا ہے، جس کی طرف ہم نے تھوڑی دیر پہلے اشارہ کیا ہے۔

پھر آگے لکھتا ہے:

تیسرا طبقہ: عرب حکمرانوں کے حاشیہ برداروں کا ہے، یعنی وزراء، وزراء کے وکلاء، فوجوں کے سربراہان، اور مشورہ دہندگان، چنانچہ یہ لوگ اپنے آقاؤں کے لئے منافقت کرتے ہیں، اور پوری بے حیائی، بے شرمی اور بے غیرتی کے ساتھ اُن کے لئے ہر باطل کو مزین وآراستہ کرتے ہیں۔ ==

....

== **چوتھا، پانچواں اور چھٹا طبقہ:** وزراء کے یہاں بڑے بڑے ملازمین کا ہے۔

قدیم زمانہ کی غلامی معمولی ہوا کرتی تھی؛ کیونکہ غلام کا ایک براہ راست آقا ہوا کرتا تھا، لیکن آج کل کی غلامی بڑی پیچیدہ ہے، **اور ان لوگوں کے بارے میں میرا تعجب ختم ہی نہیں ہوتا' جو توحید کی باتیں کرتے ہیں' حالانکہ وہ: غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلام ہیں، اور ان کا آخری آقا و مالک نصرانی ہے"** !! بات ختم ہوئی۔

میرے قاری بھائی آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، ذرا پورے انصاف اور تقویٰ کے ساتھ اس سوال کا جواب دیجئے:

تمام تر علماء میں توحید کی بات کرنے والے کون ہیں؟ کیا وہ ملک سعودی عرب کے علماء کرام: شیخ ابن باز، ابن عثیمین، صالح لحیدان، فوزان اور ان جیسے دیگر کبار علماء نہیں ہیں؟؟

اور آج ایک شخص آ کر اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ حکمرانوں کے غلام ہیں، اور نتیجتاً "بُش" کے غلام ہیں!!۔

سچ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے: "إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ"۔

[صحیح بخاری (۳۲۹۶)، بروایت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ]

جب تمہیں شرم نہ آئے تو جو چاہو کرو۔

نیز اس کی اس بات اور خود اس کے اپنے رویہ میں کھلا تناقض اور ٹکراؤ ہے؛ چنانچہ وہ اضطراری صورت میں بھی کافروں سے مدد طلبی کو حرام کہتا ہے، اور پھر خود ہی ان کے یہاں پناہ لیتا ہے، ان کے ملکوں میں اور انہی کی حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے، آخر امریکہ کے کافروں میں اور لندن کے کافروں میں کیا فرق ہے' جن کے سائے تلے اور ان کی حکومت میں وہ -بلا ضرورت- زندگی بسر کر رہا ہے؟؟۔ ==

جواب: کچھ لوگ ہیں جو عقیدہ پڑھانے میں دلچسپی نہیں رکھتے، سلف کی کتابوں سے بے اعتنائی برتتے ہیں، ائمہ اسلام کی کتابوں سے بے رغبتی کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کو خود اپنی اور اپنی طرح دیگر جاہلوں اور گمراہی کی طرف بلانے والوں کی کتابوں کی طرف پھیر دیں۔

ایسا کہنے والا بھی گمراہی کا پرچارک ہے، اللہ ہمیں عافیت عطا فرمائے، اس کتاب سے خود آگاہ رہنا اور دوسروں کو چوکنا کرنا واجب ہے۔

میں آپ لوگوں کو بتادوں کہ شیخ محمد امان جامی رحمہ اللہ نے اس جملہ **"اسی لئے عقیدہ کی کتابوں میں بہت زیادہ خشکی ہے؛ کیونکہ وہ نصوص واحکام ہیں..."** پر پوری ایک کیسٹ املا کرائی ہے، جس میں انہوں نے اس پر بھرپور رد فرمایا ہے، آپ لوگوں پر لازم ہے کہ اس کیسٹ کو تلاش کرو اور مسلمانوں میں عام کرو، تاکہ مسلمان اس خباثت وگندگی اور مسلمانوں کے ملک میں درآمد اس شر و برائی سے آگاہ ہو جائیں۔

== ﴿أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾﴾ [القمر: ۴۳]۔

کیا تمہارے کافر اُن کافروں سے کچھ بہتر ہیں؟ یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں چھٹکارا لکھا ہوا ہے؟

کیا اس شخص کو اپنے اس دوہرے کردار پر شرم نہیں آتی؟ یا پھر اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان منطبق ہو چکا ہے کہ:

"إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ"۔ (صحیح بخاری: ۳۲۹۶)۔

جب تمہیں شرم نہ آئے تو جو چاہو کرو۔

جس کا گھر خود شیشہ کا ہو اُسے لوگوں پر پتھر نہیں پھینکنا چاہئے!!

یقیناً وہ بہت ٹھوس کیسٹ ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے استاذ گرامی شیخ محمد امان جامی رحمہ اللہ کو جزائے خیر دے اور ان کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی نصرت فرمائے [1]۔

[1] کیسٹ کا عنوان ہے: ''ليس من النصيحة في شيء''۔ (یہ بالکل خیرخواہی نہیں ہے!)

اس میں شیخ محمد امان جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آخری جملہ: ''یقیناً زیادہ تر نوجوانوں نے ہمارے ہاتھوں میں موجود عقیدہ کی کتابوں سے منہ موڑ لیا ہے'' تو ایک کھلا بہتان ہے جو ابن بطوطہ کے اس بہتان کے مشابہ ہے جو اس نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر باندھا تھا' جبکہ اُنہیں دیکھا بھی نہ تھا، چنانچہ ابن بطوطہ کا خیال تھا کہ وہ بغداد گیا، اور وہاں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ خطبۂ جمعہ ارشاد کررہے ہیں، اور منبر کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کہہ رہے ہیں: ''میرا رب ایسے ہی اترے گا جیسے میں یہاں اتر رہا ہوں''۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے علماء میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا جو اس جھوٹ اور بہتان کو تاریخی طور پر جھوٹا اور بے بنیاد ثابت کردیں، چنانچہ علامہ بھجۃ البیطار نے ''حیاۃ شیخ الاسلام'' نامی ایک کتاب لکھی اور اس میں ثابت کیا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن بطوطہ کبھی اکٹھا نہیں ہوئے، نہ ہی ابن بطوطہ نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو کبھی دیکھا ہے، بلکہ ابن بطوطہ جس دن بغداد میں داخل ہوئے اس دن شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیل میں تھے، اور جیل ہی میں ان کی وفات ہوگئی۔ اس جھوٹ اور بہتان کو لکھنے والوں نے ایک دوسرے سے نقل کرڈالا۔

اسی طرح عقیدۂ توحید کا دفاع کرتے ہوئے' آج کے اس (سُروری) جھوٹ اور بہتان کی بھی تردید اور اس کا جڑ سے خاتمہ کرنا ضروری ہے۔

اس لئے میں کہتا ہوں: محمد سرور اس بات کا اہل نہیں ہے کہ مسلم نوجوانوں' اور عقیدۂ توحید کی بابت اُن کے اہتمام واعراض کا تجزیہ وتبصرہ کرسکے، وہ بالکل اس لائق نہیں ہے، نہ تو وہ عالم ہے، نہ اس نے عقیدہ پڑھا ہے، نہ ہی عقیدہ کا مدرس ہے، تو بھلا وہ تجزیہ کیسے کرسکتا ہے؟ ==

ہم اپنے افکار و عقائد باہر سے کیوں درآمد کرتے ہیں؟!
ہم اس قسم کے افکار و نظریات لندن کے محمد سرور زین العابدین یا اس کے علاوہ کسی اور سے کیوں درآمد کرتے ہیں؟!!
ہم اپنے پاس موجود سلف صالحین کی کتابوں اور اسی طرح علماء توحید کی کتابوں کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے جو علماء سے صادر ہوئی ہیں، کسی رائٹر یا ثقافی سے صادر نہیں ہوئی ہیں

== یہ تجزیہ کہاں سے آیا؟ یہ تو سراسر جھوٹ اور بہتان ہے!!
کیا تم نے اس ''غیر تمند'' محمد سرور کی کوئی کیسٹ سنی ہے جس میں وہ اپنے پڑوسی ''حزب التحریر'' پر نکیر کر رہا ہو۔ اگر ہماری عقیدہ کی کتابیں اُسے نہیں بھاتی اور درست نہیں لگتی ہیں تو کیا اُس نے اپنے جدید اور پرکشش اسلوب میں توحید کے بارے میں کوئی کتاب شائع کی، تاکہ نوجوان اس پر ٹوٹ پڑیں؟ کیا اس طرح کی کوئی چیز ہوئی؟؟
آخر کیوں نہیں کیا؟ اگر وہ واقعی طالب علم اور مصلح ہوتا تو ایسا ضرور کیا ہوتا۔
لیکن – واللہ اعلم – بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص سلفی عقیدہ اور سلفی عقیدہ کے حاملین سے عداوت و دشمنی رکھتا ہے۔
اے محمد سرور! بھلا تو کس چیز کی دعوت دے رہا ہے؟ انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے ایذائیں دی گئیں کہ وہ عقیدۂ توحید، اسلام کی دعوت دے رہے تھے، لیکن آخر تو کس چیز کی دعوت دے رہا ہے؟ وہ عقیدہ کہاں ہے جس کی تو دعوت دے رہا ہے؟ یقیناً تو بس مقابلہ آرائی کرنے والا ہے، تیری چاہت ہے کہ حکمرانوں سے کرسیوں کے لئے مقابلہ آرائی کرے، لیکن جب تجھے مقابلہ آرائی کا کوئی راستہ نہ مل سکا تو تُو گالی گلوچ لعن طعن اور تکفیر پر آمادہ ہوگیا، کیا یہی دعوت ہے؟ کیا یہی اسلام ہے؟ تو اپنے آپ کو اور اپنے جیسوں کو دعاۃ کہتا ہے' اللہ اور اللہ کے دین کا داعی، عقیدہ کا داعی، احکام کا داعی! کیا اس میں سے کچھ بھی انجام پایا؟ نہیں۔

جس کے مقاصد معلوم ہیں؟ نہ اس کے مبلغ علم کا کچھ اتہ پتہ ہے؟؟؟

یہ آدمی -محمد سرور- اپنی اس بات کے ذریعہ نوجوانوں کو گمراہ کررہا ہے، اور انہیں عقیدہ کی صحیح کتابوں نیز سلف کی کتابوں سے پھیر کر جدید افکار ونظریات اور نئی کتابوں کی طرف متوجہ کررہا ہے جو مشکوک افکار ونظریات سے لبریز ہیں۔

محمد سرور کے یہاں عقیدہ کی کتابوں میں مشکل یہ ہے کہ وہ کتابیں نصوص اور احکام پر مشتمل ہیں، ان میں قال اللہ وقال الرسول ہے، جبکہ وہ فلاں فلاں کے افکار ونظریات چاہتا ہے، نصوص اور احکام نہیں چاہتا!!!

لہٰذا آپ لوگوں پر لازم ہے کہ ان باطل دسیسہ کاریوں سے چوکنا رہیں' جن سے ہمارے نوجوانوں کو سلف صالحین کی کتابوں سے پھیرنا مقصود ہے۔

الحمد للہ ہم اپنے سلف صالحین کی چھوڑی ہوئی عقیدہ اور دعوت کی کتابوں کے ذریعہ دیگر چیزوں سے بے نیاز ہیں، اور یہ کتابیں - کاتب کے بزعم خویش-خشک اسلوب میں نہیں ہیں، بلکہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصوص سے مبرہن علمی اسلوب میں ہیں، جیسے: صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث کی دیگر کتابیں، اسی طرح اللہ کی کتاب سے جس کے آگے پیچھے باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، پھر سنت کی کتابیں: مثلاً کتاب السنۃ، از ابن ابی عاصم، وکتاب الشریعہ، از آجری، والسنۃ، از عبد اللہ بن امام احمد، اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن القیم رحمہما اللہ کی کتابیں، نیز شیخ الاسلام مجدد محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ، لہٰذا تم ان کتابوں کو لازم پکڑو اور انہیں اپنائے رکھو۔

اور اگر قرآن کریم خشک ہو، سنت رسول خشک ہو، اور معتبر اہل علم کی باتوں میں خشکی ہو تو یہ بصیرت کا اندھا پن ہے، اور کسی شاعر کے اس شعر کے مصداق ہے:

قد تُنْكِرُ العيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ من رَمَدٍ   ويُنْكِرُ الفَــــمُ طَعْمَ الماءِ من سَقَمٍ

بسا اوقات آنکھ آشوب کے سبب آفتاب کی روشنی کا انکار کرتی ہے، اور منہ بیماری کے باعث پانی کے مزے کا انکار کرتا ہے۔

عقیدہ کتاب وسنت کے نصوص ہی سے اخذ کیا جاتا ہے، فلاں فلاں کی فکر اور نظریہ سے نہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال ۲۹: محمد سرور زین العابدین اپنی کتاب ''منہج الأنبیاء فی الدعوۃ إلی اللہ'' (ص: ۱۷۰) میں کہتے ہیں:

''اگر قوم لوط کے لوگ ''لا إلہ إلا اللہ'' کہہ دیتے: تو بھی جب تک وہ اپنے گناہ پر اڑے رہتے' انہیں اس کا کوئی نفع نہ پہنچتا''! شیخ محترم! اس بات پر کیا رد فرمائیں گے؟

جواب: اس کا یہ کہنا کہ: ''اگر قوم لوط کے لوگ توحید کا اقرار کر لیتے: تو بھی جب تک وہ اغلام بازی کرتے رہتے' انہیں اس کا کوئی نفع نہ پہنچتا...''[1]۔

---

[1] شاید بہت سے نوجوان اس بات کا معنیٰ نہ سمجھ سکیں۔

اس کا معنیٰ: یہ ہے کہ جو شخص اپنے کبیرہ گناہ پر بدستور قائم ہو' توبہ نہ کرے' اگر وہ ایمان بھی لے آئے تو اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا، اگر وہ کافر اور زنا ولواطت جیسے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو، لیکن اس کے باوجود وہ داعی کی بات مان لے اور ایمان لے آئے، تو اس گناہ کبیرہ کا مرتکب رہتے ہوئے اُس کا ایمان اُسے کوئی فائدہ نہ دے گا، یعنی گناہ کبیرہ ایمان کے منافی ہے، اور گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن نہیں ہے!!

یہ کس کا عقیدہ ہے؟

یہ خوارج کا عقیدہ ہے! ==

باطل اور غلط ہے، کیونکہ بلاشبہہ اغلام بازی جرم اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، لیکن کفر کے درجہ تک نہیں پہنچتا، لہٰذا جو اللہ کی جناب میں شرک سے توبہ کرے، جبکہ اس سے شرک کا گناہ سرزد نہ ہوا ہو، بلکہ ہم جنسی کا جرم ہوا ہو، تو ایسا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب مانا جائے گا، کافر نہیں ہوگا۔

لہٰذا اگر قوم لوط کے لوگ اللہ کی توحید کا اقرار کر لیتے اور اللہ واحد کی عبادت کرتے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے، البتہ ہم جنسی کے جرم پر قائم رہتے تو وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے فاسق اور بدعمل کہلاتے، اللہ تعالیٰ انہیں اس کی سزا دنیا یا آخرت میں دیتا، یا پھر معاف فرما دیتا لیکن وہ کافر نہ ہوتے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ﴾ [النساء: ۴۸، ۱۱۶]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

== یہ داعی (محمد سرور) جو لندن میں مقیم ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی سب داعی ہیں، بھلا وہ کس چیز کی دعوت دے رہے ہیں؟ خوارج کے عقیدہ کی دعوت دے رہے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خوارج کے عقیدہ پر حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں !!!۔

بلاشبہہ یہ عقیدہ کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر توبہ کئے بغیر مر جائے تو وہ کافر ہے، اس کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہ دے گا، خوارج کا عقیدہ ہے جنہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی، اور انہیں یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دیا تھا"۔

[محمد سرور زین العابدین کی تردید میں شیخ محمد بن امان جامی رحمہ اللہ کی کیسٹ سے ماخوذ]۔

اور صحیح حدیث میں آیا ہے:

’’إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَأْمُرُ يَوْمَ القِيَامَةِ أَنْ يُخْرَجَ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ‘‘[1]۔

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حکم دے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اُسے جہنم سے نکال دیا جائے۔

اس سے مراد اہل توحید ہیں جن کے یہاں گناہ و معاصی ہوں گے، جن کے سبب وہ جہنم میں داخل ہوں گے، انہیں جہنم میں عذاب دیا جائے گا، پھر ان کی توحید اور ایمان وعقیدہ کے

[1] امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے، کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’يَدْخُلُ أَهْلُ الجَنَّةِ الجَنَّةَ، وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ. فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوا، فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الحَيَا، أَوِ الحَيَاةِ – شَكَّ مَالِكٌ – فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الحِبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ، أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً‘‘(صحیح بخاری: ۲۲)۔

جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اُنہیں جہنم سے نکال دو۔ چنانچہ انہیں جہنم سے نکالا جائے گا، وہ جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے، لہذا انہیں نہر حیا یا نہر حیات -راوی حدیث مالک کو شک ہوا ہے- میں ڈالا جائے گا، تو وہ ایسے اُگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کنارے اگتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ زرد رنگ کا لپٹا ہوا نکلتا ہے۔

سبب جہنم سے نکالا جائے گا، کیونکہ موحد اگر جہنم میں داخل بھی ہوگا تو اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا، اور ایسا بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے‘ جہنم میں سرے سے داخل ہی نہ ہو:

﴿وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ [النساء:۴۸، ۱۱۶]۔

اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

لہٰذا یہ بات ایک جاہل کی بات ہے، یہ سب سے اچھا محمل ہے جس پر ہم اسے محمول کررہے ہیں، یعنی اسے جہالت پر محمول کیا جانا سب سے بہتر محمل ہے۔

اور جہالت -اللہ کی پناہ- بڑا خطرناک مرض ہے، اور آج کل زیادہ تر دعاۃ کی یہی بیماری ہے، کہ لوگوں کو جہالت کی بنیاد پر اللہ کی طرف بلاتے ہیں؛ جہالت میں پڑے رہتے ہیں، اور لوگوں کی بلاوجہ تکفیر کرتے ہیں اور توحید کے مسائل میں تساہل سے کام لیتے ہیں [1]۔

---

[1] ایک صاحب توحید سیکھنے کے مسئلہ کو ہلکا اور معمولی قرار دیتے ہوئے‘ جس کی طرف عرصۂ دراز تک انبیاء ورُسل علیہم السلام نے اپنی قوموں کو دعوت دی ہے، کہتے ہیں۔

اپنی کتاب ’’ھکذا اعلم الأنبیاء‘‘ (ص: ۴۳-۴۴) میں فرماتے ہیں:

’’یقیناً توحید اور اللہ کی تنہا عبادت کا مسئلہ ہی سب سے بڑا اور بنیادی مسئلہ ہے‘ جس کی تمام انبیاء نے دعوت دی ہے... یہ مسئلہ نہایت واضح، آسان، اور پیچیدگی و دشواری سے بعید مسئلہ ہے، جسے ہر شخص سمجھتا ہے... چنانچہ آسانی کا ایک حصہ عقیدہ میں آسانی ہے، بایں طور کہ آپ کسی بھی انسان کے لئے دس منٹ یا اس سے کم وبیش وقت میں عقیدہ کی شرح کرسکتے ہیں، اتنی دیر میں وہ خوب اچھی طرح عقیدہ کو سمجھ کے اور ازبر کر کے چلا جائے گا‘‘۔

میں کہتا ہوں: اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو سید قطب، حسن البنا اور ان کے گروپ کے دیگر لوگ جو عقائد میں بہک گئے‘ عقیدۂ توحید کو دس سالوں میں کیوں نہیں سمجھ سکے؟! ==

== ہم دس منٹ نہیں کہتے؟ آخر تم میں کا کوئی شخص اپنی تقریر کے آغاز میں اپنے خون (جان) اور دل سے فریاد کیوں کرتا ہے؟ اور مدد، حفاظت اور اس سے بچاؤ کی طلب کیوں کرتا ہے؟

اگر معاملہ ایسا ہی ہے: تو اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے رسولوں کو مسلسل کیوں بھیجا؟ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہ کر پچاس کم ایک ہزار سال تک اُنہیں دعوت توحید کیوں دیتے رہے:

﴿وَمَآ ءَامَنَ مَعَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلٌ ۝٤٠﴾ [ہود:۴۰]۔

ان کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تیرہ سالوں تک توحید ہی کی دعوت کیوں دیتے رہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر خطبہ جمعہ میں تمام لوگوں کے سامنے یہ بات کیوں دہرایا کرتے تھے:

’’شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ‘‘(صحیح مسلم:۸۶۷)۔

بدترین امور نئی ایجاد کردہ باتیں ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں کیوں فرمایا:

’’لَعَنَ اللَّهُ اليَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا‘‘۔
(صحیح بخاری:۱۲۶۵،۱۳۲۴)۔

یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

اور ان تمام باتوں کے باوجود ہم دیکھتے ہیں غزوۂ حنین کے سفر میں بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہنے لگے: ’’اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ‘‘۔(ابن حبان: ۶۷۰۲، علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھئے: مشکاۃ المصابیح، (۵۴۰۸)، وظلال الجنۃ(۷۶)۔

ہمارے لئے بھی ایک لٹکانے والا درخت متعین کر دیجئے جیسے اُن کے پاس لٹکانے والا درخت ہے۔ ==

اس جاہل ہی کو دیکھو، یہ جاہل عقیدہ کے مسئلہ کو معمولی سمجھ رہا ہے اور ہم جنسی کے گناہ کو سنگین، بھلا ان دونوں میں کونسا گناہ زیادہ خطرناک ہے؟!! شرک زیادہ سنگین ہے یا ہم جنسی؟ ہم اللہ سے عافیت کے خواستگار ہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

== اور اگر ایسی ہی بات ہے تو ان عرب کے لوگوں کو - جو اُس وقت عربی زبان دیگر لوگوں سے کہیں زیادہ اچھی طرح بولتے اور سمجھتے تھے - دس منٹ، بلکہ دس بیس دن کافی کیوں نہ ہوئے، جسے نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد جنگ حنین سے پہلے ان کے ساتھ مکہ میں گزارا تھا؟؟

لہٰذا دعاۃ اور دیگر لوگ آگاہ رہیں کہ توحید سیکھنے کا مسئلہ بڑا عظیم اور اہم ہے، اور اسے بار بار دہرانا بھی نہایت اہم ہے، موجودہ صورتحال اور تاریخ اس پر شاہد ہے، بلکہ اس ذات کا فرمان جو خواہش نفس سے نہیں کچھ نہیں کہتی، توحید سیکھنے اور بندوں پر اللہ کے حق توحید کی بار بار تعلیم دینے کی اہمیت پر شاہد عدل ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا'' (ابوداود: ۴۲۹۱، نیز دیکھئے: فتح الباری ۱۳ / ۲۹۵، علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھئے: الصحیحۃ ۵۹۹، وصحیح الجامع، ۱۸۷۴)۔

بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے آغاز میں کسی کو کھڑا کرتا ہے، جو اس دین کی تجدید کرتا ہے۔

چنانچہ اگر لوگوں کو توحید سکھانے کا معاملہ اتنا ہی آسان ہوتا تو اللہ تعالیٰ دین کی مٹ جانے والی چیزوں کی تجدید کے لئے کسی کو نہ کھڑا کرتا، اور لوگوں کے یہاں سب سے زیادہ جو چیز مٹتی ہے وہ توحید ہے۔

سوال ۳۰: ”منہج الأنبیاء فی الدعوۃ إلی اللہ“ نامی سابق الذکر کتاب کے بارے میں صحیح موقف کیا ہے؟

جواب: کتاب میں موجود بیماریوں کی تشخیص کی جائے، نیز اسے کتب خانوں سے ضبط کیا جائے اور مملکت سعودی عرب میں داخلہ پر پابندی عائد کر دی جائے [1]۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

[1] سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے بتاریخ ۲۹ / ۱۲ / ۱۴۱۳ھ طائف میں ”آفات اللسان“ (زبان کی آفتیں) کے عنوان سے منعقد ہونے والے پروگرام کے موقع پر محمد سرور زین العابدین کی باتوں اور عقیدہ کی کتابوں کے سلسلہ میں اس کے موقف کے بارے میں (جیسا کہ سابقہ سوال-نمبر ۲۸- میں ہے) سوال کیا گیا، تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

”یہ بہت بڑی غلطی ہے... عقیدہ کی کتابوں میں جفاء (شدت اور بھاری پن) نہیں، بلکہ قال اللہ وقال الرسول ہے، اگر وہ قرآن وسنت کو جفاء کہتا ہے تو یہ دین سے ارتداد ہے، یہ نہایت گھٹیا اور گھناؤنی بات ہے“۔

اور کتاب کے بیچنے کا حکم دریافت کیا گیا تو فرمایا:

”اگر اس میں یہ بات موجود ہے تو اس کا بیچنا جائز نہیں، بلکہ اسے پھاڑ دینا ضروری ہے“۔

[مذکورہ کیسٹ سے منقول]۔

اور محمد سرور ہی کی بات کی طرح حسن ترابی سوڈانی (موسس اخوانیت سوڈان) کہتا ہے:

”آج عقیدہ کی فقہ کے لئے ہونا یہ چاہئے کہ وہ قدیم علم کلام سے بے نیاز ہو جائے اور جدید علم کی طرف متوجہ ہو، جس کا سلف (ماضی) سے کوئی تعلق نہ ہو“۔

نیز کہتا ہے:

”ہم پر لازم ہے کہ ہم اسلامی فقہ کے اصول میں غور (نظر ثانی) کریں، اور میری رائے ==

سوال (۳۱): کیا موجودہ اسلامی سوسائیٹوں پر جاہلیت کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے عام جاہلیت کا خاتمہ ہو چکا ہے؛ اس لئے موجودہ اسلامی سوسائیٹوں پر عموم کے ساتھ جاہلیت کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں [1]۔

== میں اسلامی فقہ کے اصول کی بابت صحیح سالم غور وفکر کا آغاز قرآن کریم سے ہوتا ہے' جس کے بارے میں بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں اس کی نئی تفسیر کی ضرورت ہے(!!)، کیونکہ جب آپ ہمارے درمیان متداول تفاسیر پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ تفاسیر اس وقت کی صورتحال سے مرتبط ہیں جس میں انہیں ڈھالا گیا تھا، ہر تفسیر اپنے دور کے فقہ وفہم کی تعبیر کرتی ہے...، سوائے اس زمانہ کے؛ کہ ہمیں اس دور سے ہم آہنگ کوئی تشفی بخش تفسیر نہیں ملتی''۔

(دیکھئے: کتاب ''تجدید الفکر الاسلامی'' از تُرابی، ص ۴۲، ۲۵۔ الدار السعودیۃ، دوسرا ایڈیشن، ۱۴۰۷ھ)۔

میں کہتا ہوں: یہ شخص اپنی اس بات سے قرآن کریم کی تفسیر مختلف زمانوں میں لوگوں کی خواہشاتِ نفسانی کے ذریعہ کرنا چاہتا ہے، اسے معلوم نہیں کہ تفسیر کا معاملہ چند محدود مصادر پر موقوف ومنحصر ہے، جو یہ ہیں: قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعہ، قرآن کی تفسیر سنت کے ذریعہ، قرآن کی تفسیر اقوال صحابہ سے، اور قرآن کی تفسیر اس زبان کے تقاضہ کے مطابق جس زبان میں قرآن اترا ہے۔ تفسیر قرآن کے یہ بالترتیب چار مصادر ہیں، جو نہ زمانوں اور لوگوں کے احوال کے اختلاف سے مختلف ہوسکتے ہیں' نہ ہی علمی وسائنسی نظریات کے بدلنے سے بدل سکتے ہیں۔

[1] اسلامی معاشروں کو مطلق طور پر کافر قرار دینے کی بات سید قطب اپنی کتابوں میں بار بار دہراتے رہے ہیں، چنانچہ بطور حصر نہیں بلکہ مثال میں ان کی کچھ باتیں پیش کئے دیتا ہوں' تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ ہم انہیں بے جا متہم کر رہے ہیں: ==

....

== ''سید قطب'' اپنی کتاب ''معالم فی الطریق'' (ص: ۱۰۱) میں کہتے ہیں:

''جاہلی معاشرہ کے دائرہ میں وہ تمام معاشرے بھی داخل ہیں، جو بزعم خویش اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں؛ اور یہ معاشرے اس دائرہ میں اس لئے نہیں داخل ہیں کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، نہ ہی اس لئے کہ وہ تعبدی شعائر غیر اللہ کے لئے انجام دیتے ہیں، بلکہ اس جاہلی دائرہ میں اس لئے داخل ہیں کہ وہ اپنے نظام زندگی میں اللہ واحد کی عبادت کا عقیدہ تسلیم نہیں کرتے ہیں؛ **بنابریں یہ معاشرے اگرچہ اللہ کے سوا کسی اور کی الوہیت وعبادت کا عقیدہ نہیں رکھتے ہیں، لیکن الوہیت کی سب سے خاص خصوصیت غیر اللہ کے لئے تسلیم کرتے ہیں؛ وہ یہ کہ غیر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں...**

اور جب یہ بات طے ہوگئی، تو ان تمام جاہلی معاشروں کے بارے میں اسلام کا موقف ایک ہی جملہ میں منحصر ہو جاتا ہے: کہ اسلام ان تمام کے اعتبار یعنی ان تمام معاشروں کو اسلامی اور شرعی ماننے سے انکاری ہے''۔

اسی طرح اپنی کتاب ''العدالۃ الاجتماعیۃ'' (ص: ۲۵۰) میں کہتے ہیں:

''اور آج جب ہم - دین اور اسلام کے مفہوم کی اس الٰہی وضاحت کی روشنی میں - پوری روئے زمین کو کھنگال کر دیکھتے ہیں، تو ہمیں اس دین کا سرے سے وجود ہی نظر نہیں آتا...؛ یقیناً اس وجود کا اسی وقت سے توقف ہوگیا جب سے مسلمانوں کا آخری مجموعہ انسانی زندگی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تنہا حاکمیت کی تطبیق سے سبکدوش ہوگیا...؛ اور ہم پر واجب ہے کہ اس دردناک حقیقت کو ثابت کریں اور ببانگ دہل اس کا اعلان کریں، اور آرزو کی اس نامرادی سے نہ گھبرائیں جسے یہ کڑوی حقیقت بہتوں کے دلوں میں جنم دیتی ہے، جن کی خواہش ہے کہ وہ مسلمان ہو کر رہیں..؛ چنانچہ ایسے لوگوں کے حق میں یہی ہے کہ وہ اس بات کا یقین تلاش کریں کہ وہ کیسے مسلمان رہ سکتے ہیں''۔ ==

....

== نیز سید قطب اپنی کتاب ’’فی ظلال القرآن‘‘ (۲/ ۱۰۵۷) میں کہتے ہیں:

’’یقیناً وقت گھوم کر اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے جس دن یہ دین انسانیت کی طرف آیا تھا، اور انسانیت بھی لوٹ کر اسی جیسے موڑ پر آکھڑی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن اترتا تھا...؛ یقیناً وقت گھوم کر اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے جس دن یہ دین انسانیت کی طرف ’’لاإله إلاالله‘‘ لے کر آیا تھا؛ چنانچہ آج انسانیت بندوں کی بندگی اور دیگر ادیان کے ظلم وجور کی طرف پلٹ چکی ہے، اور ’’لاإله إلاالله‘‘ سے پیچھے ہٹ گئی ہے، اگرچہ کہ ان میں سے کچھ لوگ میناروں سے لاإله إلاالله کی صدائیں بلند کر رہے ہیں، جس کے معنیٰ ومدلول کا انہیں کوئی شعور وادراک نہیں ہے...؛ پوری انسانیت کا یہی حال ہے، ان میں وہ بھی شامل ہیں جو روئے زمین کے مشرق ومغرب میں مساجد کے میناروں سے معنیٰ ومدلول اور واقع حال سے آگاہی کے بغیر لاإله إلاالله کی صدائیں بلند کر رہے ہیں،... اور یہ لوگ قیامت کے دن زیادہ بھاری گناہوں والے اور سخت عذاب کے مستحق ہوں گے؛ کیونکہ یہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اور اسی طرح اللہ کے دین میں رہنے کے بعد، بندوں کی بندوں کی طرف پھر گئے ہیں (مرتد ہو گئے ہیں)‘‘۔

اس بات اور اس جیسی دیگر باتوں سے محمد سرور کو علماء پر طعنہ زنی اور انہیں اس بات سے متہم کرنے کی جرأت وجسارت ہوئی ہے کہ وہ ’’غلاموں کے غلاموں کے غلام ہیں‘‘۔

اور ’’سید قطب‘‘ کے تمام اسلامی معاشروں کو کافر قرار دینے کے خلاف یوسف قرضاوی نے بھی اپنی کتاب ’’أولویات الحرکۃ الاسلامیۃ‘‘ (ص: ۱۱۰) میں گواہی دی ہے، یہ ان کے گھر کی گواہی ہے، چنانچہ کہتے ہیں:

’’اس مرحلہ میں سید قطب کی کتابیں منظر عام پر آئیں جو اُن کی فکر کے آخری مرحلہ کی ترجمانی کرتی ہے، جس کا نچوڑ یہ ہے کہ معاشرہ کافر ہے، دعوت کو اسلامی نظام تک ملتوی کر دینا چاہئے.. ==

البتہ بعض افراد، یا بعض فرقوں، یا بعض سوسائیٹوں پر جاہلیت کے بعض کاموں کا استعمال کیا جانا ممکن اور جائز ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کے بارے میں فرمایا تھا:

''إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ''[1]۔

== اور تمام لوگوں کے خلاف یکا یک ہجومی جنگ کا اعلان کر دینا چاہئے۔۔۔۔

اور یہ چیز سب سے زیادہ شہید (سید قطب) کی تفسیر ''فی ظلال القرآن''، ''معالم فی الطریق'' اور ''الاسلام ومشکلات الحضارۃ'' وغیرہ میں نمایاں ہوتی ہے۔۔۔''۔

اسی طرح فرید عبد الخالق جو فرقہ ''الاخوان المسلمون'' کے ایک رہنما ہیں، اپنی کتاب ''الاخوان المسلمون فی میزان الحق'' (ص: ۱۱۵) میں کہتے ہیں:

''یقیناً تکفیری فکر کا آغاز بعض ''اِخوانیوں'' کے درمیان پچاس کی دہائی کے آواخر اور ساٹھ کی دہائی کے اوائل میں ''قناطر کے قید خانہ'' میں ہوا، وہ سید قطب کی فکر اور ان کی تحریروں سے متاثر ہوئے، اور اس سے یہ عقیدہ ونظریہ اخذ کیا کہ مسلم سماج جاہلیت میں ہے، نیز انہوں نے ان مسلم حکمرانوں کو کافر قرار دیا جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ نہ کر کے اللہ کی حاکمیت کو ٹھکرا دیا، اور اس سے راضی ہونے کی صورت میں اس کے محکومین یعنی رعایا کو بھی کافر قرار دیا''۔

[1] اس حدیث کا سبب صحیح بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے: چنانچہ واصل بن احدب معرور بن سوید سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

''لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ، وَعَلَى غُلاَمِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ''**يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ**۔۔۔'' (صحیح بخاری: ۳۰)۔ ==

یقیناً تمہارے اندر جاہلیت کی خو بو ہے۔

اسی طرح رسول گرامی ﷺ کا ارشاد ہے:

’’أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ‘‘[1]۔

چار چیزیں میری امت میں جاہلیت کی ایسی ہیں، جنہیں (کچھ لوگ) نہیں چھوڑیں گے: حسب وخاندان پر فخر، نسب میں طعنہ زنی، ستاروں سے بارش طلبی اور نوحہ۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ۳۲: ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو موجودہ امت مسلمہ کو ’’غائب‘‘ کہتا ہے؟ (یہ ڈاکٹر سلمان بن فہد العودہ ہے)۔

== مقام ربذہ میں ابو ذر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، تو وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی ایک جوڑا پہنے ہوئے تھا، میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: میں نے ایک شخص (بلال حبشی رضی اللہ عنہ) کو بُرا بھلا کہا، اور اُسے اس کی ماں کے سلسلہ میں عار دلا دیا (کالی کلوٹی کی اولاد کہہ دیا!)، تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ’’ابو ذر! کیا تم نے اسے اس کی ماں کے سلسلہ میں عار دلایا ہے؟ یقیناً تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کی خو بو پائی جاتی ہے؛ یہ غلام تمہارے بھائی تمہاری دیکھ ریکھ کرنے والے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں تلے رکھا ہے (تمہارا ماتحت بنایا ہے)...‘‘۔

[1] صحیح حدیث ہے، اسے امام مسلم (۹۳۴) وغیرہ نے روایت کیا ہے، الفاظ مسند احمد کے ہیں (۳۷/ ۵۳۸/ ۲۲۹۰۴)۔

جواب: امت مسلمہ کو غائب کہنے سے[1] لازم آتا ہے کہ تمام اسلامی ممالک کافر ہیں، کیونکہ اس جملہ کا معنیٰ یہ ہے کہ سرے سے کوئی اسلامی حکومت ہے ہی نہیں! جبکہ یہ بات فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلاَ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ“[2]۔

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، انہیں بے سہارا چھوڑنے والے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے نہ ان کی مخالفت کرنے والے، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ آجائے گا، اور وہ اسی پر قائم رہیں گے۔

چنانچہ گمرہی، اختلاف وانتشار اور کفر کتنا بھی بڑھ جائے؛ مسلمانوں کا یہ گروہ بہرصورت باقی رہے گا۔

اس لئے الحمدللہ امت مسلمہ غائب نہیں ہے، اور اسلامی معاشرہ میں -یا اس نصرت یافتہ گروہ میں- یہ شرط نہیں کہ وہ گناہوں سے بالکل خالی ہوں؛ کیونکہ گناہ ومنکرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے دور میں بھی پائے جاتے تھے، لیکن ان کا مقابلہ کیا جاتا تھا اور ان پر نکیر کی جاتی تھی۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

---

[1] افسوسناک بات یہ ہے کہ دعوت سے نسبت رکھنے والے ایک صاحب (ڈاکٹر سلمان بن فہد العودہ) نے جو بزعم خویش اپنے آپ کو نام نہاد بیداری کے قائدین میں شمار کرتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے طائف میں ”غائب امت“ کے عنوان سے ایک لیکچر پیش کیا ہے!!۔

[2] صحیح مسلم، حدیث (۱۹۲۰)۔

سوال (۳۳): ’’القطبیہ‘‘ نامی کتاب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، کیا آپ اسے پڑھنے کی نصیحت کرتے ہیں؟ اور کیا ردود کی کتابیں سلف صالحین کا منہج ہیں؟

جواب: مخالف پر رد کرنا سلف کا طریقہ رہا ہے؛ سلف صالحین مخالفین حق کی تردید کرتے رہے ہیں، اور ان کی کتابیں ہمارے درمیان موجود ہیں، چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے زنادقہ اور بدعتیوں پر رد کیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فلاسفہ، علماء کلام، صوفیوں اور قبر پرستوں پر رد کیا، اسی طرح امام ابن القیم اور دیگر بہت سارے ائمہ رحمہم اللہ نے بیان حق اور لوگوں کے سامنے حق نمایاں کرنے کے لئے مخالفین پر رد فرمایا، تاکہ امت گمراہ نہ ہو، اور خطا کاروں مخالفوں کی پیروی نہ کر بیٹھے، اور یہ امت کی خیر خواہی کا حصہ ہے۔

رہا مسئلہ ’’القطبیہ ھی الفتنۃ فاعرفوھا‘‘ (تالیف ابو ابراہیم ابن سلطان العدنانی) اور اس جیسی ردود کی دیگر کتابوں کا؛ تو جو کچھ ان میں درست اور سچ ہے اُسے لینا واجب ہے، اگر مخالفین کی تردید کرنے والے مخالف کی بات خود اُس کی اپنی کتاب یا کیسٹ سے نقل کریں، اور کتاب یا کیسٹ اور اس کے جزء اور صفحہ کی تعیین کریں، اور وہ نقل کردہ بات واضح طور پر غلط ہو، تو لوگوں کی خیر خواہی کے لئے اس پر رد کرنے سے کونسی چیز مانع ہے؟!

اس کا مقصد شخصیتوں کی تنقیص نہیں بلکہ لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے سامنے حق کی وضاحت ہے، چنانچہ جب قطبیہ یا اس کے علاوہ کسی کتاب نے کسی پر جھوٹ نہیں کہا ہے، بلکہ وہ مخالفین کی باتیں حرف بحرف نقل کرتی ہیں، اس کا معنیٰ یا معنیٰ میں خلل پیدا کرنے والے اختصار کے ساتھ نقل نہیں کرتیں، اور من وعن نص، اور جزء، صفحہ حتیٰ کی سطر کی تعیین کے ساتھ جہاں وہ باتیں موجود ہیں، نقل کرتی ہیں تو ایسا کرنے میں کیا حرج ہے؟

لیکن اگر ہم لوگوں سے چھپائیں، انہیں دھوکہ میں رکھیں، اور کہیں کہ: ان مخالفین کی کتابوں

کو نوجوانوں اور لوگوں کے ہاتھوں میں یونہی رہنے دو، جبکہ ان میں مسموم افکار و نظریات اور غلطیاں موجود ہیں، تو یہ امت کو دھوکہ دینا ہے، ایسا کرنا جائز نہیں، بلکہ بیان و وضاحت ضروری ہے، خیر خواہی لازم ہے، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ناگزیر ہے! یہ ردود کی کتابیں قدیم زمانہ سے موجود ہیں، الحمدللہ کسی نے ان پر عیب لگایا ہے، نہ کسی نے نقد کیا ہے، حق کو آشکارا کرنا ضروری ہے۔

❁❁❁❁❁

سوال ۳۴: بعد کے دنوں میں بعض نوجوانوں کے یہاں عقیدہ پڑھنے سیکھنے اور اس کے اہتمام کی بابت بے توجہی و بے اعتنائی اور دیگر امور میں رغبت اور دلچسپی محسوس کی جا رہی ہے! آپ ایسے نوجوانوں کو کیا نصیحت فرمائیں گے؟

جواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم، والحمدللہ رب العالمین، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین۔

حمد و صلاۃ کے بعد! میں نوجوانوں اور دیگر تمام مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے عقیدہ کا اہتمام کریں[1]، کیونکہ عقیدہ ہی وہ بنیاد ہے جس پر تمام اعمال کی قبولیت

---

[1] ہمارے شیخ نے یہ منہج تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان:

''**الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ**'' قُلْنَا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ''**لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ**'' (صحیح مسلم: ۵۵)۔

''دین خیر خواہی کا نام ہے''۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس کی خیر خواہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حکمرانوں کی، اور عام مسلمانوں کی۔ ==

وعدم قبولیت کا دارومدار ہے، اگر عقیدہ انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ بالخصوص ہمارے نبی خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق صحیح ہوگا تو تمام اعمال مقبول ہوں گے بشرطیکہ یہ اعمال خالص اللہ کے رُخِ کریم کے لئے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشروع کردہ طریقہ کے موافق ہوں، اور اگر عقیدہ فاسد ہوگا، یا آباء واجداد کی تقلید اور عادات واطوار پر مبنی گمراہ کن ہوگا، یا شرکیہ ہوگا، تو تمام اعمال مردود ہوں گے، کچھ بھی قبول نہیں کئے جائیں گے، اگرچہ عمل کرنے والا مخلص ہو اور اس کا مقصود اللہ کی رضا جوئی ہو، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہی اعمال کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے رُخ کریم کے لئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہوں، بنا بریں جو اپنی نجات چاہتا ہو، اپنے اعمال کی قبولیت کا خواہاں ہو، اور حقیقی مسلمان ہونا چاہتا ہو، اُسے چاہئے کہ عقیدہ کا خاص اہتمام کرے بایں طور کہ صحیح عقیدہ اور اس کے خلاف چیزوں اور تباہ کرنے والے امور کی معرفت حاصل کرے، تاکہ اپنے اعمال انہی بنیادوں پر انجام دے، اور یہ چیز اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب عقیدہ اُن اہل علم وبصیرت سے سیکھا اور پڑھا جائے جنہوں نے اسے اِس امت کے سلف صالحین سے حاصل کیا ہے،[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ

== اور اسی طرح معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے حاصل کیا ہے: ''أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ تَعَالَى''(صحیح بخاری:۷۳۷۲)۔

تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اللہ عزوجل کی توحید کا اقرار کریں۔

[1] نیز یہ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں –خیر خواہی کی شہادت سے سرفراز مند– علماء نے استقامت، سچے اخلاص اور وقار وسنجیدگی کی شہادت دی ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اہل بدعات وخواہشات اور گمراہ فرقوں ٹولیوں میں سے نہ ہو۔

کا ارشاد ہے:

﴿ فَٱعۡلَمۡ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِينَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتِۗ ﴾ [محمد:۱۹]۔

سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب قائم کیا ہے: ''بَابٌ: العِلْمُ قَبْلَ القَوْلِ وَالعَمَلِ''[1] (باب: علم بولنے اور عمل کرنے سے پہلے ہے)۔

اور اس میں اس آیت کریمہ کا ذکر کیا ہے:

﴿ فَٱعۡلَمۡ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ ﴾ [محمد:۱۹]۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلۡعَصۡرِ ۝١ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَفِي خُسۡرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلصَّبۡرِ ۝٣ ﴾ [العصر:۱-۳]۔

زمانے کی قسم۔ بیشک انسان سرتا سر نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نقصان اور خسارہ سے سلامتی کو چار مسائل پر موقوف قرار دیا ہے:

پہلا مسئلہ: ایمان: یعنی صحیح عقیدہ۔

دوسرا مسئلہ: نیک اعمال و اقوال: اور نیک اعمال و اقوال کو ایمان پر عطف کیا ہے، جبکہ

[1] صحیح بخاری (۱/ ۳۷)۔

وہ ایمان کا جزء ہیں، یہ خاص کو عام پر عطف کرنے کے قبیل سے ہے، کیونکہ اعمال ایمان میں داخل ہیں، لیکن اہمیت کے پیش نظر اُسے ایمان پر عطف فرمایا ہے۔

تیسرا مسئلہ: باہم حق کی وصیت: یعنی اللہ کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، برائی سے روکیں، اور جب انہوں نے پہلے اپنی ذات کی فکر کر کے صحیح راستہ کی معرفت حاصل کرلی ہے تو اب دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں، کیونکہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا اور بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

چوتھا مسئلہ: ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت: یعنی دعوت حق کی راہ میں پیش آمدہ مشقت و پریشانی پر صبر کی تلقین کرنا۔

لہٰذا ان چاروں مسائل کو حقیقی طور پر اپنائے بغیر مسلمان کے لئے سعادت ممکن نہیں!

رہا مسئلہ عام ثقافت، اخباری امور اور لوگوں کی باتوں، اور دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے' اُن کے اہتمام کا، تو انسان کو ان چیزوں سے آگاہی تب حاصل کرنی چاہئے جب حقیقت میں توحید و عقیدہ کا علم حاصل کر چکا ہو اور اُسے برت چکا ہو، بایں طور کہ ان باتوں سے واقفیت اس لئے حاصل کرے تاکہ اُسے خیر و شر کی معرفت ہو، نیز اس لئے تاکہ دنیا میں پھیلی ہوئی برائیوں اور گمراہ کن پروپیگنڈوں سے اپنے آپ کو بچا سکے، لیکن یہ اس وقت جب وہ علم کے ہتھیار سے لیس ہو چکا ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان سے مسلح ہو۔

لیکن یہ کہ وہ ثقافت کے میدانوں، اخباری امور اور سیاسی مسائل میں گھس جائے' جبکہ ابھی اُسے اپنے عقیدہ کا علم اور دینی مسائل سے کما حقہ واقفیت نہ ہو' تو اُسے اس سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا، بلکہ یہ چیزیں اُسے فضول امور میں مشغول کر دیں گی، اور وہ حق و باطل کے درمیان تمیز بھی نہ کر سکے گا، عقیدہ سے نابلد بہت سارے لوگ جنہوں نے اس طرح کی چیزوں میں

دلچسپی لی، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اور لوگوں پر مسائل کو گڈ مڈ کر دیا، سبب یہ تھا کہ وہ بصیرت سے عاری تھے [1]، ان کے پاس اتنا علم نہ تھا جس سے وہ نفع ونقصان، اور کیا لینا کیا چھوڑنا ہے اُن کے درمیان میں فرق وتمیز کرسکیں، نہ یہ شعور تھا کہ مسائل کو کیسے لیا جائے، اس بنا پر خلل پیش آیا اور بہت سارے لوگوں پر معاملہ گڈ مڈ ہوگیا، کیونکہ وہ عقیدہ کے ٹھوس علم اور دینی بصیرت کے بغیر ثقافت کے میدانوں اور سیاسی امور میں داخل ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ بیٹھے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال (۳۵): بعض نوجوانوں نے سلف صالحین کی کتابیں پڑھنے سے منہ موڑ لیا ہے، جن سے عقیدہ کی اصلاح ہوتی ہے، جیسے ابن ابی عاصم کی کتاب السنہ اور اس جیسی دیگر کتابیں جو اہل سنت وجماعت کا منہج بیان کرتی ہیں اور سنت واہل سنت اور بدعت واہل بدعت کے سلسلہ میں اُن کا موقف واضح کرتی ہیں، اور ان لوگوں کی کتابیں پڑھنے میں مشغول ہو گئے ہیں جنہیں مفکرین کہا جاتا ہے، نیز ان دعاۃ کی کتابیں پڑھ رہے ہیں جن کی باتوں میں کتب سلف کے منافی امور پائے جاتے ہیں، اور وہ اس کے مخالف باتیں ثابت کرتی ہیں! آپ ان نوجوانوں کو کیا رہنمائی فرمائیں گے؟ اور انہیں کن سلفی کتابوں کے پڑھنے کی نصیحت کریں گے، جن پر عقیدہ کی اصلاح کا دارومدار ہے؟

جواب: جب ہم جان چکے ہیں کہ عقیدہ کے سیکھنے اور اس کے تئیں انسان پر جو کچھ

---

[1] تحریکیوں، سیاسیوں، فرقہ پرستوں کا یہی شیوہ ہے، جنہوں نے اسلامی معاشروں کو اپنی تقریروں، خطبوں، تحریروں اور کتابوں میں جابجا سیاسی برانگیختگی میں مشغول کر رہا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں اور انہیں ہدایت اور ٹھوس دین پر استقامت کی توفیق بخشے۔

واجب ہے ان تمام چیزوں کا علم حاصل کرنے پر خصوصی توجہ دینا ضروری ہے، تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے مصادر ہیں جہاں سے عقیدہ لیا جائے؟ نیز کون لوگ ہیں جن سے عقیدہ کا علم حاصل کیا جائے؟

جن مصادر سے عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ایمان لیا جائے گا: وہ کتاب وسنت اور سلف صالحین کا منہج وطریقہ ہے، کیونکہ قرآن کریم نے عقیدہ کو خوب اچھی طرح واضح کیا ہے، اور اس کے خلاف، منافی اور خلل پیدا کرنے والی چیزوں کو بھی بیان کیا ہے، نیز عقیدہ میں خلل پیدا کرنے والی تمام بیماریوں کی بھی تشخیص کی ہے [1]، اسی طرح سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، دعوت اور احادیث میں بھی عقیدۂ توحید کو آشکارا کیا گیا ہے [2]، نیز سلف صالحین:

---

[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝٦٤﴾ [مریم: ۶۴]۔
اور تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں۔
نیز ارشاد الٰہی ہے:
﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ﴾ [المائدۃ: ۳]۔
آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

[2] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
"قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ" (مستدرک الحاکم، ۱/ ۱۷۵/ حدیث ۹۵، دیکھئے: السلسلۃ الصحیحہ، حدیث ۹۳۷)۔
یقیناً میں نے تمہیں نہایت روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے، جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح (روشن) ہے، اس سے وہی مائل ہوسکتا ہے جو ہلاک ہونے والا ہو۔ ==

یعنی قرون مفضلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم [1]، تابعین، اور تبع تابعین رحمہم اللہ نے بھی قرآن کی تفسیر، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرح اور صحیح عقیدہ کی وضاحت و بیان کا بخوبی اہتمام کیا ہے، لہٰذا کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سلف صالحین کے فرمودات کی طرف بھی رجوع کیا جائے گا، ان کی باتیں تفسیر قرآن اور شروح احادیث کی کتابوں میں مدون ومحفوظ ہیں، نیز خاص شکل میں عقیدہ کی کتابوں میں بھی درج ہیں۔

رہی بات یہ کہ عقیدہ کن لوگوں سے سیکھا جائے، تو وہ اہل توحید ہیں، اور علماء توحید ہیں جنہوں نے اس عقیدہ کو بھرپور پڑھا ہے اور اسے خوب اچھی طرح سمجھا ہے، اور یہ علماء الحمدللہ بالخصوص اس ملکِ توحید میں موجود ومتوفر ہیں [2]، کیونکہ اس ملک کے علماء کے یہاں بالخصوص اور مسلمانوں کے استقامت پر گامزن علماء کے یہاں بالعموم عقیدۂ توحید کا خاص اہتمام ہے، وہ اُسے پڑھتے اور سمجھتے ہیں، نیز لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کرتے اور

== نیز ارشاد نبوی ہے:

''إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي''
(مستدرک الحاکم، ۱/ ۹۳، حدیث ۳۱۹، دیکھئے: صحیح الجامع، ۷، ۲۹۳)۔

یقیناً میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جن کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے: اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔

[1] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''اتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعوَا فَقَدْ كُفِيتُمْ'' (السنۃ، از ابن نصر مروزی، ۲۸، وسنن دارمی، ۱/ ۸۰)۔

اتباع کرو، بدعتیں نہ نکالو، کیونکہ تمہیں کفایت کی جاچکی ہے۔

[2] یہاں سرزمین حرمین شریفین ''مملکت سعودی عرب'' مراد ہے۔

اس کی دعوت دیتے ہیں، بنابریں اہل توحید اور علماء توحید جو صحیح سالم اور ستھرے عقیدہ کے حامل ہیں، اُنہی سے عقیدۂ توحید کا علم حاصل کیا جائے گا۔

اس کے برعکس عقیدہ سے صرف نظر کر کے عام ثقافت کی کتابوں اور ادھر اُدھر سے درآمد کردہ افکار ونظریات کی کتابیں پڑھنے سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا، اس کی مثال ویسے ہی ہے جیسے کسی کہنے والے نے (ایک خاتون نے اپنے شوہر کی حالت بیان کرتے ہوئے) کہا تھا: ’’لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ، عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ لَا سَهْلٌ فَيُرْتَقَى وَلَا سَمِينٌ فَيُنْتَقَلَ‘‘۔(وہ دبلے اونٹ کے گوشت جیسا ہے جو پہاڑ کی ایسی پر پیچ چوٹی پر رکھا ہوا ہو نہ تو وہاں پہنچنے کا راستہ آسان ہے کہ چڑھا جاسکے، نہ وہ اتنا موٹا تازہ ہے کہ اسے منتقل کیا جائے)۔

نہ ان کتابوں سے لاعلمی کچھ نقصان دے گی نہ ان کے علم سے کوئی فائدہ ہوگا[1]، البتہ جو توحید کے علوم، عقیدہ کے علوم اور دیگر تمام شرعی علوم کو بھرپور حاصل کرلے، اور پھر ان کتابوں سے آگاہی حاصل کرنا چاہے' بایں طور کہ اپنے آپ پر اللہ کی نعمت کا احساس کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے صحیح عقیدہ کی توفیق بخشی ہے، جبکہ یہ قیل وقال اور بکواس میں مشغول رہنے والے اُس سے محروم ہیں، اور کتابوں اور صحیفوں کو ایسی فضول باتوں اور بحثوں سے بھر دیا ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں، نیز اس میں خیر سے کہیں زیادہ شر وفساد ہے' وغیرہ، تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں' بشرطیکہ یہ چیز مفید چیزوں کے پڑھنے سے مشغول نہ کرے، چنانچہ طالب علم -بالخصوص مبتدی طالب علم- کے لئے ان کتابوں میں مشغول ہونا جائز نہیں، کیونکہ یہ کتابیں کوئی غذا پہنچا سکتی ہیں نہ بھوک سے آسودہ کرسکتی ہیں، محض وقت ضائع کرتی ہیں' فکروسوچ کو منتشر کرتی ہیں اور انسان کا قیمتی وقت برباد کرتی ہیں۔

---

[1] اے اللہ! ہمیں اس سے مزید لاعلم کردے، اور توحید کا مزید علم عطا فرما۔

لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ نفع بخش، مفید اور ایسی کتابوں کا انتخاب کرے جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کرتی ہیں، اور سلف صالحین کے فہم کی وضاحت کرتی ہیں۔

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں [1]:

الْعِلْمُ قَـالَ اللّٰهُ قَـالَ رَسُولُهُ ﷺ   قَالَ الصَّحَابَةُ هُم أُولُو الْعِرْفَانِ

مَا الْعِلْمُ نَصْبَكَ لِلْخِلَافِ سَفَاهَةً   بَيْنَ الرَّسُولِ وَبَيْنَ رَأْيِ فُـلَانِ

علم درحقیقت: اللہ نے فرمایا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، علم و معرفت سے ہمکنار صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا' کا نام ہے۔ نادانی کرتے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فلاں فلاں کی رائے کے درمیان تمہارے اختلاف کھڑا کرنے کا نام' علم نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁

سوال ۳۶: کچھ نوجوانوں کو ریکارڈ شدہ علمی دروس سننے اور معتبر علماء کے دروس میں پابندی سے حاضر ہونے میں دلچسپی نہیں ہے، اسے انہوں نے غیر اہم اور معمولی نفع والا سمجھ رکھا ہے، اور موجودہ عصری سیاسی تقریروں کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں جن میں سیاست اور عالمی حالات پر گفتگو ہوتی ہے، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ زیادہ اہم ہیں، کیونکہ ان میں ''واقع'' کا اہتمام ہے! آپ اس قسم کے نوجوانوں کو کیا نصیحت فرمائیں گے؟

جواب: یہ مسئلہ بھی ویسے ہی ہے جیسا کہ گزرا، عقیدہ کے علم اور شرعی مسائل کی معلومات کے بغیر عام خطابات، صحافت اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے' وغیرہ میں مشغول ہونا گمراہی اور تباہی ہے، ایسے آدمی کی فکر خلط ملط اور منتشر ہو جاتی ہے، کیونکہ اُس نے خیر و بھلائی کو چھوڑ کر

[1] یہ ''القصیدۃ النونیۃ'' (قصیدہ ردیف نون) کے نام سے معروف امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کے قصیدہ کے اشعار ہیں (ص: ۲۲۶)۔

ایک معمولی چیز کو اپنا لیا ہے، جبکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں سب سے پہلے علم نافع حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ﴾ [محمد:۱۹]۔

سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ۝٩﴾ [الزمر:۹]۔

بتاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟ یقیناً نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔

مزید ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى ٱللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ ٱلْعُلَمَٰٓؤُا۟ ۗ﴾ [فاطر:۲۸]۔

اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِى عِلْمًا ۝١١٤﴾ [طٰہ:۱۱۴]۔

ہاں یہ دعا کر کہ پروردگار! میرا علم بڑھا۔

یہ اور ان کے علاوہ دیگر آیتیں ہیں جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں نازل کردہ علم حاصل کرنے پر ابھارتی ہیں، کیونکہ یہی وہ علم نافع ہے جو دنیا اور آخرت میں مفید ہے، یہی وہ نور ہے جس کے ذریعہ انسان جنت اور سعادت کے راستہ کی رہنمائی پاتا ہے اور

دنیا میں خوشحال پاکیزہ ستھری زندگی اور آخرت میں سعادت کی راہ سے ہمکنار ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَكُم بُرۡهَٰنٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ نُورٗا مُّبِينٗا ١٧٤ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَٱعۡتَصَمُواْ بِهِۦ فَسَيُدۡخِلُهُمۡ فِي رَحۡمَةٖ مِّنۡهُ وَفَضۡلٖ وَيَهۡدِيهِمۡ إِلَيۡهِ صِرَٰطٗا مُّسۡتَقِيمٗا ١٧٥﴾ [النساء: ۱۷۴-۱۷۵]۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند اور دلیل آپہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسے مضبوط پکڑ لیا، انہیں تو وہ عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں لے لے گا اور انہیں اپنی طرف کی راہ راست دکھا دے گا۔

اسی طرح ہم اپنی نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں، اس میں یہ عظیم الشان دعا موجود ہے:

﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ٧﴾ [الفاتحہ: ۶-۷]۔

ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔

اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے وہ لوگ ہیں جو علم نافع اور عمل صالح دونوں سے آراستہ ہیں:

﴿مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقٗا ٦٩﴾ [النساء: ۶۹]۔

جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں۔

﴿غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ﴾ (ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا) سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے علم حاصل کیا مگر عمل نہیں کیا۔اور ﴿وَلَا ٱلضَّآلِّينَ﴾ (اور نہ گمراہوں کی) سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے عمل کیا مگر علم چھوڑ دیا۔

چنانچہ پہلی قسم: وہ ہے جس پر غضب ہوا، کیونکہ اس نے علم و بصیرت کے باوجود اللہ کی نافرمانی کی۔

اور دوسری قسم: وہ ہے جو گمراہ ہے، کیونکہ اس نے علم کے بغیر عمل کیا۔

اور نجات وہی پا سکتے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس علم نافع اور عمل صالح دونوں ہے، لہٰذا ہمیں اس کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔

جہاں تک رہا مسئلہ ''واقع عصر'' یعنی زمانہ کی موجودہ صورتحال میں دلچسپی کا جیسا کہ لوگ کہتے ہیں' یا ''فقہ الواقع'' میں مشغولیت کا، تو یہ شریعت کے علم وفقہ کے بعد ہونا چاہئے، کیونکہ انسان علم شرعی کی بنیاد پر ہی زمانہ کی موجودہ صورتحال، اور دنیا میں کیا ہو رہا ہے، اور کیسے کیسے افکار ونظریات اور آراء آرہے ہیں' وغیرہ کا جائزہ لے سکتا ہے، اور انہیں شریعت کے صحیح علم پر پیش کرسکتا ہے، تاکہ ان میں خیر وشر کی تمیز کرسکے، جبکہ علم شرعی کے بغیر وہ حق و باطل اور ہدایت وگمرہی کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا[1]، لہٰذا جو پہلے پہل ثقافتی مسائل، صحافتی امور اور

[1] ''فقہ الواقع'' کے نعرہ لگانے والوں کا عیب خلیجی جنگ میں بے نقاب ہوگیا، ان کی کوتاہی واضح ہوگئی اور ان کا پول کھل گیا جب انہوں نے ''کبار علماء کمیٹی'' کے فتویٰ کی مخالفت کی اور یہ گمان کیا کہ ان کا اٹکل پچو کچھ کام آئے گا، اور ان کا سیاسی وفکری علم بلند و برتر ہو جائے گا؛ ہرگز نہیں اور ہزار بار نہیں!!

سیاسی حالات میں مشغول ہوگا جبکہ اس کے پاس اپنے دین کی بابت علم وبصیرت نہیں ہے' وہ ان مسائل سے گمراہ ہو جائے گا، اس لئے کہ ان میں گردش کرنے والی زیادہ تر چیزیں گمرہی، باطل پروپیگنڈہ، چکنی چپڑی باتیں اور دھوکہ ہیں، ہم اللہ سے عافیت وسلامتی کے خواستگار ہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال ۳۷: اس ڈرامے (اداکاری) کا کیا حکم ہے جسے "دینی" کہا جاتا ہے، اسی طرح ان گانوں کا کیا حکم ہے جنہیں "دینی" کہا جاتا ہے' جنہیں بعض نوجوان سمر تربیتی مراکز میں انجام دیتے ہیں؟

جواب: میں ڈرامہ (اداکاری) [1] کو جائز نہیں سمجھتا؛ کیونکہ اس میں درج ذیل مفاسد ہیں:

---

[1] شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید رحمہ اللہ اپنی کتاب "التمثیل" (ڈرامہ) میں فرماتے ہیں:
"غیر مسلموں کے یہاں عبادت میں ڈرامہ کی شروعات کے بارے میں بعض باحثین نے راجح قرار دیا ہے کہ ڈرامہ کی بنیاد یونانیوں کے یہاں بت پرستانہ عبادات کے شعائر میں سے ہے"۔ (ص:۱۸)۔
اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ أصحاب الجحیم" (ص ۱۹۱، ایڈیشن دار الحدیث) میں عیسائی حضرات اپنے "عید الشعانین" نامی تہوار میں جو کچھ کرتے ہیں' اس کے بارے میں فرماتے ہیں:
"یہ لوگ اس میں زیتون وغیرہ کے پتے لے کر نکلتے ہیں' اور ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ پیش آیا' اُس کی مشابہت (نقالی) ہے"۔
نیز یہ بات شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "التمثیل"، میں بھی نقل فرمائی ہے۔ ==

....

== اسی طرح شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ اپنی مذکورہ کتاب (ص ۲۷-۲۸) میں فرماتے ہیں:

''جب آپ نے جان لیا کہ ڈرامہ کا خیر القرون کی اسلامی تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ چیز مختلف ادوار میں بعد میں آئی ہے، اور چودہویں صدی ہجری میں سب سے پہلے لہو خانوں اور ڈرامہ کلبوں نے اس کا استقبال کیا پھر نصرانی عبادت گاہوں (گرجا گھروں) کے ذریعہ دھیرے دھیرے مدارس اور بعض اسلامی جماعتوں کے ''دینی ڈرامہ'' کی ٹیم میں داخل ہوا [میں کہتا ہوں: جیسے فرقہ الاخوان المسلمون کے یہاں]، بہر حال جب آپ کو یہ چیز معلوم ہوگئی تو آپ یہ بھی جان لیں کہ شریعت اسلامیہ کے اصول وقواعد اوران کا شریعت کے ماننے والوں کو شرف وکمال کی بلندیوں پر فائز کرنے کا پاکیزہ ہدف اس (ڈرامہ) کے انکار کا فیصلہ کرتے ہیں...

اور پھر یہ بھی معلوم ہے کہ اعمال یا تو عبادات ہوتے ہیں، یا عادات؛ اور عبادات میں اصل یہ ہے کہ وہی مشروع ہے جسے اللہ نے مشروع کیا ہے، اور عادات میں اصل یہ ہے کہ وہی منع ہے جس سے اللہ نے منع کیا ہے...

لہذا: ''دینی اداکاری'' بطور تعبد، یا عادت کے باب میں بطور لہو وتماشہ اور لطف اندوزی، جائز نہیں، دینی اداکاری کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے یہ ایک نو ایجاد راستہ (بدعت) ہے، اور دین اسلام میں ایک جامع اصول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' (صحیح مسلم:۱۷۱۸)۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، وہ مردود ہے۔

اس لئے بعض مدارس اور یونیورسٹیوں میں جو آپ دینی اداکاری کی ٹیمیں دیکھتے ہیں، وہ درحقیقت ''بدعی اداکاری'' ہے، جس کے بارے میں آپ جان چکے ہیں کہ اس کی اصل کیا ہے، ==

....

== اور مسلمانوں کے یہاں اس کا وجود شرعی دلیل کے ثبوت سے خارج ہے، اور یونانی بت پرستوں اور نصرانی بدعتیوں کے یہاں بطور عبادت پایا جاتا ہے؛ لہٰذا دین اسلام میں سرے سے اس کی کوئی اصل نہیں ہیں، لہٰذا یہ نوایجاد امر ہے، اور دین میں ہر نوایجاد امر بدعت ہے، جو شریعت کے بالمقابل ہے؛ اس لئے -شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق- اس پر ''بدعی اداکاری'' (ڈرامہ) کا نام صادق آتا ہے۔

اور اگر اداکاری عادات کے باب میں ہو: تو یہ اللہ کے دشمن کافروں کی مشابہت ہے، اور ہمیں ان کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ چیز انہی کے راستے سے معروف ہوئی ہے''۔

میں کہتا ہوں: موسم گرما تربیتی مراکز اور مدارس میں -ان کے نام کے مطابق- ''دینی اداکاری'' اُن کے یہاں دعوت کے اسالیب میں سے ایک اسلوب، اور نوجوانوں پر اثر انداز ہونے کا ایک ذریعہ سمجھی جاتی ہے، یہ اُن کی رائے ہے، جو شرعاً مردود ہے، کیونکہ دعوت الی اللہ کے اسالیب اور طریقے توقیفی ہیں، کسی کے لئے اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد کرنا روا نہیں۔

طول کلامی سے بچتے ہوئے، برائے مہربانی سوال نمبر (۱۷) کے جواب کا حاشیہ (۱) ملاحظہ فرمائیں، اس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اس شخص کی بابت سوال کا جواب مذکور ہے جو لوگوں کو گناہ و معاصی سے توبہ کروانے کے لئے کوئی نیا طریقہ ایجاد کرے۔

اور اگر کوئی کہے کہ: دعوت الی اللہ کے اسالیب مصالح مرسلہ کے قبیل سے ہیں۔

تو ہم (جواب میں) پوچھنا چاہیں گے: کہ کیا شریعت اسلامیہ بندوں کی کوئی بھی مصلحت نظر انداز کر سکتی ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: شریعت اسلامیہ کبھی کوئی مصلحت نظر انداز نہیں کرتی، بلکہ اللہ تعالیٰ ==

== نے ہمارے لئے دین مکمل فرمایا ہے، اور ہمیں ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی رات بھی دن کی طرح (روشن) ہے؛ اس کے بعد اس سے وہی بھٹک سکتا ہے جو ہلاک ہونے والا ہو"۔

(بحوالہ: کتاب "الحجج القویة علی أن وسائل الدعوة توقیفیة"، از شیخ: عبدالسلام بن برجس، ص: ۴۰)۔

میں کہتا ہوں: جب بہت بڑی تعداد شرعی وسائل اور طریقوں سے کفر و شرک، فسق وگناہ اور نافرمانی سے توبہ کر رہی ہے- جیسا کہ امر واقع ہے-؛ تو آخر ایک داعی ایسے وسائل کا سہارا کیوں لیتا ہے جو شریعت میں وارد نہیں ہیں؟ جبکہ شریعت میں وارد وسائل دعوت الی اللہ کے مقصد 'یعنی گنہ گاروں کو توبہ کروانا اور گمراہوں کی رہنمائی' کے حصول کے لئے کافی ہیں؛ اس لئے دعاۃ إلی اللہ کو وہ چیزیں کافی ہونی چاہئیں جو محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے کافی تھیں؛ کیونکہ وہ سب کچھ علم ہی کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ سَتُحَدِّثُونَ وَيُحْدَثُ لَكُمْ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مُحْدَثَةً فَعَلَيْكُمْ بِالْأَمْرِ الْأَوَّلِ"۔

اے لوگو! یقیناً تم حدیثیں بیان کروگے اور تمہارے سامنے نئی نئی باتیں ایجاد جائیں گی، لہذا جب تم کوئی نئی ایجاد کردہ بات دیکھو تو عہد اول کے طریقہ کو لازم پکڑو۔

نیز فرماتے ہیں:

"إِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَطُّعَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّعَمُّقَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْعَتِيقِ"۔

(طبقات الحنابلہ، ۱/ ۶۹، ۷۱)۔

بدعت ایجاد کرنے سے بچو، تکلف کرنے سے بچو، حد درجہ گہرائی (کھود کرید) میں پڑنے سے بچو اور عہد اول (قدیم) کے طریقہ کو لازم پکڑو۔ ==

① اس میں حاضرین کو غفلت میں ڈالا (بھلوایا) جاتا ہے [1]، کیونکہ وہ اداکاری حرکتوں

== شیخ عبدالسلام بن برجس کہتے ہیں:

''کسی معاملہ میں مصلحت کی تحدید وتعیین کرنا بڑا مشکل کام ہے؛ بسا اوقات دیکھنے والے کو گمان ہوتا ہے کہ یہ مصلحت ہے، جبکہ معاملہ ویسا نہیں ہوتا، اس لئے مصلحت کا اندازہ اور تعیین کرنے کی ذمہ داری علماء مجتہدین کی ہے، جن میں عدالت و دیانت اور احکام شریعت و دنیوی مصلحت کی بابت ژرف نگاہی وافر مقدار میں پائی جاتی ہے، کیونکہ کسی چیز کو مصلحت قرار دینے کے لئے مصلحت کی جستجو میں حد درجہ احتیاط اور خواہشات نفسانی کے غلبہ سے سخت آگاہی درکار ہوتی ہے، اس لئے کہ نفسانی خواہشات زیادہ تر مفسدہ کو اس قدر مزین وآراستہ کر دیتی ہیں کہ وہ مصلحت دکھائی دیتی ہے، اور بہت مرتبہ ایسی چیز سے دھوکہ ہو جاتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں بھلا مقلد کے بس میں کہاں کہ وہ غلبۂ گمان کا دعویٰ کرے کہ اس چیز میں مصلحت ہے!! یہ تو محض دین کے معاملہ میں جرأت اور بلا علم ویقین ایک شرعی حکم پر اقدام ہے؟!''۔

نیز سلفی عالم شیخ حمود بن عبداللہ تویجری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''ڈرامہ کو دعوت اِلی اللہ میں داخل کرنا نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، نہ ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی، بلکہ یہ ہمارے دور کی نئی ایجادات میں سے ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین میں نو ایجاد امور سے منع فرمایا ہے، اُسے رد کرنے کا حکم دیا ہے، اور بتلایا ہے کہ وہ شر وگمراہی ہے'' (الحجج القویۃ، ص: ۴۵، ۵۵)۔

[1] نیز اس میں وقت کی بربادی ہے، اور مسلمان سے اپنے وقت کے بارے میں باز پرس ہوگی، اس کی ذمہ داری ہے کہ وقت کی حفاظت کرے، اور اس سے ان چیزوں میں فائدہ اٹھائے جن میں اللہ کی خوشنودی ہو، اور اس کے لئے دنیا آخرت میں نفع بخش ہو؛ چنانچہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ==

کو دیکھتے اور ہنستے ہیں [1]۔ چنانچہ زیادہ تر ڈراموں کا مقصد صرف تسلی اور حاضرین کو بھلانا ہوتا

== ’’لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ القِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ‘‘ (جامع ترمذی: ۲۴۱۷، انہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز دیکھئے: صحیح الجامع ۷۳۰۰)۔

کسی بندے کے دونوں قدم قیامت کے دن اس وقت تک نہ ٹل سکیں گے، جب تک کہ اس سے اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے گا کہ اُسے اُس نے کہاں گنوایا، اور اس کے مال کے بارے میں کہ اُسے کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کس چیز میں بوسیدہ کیا۔

[1] نیز ڈراموں میں جھوٹ غالب ہوتا ہے، بلکہ مکمل جھوٹ ہی ہوتا ہے، جس کا مقصد یا تو حاضرین ومشاہدین کو متاثر کرنا اور ان کی توجہ کھینچنا ہوتا ہے، یا انہیں ہنسانا، جبکہ وہ خیالی قصے ہوتے ہیں، اور لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے جھوٹ بولنے والے کے لئے نبی کریم ﷺ کی سخت وعید آئی ہے؛ چنانچہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ‘‘ (مسند احمد: ۲۰۰۵۵، وترمذی: ۲۳۱۵، ومستدرک حاکم: ۱۴۲، دیکھئے: صحیح الجامع، ۷۱۳۶)۔

اُس شخص کے لئے بربادی ہے جو بات کرتا ہے تو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے بربادی ہے، اس کے لئے بربادی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

’’عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ: جھوٹ کہیں جائز نہیں ہے، سنجیدگی میں نہ ہنسی و دل لگی میں‘‘۔ ==

ہے، یہ ایک پہلو ہے۔

== اور اگر اس میں ایسی چیز ہو جس میں مسلمان پر زیادتی اور دین کے لئے ضرر رساں ہو تو اس کی حرمت اس سے بھی زیادہ سخت ہے، بہر کیف؛ لوگوں کو جھوٹ بول کر ہنسانے والا شخص شرعی سزا کا مستحق ہے، جو اُسے سخت سرزنش کرتی ہیں"۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳۲/ ۲۵۶)۔

رہے قصے کہانیاں: تو سلف صالحین نے قصوں کہانیوں اور اس کی مجلسوں کو بھی ناپسند کیا ہے؛ اور اس سے سختی سے ڈرایا ہے، نیز مختلف وسائل کے ذریعہ قصہ گوؤں کا مقابلہ کیا ہے"۔ (دیکھئے: کتاب "المذکر والتذکیر والذکر" از ابن ابی عاصم، تحقیق: خالد الردادی، ص ۲۶)۔

اور ابن ابی عاصم نے اپنی صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ: "علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو قصہ گوئی کرتے ہوئے دیکھا؛ تو کہا: کیا تو ناسخ ومنسوخ جانتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! فرمایا: تو خود بھی ہلاک ہے اور دوسروں کو بھی ہلاک کر رہا ہے"۔ (دیکھئے: کتاب "المذکر والتذکیر والذکر" از ابن ابی عاصم، تحقیق: خالد الردادی، ص ۸۲)۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں مسجد میں قصہ گوئی کو ناپسند کرتا ہوں"۔

نیز فرماتے ہیں:

"میں قصہ گوؤں کی مجلس میں بیٹھنا درست نہیں سمجھتا، بلاشبہہ قصہ گوئی بدعت ہے"۔

سالم بیان کرتے ہیں کہ: "ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے باہر نکلے اور فرمایا: مجھے تمہارے اس قصہ گو کی آواز نے مسجد سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے"۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لوگوں میں سب سے جھوٹے یہ قصہ گو اور سوال کرنے والے ہیں...، اُن سے پوچھا گیا: کیا آپ ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں؟ فرمایا: نہیں"۔ بات ختم ہوئی۔ (دیکھئے: کتاب "الحوادث والبدع" از امام طرطوشی، ص ۱۰۹-۱۲۲)۔

ان شاء اللہ سوال (۱۰۲) کے جواب اور اس کے حاشیہ میں مزید باتیں آئیں گی۔

② دوسرا پہلو: یہ ہے کہ جن شخصیتوں کی اداکاری کی جاتی ہیں بسا اوقات وہ اسلام کی عظیم ہستیاں ہوتی ہیں، کبھی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہوتے ہیں، اور یہ چیز آپ شعوری طور پر کریں یا غیر شعوری طور پر، اُن کی تنقیص وتوہین ہے [1]؛ مثال کے طور پر اگر ایک بچہ یا کوئی انسان جس کا حلیہ ووضع قطع نامناسب ہو، مسلمانوں کے کسی عالم یا کسی صحابی کی اداکاری کرے تو یہ ناجائز ہے؛ کیونکہ ایسا کرنے میں اُس فاسق وبدعمل یا گندے اداکار کے حلیہ کے سبب اس اسلامی شخصیت کی تنقیص وتوہین ہوتی ہے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص آکر آپ کی اداکاری کرے، آپ کے چلنے کی طرح چلے، یا آپ کی گفتگو کی نقالی کرے، تو کیا یہ آپ کو اچھا لگے گا؟ یا آپ اسے اپنی توہین اور بے عزتی شمار کریں گے؟ اگرچہ بزعم خویش اس اداکار کا مقصد بہتر ہو، لیکن لوگ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی اُن کی تنقیص کرے۔

③ اور یہ پہلو سب سے خطرناک ہے: وہ یہ کہ بعض اداکار کسی کافر شخص کی اداکاری کرتے ہیں، جیسے ابوجہل اور فرعون وغیرہ کی، اور ان کی کفریہ باتیں بولتے ہیں، ان کا گمان یہ ہوتا

---

[1] ڈرامہ یا اداکاری کا ایک نام (یا شکل) ''محاکاۃ'' (نقالی) ہے، یعنی کسی شخص کے حرکات کی تقلید (نقل) کرنا، جبکہ صحیح حدیث میں نقالی کی مذمت اور اس کی ممانعت آئی ہے؛ چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ أَحَدًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا'' (حدیث صحیح ہے: مسند احمد: ۲۵۰۲۵، وجامع ترمذی: ۲۵۰۳، نیز دیکھئے: صحیح الجامع: ۵۵۱۵)۔

میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی کی نقالی کروں اور مجھے اس کے بدلہ اتنا اتنا ملے (یعنی بامعاوضہ بھی یہ کام نہیں کرسکتا)۔

ہے وہ اس پر رد کرنا چاہتے ہیں، یا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت کی کیا حالت تھی؛ تو یہ کافروں کی مشابہت ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار و مشرکین کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے [1]، اور یہ شخصیت کی مشابہت بھی ہے اور ان کی گفتگو کی بھی۔

نیز اس میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ: دعوت کا یہ طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے نہ ہمارے سلف صالحین کا، نہ ہی مسلمانوں کا۔

یہ ڈرامے اور اداکاریاں بیرونی ممالک -یعنی کافروں- کے ذریعہ متعارف ہوئی ہیں اور ہمارے درمیان اسلامی دعوت کے نام پر داخل ہوگئی ہیں، انہیں دعوتی وسائل میں شمار

---

[1] کفار و مشرکین کی مشابہت سے ممانعت کے بارے میں بے شمار حدیثیں ہیں، چند احادیث حسب ذیل ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”خَالِفُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى...“(ابن حبان: ۲۱۸۶، دیکھئے: التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان، از علامہ البانی: ۶۵۸)۔

یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو۔

نیز ارشاد ہے:

”خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ ...“(صحیح مسلم: ۲۵۹)۔

مشرکین کی مخالفت کرو۔

اسی طرح ارشاد ہے:

”... خَالِفُوا الْمَجُوسَ“(صحیح مسلم: ۲۶۰)

مجوسیوں (آتش پرستوں) کی مخالفت کرو۔

کرنا صحیح نہیں، کیونکہ دعوتی وسائل الحمدللہ توقیفی ہیں، اور اس طریقہ سے بے نیاز ہیں [1]۔

مختلف ادوار میں دعوت الی اللہ کا مشن ان ڈراموں کے بغیر بھی کامیاب رہا ہے، اس طریقہ کے آنے کے بعد لوگوں میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا ہے، نہ ہی اس کا کوئی اثر ہوا ہے؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلبی طریقہ ہے، محض نقصان کے سوا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اب اگر کوئی کہے: کہ فرشتے بھی آدمیوں کی شکل اختیار کرتے ہیں؟

تو ہم کہیں گے: کہ فرشتہ آدمی کی شکل میں اس لئے آتا ہے کہ انسان فرشتے کو اپنی صورت میں دیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اور یہ چیز انسان کی مصلحت میں ہے؟ کیونکہ اگر فرشتے اپنی حقیقی شکلوں میں آتے تو انسان انہیں مخاطب کرنے، ان سے بات کرنے، اور انہیں دیکھنے کی بھی طاقت نہ رکھتا [2]۔

نیز فرشتے جب کسی کی شکل اختیار کرتے ہیں تو اُن کا مقصد وہ اداکاری نہیں ہوتی، جو اِن کا مقصد ہوتا ہے، بلکہ فرشتے انسان کی شکل مصلحت کے لئے اختیار کرتے ہیں؛ کیونکہ فرشتوں کی شکلیں انسانوں کی شکلوں سے مختلف ہیں۔

---

[1] ''الحجج القویۃ علی أن وسائل الدعوۃ توقیفیۃ'' نامی شیخ عبدالسلام بن برجس آل عبدالکریم کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، یہ اپنے موضوع پر بڑی عمدہ کتاب ہے، ہماری نصیحت ہے کہ اسے ضرور پڑھیں۔

[2] اور پھر فرشتے جس شخص کی صورت اختیار کرتے ہیں نہ اُس کی بات کی نقالی کرتے ہیں، نہ اس کے چلنے کی طرح چلتے ہیں، اور نہ اس طرح کی دیگر چیزیں کرتے ہیں، جسے آج ڈرامے باز لوگ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں شیخ عبدالسلام بن برجس کی کتاب ''إیقاف النبیل علی حکم التمثیل''، ملاحظہ فرمائیں۔

رہا مسئلہ انسان کا تو بھلا ایک انسان کی شکل دوسرے انسان سے کیونکر بدلی جاسکتی ہے، اس کا کیا سبب ہے؟؟!

❁❁❁❁❁

سوال ۳۸: فضیلۃ الشیخ! بعض ایسے نوجوانوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو اپنی مجلسوں میں اس ملک کے حکمرانوں کے بارے میں بری بھلی باتیں کرتے ہیں اور ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں؟

جواب: بہت واضح بات ہے کہ یہ باطل اور غلط ہے، یا تو ان لوگوں کا مقصد ہی شر وفساد ہے، یا پھر یہ دیگر گمراہ کن دعوت دینے والوں سے متاثر ہوگئے ہیں، جو اس نعمت کے چھن جانے کے خواہاں ہیں جس میں ہم جی رہے ہیں۔

ہمیں -الحمدللہ- اپنے حکمرانوں پر پورا اعتماد ہے، اور اس منہج پر بھی مکمل بھروسہ ہے جس پر ہم گامزن ہیں، لیکن اس کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ ہم کامل ومکمل ہیں، ہمارے یہاں کوئی کمی وکوتاہی نہیں ہے، بلکہ ہمارے یہاں کمیاں ہیں؛ لیکن ہم ان شاء اللہ شرعی طریقوں سے ان کی اصلاح وسدھار کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو چوری کرتے تھے، زنا کاری کرتے تھے، نیز شراب پیتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر حدود قائم کرتے تھے۔

الحمدللہ ہمارے یہاں بھی جن مجرمین کے سلسلہ میں موجب حد جُرم ثابت ہوجاتا ہے، ان پر حد قائم کی جاتی ہے، اسی طرح مقتولین کے قاتلوں سے ہم قصاص بھی لیتے ہیں، یہ الحمدللہ بڑا خیر ہے[1] اگرچہ کچھ کمی کوتاہی بھی ہے، کیونکہ کمی کوتاہی تو لازم ہے، اس لئے کہ وہ بشری فطرت

---

[1] یہ چیز ہمارے ملک میں ہماری عدالتوں میں عملی طور پر موجود ہے، اس کا انکار وہی کرسکتا ==

کا تقاضہ ہے۔

اور ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے حالات سدھار دے، ہماری طبیعت کے خلاف ہماری مدد فرمائے، ہمارے قدم درست کردے اور اپنے عفو وکرم سے ہماری کمیوں خامیوں کی تلافی کردے۔

لیکن یہ کہ ہم لغزشوں کوتاہیوں کو حکمرانوں کی تنقیص، ان کی بابت بدزبانی، یا رعایا کو ان سے متنفر کرنے کا ذریعہ بنائیں تو یہ سلف صالحین اہل سنت وجماعت کا طریقہ نہیں ہے [1]۔

== ہے جس کی بصیرت کو اللہ نے اندھا کردیا ہو، یا وہ شخص جس کے دل میں بیماری اور نفس پرستی ہو، ہم اللہ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔

[1] سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے بتاریخ ۲۹ / ۱۲ / ۱۴۱۳ھ طائف میں ''آفات اللسان'' (زبان کی آفتیں) کے عنوان سے منعقد ہونے والے پروگرام کے موقع پر سوال کیا گیا، اور یہ بات فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کے بعض خطبوں پر مشتمل ''حقوق الراعی والرعیۃ'' نامی مختصر کتاب کے اخیر میں چھپی ہوئی ہے، جبکہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی بات کتابی شکل میں علیحدہ بھی شائع ہوئی ہے، جس کے مرتب نے اس کا نام ''المعلوم من واجب العلاقۃ بین الحاکم والمحکوم'' رکھا ہے۔

سائل نے پوچھا: کیا حکمرانوں پر منبروں یا اسٹیجوں سے تنقید کرنا سلف صالحین کا منہج رہا ہے؟ حکمرانوں کو نصیحت کرنے کی بابت سلف کا منہج کیا ہے؟

تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

''حکمرانوں کے عیوب اور ان کی برائیاں بیان کرکے منبروں پر بے عزت کرنا سلف صالحین کا منہج نہیں ہے؛ کیونکہ اس کے نتیجہ میں انسان ایسی چیزوں میں جا پڑے گا، جو اس کے لئے ==

....

== نقصان دہ ہوں گی مفید نہیں، بلکہ سلف کے یہاں اس کا معمول بہ طریقہ یہ تھا کہ: حکمران کو راز دارانہ نصیحت کیا کرتے تھے' اُسے خط لکھتے تھے، اور اُس سے اُن علماء کے ذریعہ رابطہ کرتے تھے جو اُن سے رابطہ رکھتے ہوں' تاکہ اُسے خیر کی رہنمائی کی جاسکے'' (دیکھئے: کتاب ''حقوق الراعی والرعیۃ''، ص: ۲۷، وکتاب ''المعلوم من واجب العلاقۃ بین الحاکم والمحکوم''، ص: ۲۲)۔

اسی طرح فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ مذکورہ کتاب (ص: ۱۱) میں فرماتے ہیں:

''رعایا پر حکمرانوں کا ایک حق یہ بھی ہے کہ: وہ انہیں نصیحت کریں اور خیر و بھلائی کی رہنمائی کریں، اور اگر ان سے غلطی ہوجائے تو ان کی غلطیوں کو ان کی عیب جوئی اور لوگوں کے درمیان اُس کا ڈھنڈورا پیٹنے کا زینہ نہ بنائیں؛ کیونکہ یہ چیز ان سے نفرت دلانے اور انہیں اور ان کے کاموں سے' خواہ حق اور درست ہی کیوں نہ ہوں' ناپسندیدگی کا موجب ہوگی، جس کا لازمی نتیجہ عدم سمع وطاعت کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

اور ہر نصیحت گر پر عموماً اور حکمرانوں کو نصیحت کرنے والے پر خصوصاً واجب ہے کہ اپنی نصیحت میں حکمت کا استعمال کرے، اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت عملی اور عمدہ پند وموعظت سے بلائے''۔

ان جلیل القدر علماء نے اپنی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ اور سلف صالحین کے فہم سے اخذ کی ہیں، چنانچہ اس بارے میں چند صحیح حدیثیں حسب ذیل ہیں:

امام احمد نے مسند (حدیث ۱۵۳۳۳) میں، ابن ابی عاصم نے السنۃ (حدیث ۱۰۹۶، و ۱۰۹۷) میں، حاکم نے مستدرک (۳/ ۲۹۰) میں، عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے- اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (۵/ ۲۲۹-۲۳۰) میں بالفاظ: ''مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْصَحَ لِسُلْطَانٍ بِأَمْرٍ...'' (جو حاکم وقت کو کسی بات کی نصیحت کرنا چاہے) ذکر کیا ہے- وہ بیان کرتے ہیں کہ ==

....

== رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ نَصِيحَةٌ لِذِي سُلْطَانٍ فَلَا يُكَلِّمْهُ بِهَا عَلَانِيَةً، وَلْيَأْخُذْ بِيَدِهِ، وَلْيُخْلِ بِهِ، فَإِنْ قَبِلَهَا قَبِلَهَا، وَإِلَّا كَانَ قَدْ أَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ وَالَّذِي لَهُ‘‘ (یہ الفاظ مستدرک حاکم کے ہیں، اور حدیث حسن ہے)۔

جس کے پاس حاکم وقت کے لئے کوئی نصیحت ہو وہ اُس سے لوگوں کے سامنے علانیہ بات نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں نصیحت کرے، اگر وہ قبول کر لے تو ٹھیک، ورنہ اُس نے اپنی ذمہ داری اور اپنا حق ادا کر دیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح (حدیث ۳۰۹۴ و ۶۶۷۵) میں ابو وائل شقیق سے اور امام مسلم نے (حدیث ۲۹۸۹) میں روایت کیا ہے:

’’قِيلَ لِأُسَامَةَ: لَوْ أَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهُ – وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: أَلَا تَدْخُلُ عَلَى عُثْمَانَ فَتُكَلِّمَهُ؟ –، قَالَ: إِنَّكُمْ لَتُرَوْنَ أَنِّي لَا أُكَلِّمُهُ إِلَّا أُسْمِعُكُمْ! إِنِّي أُكَلِّمُهُ فِي السِّرِّ. – وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: وَاللهِ لَقَدْ كَلَّمْتُهُ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ – دُونَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا لَا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ‘‘۔

کہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: اگر آپ فلاں کے پاس جا کر کچھ بات کرتے تو بڑا اچھا ہوتا – اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: کہ کیا آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے بات نہیں کریں گے؟ – تو انہوں نے فرمایا: واقعی تم لوگ یہی چاہتے ہو کہ میں ان سے جو بھی بات کروں تمہیں سنا کر کروں! میں ان سے رازدارانہ گفتگو کروں گا۔ – اور مسلم کی روایت میں ہے – کہ اللہ کی قسم میں ان سے اپنے اور ان کے درمیان خفیہ طور پر بات کر چکا ہوں – میں کوئی ایسا دروازہ نہیں کھولنا چاہتا، جسے میں سب سے پہلے کھولنے والا ہو جاؤں۔ ==

....

== حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مہلب فرماتے ہیں: وہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے چاہتے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کریں، وہ ان کے خواص اور ولید بن عقبہ کے بارے میں ان کے پاس آنے جانے والوں میں سے تھے، کیونکہ انہیں ان کے بارے میں نبیذ کی بو ظاہر ہوئی تھی، اور ان کا معاملہ عام ہوگیا تھا، وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ماں جائے بھائی تھے، اور انہیں انہوں نے گورنر بھی بنایا تھا، تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ان سے رازدارانہ بات کر چکا ہوں، کوئی دروازہ نہیں کھولنا چاہتا''۔ یعنی مسلم حکمرانوں پر علانیہ نکیر کرنے کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتا، اس ڈر سے کہ اختلاف وانتشار پیدا ہو''۔

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں: اسامہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے: کہ وہ امام وقت پر علانیہ انکار کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتے ہیں، کیونکہ اس کے برے انجام کا اندیشہ ہے، بلکہ نرمی کا معاملہ کریں گے اور انہیں رازدارانہ نصیحت کریں گے، کہ یہ طریقہ زیادہ قابل قبول ہے''۔ (فتح الباری: ۱۳/ ۵۲)۔

میں کہتا ہوں: یہ امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں، انہیں خلق قرآن کے مسئلہ میں کوڑوں سے مارا جاتا تھا، گھسیٹا جاتا تھا اور قید خانہ میں ڈالا جاتا تھا، اس کے باوجود ہمیں ان سے کوئی بات حتیٰ کہ کوئی ضعیف اثر بھی نہیں ملتا جس میں وہ ظالم وفاسق حکمراں کے خلاف بغاوت پر ابھارتے ہوں؛ بلکہ اس کے برخلاف ان سے صبر وضبط سے کام لینے اور اطاعت وجماعت کو لازم پکڑنے کا حکم دینے سے متعلق بے شمار آثار مشہور ومعروف ہیں، اور وہ اسے ''اے امیر المؤمنین'' کہتے تھے۔ کیا امام احمد رحمہ اللہ یہ باتیں چاپلوسی یا بزدلی کے طور پر کہتے تھے؟!!

کیا ہمارے لئے اپنے سلف صالحین کی سیرت میں اسوہ ونمونہ نہیں ہے؟ یا ہم ان سے زیادہ علم والے اور زیادہ نڈر اور بہادر ہیں؟!! ==

بلکہ اہل سنت و جماعت مسلمانوں کے حکمرانوں کی اطاعت، رعایا کے دلوں میں انہیں محبوب بنانے اور وحدت واجتماعیت کے حریص اور فکرمند ہوتے ہیں اور یہی مطلوب ہے۔

ملک کے ذمہ داروں کے بارے میں باتیں کرنا غیبت وچغلخوری کے قبیل سے ہے

== امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''جامع العلوم والحکم'' میں فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کے حکمرانوں کو نصیحت کا معنیٰ یہ ہے کہ حق پر ان کی مدد کی جائے، اس میں ان کی فرمانبرداری کی جائے، انہیں حق کے ذریعہ نصیحت کی جائے، نرمی وملائمت سے انہیں تنبیہ کی جائے، ان پر چڑھ دوڑنے سے اجتناب کیا جائے، نیز ان کے لئے توفیق کی دعا کی جائے اور دیگر لوگوں کو اس پر ابھارا جائے''۔ (ص: ۱۱۳)۔

امام شوکانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''رفع الأساطین فی حکم الاتصال بالسلاطین'' میں فرماتے ہیں:

''قرآن کریم میں حکمرانوں کی اطاعت کا حکم ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد رکھا ہے، اسی طرح سنت مطہرہ -احادیث کی بنیادی کتابوں وغیرہ- میں تواتر سے ثابت ہے کہ حکمرانوں کی اطاعت اور اس کی زیادتیوں پر صبر کرنا واجب ہے، حکمرانوں کی اطاعت کے حکم پر مشتمل بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وَإِنْ ضَرَبَ ظَهْرَكَ، وَأَخَذَ مَالَكَ'' (اگر پیٹھ پر مارے اور تمہارا مال لے لے (تب بھی ان کی اطاعت کرو)۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''أَعْطُوهُمُ الَّذِي لَهُمْ، وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ''۔

انہیں ان کا حق دو اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔

امام شوکانی کی بات ختم ہوئی۔ (ص: ۸۱-۸۲)۔

اور یہ دونوں چیزیں شرک کے بعد سنگین حرمت والے گناہوں میں سے ہیں، بالخصوص اگر غیبت علماء اور حکمرانوں کی ہو تو یہ اور بھی سنگین ہے، کیونکہ یہ بہت سارے مفاسد کا پیش خیمہ ہے، جیسے: انتشار و فرقہ واریت، حکمرانوں کے بارے میں بدگمانی، اور لوگوں کے دلوں میں ناامیدی و مایوسی پیدا کرنا وغیرہ [1]۔

❀❀❀❀❀

سوال (۳۹): محمد قطب اپنی کتاب ''حول تطبیق الشریعۃ'' میں 'لاإلٰہ إلااللہ' کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: یعنی ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں''؛ کیا یہ تفسیر صحیح ہے [2]؟

---

[1] بعض علم سے نسبت رکھنے والوں اور کچھ ایسے لوگوں کی طرف سے جنہوں نے اپنے آپ کو داعی کی حیثیت سے کھڑا کر رکھا ہے، ہمارے علماء اور حکمرانوں کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں تشکیک پیدا ہو چکی ہے؛ چنانچہ بعض سادہ لوح نوجوان جو جادۂ حق کی بابت فریب خوردہ ہیں، اور انہیں ملک کے کبار اہل علم جیسے علماء ربانی سے کوئی رغبت و دلچسپی نہیں ہے؛ وہ انحراف کا شکار ہو گئے، اور نوبت یہاں تک آ گئی کہ اگر آپ ان سے کہیں: کہ فلاں شیخ نے ایسا کہا ہے، فلاں شیخ نے یہ فتویٰ دیا ہے، تو آپ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: وہ درباری و سرکاری علماء میں سے ہیں!، وہ تو خوشامد کرنے والے چاپلوس ہیں! یا کہتے ہیں: اُن پر حکومت کا بڑا دباؤ ہے!!

بس ہمارے لئے اللہ ہی کافی اور بہترین کارساز ہے، آخری زمانہ میں احمق، باولہ اور پست آدمی عام لوگوں (پوری امت) کے مسئلہ میں گفتگو کرے گا۔

[2] یہ بات مذکورہ کتاب میں دو یا اس سے بھی زیادہ جگہوں پر موجود ہے، (دیکھئے، ص: ۲۰-۲۱)۔

نیز اسی معنیٰ کو ثابت کرتے ہوئے اپنی کتاب ''واقعنا المعاصر'' (ص: ۲۹) میں لکھتا ہے: ==

جواب: ’’لاإلٰہ إلا اللّٰہ‘‘ کا معنیٰ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمادیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی سنت میں واضح کردیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ [النساء:۳۶]۔

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرواور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل:۳۶]۔

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

اسی طرح ارشاد ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [البینۃ:۵]۔

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ۝ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي﴾ [الزخرف:۲۶-۲۷]۔

میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ بجز اس ذات کے جس

== ’’بلکہ اس لئے کہ یہ لوگ - یعنی اس زمانہ کی جاہلیت، جیسا کہ وہ تعبیر کرتا ہے - ’’لاإلٰہ إلا اللّٰہ‘‘ کے بنیادی تقاضہ ’یعنی اللہ کی شریعت کی تحکیم اور منہج الٰہی کی بجا آوری‘ کا انکار کرتے ہیں‘‘۔

اس کتاب کا ص (۱۶۷) ملاحظہ فرمائیں، وہاں آپ کو مکمل عبارت ملے گی۔

نے مجھے پیدا کیا ہے۔

یہی لا اِلٰہ اِلا اللہ کا معنیٰ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾﴾ [الذاریات:۵۶]۔

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

’’أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ‘‘وَفِي رِوَايَةٍ: ’’إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ تَعَالَى‘‘[1]۔

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ ’’لا اِلٰہ اِلا اللہ‘‘ کہہ دیں۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: یہاں تک کہ اللہ کی توحید کا اقرار کرلیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ’’لا اِلٰہ اِلا اللہ‘‘ کا معنیٰ تمام عبادات میں اللہ کو ایک ماننا ہے، صرف حاکمیت میں نہیں۔

معلوم ہوا کہ ’’لا اِلٰہ اِلا اللہ‘‘ کا معنیٰ ہے ’’لا معبود بحق اِلا اللہ‘‘ (عبادت کا حقیقی مستحق صرف اللہ ہے)، یعنی اللہ واحد کے لئے خالص عبادت کرنا، اور اس میں شریعت کو فیصل بنانا بھی داخل ہے، بلکہ لا اِلٰہ اِلا اللہ کا معنیٰ اس سے بھی زیادہ عام اور وسیع تر ہے، اور متنازع مسائل میں کتاب اللہ کو فیصل بنانے سے بھی زیادہ اہم ہے، اور اس سے بھی اہم: روئے زمین سے شرک کا خاتمہ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے عبادت کو خالص کرنا ہے، اور یہی اس کلمہ کی صحیح تفسیر ہے۔

رہا حاکمیت کے ذریعہ کلمۂ طیبہ کی تفسیر کرنا، تو یہ ناقص تفسیر ہے جو ’’لا اِلٰہ اِلا اللہ‘‘ کا مکمل معنیٰ

---

[1] صحیح بخاری (۱۳۳۵، ۲۷۸۶)، وجامع ترمذی (۲۶۰۶)۔

نہیں دیتی۔

اسی طرح اس کلمہ کی تفسیر ''لاخالق اِلااللہ'' (اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا نہیں) کے ذریعہ کرنا، صرف ناقص ہی نہیں باطل بھی ہے، کیونکہ ''لااِلٰہ اِلااللہ'' یہ ثابت کرنے کے لئے نہیں آیا ہے کہ (اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا نہیں)؛ اس لئے کہ اس کا اقرار تو مشرکین بھی کرتے تھے، اگر اس کلمہ کا معنیٰ ''لاخالق اِلااللہ'' (اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا نہیں) ہوتا تو سارے مشرکین توحید پرست قرار پاتے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ﴾ [الزخرف: ۸۷]۔

اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ابوجہل وابولہب موحد ہیں!!!۔

اسی طرح اس کلمہ کی تفسیر ''لامعبود اِلااللہ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کے ذریعہ کرنا بھی باطل ہے؛ کیونکہ اس سے وحدۃ الوجود لازم آتا ہے؛ اس لئے کہ بتوں اور قبروں وغیرہ کی شکل میں بہت سارے معبودان موجود ہیں؛ تو کیا بھلا ان کی عبادت اللہ کی عبادت ہے؟!!

اس لئے ضروری ہے کہ اس کی تفسیر ''لامعبود بحق اِلااللہ'' (عبادت کا حقیقی مستحق صرف اللہ ہے) سے کی جائے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلْبَٰطِلُ ﴾ [لقمان: ۳۰]۔

یہ سب (انتظامات) اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال (۴۰): کیا شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت 'جماعۃ الاخوان المسلمون' اور 'تبلیغی جماعت' کی طرح ایک اسلامی حزبی (دھڑبندی) کی دعوت ہے؟ ایسی بات کہنے والے اور کتابوں میں پھیلانے والوں کو آپ کیا نصیحت فرمائیں گے؟

جواب: میں کہتا ہوں: کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت اصول وفروع میں سلف صالحین کے منہج پر قائم ہے [1]، اس کا مقصد کسی جماعت کی جانبداری یا میلان نہیں، سوائے اس منہج کے جس پر سلف تا خلف اہل سنت و جماعت گامزن رہے ہیں۔

رہا مسئلہ جماعت الاخوان المسلمون، جماعت تبلیغ اور اس قسم کی دیگر جماعتوں کا [2]

---

(1) یہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی تالیفات موجود ہیں، جو صحیح عقیدہ کے بیان، بندگان پر اللہ کے حق 'توحید خالص' کی وضاحت اور اس کے منافی امور کی نشاندہی سے بھری پڑی ہیں، اور آپ کی عطر بیز زندگی لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت اور اس کے سوا سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی دعوت دینے میں گزری ہے، اور یہی تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوات والسلام کی دعوت رہی ہے۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں: امام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت یہی ہے، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بندوں اور ملکوں کو ایمان کی زندگی عطا فرمائی، اور الحمدللہ ہم بدستور اُنہی کی مبارک دعوت کے سائے میں زندگی گزار رہے ہیں۔

(2) رہی ''الاخوان المسلمون'' کی دعوت تو ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ: کیا اس کے مؤسس وبانی یا اس کے پیروکاروں نے آج تک توحید ''صحیح عقیدہ'' کی وضاحت میں کوئی ایک کتاب بھی لکھی؟ کیا حسن البنا نے اللہ کی خالص عبادت کرنے اور شرک کی تمام قسموں کا بائیکاٹ کرنے کی دعوت دی؟ کیا اس نے قُبّے ڈھائے؟ کیا قبروں مزاروں کو برابر کیا؟ اور اولیاء وصالحین کی قبروں سے وسیلہ پکڑنے سے روکا- جیسا کہ ان کا گمان ہے-؟ اور کیا سنت کو قائم کیا؟؟ ==

....

== ان تمام سوالات کے جوابات ''ہاں'' میں نہیں ہیں، بلکہ جسے سلفی عقیدہ کا علم ہوگا اور ''الاخوان المسلمون'' اور اس کے بانی حسن البنا کی دعوت سے اس کا موازنہ کرے گا اور اُس کی کتابیں پڑھے گا' اسے اس کا جواب یہ ملے گا کہ شرک وبدعت کی تردید میں ان کی کوئی صریح اور سنجیدہ دعوت سرے سے نہیں تھی، بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔

چنانچہ حسن البنا کہتے ہیں:

''میں دمنھور (شمالی مصر کا ایک شہر) میں سلسلۂ حصافیہ کے اِخوان کے ساتھ رہا اور مسجد التوبہ میں ہر رات حاضری کی پابندی کرتا رہا''۔(دیکھئے: حسن البنا کی کتاب ''مذکرات الدعوۃ والداعیۃ''، ایڈیشن: دار التوزیع، ص: ۲۴)۔

کیا یہ عقیدہ کی صفائی کی دعوت ہے؟

نیز اسی کتاب میں کہتے ہیں:

''پھر سید عبد الوہاب -جو حصافی سلسلہ کے مجیز ہیں- تشریف لائے، میں نے ان سے حصافیہ شاذلیہ سلسلہ حاصل کیا، اور انہوں نے مجھے اس کے اوراد ووظائف بتلائے'' (ص: ۲۴)۔

نیز کہتے ہیں:

''دمنھور کے ایام... جذبۂ تصوف میں ڈوبنے کے ایام تھے... چنانچہ یہ تعبد وتصوف میں ڈوبنے کا دور تھا''، (ص: ۲۸)، ہم اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔

نیز اسی کتاب میں کہتے ہیں:

''ہم زیادہ تر جمعہ کے ایام جنہیں ہمیں دمنھور میں گزارنے کا اتفاق ہوتا تھا؛ دمنھور سے قریب ترین کسی ولی کی زیارت کا سفر طے کرتے تھے، چنانچہ ہم -کبھی کبھی- دسوقی کی زیارت کرتے تھے، لہٰذا ہم نماز فجر کے فوراً بعد پیدل چلتے ہوئے نکلتے اور تقریباً صبح آٹھ بجے وہاں پہنچتے، اور   ==

....

== اس طرح تقریباً بیس کلو میٹر کا فاصلہ تین گھنٹوں میں طے کرتے، وہاں پہنچ کر ان کی زیارت کرتے، جمعہ کی نماز ادا کرتے اور آرام کرتے ... پھر اسی راستے سے دمنھور واپس لوٹ آتے...'' (ص:۳۰)۔

کیا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا:

''لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى'' (صحیح بخاری: ۱۱۳۲، وصحیح مسلم: ۱۳۹۷)۔

کجاوے نہیں کسے جاسکتے، سوائے صرف تین مسجدوں کے لئے: مسجد حرام، مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسجد اقصیٰ۔

اسی طرح حسن البنا کہتے ہیں:

''ہم کبھی کبھار عزبۃ النوام بھی جاتے تھے، کیونکہ وہاں کی قبرستان میں شیخ سید سنجر مدفون ہیں، جو سلسلۂ حصافیہ کے نہایت خاص مریدوں میں سے تھے، اور اپنی نیکی وتقویٰ سے معروف تھے، ہم وہاں مکمل ایک دن گزارتے پھر واپس لوٹتے''۔ (مذکرات الدعوۃ والداعیۃ، ص: ۳۰)۔

نیز فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ ہمارا معمول تھا کہ ہم میلاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں ہر شب حاضری کے بعد یکم ربیع الأول سے ۱۲/ ربیع الأول تک روزانہ قافلہ میں نکلتے تھے، اور قافلہ ہی میں رہتے ہوئے ہم مکمل خوشی اور بھرپور مسرت میں معروف قصیدے (قوالی) گایا کرتے تھے''!!۔ (ص: ۵۲)۔

اور ان قصیدوں میں یہ شعر بھی ہے:

هَذَا الحَبِيبُ مَعَ الأَحْبَابِ قَدْ حَضَرَا وَسَامَحَ الكُلَّ فِيمَا قَدْ مَضَى وَجَرَى

یہ محبوب اپنے چاہنے والوں کے ساتھ حاضر ہوا، اور تمام لوگوں کے پچھلے تمام گناہوں ==

....

== کو معاف کر دیا۔

اور کتاب ''**مجموع رسائل حسن البنا**'' میں ''**الأصول العشرون**'' (**بیسواں اصول**) کے تحت ''رسائل التعلیم'' ہے، اس کے پندرہویں اصول میں کہتے ہیں:

''**دعاء کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کا وسیلہ شامل کر لینا دعاء کی کیفیت میں ایک فروعی اختلاف ہے، عقیدہ کے مسائل میں سے نہیں ہے**'' (ص: ۳۹۲)۔

میں کہتا ہوں: اس پر حاشیہ لگا کر طول کلامی کی کوئی ضرورت نہیں؛ یہ شخص: صوفی حصافی اور قبر پرست آدمی ہے، اس نے مغفرت میں اللہ کی صفت مکمل طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا ہے، اللہ کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی (مشرکانہ) باتوں سے بڑا بلند و برتر ہے۔

نیز اسی کتاب کے ''**رسائل العقائد**'' میں کہتا ہے:

''اس قسم کے مسائل -یعنی اسماء وصفات- کی بابت بحث میں جتنی بھی لمبی گفتگو ہو، بالآخر اس کا نتیجہ بس ایک ہی نکلتا ہے، اور وہ ہے ''تفویض'' (یعنی معنی کو اللہ کے سپرد کر دینا)!!۔

''**مذهب السلف والخلف في الأسماء والصفات**'' کے عنوان کے تحت بات ختم ہوئی۔ (ص: ۴۵۲)۔

میں کہتا ہوں: مجھے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک بڑی عمدہ سلفی بات ملی، جس میں شیخ رحمہ اللہ تفویض کرنے والوں کی حالت زار بیان کر رہے ہیں، جو صفات کے معنیٰ کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہیں، کہ یہ بدعتیوں کے بدترین گروہوں میں سے ہیں؛ چنانچہ کتاب ''**درء تعارض العقل والنقل**'' (۱/۲۰۱-۲۰۵) میں سولہویں وجہ کے تحت فرماتے ہیں:

''رہا مسئلہ ''تفویض'' کا تو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تدبر کا حکم دیا ہے، اور ہمیں اسے سمجھنے بوجھنے پر ابھارا ہے؛ تو بھلا اس کے باوصف یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم سے اُس ==

== کے فہم، معرفت اور سمجھنے بوجھنے سے اعراض کرنا مراد ہو... گفتگو جاری رکھتے ہوئے ''تفویض کرنے والوں'' کی مذمت میں فرماتے ہیں: **اس سے واضح ہوگیا کہ اہل تفویض کا قول جو بزعم خویش اپنے آپ کو سنت وسلف کا پیروکار سمجھتے ہیں' اہل بدعات والحاد کے بدترین اقوال میں سے ہے''**، بات ختم ہوئی۔

اب اس کے بعد بھی، کیا کوئی ذرہ برابر علم و دانش رکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ شیخ الاسلام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت اور ''اُن کے بدعتوں کے مجدد'' (حسن البنا) کی دعوت کے درمیان کوئی موازنہ یا ادنیٰ موازنہ ہے؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک!!

امام شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ سے (ماہنامہ ''المجلۃ'' شمارہ ۸۰۶، بتاریخ ۲۵ / ۲ / ۱۴۱۶ھ، ص: ۲۴ میں) **''الاخوان المسلمون'' کے بارے میں سوال کیا گیا**، سوال اور جواب حسب ذیل ہے:

سوال: سماحۃ الشیخ: کچھ عرصہ سے ''الاخوان المسلمون'' نامی تحریک سعودیہ میں داخل ہوئی ہے، طلبہ علم کے درمیان ان کی واضح سرگرمی جاری ہے، اس تحریک کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور اہل سنت و جماعت کے منہج کے ساتھ اس کا تال میل کس حد تک ہے؟

جواب: شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''الاخوان المسلمون'' نامی تحریک پر چیدہ علماء کرام نقد کر رہے ہیں؛ کیونکہ ان کے یہاں دعوت توحید، انکار شرک اور رد بدعت وغیرہ میں کوئی سرگرمی نہیں ہے، ان کے کچھ خاص اسالیب ہیں؛ جن میں دعوت الی اللہ کی بابت عدم سرگرمی، اور صحیح عقیدہ' جو اہل سنت و جماعت کا منہج ہے' کی رہنمائی نہ کرنے کا نقص ہے۔

لہٰذا ''الاخوان المسلمون'' کو چاہئے کہ ان کے یہاں سلفی دعوت کا اہتمام ہو: ==

....

== یعنی وہ اللہ کی توحید کی دعوت دیں، اور قبر پرستی، مردوں سے تعلق، اور اہل قبر مثلاً حسن، حسین، یابدوی اور اس قسم کے دیگر اموات سے فریاد پر نکیر کریں، ضروری ہے کہ ان کے یہاں اس سب سے بڑی بنیاد کا خاص اہتمام ہو، بایں معنیٰ کہ ''لاإلہ إلا اللہ'' دین کی بنیاد ہے، اور نبی کریم ﷺ نے مکہ میں سب سے پہلے توحید ہی کی دعوت دی تھی' یعنی لاإلہ إلا اللہ کے معنیٰ کی دعوت دی تھی۔

چنانچہ بہت سارے علماء ''الاخوان المسلمون'' پر اس پہلو سے نقد کرتے ہیں، یعنی: ان کے یہاں اللہ کی توحید اور اس کی خالص عبادت کی دعوت نہیں ہے، نہ ہی جاہلوں کے ایجاد کردہ مردوں سے تعلق، ان سے فریاد، ان کے لئے نذرونیاز اور قربانی وغیرہ کی تردید وانکار ہے' جو کہ شرک اکبر ہے۔

اسی طرح اس اعتبار سے بھی ان پر نقد کرتے ہیں کہ ان کے یہاں سنت کا اہتمام نہیں ہے: یعنی یہ لوگ نہ سنت کی جستجو کرتے ہیں' نہ ان کے یہاں حدیث شریف اور شرعی احکام میں سلف صالحین کے منہج کا اہتمام ہے۔

اس قسم کی بہت ساری چیزیں ہیں' جن کی بابت بھائیوں کو ان پر نقد کرتے ہوئے سنتا ہوں۔

ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ انہیں توفیق عطا فرمائے''۔ بات ختم ہوئی۔

''الاخوان المسلمون'' کے سلسلہ میں علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے نقد پر ایک شخص نے اعتراض کیا اور آپ کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا، میں اس گفتگو کو من وعن نقل کر رہا ہوں:

معترض نے کہا: میں آپ کا بڑا احترام اور بڑی قدر کرتا ہوں، اور اللہ واسطے آپ سے محبت کرتا ہوں، لیکن میرا سماحۃ الشیخ پر ایک مواخذہ (گرفت) ہے، وہ یہ کہ آج میں نے ''مجلۃ المجلۃ'' میں آپ کے ساتھ ایک گفتگو (انٹرویو) پڑھا ہے اور اُسے آپ کی زبان کی بنیاد پر ''الاخوان المسلمون'' کے بارے میں لکھا گیا ہے، ایڈیٹر نے لکھا ہے کہ: الاخوان المسلمون عقیدہ کا اہتمام نہیں کرتے ہیں، ==

....

== میلادیں مناتے ہیں، اور بہت ساری بدعات انجام دیتے ہیں! میں یہ باتیں دیکھ کر بہت حیران ہوگیا، کیونکہ میں نے مصر میں کئی سالوں سے اخوان کے ساتھ معاملہ کیا ہے، لیکن اِن میں سے کوئی بھی چیز اُن کے بارے میں نہیں جانتا، نہ مجھے ان کے ساتھ رہن سہن میں کوئی بدعت ملی ہے، نہ ہی ان کے بارے میں اس مقالہ میں لکھی ہوئی کوئی اور چیز نظر آئی ہے۔

لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بات کو درست کرلیں"۔

اللہ اکبر! یہ شخص چاہتا ہے کہ شیخ بن باز رحمہ اللہ اپنی اس بات کو بدل دیں جسے انہوں نے علم ومعرفت کی بنیاد پر کہا ہے، بھلا کیا امام ابن باز رحمہ اللہ بلا علم کچھ بھی بکتے رہتے ہیں؟ سبحان اللہ!!۔

امام السنۃ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا:

"جی ہاں، بہت سارے اخوان سے یہ چیز منقول ہے، ہم نے مشائخ اور اخوان کی ایک جماعت کا حوالہ بیان کیا ہے، کہ "الاخوان المسلمون" کے یہاں شرک اور اہل قبور کو پکارنے وغیرہ سے متعلق تنبیہ وآگاہی کے سلسلہ میں مکمل اور ٹھوس سرگرمی نہیں ہے، اور یہ چیزیں بہرحال ان کی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں، اگر ان کی کتابوں کا مراجعہ کیا جائے تو یہ باتیں ملیں گی"۔

[یہ باتیں ماہ صفر ۱۴۱۶ھ کے موسم گرما میں طائف میں شیخ رحمہ اللہ کے دروس کی رکارڈ شدہ کیسٹ سے ماخوذ ہیں، آواز: شیخ احسان محمد شرف الحلوانی کی ہے جو اس وقت "جامع شیخ امام ابن باز" کے امام تھے]۔

میں کہتا ہوں: آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس سائل نے بے ادبی وگستاخی کے ساتھ امام ابن باز رحمہ اللہ پر جھوٹ کا طومار بھی باندھ دیا ہے، اس شخص پر وہ مثل صادق آتی ہے جو کسی نے کہا تھا: "أحَشَفاً وسوءَ كِيلَةٍ" (کیا ردی کھجور اور پیمائش بھی بُری!)۔

أولاً: سوال کے شروع میں جو دیباچہ ہے "میں اللہ واسطے آپ سے محبت کرتا... لیکن"۔ ==

....

== گفتگو کا یہ لب ولہجہ کس کے ساتھ اپنایا جارہا ہے؟!! ایک ایسی شخصیت کے ساتھ جو سنت کے اماموں میں سے ایک امام ہے، سنت کا حامی اور بدعت کی بیخ کنی کرنے والا ہے۔

ثانیاً: کہتا ہے: ''میں نے پڑھا ہے...اور اُسے آپ کی زبان کی بنیاد پر لکھا گیا ہے''۔

یہ علماء کرام کے ساتھ بے ادبی وگستاخی ہے، بظاہر لگتا ہے کہ سائل نے زندگی میں کبھی طلبہ کے اپنے اساتذہ کے ساتھ سلوک وبرتاؤ کا مطالعہ نہیں کیا ہے، نہ یہ پڑھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اپنے استاذ امام دار الہجرہ مالک بن انس کا کتنا ادب کیا کرتے تھے، نہ ہی اسے اس بات کی واقفیت ہے کہ مجدد دین، منارۂ علم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے استاذ امام شافعی رحمہ اللہ کا کتنا ادب بجالاتے تھے، اس کی مثالیں بکثرت ہیں، بنابریں سائل اور اس کے مثل اور لوگوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ طلب علم سے پیشتر اہل علم کا ادب واحترام سیکھیں۔

اور اس کا یہ کہنا کہ ''آپ کی زبان کی بنیاد پر لکھا گیا ہے'' اس سے محسوس ہوتا ہے کہ امام ابن باز رحمہ اللہ غفلت کا شکار رہیں، کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے حوالہ سے وہ بات لکھی گئی ہے، جو ان کا عقیدہ نہیں تھا، یا جس کا انہیں علم نہیں تھا۔

اور عقلمند قاری آپ سے یہ بات اوجھل نہ رہے کہ یہ ایک سرکاری یا آفیشل انٹرویو ہے اور بڑا اہم مقالہ ہے، لہذا انٹرویو لینے والا یا ایڈیٹر اس میں کوئی تبدیلی یا کمی بیشی نہیں کرسکتا، اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو شیخ رحمہ اللہ اس پر خاموش نہ رہتے، بالخصوص جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کے یہاں یومیہ اخبارات کے مشمولات کی معلومات کے لئے ایک خاص وقت متعین تھا۔

ثالثاً: سائل کا یہ کہنا کہ ''ایڈیٹر نے لکھا ہے کہ: یہ لوگ میلادوں کا جشن مناتے ہیں، اور بہت ساری بدعات انجام دیتے ہیں!''۔

== سائل نے یہ کہہ کر کہ ''ایڈیٹر نے لکھا ہے کہ..'' امام ابن باز رحمہ اللہ کے ساتھ پھر بے ادبی

....

== کی ہے، نیز یہاں یہ کہتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ پر مزید ایک جھوٹ اور بہتان باندھا ہے کہ ''میلادوں کے جشن مناتے ہیں اور... بدعات انجام دیتے ہیں''۔

میں کہتا ہوں: کہ ''الاخوان المسلمون'' کے بارے میں شیخ رحمہ اللہ کا مضمون جس کی بنا پر یہ سائل اور اس جیسے دیگر لوگ چراغ پا ہو رہے ہیں، میں نے اسے اصل کے مطابق من وعن نقل کیا ہے، اور معزز قاری اتنا سادہ لوح نہیں ہے کہ اس طرح کے اکاذیب سے دھوکہ کھا جائے، لہٰذا مضمون پڑھیئے اور مرجع کو دوبارہ دیکھئے، کہ اس میں کہاں ہے کہ: ''میلادوں کے جشن مناتے ہیں اور... بدعات انجام دیتے ہیں''؟ معاملہ یہ ہے کہ یہ حق وہدایت کی قبولیت سے بصیرت کا اندھا پن ہے، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں!!

''وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ، وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ، حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا''
(صحیح مسلم: ۲۶۰۷)۔

آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی جستجو میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

رابعاً: سائل کا یہ کہنا کہ: ''میں یہ باتیں دیکھ کر بہت حیران ہوگیا... کیونکہ میں نے کئی سالوں تک معاملہ کیا ہے... لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز ان کے بارے میں نہیں جانتا''۔

میں اس حیرت میں پڑنے والے سے مختصراً کہنا چاہتا ہوں کہ: پہلے قوم (الاخوان المسلمون) کی کتابیں پڑھو، جیسا کہ سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ نے تمہارے سوال کے جواب میں تمہیں اس کا مشورہ دیا ہے۔

اور اگر وقت کی تنگی کے سبب تمہارے لئے ان کا پڑھنا ممکن نہ ہو تو اس سے کچھ پہلے کے صفحات کا مراجعہ کرلو، تمہیں فرقہ الاخوان المسلمون نے اپنے رہنما و پیشوا حسن البنا کی قیادت میں جو کچھ ==

....

== گل کھلایا ہے‘ان میں سے کچھ چیزوں کا خلاصہ اور نچوڑ مل جائے گا، اور جن باتوں کا تمہیں علم نہیں ہے‘اس کا بھی علم ہو جائے گا، کیونکہ تمہارے لئے اپنے علم ومعرفت کے بجائے خود انہی لوگوں کے اعترافات کافی ہیں۔

نیز اگر تمہیں ان قواعد کا علم ہوتا: کہ”مَنْ حَفِظَ حُجَّةٌ عَلَى مَنْ لَمْ يَحْفَظْ“(ازبر کرنے والا ازبر نہ کرنے والے کے خلاف حجت ہے)،اور”الْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيلِ“(جرح تعدیل پر مقدم ہے)،اور اسی طرح”زِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُولَةٌ“(ثقہ راوی کا اضافہ مقبول ہے)اور اگر ان تمام باتوں کے ساتھ اس بات کا بھی اضافہ کرلیا جائے کہ ان باتوں کا بولنے والا جرح وتعدیل میں اپنے وقت کا امام دوراں ہے، جن کی شان یہ ہے کہ تحقیق وجستجو کے بغیر کسی پر جرح یا نقد نہیں کرتے؛ اگر تم یہ بات جانتے اور تمہارے دل میں اچھی طرح پیوست ہوئی ہوتی تو جو حرکت تم نے کی ہے وہ کبھی نہ کرتے۔

خامساً: سائل کا یہ کہنا کہ:”لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بات کو درست کرلیں“۔

سبحان اللہ؛ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

شان وشوکت کے پہاڑ کے سامنے یہ کس قدر جرأت وتعلی ہے؟!!

ایک ایسی شخصیت سے حق گوئی سے باز آنے کا مطالبہ کر رہا ہے جو اپنے زمانہ میں دنیا بھر میں امت کے مرجع ہیں!۔

اللہ کی قسم میں ان کے ہم جولی بڑے بڑے جلیل القدر علماء کرام کو جانتا ہوں جو اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر یا کسی مجلس میں اُن کی موجودگی میں اپنی بات پیش کرنے کے لئے کھڑے ہونے سے شرماتے تھے تا آنکہ آپ سے اجازت لے لیں یا انہیں اجازت دیدی جائے، جبکہ ان ==

تو ہم ان تمام جماعتوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے مناہج کو اللہ کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور سلف صالحین کے طور طریقہ اور سمجھ کی طرف لوٹائیں اور ان پر پیش کریں، جو اس کے موافق ہو الحمدللہ، اور جو اس کے خلاف ہو اس غلطی کی اصلاح کرلی جائے، ہم اسی بات کی دعوت دیتے ہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال (۴۱): کچھ لوگوں نے ''طائفۂ منصورہ'' اور ''فرقۂ ناجیہ'' کے مابین فرق کیا ہے؛ کیا یہ تفریق صحیح ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو ''فرقۂ ناجیہ'' کون ہیں؟ اور ''طائفۂ منصورہ'' کون؟

جواب: یہ لوگ ہر چیز میں تفریق کرنا چاہتے ہیں، مسلمانوں میں بھی تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں، حتیٰ کہ مسلمانوں کی صفات میں بھی یہ لوگ تفریق کرنا چاہتے ہیں! یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ الحمدللہ ''طائفۂ منصورہ'' ہی ''فرقۂ ناجیہ'' ہے[1]، جماعت تب ہی ''منصورۃ'' (اللہ کی

== میں وہ علماء بھی تھے جو کبار علماء بورڈ کے ممبر تھے!! چہ جائے کہ وہ اُن سے اس قسم کے مطالبہ کی جرأت کرسکیں۔

سادساً: امام ابن باز رحمہ اللہ نے اس کا منہ توڑ جواب دیدیا بایں طور کہ جو بات آپ نے اپنے مضمون میں کہی تھی اسے بھی دہرائی اور اس پر مستزاد یہ بھی کہا ہے کہ: یہ سائل اور اس جیسے دیگر لوگ اخوانیوں کی کتابوں کا مراجعہ کرلیں، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے، وہ تمام باتیں مل جائیں گی۔

[1] یہی قول ائمہ حدیث کا بھی ہے: چنانچہ فرقۂ ناجیہ ہی طائفۂ منصورہ ہے، یہی اہل حدیث ہیں، یہی اہل سنت و جماعت ہیں، یہی جماعت ہیں، یہی سلفیان ہیں، جیسا کہ سلف وخلف کی ایک معتد بہ تعداد نے اس کی صراحت فرمائی ہے، چند اقوال ملاحظہ فرمائیں: ==

....

== امام احمد رحمہ اللہ حدیث: ’’وَسَتَفْتَرِقُ أمتِي ...‘‘ کے بعد فرماتے ہیں:

’’إِنْ لَمْ يَكُونُوا أَهْلَ الْحَدِيثِ فَلاَ أَدْرِي مَنْ هُمْ؟‘‘۔(اسے امام حاکم نے ’’معرفۃ علوم الحدیث‘‘ ص: ۱۳، میں بسند صحیح روایت کیا ہے)۔

اگر وہ اہل الحدیث نہیں ہیں، تو میں نہیں جانتا کہ پھر وہ کون ہیں؟

اور علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے ’’تحفۃ الأحوذی‘‘ کے مقدمہ (ص ۱۳) میں ابو الیمن بن عساکر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

’’لِيَهْنِ أَهْلَ الْحَدِيثِ كَثَّرَهُمُ اللهُ تَعَالَى هَذِهِ الْبُشْرَى، ... فَهُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى الفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ‘‘۔

اہل الحدیث - اللہ تعالیٰ ان کی کثرت فرمائے - کو یہ خوش خبری مبارک ہو... ان شاء اللہ تعالیٰ وہی فرقہ ناجیہ ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کی حدیث: ’’ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي...‘‘ (۲۲۲۹) کے بعد فرماتے ہیں:

’’میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے امام علی ابن المدینی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ’’یہ اہل الحدیث ہیں‘‘۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ’’خلق أفعال العباد‘‘ (ص: ۶۱) میں فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ [البقرۃ: ۱۴۳]۔ کے سلسلہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

یہ وہی جماعت ہے جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے حدیث: ’’لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي...‘‘ میں فرمایا ہے۔ ==

نصرت سے سرفراز مند) ہوسکتی ہے جب ''ناجیۃ'' (نجات یافتہ) ہو، اور تب ہی ''ناجیۃ'' ہوسکتی ہے جب ''منصورۃ'' ہو؛ یہ ایک ہی چیز کے دو لازم ملزوم اوصاف ہیں۔

یہ تفریق یا تو کسی جاہل کی طرف سے ہوسکتی ہے، یا پھر کسی بد باطن کی طرف سے جو مسلم نوجوانوں کو طائفۂ منصورہ ناجیہ کے بارے میں شک وشبہہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہو[1]۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

== اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے طائفۂ منصورہ اور فرقۂ ناجیہ میں کوئی تفریق نہیں کیا ہے، بلکہ اپنی کتاب ''العقیدۃ الواسطیۃ'' کے آغاز میں رقمطراز ہیں:

''**حمد وصلاۃ کے بعد:** یہ تاقیامت اللہ کی نصرت سے سرفراز فرقۂ ناجیہ، اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے...''۔

یہی بات مجموع فتاویٰ (۳/ ۱۲۹) میں بھی کہی ہے۔

اور حدیث ''افتراق'' کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ اہل سنت و جماعت ہیں اور یہی طائفۂ منصورہ ہیں''۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۳/ ۱۵۹)۔

نیز فرماتے ہیں: ''فرقۂ ناجیہ کا عقیدہ'' کہنے سے میری مراد وہی فرقہ ہے جسے نبی کریم ﷺ نے نجات سے متصف کیا ہے، یہ وہی عقیدہ ہے جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، اور یہ اور ان کے پیروی کرنے والے فرقۂ ناجیہ ہیں''۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳/ ۱۷۹)۔

اور فرماتے ہیں: ''اس سے آشکارا ہو جاتا ہے کہ فرقۂ ناجیہ ہونے کے سب سے زیادہ حقدار اہل الحدیث والسنۃ ہیں''۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳/ ۳۴۷)۔

[1] علم سے نسبت رکھنے والے ایک شخص (سلمان بن فہد العودہ) نے اپنے آپ کو تھکایا، اپنا وقت ضائع کیا، نوجوانوں کے افکار کو منتشر کیا، اور ایک کتاب لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ طائفۂ منصورہ اور فرقۂ ناجیہ کے درمیان فرق ہے، لیکن کامیاب نہ ہوسکا، اور نہ ہو سکے گا۔ ==

....

== اور حد تو یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جھوٹا متہم کیا اور بلاحوالہ اُن کی طرف تفریق کی بات منسوب کی، یہ اپنی کتاب ''الغرباء الأولون'' میں کیا۔

اس جھوٹ کی تردید اُسی بات سے ہو جاتی ہے جو آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے سابقہ قول میں جان لیا ہے۔

اور مزید حد سے تجاوز کرتے ہوئے فرقۂ ناجیہ اور طائفۂ منصورہ کے درمیان تفریق کی بات امام ابن باز رحمہ اللہ کی طرف بھی منسوب کی ہے، چنانچہ ایک تقریر کے موقع پر اس سے فرقۂ ناجیہ اور طائفۂ منصورہ کے درمیان تفریق کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا:

''الحمدللہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس بارے میں میری موافقت فرمائی ہے، اور مجھ سے اس سلسلہ میں ایک تعلیق لکھنے کا بھی وعدہ کیا ہے''۔(کیسٹ میں رکارڈ شدہ ایک تقریر سے ماخوذ)۔

لیکن الحمدللہ؛ اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا کیا، شیخ بن باز رحمہ اللہ نے اس کی موافقت نہیں فرمائی ہے، جیسا کہ ان سے سوال کئے جانے پر معلوم ہوا:

سائل نے پوچھا: کیا آپ فرقۂ ناجیہ اور طائفۂ منصورہ کے درمیان تفریق کرتے ہیں؟

سماحۃ الشیخ نے جواب دیا:

''طائفۂ منصورہ ہی فرقۂ ناجیہ ہے، دونوں ایک ہی ہیں، وہی اہل سنت وجماعت ہیں، وہی سلفی ہیں''۔

سائل نے کہا: فلاں شخص... کا کہنا ہے کہ: آپ نے دونوں میں تفریق پر اُس کی موافقت فرمائی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا:

''نہیں.. بالکل نہیں... اُسے وہم ہوا ہوگا، یا وہ غلط کہہ رہا ہے''۔(رکارڈ شدہ تقریر سے ماخوذ)۔

سوال (۴۲): کیا جو شخص الولاء والبراء (دوستی ودشمنی) کے مسئلہ میں، یا حکمرانوں کی سمع وطاعت کے مسئلہ میں؛ خواہ نیک ہوں یا بد' تا آنکہ گناہ کا حکم نہ دیں' فرقۂ ناجیہ؛ طائفۂ منصورہ کا مخالف ہو' وہ اُس سے خارج ہوجائے گا، باوجودیکہ وہ عقیدہ کے بقیہ مسائل میں اُن کے موافق ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر وہ کچھ چیزوں میں اُن کے مخالف ہو اور کچھ میں ان کے موافق، تو جن میں وہ ان کا مخالف ہوگا' اُن میں اُس طائفہ میں سے نہیں ہوگا اور جن میں ان کا موافق ہوگا' اُن میں وہ اس میں سے ہوگا۔

اور ایسی صورت میں وہ بہت بڑے خطرے میں ہوگا اور اس مخالفت کے سبب ''كُلُّهُم فِي النَّارِ'' (وہ سب جہنمی ہوں گے) کی وعید میں داخل ہوگا، اگرچہ وہ مخالفت عقیدہ کے کسی ایک مسئلہ ہی میں ہو؛ کیونکہ فرمان رسول: ''كُلُّهُم فِي النَّارِ'' کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ وہ تمام فرقے کافر ہوں گے اور ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے، بلکہ وہ اپنی مخالفت کے اعتبار سے جہنم میں داخل ہوں گے، کیونکہ مخالفت کبھی ملت اسلام سے خارج کرنے والی ہوتی ہے اور کبھی خارج کرنے والی نہیں ہوتی۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال (۴۳): کیا لوگوں کے لئے فحاشی' بے حیائی اور بدکرداری کو آراستہ کرنے والا کافر ہوجاتا ہے؟

جواب: جو لوگ کفر کی دعوت دیں گے وہ کافر ہوجائیں گے' لیکن اگر لوگوں کو کفر وشرک سے کمتر گناہ ومعاصی کی طرف بلاتے ہوں تو وہ کافر نہیں ہوں گے [1]، بلکہ اس کے

---

[1] ''الشباب أسئلة ومشكلات'' نامی کیسٹ کا مقرر (سلمان بن فہد العودہ) کہتا ہے: ==

....

== ''ایک یا ایک سے زائد معروف فنکاروں کا ایک مجموعہ ہے' بعض اوباش نوجوان ان کی کیسٹیں لیتے دیتے ہیں جبکہ یہ کیسٹیں حد درجہ گندی اور پلید ہیں، اس میں فسق وفجور، زناکاری و بدکاری وغیرہ کی باتیں ہوتی ہیں اور ان فحاشیوں پر فخر کیا جاتا ہے اور ان کی تمنا ہوتی ہے کہ تمام لوگوں کا بھی یہی شیوہ ووطیرہ ہو جائے... میں پوری طرح مطمئن ہوں کہ اس قسم کا کام اگر اسی صورت میں ہو جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے' تو ایسا کرنے والے کے بارے میں کم از کم یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ گناہ کو معمولی سمجھنے والا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ گناہ کو معمولی سمجھنا- بالخصوص جبکہ گناہ کبیرہ ہو اور اس کی حرمت متفق علیہ ہو- اللہ کا کفر ہے، بات کسی گروہ، یا فرد، یا اس سے زیادہ معروف فنکاروں کی ہو رہی ہے جن کی کیسٹیں بعض نوجوان سنتے اور استعمال کرتے ہیں، جبکہ ان کیسٹوں سے زناکاری و بدکاری کا کاروبار ہوتا ہے، اور پوری بے حیائی، بے شرمی، ڈھٹائی اور کبر ونخوت کے ساتھ اللہ سے اعلان جنگ کرتی ہیں، اس طور پر کہ انسان کو یقین سا ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ ان چیزوں کے اللہ کے حرام قرار دینے پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اس لئے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں شک نہیں کہ ان کا یہ عمل **''اسلام سے ارتداد''** ہے؛ میں یہ بات پورے سکون اور دل کے اطمینان کے ساتھ کہہ رہا ہوں''۔

میں کہتا ہوں: انسان بسا اوقات غلطی سے کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ بہت جلد رجوع کر کے توبہ کر لیتا ہے اور اللہ سے اپنی لغزش کی معافی مانگ لیتا ہے۔

اور کبھی انسان جان بوجھ کر ہوائے نفس، شیطان اور گناہوں پر آمادہ کرنے والی نفس کے سبب گناہ کا ارتکاب کرتا ہے' جبکہ وہ اس کی حرمت کا اقرار بھی کرتا ہے، تو ایسی صورت میں گناہ کا مرتکب اسی لئے گناہ کرتا ہے کہ وہ اس کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے اور وہ اسے چھوٹا اور معمولی سمجھتے ہوئے کرتا ہے' ورنہ ایسا نہ کرتا؛ تو ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

اب رہی تیسری صورت کہ آدمی اس گناہ کا ارتکاب اپنے اقرار سے اُسے حلال سمجھتے ہوئے ==

سبب گنہ گار ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَايَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا‘‘[1]۔

جو کسی ہدایت کی طرف بلائے گا اُسے اس کی پیروی کرنے والوں کے ثوابوں جیسا ثواب ملے گا، اس سے ان کے ثوابوں میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جو کسی گمرہی کی طرف بلائے گا‘ اُس پر اس کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں جیسا گناہ ہوگا، اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِيَحْمِلُوٓا۟ أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ ٱلَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾﴾ [النحل:۲۵]۔

== کرتا ہو؛ مثلاً کہے کہ: زنا حلال ہے، یا شراب حلال ہے، یا سود حلال ہے؛ تو اس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تو اب ہم اس مقرر سے پوچھتے ہیں: کہ آپ سے پہلے کس نے کہا ہے کہ گناہ کو معمولی سمجھنا اللہ کا کفر اور دین اسلام سے ارتداد ہے؟!

بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ یہ گناہ و معصیت ہے جس سے توبہ و انابت کرنا واجب ہے، جب تک کہ اُسے حلال نہ سمجھے، ورنہ حلال سمجھنے کے سبب کافر ٹھہرے گا۔

[1] صحیح مسلم (۲۶۷۴)، ومسند احمد (۹۱۶۰)، وابوداود (۴۶۰۹)، وترمذی (۲۶۷۴) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

اسی کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصے دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے۔ دیکھو تو کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ۴۴: کیا عقیدہ اور منہج کے درمیان فرق ہے؟

جواب: منہج عقیدہ سے زیادہ عام ہے، منہج عقیدہ، عمل، اخلاق، معاملات اور مسلمان کی پوری زندگی میں ہوتا ہے، مسلمان جس پر چلتا ہے اُس پورے ڈھانچے کو منہج کہا جاتا ہے۔ جبکہ عقیدہ سے مراد اصل ایمان ہے، شہادتین کا معنیٰ اور اس کے تقاضوں کی تکمیل عقیدہ کہلاتا ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ۴۵: کیا علماء کرام پر نوجوانوں اور عوام الناس کے سامنے حزبیت، فرقہ واریت اور مختلف گروہ بندیوں کی سنگینی بیان کرنا واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! گروہ بندی کی سنگینی اور دھڑ بندی اور فرقہ واریت کی خطرناکی بیان کرنا واجب ہے، تاکہ لوگوں کو بصیرت اور آگاہی ہو سکے؛ کیونکہ عوام الناس دھوکہ کھا جاتے ہیں، چنانچہ اس وقت کتنے عوام ہیں جو بعض جماعتوں سے دھوکہ کھا گئے، ان کا گمان ہے کہ وہ حق پر ہیں!!

اس لئے ضروری ہے کہ ہم -طلبہ وعوام سب- لوگوں کے سامنے ان فرقوں اور ٹولیوں کی خطرناکی واضح کریں؛ کیونکہ اگر علماء خاموش رہیں گے تو لوگ کہیں گے کہ: علماء اس بارے میں جانتے تھے، پھر بھی خاموش تھے، اور اس راستے سے گمراہی داخل ہوگی؛ لہٰذا اس طرح

کے مسائل پیش آنے پر بیان و وضاحت ضروری ہے، اور اس حزبیت وتفرقہ کی خطرناکی طلبہ سے زیادہ عوام الناس کے حق میں ہے؛ کیونکہ علماء کے خاموش رہنے سے عوام سمجھتی ہے کہ یہی صحیح اور حق ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال (۴۶): فُٹ بال وغیرہ کے مقابلے (Tournament) دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسان کا وقت بڑا قیمتی ہے [1] اُسے ٹورنامنٹ دیکھنے میں ضائع نہ کرے، کیونکہ یہ اُسے اللہ کے ذکر سے غافل کردے گا [2]، اور ہوسکتا ہے اُسے اس کا دیوانہ بنادے

---

[1] مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے وقت کی حفاظت کرے، اپنے اوقات اور اپنی عمر کو اللہ کے ذکر، اس کی اطاعت اور علم نافع کے حصول میں صرف کرے، ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث یاد رکھنی چاہیئے جو آپ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمائی تھی:

"اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ" [اسے امام حاکم نے مستدرک (۷۸۴۶) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، نیز دیکھئے: صحیح الجامع (۱۰۷۷)]۔

پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو: اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی تندرستی کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو محتاجگی سے پہلے، اپنی فارغ البالی کو مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔

[2] آدمی سے ہر نیکی و بدی سے متعلق سوال کیا جائے گا جو اس نے کیا ہے، اور اس کا حساب لیا جائے گا، اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

==

اور وہ مستقبل میں اسپورٹس کا ماہر یا کھلاڑی بن جائے، اور نتیجہ یہ ہو کہ وہ اہم اور نفع بخش کام سے نکل کر فضول اور لغو کام میں لگ جائے!

❀❀❀❀❀

سوال (۴۷): کیا منہج کی صحت پر جنت وجہنم کے فیصلے کا دارومدار ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر منہج درست ہوگا تو ہی انسان جنتیوں میں سے ہوگا؛ چنانچہ اگر انسان رسول گرامی ﷺ کے منہج اور سلف صالحین طریقہ پر گامزن ہوگا تو باذن اللہ جنتیوں میں سے ہوگا، اور اگر گمراہوں کی روش پر چلا جائے تو اُسے جہنم کی وعید ہے[1]۔

== ''لاَ تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ مَاذَا عَمِلَ فِيهِ''۔

[اسے امام بیہقی نے شعب الایمان (۱۶۴۸) میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے (۲۴۱۷) ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس میں ''عَنْ شَبَابِهِ'' کے بجائے ''عَنْ جِسْمِهِ'' کے الفاظ ہیں۔ نیز دیکھئے: صحیح الترغیب (۱۲۶-۱۲۸، و۱۷۲۶، و۳۵۹۲، ۳۵۹۳)]۔

بندے کے دونوں قدم قیامت کے دن نہ ٹل سکیں تا آنکہ اس سے چار سوالات کر لئے جائیں: اس کی عمر کے بارے میں، کہ اس نے اسے کس چیز میں گزارا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں گھلایا، اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا؟

[1] وہ شخص اللہ کی مشیت تلے ہوگا، اہل سنت وجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ ==

حاصل یہ کہ منہج کے صحت وفساد پر جنت یا جہنم کا فیصلہ موقوف ہے۔

❁❁❁❁❁

سوال ۴۸: بدعتیوں کی کتابیں پڑھنے اور ان کی کیسٹیں سننے کے بارے میں حق بات کیا ہے؟

جواب: بدعتیوں کی کتابیں پڑھنا اور ان کی کیسٹیں وغیرہ سننا جائز نہیں، سوائے ان لوگوں کے لئے جو ان کی تردید کرنا اور ان کی گمرہی بے نقاب کرنا چاہتے ہوں (یعنی اس کے اہل ہوں)۔

== اور اگر منہج کی صحت وعدم صحت پر جنت یا جہنم کے فیصلہ کا دارومدار نہ ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا کیا فائدہ ہے:

’’وَسَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً. قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ’’مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي‘‘۔

عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے! لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کون سا فرقہ ہوگا؟ فرمایا: جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس کی تخریج گزر چکی ہے اور آگے بھی آئے گی۔

اور اہل سنت وجماعت کے یہاں یہ بات معلوم اور ثابت ہے: کہ حدیث میں مذکور ہلاک ہونے والے بہتر فرقے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنمی نہ ہوں گے، اہل الحدیث میں کوئی اس بات (ہمیشگی) کا قائل نہیں ہے؛ لہٰذا غور کریں، اِلا یہ کہ اس کی بدعت کفر میں داخل کرنے والی اور اس کی فرقت وجدائی ارتداد ہو (تو اس کا حکم مختلف ہے)، واللہ اعلم۔

رہا مبتدی انسان، طالب علم، یا عامی، یا جو شخص محض معلومات کے لئے انہیں پڑھنا چاہتا ہو ان کی تردید یا ان کی حالت واضح کرنے کے لئے نہیں؛ تو ایسے شخص کے لئے ان کا پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ یہ چیزیں اس کے دل میں اثر انداز ہو سکتی ہیں[1]، اور اُسے اشتباہ میں

[1] اہل بدعت وخواہشات سے تنبیہ اور ڈراوے کی بابت سلف صالحین کے متواتر آثار وارد ہیں، میرے طالبِ حق بھائی ذیل میں ہم آپ کے لئے چند آثار ذکر کئے دیتے ہیں:

ابوقلابہ فرماتے ہیں:

’’لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ الْأَهْوَاءِ، وَلَا تُخَالِطُوهُمْ؛ فَإِنِّي لَا آمَنُ أَنْ يَغْمِسُوكُمْ فِي ضَلَالَتِهِمْ، أَوْ يُلَبِّسُوا عَلَيْكُمْ كَثِيراً مِمَّا تَعْرِفُونَ‘‘ (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، از لالکائی، ۱/ ۱۳۴، والبدع والنہی عنہا، از ابن وضاح، ۵۵، والاعتصام، از شاطبی، ۱/ ۱۷۲)۔

بدعتیوں کی مجلسوں میں نہ بیٹھو، ان سے میل جول نہ رکھو، کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں اپنی گمراہی میں ڈُبا دیں گے یا جو تم جانتے ہو ان میں سے بہت ساری باتوں کے بارے میں تمہیں شبہہ میں ڈال دیں گے۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

’’لَا تُجَالِسُوا أَصْحَابَ الْبِدَعِ، وَلَا تُكَلِّمُوهُمْ؛ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ تَرْتَدَّ قُلُوبُكُمْ‘‘ (البدع والنہی عنہا، ۵۶، والاعتصام، ۱/ ۱۷۲)۔

بدعتیوں کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو، نہ ان سے بات کرو؛ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے دل مرتد نہ ہو جائیں۔

نیز ابوقلابہ نے فرمایا تھا:

’’يَا أَيُّوبُ – السختياني – : لَا تُمَكِّنْ أَصْحَابَ الْأَهْوَاءِ مِنْ سَمْعِكَ فَيَنْفِذُوا فِيهِ مَا شَاءُوا‘‘ (لالکائی، ۱/ ۱۳۴)۔ ==

....

== اے ایوب سختیانی! اپنا کان بدعتیوں کے حوالہ نہ کرنا، کہ وہ اس میں جو چاہیں داخل کر دیں۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

”إِذَا لَقِيتَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فِي طَرِيقٍ؛ فَخُذْ فِي طَرِيقٍ آخَرَ“(الابانۃ، ۲/ ۴۷۵)۔

اگر کسی راستے میں بدعتی سے تمہاری ملاقات ہو؛ تو تم دوسرے راستے سے نکل جاؤ۔

امام ابوزرعہ رازی سے حارث بن اسد محاسبی اور اس کی کتابوں کے بارے میں پوچھا گیا؛ تو انہوں نے سوال کرنے والے سے کہا:

”إِيَّاكَ وَهذِهِ الكُتُب!، هذِهِ كُتُبُ بِدعٍ وَضَلالاتٍ، عَليكَ بالأثرِ فَإنَّكَ تجدُ فيهِ مَا يُغْنيكَ عَنْ هذِهِ الكُتُب“. قيلَ لَهُ: في هذِهِ الكُتُبِ عِبْرَةٌ؟ قَالَ: مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ في كتابِ اللهِ عِبْرَةٌ فَليسَ لَهُ في هذِهِ الكُتُبِ عِبْرَةٌ. ثم قَالَ: مَا أَسْرعَ النَّاسَ إلى البِدَعِ“ (تہذیب التہذیب، ۲/ ۱۱۷، وتاریخ بغداد، ۸/ ۲۱۵)۔

ان کتابوں سے بچ کر رہو! یہ بدعات اور گمراہیوں کی کتابیں ہیں، حدیث کو لازم پکڑو، کیونکہ تمہیں اس میں وہ باتیں ملیں گی جو ان کتابوں سے بے نیاز کر دیں گی۔ ان سے کہا گیا: ان کتابوں میں عبرت ونصیحت کی باتیں ہیں! فرمایا: جسے اللہ کی کتاب میں عبرت نہ ملے اُسے ان کتابوں میں عبرت نہیں مل سکتی!! پھر فرمایا: لوگ کتنی تیزی کے ساتھ بدعتوں کے خوگر ہو گئے!!

اسی طرح جب امام احمد رحمہ اللہ سے حارث محاسبی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے بھی بڑی سخت بات کہی، چنانچہ آپ نے پوچھنے والے سے کہا:

”اس کے سر نیچا کرنے سے دھوکہ نہ کھانا؛ کیونکہ وہ بہت بُرا آدمی ہے.. اس سے بات بھی نہ کرنا، وہ کسی عزت وتکریم کا مستحق نہیں ہے.. نہ اس سے آنکھ کو ٹھنڈک مل سکتی ہے“۔ دیکھئے: ص (۱۸۶) حاشیہ (۱)۔ ==

ڈال سکتی ہیں، جس کے شر سے وہ دو چار ہو جائے گا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ضلالت وگمرہی والوں کی کتابیں پڑھنا جائز نہیں، سوائے اہل اختصاص ماہر علماء کے لئے، جو ان کی تردید کریں اور لوگوں کو ان کے شر وفساد سے آگاہ کریں۔

❀❀❀❀❀

سوال ﴿۴۹﴾: اس دور میں فرقۂ ناجیہ منصورہ (نجات یافتہ اور اللہ کی مدد سے سرفراز گروہ) کون ہے؟ اور اس کی صفات اور علامتیں کیا ہیں؟

جواب: اس دور میں - اور قیامت تک - فرقۂ ناجیہ منصورہ (نجات یافتہ اور اللہ کی مدد سے سرفراز گروہ) وہی ہے جس کے بارے میں سوال کئے جانے پر رسول گرامی ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا تھا:

''افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَسَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً. قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ''مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي''[1]۔

== چنانچہ یہ بدعتیوں کے ساتھ تعامل کی بابت سلف صالحین کا منہج اور ان کی کتابوں اور ان کی باتیں سننے کے بارے میں ان کا موقف ہے، اسی پر ان کی کیسٹوں کو بھی قیاس کرلیں، کیونکہ کیسٹوں میں گفتگو کا انداز، لب ولہجہ اور تیور کتابوں سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

تو بھلا کیا ہمارے نوجوان اس منہج کو سمجھنے اور اس دور کے اہل بدعت اور نفس پرستوں کی کتابوں اور کیسٹوں سے بچنے کے لئے آمادہ ہیں؟؟

(1) جامع ترمذی (۲۶۴۱)، ومستدرک حاکم (۱/ ۱۲۹)، ولالکائی (۱/ ۱۰۰)، والشریعۃ، ==

یہودی اکہتر فرقوں میں بٹے، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں بٹے، اور عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کونسا فرقہ ہوگا؟ فرمایا: جو بالکل اسی طریقہ پر ہوگا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اور انہی کے بارے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ۝١٠٠﴾ [التوبۃ: ۱۰۰]۔

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس جماعت کے چند صفات حسب ذیل ہیں:

① یہ جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے منہج پر مضبوطی سے قائم رہے گی۔

② یہ جماعت حق پر ڈٹی رہے گی، مخالفین کی باتوں پر توجہ یا اس کی پروا نہ کرے گی، اور اللہ کی بابت اُسے کسی ملامت گر کی ملامت کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

== از امام آجری، بتحقیق علامہ فقی (۲۶)، والسنۃ، از مروزی (۲۳)، اس کی تخریج ص (۹۵) حاشیہ (۱) میں بھی گزر چکی ہے۔

’’لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلاَ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ‘‘[1]۔

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، انہیں بے سہارا چھوڑنے والے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے نہ ان کی مخالفت کرنے والے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل کا فیصلہ آجائے گا، اور وہ اسی پر قائم رہیں گے۔

③ فرقۂ ناجیہ منصورہ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ سلف صالحین سے محبت کرتے ہیں، اُن کی مدح وثنا کرتے ہیں، ان کے لئے دعا خیر کرتے ہیں اور ان کے علوم وآثار پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔

④ ان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ سلف صالحین میں سے کسی کی تنقیص وتوہین نہیں کرتے، خواہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں، یا ان کے بعد کے لوگ[2]۔

---

[1] صحیح مسلم، حدیث (۱۹۲۰)۔

[2] **امام ابو محمد حسن بن علی بربہاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ’’شرح السنۃ‘‘ میں فرماتے ہیں:**

’’وَإِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَنَسَ بنَ مَالِكٍ، وَأُسَيْدَ بنَ حُضَيْرٍ، فَاعْلَمْ أَنَّهُ صَاحِبُ سُنَّةٍ – إنْ شَاءَ اللهُ –، وإِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَيُّوبَ، وابنَ عَون، وَيُونَسَ بنَ عُبَيدٍ، وَعَبدَ اللهِ بنَ إدرِيسَ الأودِيَّ، وَالشَّعبِيَّ، وَمَالِكَ بنَ مِغوَلٍ، وَيَزِيدَ بنَ زُرَيعٍ، وَمُعَاذَ بنَ مُعَاذٍ، وَوَهبَ بنَ جَرِيرٍ، وَحَمَّادَ بنَ سَلَمَةَ، وَحَمَّادَ بنَ زَيدٍ، وَمَالِكَ بنَ أَنَسٍ، وَالأَوزَاعِيَّ، وَزَائِدَةَ بنَ قُدَامَةَ، فَاعْلَمْ أَنَّهُ صَاحِبُ سُنَّةٍ، وإِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَحمَدَ بنَ حَنبَل، وَالحَجَّاجَ بنَ المِنهَالِ، وَأَحمَدَ بنَ نَصر، وَذَكَرَهُم بِخَير، وَقَالَ بِقَولِهِم، فَاعْلَمْ أَنَّهُ صَاحِبُ سُنَّةٍ‘‘ (دیکھئے: شرح السنۃ، بتحقیق برادر گرامی خالد ردادی ص: ۱۲۰-۱۲۱)۔ ==

جبکہ منحرف فرقوں کی علامت یہ ہے: کہ وہ سلف صالحین سے بغض رکھتے ہیں، سلف کے منہج سے نفرت کرتے ہیں اور اُس سے لوگوں کو ڈراتے اور باز رکھتے ہیں [1]۔

❁❁❁❁❁

== جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ ابو ہریرہ، انس بن مالک اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہے، تو جان لو کہ وہ ان شاء اللہ صاحب سنت ہے۔ اور جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ ایوب، ابن عون، یونس بن عبید، عبد اللہ بن ادریس اودی، شعبی، مالک بن مغول، یزید بن زریع، معاذ بن معاذ، وہب بن جریر، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، مالک بن انس، اوزاعی اور زائدہ بن قدامہ سے محبت کرتا ہے تو جان لو کہ وہ صاحب سنت ہے۔

اور جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ احمد بن حنبل، حجاج بن منہال اور احمد بن نصر سے محبت کرتا ہے، ان کا ذکر خیر کرتا ہے اور انہی کا عقیدہ ومنہج رکھتا ہے تو جان لو کہ وہ صاحب سنت ہے۔

[1] **امام بربہاری رحمہ اللہ ''شرح السنۃ'' (ص: ۱۱۵) میں فرماتے ہیں:**

''وَإِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَطْعَنُ عَلَى أَحَد مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَاعْلَمْ أَنَّهُ صَاحِبُ قَوْلِ سُوْءٍ وَهَوَى''۔

اگر تم کسی آدمی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی پر طعنہ کستے ہوئے دیکھو تو جان لو کہ وہ بدگو اور خواہش پرست ہے۔

اسی طرح (ص: ۱۱۵-۱۱۶) میں فرماتے ہیں:

''وَإِذَا سَمِعْتَ الرَّجُلَ يَطْعَنُ عَلَى الْآثَارِ، أَوْ يَرُدُّ الآثَارَ، أَوْ يُرِيْدُ غَيْرَ الْآثَارِ؛ فَاتَّهِمْهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَلَا تَشُكَّ أَنَّهُ مُبْتَدِعٌ، صَاحِبُ هَوَى''۔

اور اگر تم کسی آدمی کو سنو کہ وہ احادیث وآثار کی عیب جوئی کر رہا ہے، یا احادیث کو رد کر رہا ہے، یا احادیث کے علاوہ کچھ اور چاہتا ہے، تو اس کے اسلام کو متہم کرو ==

سوال ۵۰: شاگرد اپنے استاذ کو کیسے نصیحت کرے؟

جواب: اصل اس کے برعکس ہے؛ یعنی استاذ شاگرد کو نصیحت کرے؛ کیونکہ استاذ معاملات کو زیادہ جاننے والا اور واقف کار ہے، جبکہ طالب علم ابھی اپنے استاذ سے علم حاصل کر رہا ہے؛ اس لئے ممکن ہے کہ شاگرد کے سامنے کوئی چیز آئے جسے وہ مخالفت اور غلطی سمجھے حالانکہ بات ویسی نہ ہو۔

لہٰذا واجب یہ ہے کہ جب شاگرد کو کچھ اشتباہ ہو یا کوئی اشکال پیش آئے تو ادب و احترام کے ساتھ اپنے استاذ سے پوچھے [1]۔

== (یعنی اس کا اسلام کھرا نہیں ہے)، اور اس کے نفس پرست اور بدعتی ہونے میں شک نہ کرو۔

اور قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں:

”إِذا رأَيتَ الرجُلَ يُحِبُّ أَهلَ الحديثِ ... فإِنَّهُ عَلَى السُّنَّةِ، وَمَنْ خَالَفَ هؤُلَاءِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ مُبْتَدِعٌ“ (مقدمہ شعار أصحاب الحدیث، ص:۷)۔

جب تم آدمی کو اہل الحدیث سے محبت کرتا دیکھو تو (جان لو کہ) وہ سنت پر گامزن ہے، اور جو اس کی مخالفت کرے، جان لو کہ وہ بدعتی ہے۔

اور ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

”عَلامةُ أَهلِ البدَعِ الوَقيعةُ في أَهلِ الأَثَرِ“ (اللالکائی، ۱/۱۷۹)۔

اہل حدیثوں کی عیب جوئی کرنا بدعتیوں کی پہچان ہے۔

مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: کتاب ”لم الدر“، ابواب ”علامۃ أہل السنۃ“، و ”علامۃ أہل البدع“۔

[1] سلف صالحین اپنے اساتذہ و مشائخ کی عزت و تکریم کرتے تھے، ان کا احترام بجالاتے تھے، ان کا حق جانتے تھے، اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آتے تھے... اور یہی واجب ہے۔ ==

ہاں اگر شیخ گمراہ یا منہج سلف کا مخالف ہو تو اس کی شاگردی اختیار کرنا جائز نہیں۔

لیکن اگر استاذ حق پرست ہو اور اتفاق سے اس سے کچھ غلطی سرزد ہو جائے تو؛ تو تمہیں چاہئے کہ سوال کے ذریعہ اُسے نصیحت کرو، مثال کے طور پر کہو: شیخ! ایسا کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ اس سے وہ آگاہ ہو جائے گا، اور ان شاء اللہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

❁❁❁❁❁

سوال (۵۱): آپ سے درخواست ہے کہ مبتدی طلبہ کو کچھ نصیحت فرمائیں؟

جواب: مبتدی طلبہ کو میری نصیحت یہ ہے کہ ان علماء کی شاگردی اختیار کریں جو اپنے عقیدہ، علم اور خیر خواہی میں معتبر اور قابل اعتماد ہوں [1]، اور پہلے مختلف فنون کے مختصرات کو

== امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے "جامع بیان العلم وفضلہ" میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"مِنْ حَقِّ الْعَالِمِ عَلَيْكَ: إِذَا أَتَيْتَهُ أَنْ تُسَلِّمَ عَلَيْهِ خَاصَّةً، وَعَلَى الْقَوْمِ عَامَّةً، وَتَجْلِسَ قُدَّامَهُ، وَلَا تُشِرْ بِيَدَيْكَ، وَلَا تَغْمِزْ بِعَيْنَيْكَ، وَلَا تَقُلْ: قَالَ فُلَانٌ خِلَافَ قَوْلِكَ، وَلَا تَأْخُذْ بِثَوْبِهِ، وَلَا تُلِحَّ عَلَيْهِ فِي السُّؤَالِ؛ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ النَّخْلَةِ الْمُرْطِبَةِ لَا يَزَالُ يَسْقُطُ عَلَيْكَ مِنْهَا شَيْءٌ" (ص: ۲۳۱)۔

تم پر عالم کا حق یہ ہے کہ اُس کے پاس آؤ تو اُسے خصوصی سلام کرو، اور بقیہ لوگوں کو عمومی سلام کرو، اُس کے سامنے بیٹھو، اپنے ہاتھوں سے اشارہ نہ کرو، اپنی کن انکھیوں سے نہ دیکھو، یہ نہ کہو کہ فلاں نے آپ کے قول کے خلاف بات کہی ہے، اُس کا کپڑا نہ پکڑو، اس سے سوال میں الحاح واصرار نہ کرو، کیونکہ اس کی حیثیت تازہ کھجور جیسی ہے، جس سے کچھ نہ کچھ تم پر گرتا ہی رہے گا۔

[1] یہاں "عالم" کے لفظ کا استعمال کس پر کیا جائے گا اس کے صحیح مفہوم کی تحدید کر لینا مناسب ہے، یہ بڑا اہم مسئلہ ہے، کیونکہ بہت سارے لوگوں کے یہاں صحیح شعور وآگہی کے فقدان کے سبب ==

== علماء کی صفوں میں وہ لوگ بھی داخل ہو گئے ہیں، جو ان میں سے نہیں ہیں؛ جس کے نتیجہ میں علمی لاقانونیت اور اتھل پتھل کا بازار گرم ہے، اور اس کا کڑوا گھونٹ اس وقت ہم پی رہے ہیں؛ چنانچہ عوام الناس میں عموماً اور طلبۂ علم میں خصوصاً بہت سارے لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ جو بھی کوئی کتاب تالیف کر دے، یا کسی کتاب کے مخطوطہ (قلمی نسخہ) کی تخریج کر دے، یا خطبہ دے لے، یا تقریر کر لے؛ وہ عالم ہے۔

جبکہ درحقیقت اس دور میں "عالم" کہے جانے کے مستحق لوگ کم، اور کم سے کم ہیں، بلکہ بہت ہی کم ہیں، کیونکہ عالم کی کچھ صفات اور خوبیاں ہوتی ہیں، جن میں سے بہت سی خوبیاں اس وقت علم سے نسبت رکھنے بہتوں میں نہیں پائی جاتی ہیں، عالم وہ نہیں ہے جو اپنے خطبوں اور تقریروں وغیرہ میں بڑا فصیح و بلیغ ہو، نہ عالم وہ ہے جو کسی کتاب کی تالیف کر دے، یا کسی کتاب یا مخطوطہ (قلمی نسخہ) کی تحقیق یا تخریج کر دے۔

یقیناً آج کل "عالم" کا وزن اور پیمانہ بہت سارے نوجوانوں اور عوام کے ذہنوں میں بس انہی بنیادوں پر بیٹھ گیا ہے۔

اس سلسلہ میں حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم کچھ جاہل لوگوں کی آزمائش سے دوچار ہیں، جو متاخرین میں بعض لمبی چوڑی باتیں کرنے والوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اپنے متقدمین سے زیادہ علم والے ہیں؛ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ ایک شخص کے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنی کثرت بیانی، لفاظی اور طول کلامی کے سبب اپنے سے پیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے لوگوں سے بھی زیادہ علم والا ہے"۔

اور کہتے ہیں: "متاخرین میں بہت سے لوگ اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہیں، اور یہ گمان ==

....

== کرلیا ہے کہ جو شخص دینی مسائل میں بہت زیادہ گفتگو، بحث وتکرار، حجت اور جھگڑا کرنے والا ہو وہ ان سے زیادہ علم والا ہے، جو ایسے نہیں ہیں''۔

میں کہتا ہوں: یہ امام ابن رجب رحمہ اللہ کے زمانہ کی بات ہے؛ اگر آج ہمارے زمانہ کے علمی دعویداروں کو وہ جانتے تو کیا کہتے، جنہوں نے اپنی باتوں سے کیسٹوں اور کتابوں کو بھر رکھا ہے؛ چنانچہ لوگ ہر ہفتہ ان کے بکثرت کیسٹیں نشر کرنے اور ہر مہینہ کتابیں چھاپنے کے سبب ان سے دھوکہ کھا رہے ہیں، اور نتیجتاً انہی کو علماء سمجھ رہے ہیں۔

نیز امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بہر کیف یہ بات سمجھ لینا واجب ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ ہر شخص جو علم کے بارے میں بکثرت لمبی چوڑی باتیں کرتا ہو وہ ان لوگوں سے زیادہ علم والا ہے، جو ایسے نہیں ہیں''۔ بات ختم ہوئی۔

(دیکھئے: بیان فضل علم السلف علی علم الخلف، ص: ۳۸-۴۰)۔

اسی طرح اس دور میں عالم کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا جائے گا اُس کی تمیز درازئ عمر سے بھی کرنی چاہیئے، اور حصول علم میں اس بات کی شرط ہونی چاہیئے کہ عمر رسیدہ، کہنہ مشق اور سینئر علماء سے علم حاصل کیا جائے، بالخصوص اس زمانہ میں، کیونکہ عمر رسیدہ شخص وسیع علم والا، پختہ سوجھ بوجھ والا اور نفس پرستی کے غلبہ وغیرہ سے بعید تر ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَخَذُوا الْعِلْمَ عَنْ أَكَابِرِهِمْ وَعَنْ أُمَنَائِهِمْ وَعُلَمَائِهِمْ؛ فَإِذَا أَخَذُوهُ عَنْ صِغَارِهِمْ وَشِرَارِهِمْ هَلَكُوا'' [جامع بیان العلم وفضلہ، (۱/۶۱۶/۱۰۵۷)]۔

لوگ اس وقت تک خیر وبھلائی میں رہیں گے، جب تک علم اپنے بڑوں، اپنے امانتداروں اور اپنے علماء سے لیتے رہیں گے؛ اور جب اپنے چھوٹوں اور بُرے لوگوں سے ==

....

== علم لیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''نصیحۃ أھل الحدیث'' میں اپنی سند سے ابن قتیبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس اثر کا معنیٰ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک ان کے علماء مشائخ (کہنہ مشق اور سینئر لوگ) ہوں گے، نوعمر اور لونڈے نہیں ہوں گے''۔

اور پھر اس تفسیر کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس لئے کہ شیخ (بزرگ عالم) سے نوجوانی کی لطف اندوزی، حدت وشدت، عجلت پسندی اور باولہ پن ختم ہو جاتا ہے، اور اُسے تجربہ اور علمی گیرائی حاصل ہو جاتی ہے؛ چنانچہ اس کے علم میں نہ اُس پر شبہہ داخل ہوتا ہے، نہ خواہش نفسانی غالب آتی ہے، نہ وہ لالچ وطمع کی طرف مائل ہوتا ہے اور نہ ہی نوجوان کو پھسلانے کی طرح شیطان اُسے پھسلا پاتا ہے، نیز عمر رسیدگی کے ساتھ، جلالت، وقار اور وزن پیدا ہو جاتا ہے، جبکہ نوعمر میں بسا اوقات یہ چیزیں آجاتی ہیں، جن سے ایک بزرگ عالم محفوظ ہوتا ہے؛ اور جب ان چیزوں کی زد میں آکر وہ نوعمر فتویٰ دیتا ہے تو خود بھی ہلاک ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتا ہے''۔ (ص: ۷)۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے: ''بَابُ مَنْ يَسْتَحِقُّ أَنْ يُسَمَّى فَقِيهًا أَوْ عَالِمًا حَقِيقَةً لَا مَجَازًا، وَمَنْ يَجُوزُ لَهُ الْفُتْيَا عِنْدَ الْعُلَمَاءِ''۔

اس بات کا بیان کہ مجازی نہیں بلکہ حقیقی طور پر فقیہ یا عالم کہلانے کا حقدار کون ہے، اور علماء کے نزدیک فتویٰ دہی کس کے لئے جائز ہے؟

طالب علم اور متلاشی حق کو اس کا مراجعہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بڑا اہم ہے، واللہ اعلم۔

حفظ کرنا شروع کریں، اور اپنے اساتذہ سے تھوڑا تھوڑا اُن کی شرح سیکھیں، بالخصوص تعلیمی مدارس اور شریعت کالجز کے مقررہ نصاب کو ازبر کریں؛ کیونکہ ان مدارس میں تدرج کے ساتھ طے کردہ نصاب میں طالب علم کے لئے بڑا خیر ہے۔

اور اگر طالب علم ان نظامی مدارس میں علم حاصل نہ کر رہا ہو؛ تو اُسے چاہئے کہ مساجد میں منعقد ہونے والے مشائخ کے دروس میں پابندی سے بیٹھے' خواہ فقہ کے درس میں، یا نحو کے درس میں یا عقیدہ وغیرہ کے درس میں۔

رہا مسئلہ آج کل کے بعض نوجوانوں کے رویے کا: کہ بڑی کتابوں سے شروع کرتے ہیں، یا ان میں سے کوئی نوجوان کچھ کتابیں خرید کر لاتا ہے، اور اپنے گھر میں بیٹھ کر انہیں پڑھتا اور ان کا مطالعہ کرتا ہے؛ تو یہ درست نہیں ہے، اسے علم حاصل کرنا نہیں کہتے، بلکہ یہ دھوکہ ہے۔

اور اسی چیز نے کچھ لوگوں کو اس حد تک جری کر دیا ہے کہ وہ علمی مسئلہ میں زبان کھولتے ہیں، بلاعلم مسائل میں فتویٰ دیتے ہیں، اور بلاعلم اللہ کی بابت زبان درازی کرتے ہیں' کیونکہ اُن کے علم کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔

اس لئے علمی حلقات میں علماء کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنا ضروری ہے، اور صبر وتحمل سے کام لینا ناگزیر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

وَمَنْ لَمْ يَذُقْ ذُلَّ التَّعَلُّمِ سَاعَةً   تَجَرَّعَ كَأْسَ الْجَهْلِ طُولَ حَيَاتِهِ

جو تھوڑی دیر شاگردی کی ذلت کا مزہ نہیں چکھے گا، وہ عمر بھر جہالت کا کڑوا گھونٹ پیتا رہے گا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال ۵۲: ایک داعی کا عظیم اجر وثواب سننے کے بعد بعض ”بیداری کے جوانوں“[1]

[1] ”صحوۃ“ (بیداری) یا ”شباب الصحوۃ“ (بیداری کے نوجوان)، یا ”الصحوۃ الاسلامیۃ“ (اسلامی بیداری) کا لفظ بعض نوا جوانوں اور دعاۃ کی جانب سے بکثرت دہرایا جارہا ہے، اور اس سے یہ شعور پیدا ہورہا ہے کہ امت مسلمہ سوئی ہوئی تھی، یا کھوئی ہوئی (ناپید) تھی، یا اس کی کوئی دعوت نہیں تھی، جبکہ یہ بات درست نہیں ہے؛ کیونکہ مسلمانوں -بالخصوص اس ملک میں- الحمدللہ خیر موجود رہا ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ“ (صحیح مسلم: ۱۹۲۰)۔

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ“۔

[دیکھئے: کشف الخفاء، حدیث (۲۹۹۹)، وتذکرۃ المحتاج، (۵۱)، نیز دیکھئے: الصحیحہ (۱۳۳۱)، وصحیح الجامع (۱۸۴۸)]۔

میری امت گمراہی پر اکٹھا نہیں ہوسکتی۔

اور امت محمدیہ ﷺ ہمیشہ سے بیدار اور قائم ہے، اور علماء ربانی نسلاً بعد نسل ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں، کوئی بھی دور عالم بلکہ علماء کرام سے خالی نہیں رہا ہے، اور اگر ہم اس کے برخلاف کہیں گے تو -نعوذ باللہ- حدیث رسول ﷺ کے جھٹلانے والے ٹھہریں گے، جنہوں نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے:

”لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ“ (صحیح مسلم: ۳/ ۱۵۲۴، حدیث ۱۰۳۷)۔

==

== میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر گامزن رہے گا، انہیں بے سہارا چھوڑنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے کوئی نقصان نہ پہنچاسکیں گے، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ آجائے گا، اور وہ غالب ہی رہیں گے۔

یقیناً جو لوگ ''صحوۃ'' (بیداری) کی باتیں کرتے ہیں اور اس کی تاریخ بتلاتے ہیں، وہ مصر میں فرقہ ''الاخوان المسلمون'' کے مؤسس ومرشد ''حسن البنا'' کے ہاتھوں اُس کے قیام وآغاز سے بتلاتے ہیں، جیسا کہ اس کی شہادت محمد قطب وغیرہ کی باتوں سے ملتی ہے۔

محمد قطب اپنی کتاب ''واقعنا المعاصر'' (ص: ۴۰۱) میں کہتے ہیں:

''ہم تو بس اس صورتحال یعنی ''اسلامی بیداری کی صورتحال'' کا دراسہ کررہے ہیں، یہ چیز ایک شخص کے دل میں پیدا ہوئی تھی -یعنی حسن البنا کے دل میں- اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ توفیق دی، اور روح کی روشنی اور اللہ سے ستھرے تعلق کے سبب اُسے عطا فرمایا''۔

میں کہتا ہوں: یہ صوفی تعبیر ہے، اللہ کا شکر ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ: انہوں نے معروف علماء ومشائخ سے علم حاصل کیا تھا، ورنہ بھولے بھالے لوگ اس سے دھوکہ کھا جاتے اور اس کے بارے میں کہتے کہ وہ ''عالم'' ہے۔

جبکہ عقلمند لوگ علماء ہی پر اعتماد کرتے ہیں، لیکن جو سطحی لوگ ہیں وہ ہر چیخنے چلانے اور شوروغوغا کرنے والے پر اعتماد کرلیتے ہیں۔

اور صفحہ (۴۰۳) میں لکھتے ہیں:

''یقیناً یہ روشنی حسن البنا کے قلب وروح میں ودیعت کردہ ایک توفیق ربانی تھی... اور بعینہ اسی وقت یہ پورے عالم اسلام میں عمومی طور پر اور مصر میں خصوصی طور پر ایک صدی سے زائد عرصہ سے موجود صورتحال کی صحیح قبولیت تھی''۔ ==

....

== **اس بات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ: "الاخوان المسلمون" کی دعوت کا آغاز ردعمل پر قائم ہے،" یہ خود ان کے گھر کی شہادت ہے"۔**

محمد قطب نے "الصحوۃ الاسلامیۃ" نامی ایک کتاب لکھی ہے، اس کتاب کا ناشر مقدمہ میں کہتا ہے:

"اسلامی بیداری جس کی روشنی عالم اسلام میں فروزاں ہے، بیسویں صدی عیسوی کے نصف اخیر میں سب سے بڑے انسانی کارنامے کی ترجمان ہے"۔

اور محمد قطب اسی کتاب کے (ص: ۷۵) میں کہتے ہیں:

"اسلامی بیداری اللہ کے مقدر کردہ وقت پر آئی ہے، اگرچہ کچھ لوگوں کے پاس یہاں وہاں سے اچانک آ گئی ہے"۔

میں کہتا ہوں: اس میں شک نہیں کہ ہر چیز اللہ کی تقدیر سے ہی انجام پاتی ہے، لیکن اس عشوائی لا قانونی بیداری میں کوئی خیر و بھلائی نہیں، اور اس میں اچانک کی کون سی بات ہے؟!

نیز (ص: ٦٣) میں کہتے ہیں:

امام شہید (حسن البنا) کی تحریک اس وقت آئی جب امت اس قسم کی غفلت و بے حسی میں سو رہی تھی - سوائے اس کے جس پر اللہ رحم فرمائے -۔

اور (ص: ٩٦) میں "تحریک کا منہج وطریقہ" کے عنوان کے تحت کہتے ہیں:

"اِس وقت میدان دعوت میں سرگرم جماعتیں تحریک کے واجب الاتباع منہج کے بارے میں اختلاف کر رہی ہیں... بہرکیف یہ تحریک اسی منہج وطریقہ پر کاربند ہے جسے امام شہید (حسن البنا) نے طے کیا تھا، اور اسی کی بنیاد پر اپنی جماعت کو قائم کیا تھا، جب میدان عمل میں اس جماعت کے علاوہ دوسری جماعتیں نہ تھیں"!!۔

میں پوچھتا ہوں: اس ملک "سعودی عرب" اور دیگر ممالک میں قائم دعوت کہاں گئی، ==

== جو اُس وقت اپنے اوج قوت وشوکت پر تھی - اور آج بھی ہے-، اور تمام مسلمان اس کے بابرکت میوے دیگر دعوتوں، تحریکوں کی طرح کسی قسم کے نقصانات کے بغیر، اس وقت سے لے کر آج تک چکھتے آرہے ہیں؟ لیکن... کیا کریں؟

اس قسم کے لوگوں پر شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے:

الحَقُّ شَمْسٌ وَالْعُيُونُ نَوَاظِرُ لَكِنَّهَا تَخْفَى عَلَى الْعُمْيَانِ

حق آفتاب کی طرح روشن ہے، نگاہیں دیکھ رہی ہیں، لیکن وہ اندھوں کو دکھائی نہیں دے سکتا۔

اور کسی نے کہا تھا:

قَدْ تُنْكِرُ العَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ وَيُنْكِرُ الفَـمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمٍ

بسا اوقات آنکھ آشوب کے سبب آفتاب کی روشنی کا انکار کرتی ہے، اور منہ بیماری کے باعث پانی کے مزے کا انکار کرتا ہے۔

علامہ بکر بن ابو زید رحمہ اللہ اپنی کتاب ''معجم المناهي اللفظية'' (ص: ۲۰۹) میں ''الصحوة الاسلامية'' کے مادہ کے تحت فرماتے ہیں:

یہ ایسی صفت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم مرتب نہیں کیا ہے؛ یہ ایک نئی اصطلاح ہے، ہم سلف صالحین کی زبان پر اس کا استعمال نہیں جانتے، بلکہ اس کا استعمال پندرہویں صدی عیسوی کے آغاز میں عیسائیوں کے ''کنیسہ'' کی طرف لوٹنے کی طرح کفار کی واپسی کے بعد ہوا ہے، پھر رفتہ رفتہ اس کا استعمال مسلمانوں میں ہونے لگا۔ جبکہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا لفظ جو دین میں اجنبی ہو درآمد کرنا جائز نہیں، نہ کوئی ایسا شعار (شناخت) ایجاد کرنا جائز ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہیں دی ہے؛ کیونکہ شرعی القاب جیسے: اسلام، ایمان، احسان، اور تقویٰ وغیرہ توقیفی ہیں: ان سے نسبت کرنے والا مسلم، مومن، محسن اور متقی کہلائے گا۔ ==

میں کارِ دعوت کی انجام دہی کے سلسلہ میں کچھ زیادہ ہی جوش و جذبہ دکھائی دیتا ہے، لیکن پھر یہ جوش بڑی تیزی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے! آپ اس بارے میں کیا توجیہ فرمائیں گے؟

جواب: میں ''الصحوۃ الاسلامیۃ'' (اسلامی بیداری) کا لفظ استعمال کرنے سے احتیاط کرتا ہوں، حالانکہ یہ لفظ اخبارات میں بارہا نشر ہوتا رہا ہے؛ کیونکہ اس لفظ کے استعمال میں ہر دور میں علماء مصلحین کی طرف سے کی جانے والی مسلسل کوششوں اور پیہم قربانیوں کا انکار ہے، نیز اس امت کے نیک باقیات کا بھی انکار ہے، جن سے روئے زمین قیامت تک خالی نہیں ہو سکتی۔

دعوت کے لئے جذبہ ہونا اچھی بات ہے، اور انسان کے یہاں بسا اوقات کارِ خیر اور دعوت کی انجام دہی کا شوق بھی ہوتا ہے، لیکن اس کے لئے براہ راست فوری طور پر دعوت کے کام میں داخل ہونا جائز نہیں، تا آنکہ علم حاصل کر لے، اور جان لے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف کیسے بلائے، اور دعوت کے طور طریقے سیکھ لے، اور جس چیز کی دعوت دینا ہے اس کا بھی اسے علم ہو جائے، ارشاد باری ہے:

﴿ قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ ﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔

یعنی علم کی روشنی میں۔

لہٰذا جاہل آدمی کارِ دعوت کے لائق نہیں، داعی کے پاس علم، اخلاص، صبر و تحمل اور حکمت کا ہونا ضروری ہے، اسی طرح اس کا دعوت کے طریقوں سے واقف ہونا اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دعوت کے مناہج سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔

صرف جوش و جذبہ، یا محض دعوت سے محبت ہو، پھر دعوت کے کام میں لگ جائے، تو درحقیقت ایسا شخص اصلاح سے زیادہ فساد و بگاڑ پیدا کرے گا، خود مشکلات میں پڑے گا اور لوگوں کو بھی مصیبتوں میں مبتلا کرے گا؛ ایسے شخص کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی رغبت دلائے' ان شاء اللہ اُسے اس کا اجر ملے گا، لیکن اگر وہ میدان دعوت میں اترنا ہی چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ سب سے پہلے علم حاصل کرے۔

ہر ایک کار دعوت کے لائق نہیں ہوتا، نہ ہی ہر جوش و جذبے والا دعوت دینے کا اہل ہوتا ہے۔ بلکہ جہالت کے ساتھ جوش و جذبہ نقصان دیتا ہے' فائدہ نہیں دیتا[1]۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال (۵۳): کیا منہج سلف کے مخالف مناہج سے ڈرانا اور آگاہ کرنا واجب ہے؟

جواب: جی ہاں! واجب ہے کہ ہم لوگوں کو منہج سلف کے مخالف مناہج سے ڈرائیں اور آگاہ کریں[2]، یہ اللہ عزوجل، اس کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے ائمہ اور عام

== لیکن ذرا مجھے بتاؤ! کہ بھلا اس نئے لقب ''الصحوۃ الاسلامیۃ'' کی طرف نسبت کرنے والا کیا کہلائے گا ''صاحی'' یا کچھ اور؟!''۔ بات ختم ہوئی۔

[1] **ضرار بن عمرو فرماتے ہیں:**

''وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، مَا عَمِلَ عَامِلٌ قَطُّ عَلَى جَهْلٍ إِلَّا كَانَ مَا يُفْسِدُ أَكْثَرُ مِمَّا يُصْلِحُ'' (الفقیہ والمتفقہ، از خطیب بغدادی: ۱/ ۱۹)۔

اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، جو بھی عمل کرنے والا جب بھی جہالت کی بنیاد پر عمل کرے گا' بہرصورت اس کا فساد اس کی اچھائی سے بڑھ کر ہوگا۔

[2] جی ہاں! سلف صالحین رحمہم اللہ کا یہی منہج تھا، وہ کتاب وسنت کے مخالف مناہج والوں ==

مسلمانوں کی خیر خواہی کا حصہ ہے۔

ہم شر پسندوں سے ڈرائیں گے، ہم منہج اسلام کے مخالف مناہج سے چوکنا کریں گے، ہم لوگوں کے سامنے ان باتوں کے نقصانات واضح کریں گے، اور انہیں کتاب وسنت پر مضبوطی سے قائم رہنے پر ابھاریں گے، یہ واجب اور ضروری ہے۔

لیکن یہ اُن اہل علم کی ذمہ داری ہے، جن پر اس مسئلہ میں پڑنا اور اسے لوگوں کے سامنے مناسب، مشروع اور- اللہ کے حکم سے- کامیاب طریقہ سے واضح کرنا واجب ہے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ﴿۵۴﴾: دونوں میں افضل کیا ہے: طلب علم یا دعوت إلی اللہ؟

جواب: سب سے پہلے طلب علم ضروری ہے؛ کیونکہ انسان کے لئے اللہ کی طرف

== سے بڑی شدت سے ڈراتے تھے؛ بلکہ ان کی تعریف کرنے والوں یا ان کی کتابوں کی تعظیم کرنے والوں کو بھی سزا دیتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر اس شخص کو سزا دینا واجب ہے جو ان سے نسبت رکھے، یا ان کا دفاع کرے، یا ان کی تعریف کرے، یا ان کی کتابوں کی تعظیم کرے، یا ان کے بارے میں گفتگو کرنا ناپسند کرے، یا ان کے لئے یہ کہہ کر عذر پیش کرے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس بات کا کیا معنیٰ ہے؟ یا جو یہ کہے کہ: اس نے فلاں کتاب لکھی ہے، یا اس قسم کے دیگر حیلے بہانے پیش کرے، جنہیں کوئی جاہل یا منافق ہی کہہ سکتا ہے، بلکہ اس کو بھی سزا دینا واجب ہے جو ان کی حالت سے واقف ہو اور ان کے خلاف کارروائی کے سلسلہ میں مدد نہ کرے؛ کیونکہ ان کے خلاف کارروائی کرنا عظیم ترین واجبات میں سے ہے۔'' (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲/ ۱۳۲)۔

دعوت دینا ممکن نہیں، تا آنکہ اُس کے پاس علم ہو، اگر اُس کے پاس علم نہ ہوگا تو اللہ کی طرف دعوت نہیں دے سکے گا، اور اگر دے گا تو جتنا صحیح کرے گا اُس سے زیادہ غلطیاں کرے گا۔

لہٰذا ایک داعی کے لئے شرط یہ ہے کہ: وہ دعوت کے کام میں لگنے سے پہلے علم والا ہو:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ﴾

[یوسف:۱۰۸]۔

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ۔

البتہ کچھ ظاہر و باہر کام ایسے ہوتے ہیں جن کی دعوت ایک عام آدمی بھی دے سکتا ہے، جیسے: نماز کا قیام اور اُسے باجماعت ادا نہ کرنے کی ممانعت، گھر والوں کی ذمہ داری اور دیکھ ریکھ اور بچوں کو نماز کا حکم دینا وغیرہ، یہ وہ ظاہری اعمال ہیں جنہیں ایک عام آدمی بھی جانتا ہے اور طالب علم بھی، لیکن وہ امور جن میں فقہ اور علم و بصیرت کی ضرورت ہے، جیسے حلال وحرام کے مسائل اور توحید و شرک کے احکام وغیرہ، تو اُس کے لئے علم ضروری ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۵۵: کیا حزبی (منہج سلف سے منحرف فرقوں کی) کتابوں یا ہمارے ملک میں باہر سے آئی ہوئی جماعتوں کی غلطیوں کو بے نقاب کرنا؛ دعاۃ کے پیچھے پڑنا شمار کیا جائے گا؟

جواب: نہیں، یہ دعاۃ کے پیچھے پڑنا اور انہیں نشانہ بنانا نہیں ہے[1]؛ کیونکہ نہ یہ کتابیں دعوتی کتابیں ہیں، نہ۔ ان کتب اور افکار و نظریات کے لوگ۔ علم، بصیرت اور حق کے مطابق

---

[1] سلفی منہج کے دعاۃ اہل بدعت وضلالت اور اس وقت دنیا میں موجود حزبی فرقوں گروہوں پر نقد ورد، اور ان سے اور ان کی کتابوں سے تنبیہ کرنے کو نہ دعاۃ کے پیچھے پڑنا سمجھتے ہیں، نہ ان کی ==

....

== ذات وشخصیات پر طعن وتشنیع سمجھتے ہیں، بلکہ خود اہل بدعت اور ان کی کتابوں سے آگاہ کرنا سلفی منہج کا حصہ سمجھتے ہیں، اور اس سلسلہ میں سنت اور جرح وتعدیل کی کتابوں میں ان سے بہت زیادہ آثار وارد ہیں، بلکہ سلف صالحین اس سے اللہ کا تقرب چاہتے تھے۔

امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”تَعَالَوْا حَتَّى نَغْتَابَ فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ سَاعَةً يَعْنِي: نَذْكُرُ الْجَرْحَ وَالتَّعْدِيلَ“ (دیکھئے: شرح علل الترمذی، ۱/ ۳۴۹، والکفایۃ از خطیب بغدادی، ص: ۹۱)۔

آؤ، ہم تھوڑی دیر اللہ عزوجل کے واسطے غیبت کریں یعنی جرح وتعدیل کا ذکر کریں۔

ابوزرعہ دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سَمِعْتُ أَبَا مُسْهِرٍ يُسْأَلُ عَنِ الرَّجُلِ يَغْلِطُ وَيَهِمُ، وَيُصَحِّفُ؛ فَقَالَ: بَيِّنْ أَمْرَهُ. فَقُلْتُ لِأَبِي زُرْعَةَ: أَتَرَى ذَلِكَ غِيبَةً؟ قَالَ: لَا“ (دیکھئے: شرح علل الترمذی، ۱/ ۳۴۹)۔

میں نے سنا کہ ابومسہر سے پوچھا جاتا کہ: فلاں شخص غلطی کرتا ہے، وہم کا شکار ہوتا ہے اور تصحیف کرتا ہے (کیا کریں؟) تو فرمایا: اس کا معاملہ واضح کرو۔ میں نے ابوزرعہ سے پوچھا: کیا آپ اسے غیبت سمجھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔

عبداللہ بن امام احمد رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں:

”جَاءَ أَبُو تُرَابٍ النَّخْشَبِيُّ إِلَى أَبِي - رَحِمَهُ اللَّهُ - فَجَعَلَ أَبِي يَقُولُ: "فُلَانٌ ضَعِيفٌ، فُلَانٌ ثِقَةٌ"، فَقَالَ أَبُو تُرَابٍ: يَا شَيْخُ لَا تَغْتَبِ الْعُلَمَاءَ. فَالْتَفَتَ أَبِي إِلَيْهِ وَقَالَ لَهُ: وَيْحَكَ هَذَا نَصِيحَةٌ لَيْسَ هَذَا غِيبَةً“ (دیکھئے: شرح علل الترمذی، ۱/ ۳۴۹-۳۵۰، والکفایۃ از خطیب بغدادی، ص: ۴۶)۔

کہ ابوتراب نخشبی میرے والد کے پاس آئے، تو میرے والد بتلانے لگے کہ: ==

اللہ کی طرف بلانے والوں میں سے ہیں۔

اور ہم جب ان کتابوں-یا ان دعاۃ- کی غلطیاں بیان کرتے ہیں تو براہ راست ان شخصیات کی تجریح وتنقیص کے لئے نہیں کرتے ہیں، بلکہ محض امت کی خیر خواہی کے جذبہ سے کرتے ہیں[1]، تاکہ امت میں مشکوک افکار ونظریات نہ سرایت کر جائیں، کہ پھر فتنہ برپا ہو،

== ''فلاں راوی ضعیف ہے''، ''فلاں راوی ثقہ ہے''۔ یہ سن کر ابوتراب نے کہا: شیخ علماء کی غیبت مت کیجئے۔ کہتے ہیں کہ: اتنا سننا تھا کہ میرے والد ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تعجب ہے! یہ نصح وخیر خواہی ہے، یہ غیبت نہیں ہے''۔

میں کہتا ہوں: لیکن جب بدعتیوں اور نفس پرستوں کی کتابوں پر نقد کیا جاتا ہے، اور اُن سے اور اُن کے مولفین سے-اگر وہ باحیات ہوں تو- آگاہ اور چوکنا کیا جاتا ہے، تو مشکوک دعاۃ اس سے بہت متاثر ہوتے ہیں (انہیں بڑا گراں گزرتا ہے)۔

[1] اگر یہ چیز راویوں کی عدالت وتوثیق میں جرح کے باب سے ہو، تاکہ ان سے دھوکہ نہ کھایا جائے، بالخصوص ان لوگوں سے جن کا اثر ورسوخ اور مقبولیت ہو، اور ان کے پیروکار بھی ہوں، جیسے تحریکوں اور تنظیموں کے قائدین وذمہ داران؛ تو یہ جرح وتعدیل اور راویوں کی سیرت وسوانح کی کتابوں میں موجود ہے، اور اہلیت رکھنے والوں کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ یہ چیز آدمی کی استنادی حالت بتلانے اور اس سے آگاہ کرنے کے لئے ہے، بھڑاس نکالنے کے لئے نہیں۔

چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ سے حسین کرابیسی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: (وہ بدعتی ہے''(تاریخ بغداد، ۸/ ٦٦)۔

اور حارث محاسبی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''وہ بڑا بُرا آدمی ہے، نہ اس سے بات کرو، نہ اس کی کوئی عزت ہے''، یہ بات اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔ ==

فرقہ بندی جنم لے، اور اتحاد واجتماعیت پارہ پارہ ہو کر رہ جائے!! ہمارا مقصود وہ شخصیات نہیں ہیں، بلکہ ہمارا مقصود وہ باطل افکار ونظریات ہیں جو ہمارے درمیان دعوت کے نام پر درآئی کتابوں میں موجود ہیں[1]۔

❁❁❁❁❁

== اور ابو زرعہ رازی سے حارث محاسبی اور اس کی کتابوں کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: ''إِيَّاكَ وَهذِهِ الكُتُب! هذِهِ كُتُبُ بِدعٍ وَضَلالاتٍ، عَليكَ بالأثرِ'' (تھذیب التھذیب، ۲/۱۱۷)۔

ان کتابوں سے بچ کر رہنا، یہ بدعات اور گمراہیوں کی کتابیں ہیں، تم حدیث کو لازم پکڑو۔

[1] نہایت افسوس کی بات ہے کہ سرزمین توحید میں رہنے والے بعض دعاۃ اور بعض نوجوان ان مشکوک ومنحرف کتابوں کو قبول کر چکے ہیں، یہ بہتر چیز کو معمولی چیز سے بدل رہے ہیں، اور اتنا ہی نہیں بلکہ کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو ابو الاعلیٰ مودودی اور ان کی کتابوں، اسی طرح محمد سرور بن نائف زین العابدین، حسن البنا، سید قطب، محمد قطب، حسن الترابی اور ان جیسے دیگر اہل بدعت جیسے صلاح الصاوی اور محمد احمد الراشد وغیرہ کی تعریف وستائش اور ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ: آپ یونہی سب کو ایک ساتھ اکٹھا کیوں کر رہے ہیں؟ کیونکہ جن لوگوں کے نام آپ نے ذکر کیے ہیں، وہ شہرت کے اُس مقام پر پہنچ چکے ہیں، جہاں تک ابھی آپ کی رسائی نہیں ہو سکتی ہے؟؟!

تو میں جواب میں کہنا چاہوں گا کہ: شہرت (یا عدم شہرت) ہمیں اس حق کے بیان کرنے سے مانع نہیں ہے جو ہمیں ہر ایک سے زیادہ محبوب ہے؛ کیونکہ منحرف اور تباہ کن مناہج سے تنبیہ وآگاہی کے سلسلہ میں سلف صالحین کا منہج واضح ہے، ہاں البتہ معترض کو یہ کہنا چاہئے کہ آپ نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے ان کے سلسلہ میں دلیل پیش کیجئے؟ ==

== چنانچہ میں (حق بیان کرتے ہوئے) کہتا ہوں:

أولاً: مودودی:

مولانا مودودی اپنی کتاب ''رسائل ومسائل'' (ص: ۵۷، ایڈیشن ۱۳۵۱ھ) میں فرماتے ہیں:

''حضور علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال حضور علیہ السلام کے زمانہ ہی میں ظاہر ہو جائے یا کسی قریب زمانہ میں ظاہر ہو جائے لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا''۔

اور (سنہ ۱۳۶۲ھ) کے ایڈیشن میں اتنا اضافہ ہے:

''ساڑھے تیرہ سو برس گزر گئے... اور دجال نہیں نکلا؛ لہٰذا یہی حقیقت ہے''۔

یہ دجال کے نکلنے کا واضح انکار ہے، جس کے نکلنے کے سلسلہ میں صحیح حدیثیں متواتر ثابت ہیں۔

اور (ص: ۵۵) میں کہتے ہیں:

''ان امور کے متعلق مختلف باتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث میں منقول ہیں، وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں، جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے''۔

کیا یہ دجال کا انکار نہیں ہے؟ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب نہیں ہے، جن کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ ۝٤﴾ [النجم: ۳، ۴]۔

اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

امام ابو محمد حسن بن علی بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل قبلہ میں سے کوئی شخص اسلام سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک ==

....

== کہ کتاب اللہ کی کوئی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث رد نہ کر دے...کہ ایسی صورت میں آپ پر اُسے اسلام سے خارج کرنا واجب ہو جائے گا،لیکن اگر وہ ایسا کوئی کام نہ کرے تو نام سے مومن ومسلمان ہے،حقیقت میں نہیں'' (طبقات الحنابلہ، ۲ / ۲۳)۔

اسی طرح مولانا مودودی اپنی کتاب''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' (ص :۱۵۶) میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورۂ نصر میں حکم دیا کہ فرائض نبوت کی ادائیگی میں ان سے جو کمیاں خامیاں رہ گئی ہیں،اپنے رب سے ان کی مغفرت مانگ لیں''!!

[نوٹ: اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے:''اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک اس ۲۳ سال کے زمانۂ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہوگئی ہوں، انہیں معاف فرمادے''۔دیکھئے: قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں،ص: ۱۰۴،ایڈیشن: اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹیڈ،لاہور،پاکستان۔(مترجم)]۔

ہم اس بہتان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو''عبودیت'' (بندگی) کی صفت سے متصف کیا ہے جو بشریت کی کامل ترین صفت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صفت سے اپنی کتاب میں کئی جگہوں پر متصف فرمایا ہے؟

کیا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ بات نہیں معلوم جو آپ نے تین افراد سے متعلق حدیث میں فرمائی تھی،جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کے بارے میں سوال کیا تھا- یہ حدیث اس مسئلہ میں نہایت واضح دلیل ہے-،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:''أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي أَتْقَاكُمْ لِلَّهِ ...'' الحدیث (سن لو! اللہ کی قسم،یقیناً میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں...)؟ ==

== بلکہ مودودی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استہزاء و مذاق میں بھی معروف ہے، برصغیر کے ہمارے اہل حدیث بھائیوں کے یہاں اُس پر دلائل سے مزین علمی رُدود ہیں، جس سے اُن کے اوران کے فرقہ "جماعت اسلامی" کے انحرافات کی قلعی کھل جاتی ہے۔

ثانیاً: محمد سرور بن نایف زین العابدین:

یہ لندن سے شائع ہونے والے "السنۃ" نامی میگزین کا مالک ہے، اس نے اپنی میگزین کو سیاسی برانگیختگی سے بھر دیا ہے، اور نوجوانوں کو اس میں مشغول کررکھا ہے، یہ شخص حکمرانوں کی تکفیر، مملکت سعودی عرب کے ائمہ ربانی سلفی علماء کرام پرطعن وتشنیع اوران کی عیب جوئی، نیز گناہ کے سبب تکفیر پرنوجوانوں کی تربیت کرتا ہے۔

میں طوالت کے باعث اعادہ نہیں کرنا چاہتا، اس کتاب کا ص (۲۳۰)، متن اور حاشیہ ملاحظہ فرمائیں، وہاں تمام حوالے موجود ہیں۔

ثالثاً: حسن البنا:

اس کے حالات سے متعلق کچھ باتیں ص (۲۸۵) حاشیہ (۲) میں گزرچکی ہیں۔

رابعاً: سید قطب:

عقیدہ کے باب میں اس کی کچھ باتیں ذکر کی جاچکی ہیں۔ دیکھئے: ص (۱۹۵) حاشیہ (۲)، و (۲۴۶/۱)۔

رہا معاملہ اس کے عثمان رضی اللہ عنہ کی تنقیص اور عیب جوئی کرنے کا تو اس نے اپنی کتاب "العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام" کواس سے بھر رکھا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:

"بلاشبہہ حکمرانی کا یہ تصور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں کچھ بدل چکا تھا، اگرچہ اس کے باوجود بھی اسلام کے حدود میں باقی تھا، عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کا منصب سنبھالا تو بہت عمر رسیدہ ہوچکے تھے، اوران کے بعد مروان بن حکم آیا جو اسلام سے بہت زیادہ ہٹ ==

....

== کے معاملات میں تصرف کرتا تھا''!! (ص: ۲۱۴، ساتواں ایڈیشن)۔

اور کہتے ہیں:

''عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے داماد حارث بن حکم کو بیت المال سے دو لاکھ درہم عطا کیا، اور زبیر کو ایک دن چھ لاکھ درہم دیا، اور طلحہ کو دو لاکھ دیا، اور مروان بن حکم کو افریقہ کے ٹیکس کا پانچواں حصہ مزید دیا'' (ص: ۲۱۴)۔

ہم کہتے ہیں: ''ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ!'' (پہلے تخت مضبوط کرو پھر نقش ونگار بناؤ)، ہم اس خطرناک بات کے مراجع اور حوالے چاہتے ہیں، ورنہ میں معز ز قاری سے کہتا ہوں: کہ ان تہمتوں اور بہتان تراشیوں کی تردید کے لئے قاضی ابو بکر ابن العربی رحمہ اللہ کی کتاب ''العواصم من القواصم'' (ص: ۶۱-۱۴۶) ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح سید قطب اپنی کتاب ''العدالۃ الاجتماعیۃ..'' (ص: ۲۱۷) میں کہتا ہے:

عثمان رضی اللہ عنہ اپنے رب کی رحمت کو سدھار گئے، آپ نے اپنے بعد اموی حکومت کو عملی طور پر قائم اور بااختیار چھوڑا، یہ کام آپ نے اسے روئے زمین بالخصوص شام میں اختیار وتمکنت دے کر، اور اسی طرح اموی اصول ومبادی کو قوت ومضبوطی دے کر انجام دیا جو ''وراثتی حکومت ومملکت'' قائم کرنے کی بابت اسلامی روح کے منافی تھے... جس کے نتیجے میں عمومی طور پر اسلامی روح میں عدم استحکام پیدا ہو گیا''۔

نیز (ص: ۲۳۴) میں کہتا ہے:

''ہمارا رجحان یہ ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان سے پہلے شیخین (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی خلافت کا طبعی امتداد سمجھتے ہیں، اور عثمان رضی اللہ عنہ کا دور جس میں مروان نے من مانی تصرف کیا ہے، وہ ان دونوں کے درمیان کا خلاء تھا''۔ ==

== مزید معلومات کے لئے شیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ کی کتاب ’’مطاعن سید قطب فی أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘‘ کا مطالعہ کریں۔

سید قطب ’’معرکۃ الاسلام والرأسمالیۃ‘‘ نامی کتاب (ص:٦١) میں کہتا ہے:

’’اسلام کے لئے حکمرانی ناگزیر ہے، کیونکہ وہی واحد ایجابی انشائی عقیدہ ہے جو ایک ساتھ عیسائیت اور شیوعیت (Communism) کے اس مکمل آمیزے سے بنا ہوا ہے، جو ان دونوں کے اہداف کو بھی شامل ہے اور مزید توازن، باہمی نظم ونسق اور اعتدال کو بھی سموئے ہوئے ہے‘‘۔

علامہ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

’’ہم اسے بتانا چاہتے ہیں: کہ عیسائیت ایک تحریف شدہ دین ہے اور شیوعیت ایک باطل وبےاصل دھرم ہے، جو یہ کہتا ہے کہ اسلام ان دونوں ادیان کا آمیزہ ہے، وہ یا تو اسلام سے نابلد جاہل ہے، یا پھر عیسائیوں، کمیونسٹوں وغیرہ کافرقوموں کے عقائد ونظریات سے فریب خوردہ ہے‘‘۔

اور شیخ محدث اسماعیل بن محمد انصاری رحمہ اللہ اس قول کے جواب میں فرماتے ہیں:

’’اس مذکورہ دعویدار کی بات وحدت ادیان اور تمام ادیان میں باہمی قربت کی دعوت دینے والی بات ہے‘‘۔

نیز شیخ محدث حماد بن محمد انصاری رحمہ اللہ اسی قول کے جواب میں فرماتے ہیں:

’’اگر یہ بات کہنے والا زندہ ہوتو اس سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک، ورنہ اسے مرتد کے طور پر قتل کردیا جائے، اور اگر مرچکا ہوتو وجوبی طور پر واضح کردیا جائے کہ یہ باطل بات ہے؛ لیکن چونکہ ہم نے اس پر حجت قائم نہیں کی ہے اس لئے اسے کافر نہیں کہیں گے‘‘۔ ==

....

== یہ تمام اقتباسات کتاب ''العواصم ممافی کتب سید قطب من القواصم'' (ص: ۲۲، ایڈیشن دوم) سے ماخوذ ہیں۔

خامساً: حسن بن عبداللہ ترابی سوڈانی:

حسن ترابی اپنی کتاب ''الدین والفن'' (ص: ۹۱، پہلا ایڈیشن، سنہ ۱۴۰۸ھ، الدار السعودیۃ) میں کہتا ہے:

''جب دین اسلام ایک رمزی کوشش وعمل - بھی - ہے' جوان دیکھے سے تعلق وتعامل رکھتا ہے، اور دنیوی زندگی کی ظاہری حالت سے آگے جاتا ہے، اور ہمیشگی کا مزاج رکھتا ہے؛ چنانچہ ہر چیز سے نشانی اخذ کرتا ہے، اور ہر وسیلہ سے اللہ تک رسائی کرتا ہے' تو فن (یعنی: آرٹ، کلا، مثلاً گلو کاری، میوزک، رقص وسرود، ڈراموں، فلموں وغیرہ) کا بھی دین سے ایک مضبوط تعلق ہے، اور دین اور فن کے لئے ممکن ہے کہ وہ آگے بڑھ کر فنکار کو ایمان کی رہنمائی کریں اور اس کا ایمان اس کے دل میں مزید فنکاری کا ہنر ڈال دے''۔

اس طرح کی بات پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں!!

نیز ترابی کہتا ہے: ''اسلامی فن کے لئے اپنے پہلے مرحلہ میں عرب ممالک میں مکمل ترقی حاصل کرنا ممکن نہ تھا، بالخصوص ثقافتی مادہ اور شعر وشاعری کے علاوہ موروث فنی سرمایہ بڑا کمزور اور مدھم تھا، لیکن جب تہذیب وتمدن کے مراکز عرب ممالک تک پہنچے، اور جب لوگ حجاز میں اسلامی اداروں اور شعبوں کے قیام کے بعد فارغ ہوئے اور ان کی زندگی اور زندگی کے اسباب ووسائل میں کشادگی آئی تو گانے، موسیقی اور اس کے آلات کا پھیلاؤ اور چلن عام ہوا، اور سماع (گانا وغیرہ) بہت سارے تابعین اور علماء سے بھی مروی ہے''۔

معز زقاری! ذرا غور کریں کہ حسن ترابی کس جرأت کے ساتھ گانے اور طرب (مستی کی جھوم) ==

== کی تعریف کر رہا ہے، اور تابعین اور علماء پر بہتان باندھ رہا ہے کہ وہ بھی سماع یعنی گانے بجانے والے تھے!! اللہ تعالیٰ اسے کیفر کردار کو پہنچائے۔

نیز اسی کتاب (ص: ۱۰۶) میں کہتا ہے:

نگارش میں کوئی حرج نہیں: خواہ اشخاص، اشیاء اور مناظر کی تصویر کشی ہو یا ڈرامہ سازی"۔

اور اچھے خوبصورت کلام میں بھی کوئی حرج نہیں: خواہ شعری کلام ہو، یا جنگی و کارزاری، یا ڈرامائی، یا غنائی (گانے وغیرہ)۔

نثر میں بھی کوئی حرج نہیں: خواہ تخاطبی نثر ہو، یا قصہ گوئی، یا اس کے علاوہ؛ بشرطیکہ باطل نہ ہو۔

اسی طرح سنے یا دیکھے جانے والے فن میں بھی کوئی حرج نہیں: خواہ گانا ہو، یا ناچ، یا میوزک؛ اِلا یہ کہ وہ ممنوع اخلاق کا پیش خیمہ ہو۔

اسی طرح بامقصد فن اداکاری میں بھی کوئی گناہ نہیں: خواہ ڈرامہ گاہ میں ہونے والے ڈرامے ہوں، یا رابطہ عامہ کے مقاصد سے کیئے جائیں، جیسے سینما اور ٹیلیویژن وغیرہ"۔

یہ گانے بجانے، موسیقی، ناچ، اور اداکارانہ وسینمائی ڈرامے وغیرہ کو جائز قرار دے کر اللہ کے دین پر کس قدر جرأت اور ڈھٹائی ہے- اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتی اور عافیت سے نوازے-!!!

اے اللہ! گمراہ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما، آمین۔

معزز قاری: میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی سماعت کو ان گندی اور دلوں کو بیمار کرنے والی عبارتوں سے بوجھل کروں؛ لیکن کیا کروں اس شخص اور اس کے ہم پیالوں و ہم نوالوں کی غلطیوں، لغزشوں اور خطرناکیوں کو آشکارا کرنا واجب تھا؛ تاکہ لوگ اس کی اصل حقیقت سے آگاہ ہو جائیں، اس سے دھوکہ نہ کھائیں اور جو کچھ فریب کھا چکے ہیں اب اس سے زیادہ فریب نہ کھائیں۔

بہرحال میری طرف سے یہ ایک آخری بات بھی ملاحظہ فرمالیں: ==

....

== ترابی مذکورہ کتاب (ص:۱۱۰) میں کہتا ہے:

''اللہ کی عبادت کے لئے فن (آرٹ: مثلاً گلوکاری، میوزک، رقص وسرود، ڈرامے، فلمیں وغیرہ) اختیار کرنا ناگزیر ہے؛ کیونکہ اس کے سبب بہت سے گمراہ ہونے والے گمراہ ہوجاتے ہیں، اور اس سے بہت سارے ہدایت پانے والے ہدایت بھی پاسکتے ہیں، چنانچہ جو اسے (یعنی فن کو) چھوڑ دے گا، وہ اللہ سے غافل کرنے والے، اور اس کے گناہوں کی دعوت دینے والے فتنہ کے وسیع دروازے کو چھوڑ دے گا، اور جو اسے مناسب طریقہ سے اپنائے گا' جمال کی کشش کی قوت سے اللہ کے دین کی دعوت کا اور اس کی عبادت کے لئے عبادت کے نہایت حسین وجمیل طریقوں کا بڑا وسیع دروازہ کھول لے گا''۔

ملاحظہ فرمائیں کہ: ترابی کس طرح فن (یعنی آرٹ: مثلاً گانا، موسیقی، ساز، ڈرامہ، فلم وغیرہ) کی صریح دعوت دے رہا ہے، اور نہ اپنانے والوں کو تنبیہ کر رہا ہے، نیز یہ کہ جو اُسے اپنائے گا وہ بہت بڑا دروازہ کھول لے گا، اور کاش اُسی پر اکتفا کر لیتا، بلکہ کہتا ہے کہ اس سے دعوت الی اللہ کا بڑا وسیع دروازہ کھل جائے گا!!!

فرقہ ''الاخوان المسلمون'' کا یہی حال ہے' یہ لوگ ڈرامے، صوفیانہ بدعتی گانے، اور اسی طرح جھوٹ، داؤ پیچ اور فریب کاری کو جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ سب بزعم خویش ''دعوتی مصلحت'' کے پیش نظر، اور یہ ''الاخوان المسلمون'' کی علامت و امتیازی خصویات میں سے ہے، ان کا کہنا ہے کہ: ''الغَايَةُ تُبَرِّرُ الْوَسِيلَةَ'' (مقصد وسیلہ وذریعہ کو نیک بنا دیتا ہے)۔

اور ان کی بنیادی اور نمایاں سرگرمیوں میں ''موسم گرما کے تربیتی مراکز'' اور ''صحرائی ٹور اور خیمے'' ہیں، یہ فرقہ ''الاخوان المسلمون'' کے بانی حسن البنا کی تاکیدی وصیتوں اور منصوبوں میں سے ہے، اس کی دلیل حسن البنا کی وہ بات ہے جو انھوں نے ''مذکرات الدعاۃ والداعیۃ'' ==

== (ص: ۲۷۰) میں کہی ہے:

"الاخوان المسلمون" کے ٹورس کی ان ٹیموں کا قیام و آغاز دعوت کے آغاز کے بعد ہی کر دیا گیا تھا، اور یہ سب سے پہلے وجود میں آنے والے شعبہ سے بالکل وابستہ رہتی تھیں، سب سے پہلی ٹیم میں نے خود بنائی تھی، اور بعض کھیل کود اور ورزش کی مشقیں میں خود ہی کروایا کرتا تھا"۔

اور میرے بھائی عزیز قاری! آیئے ذرا جانیں کہ ان "موسم گرما کے تربیتی مراکز" میں کیا کچھ چلتا ہے؟ حسن البنا اپنی کتاب "مذکرات.." (ص: ۲۸۰) میں **"سرگرمیوں کے پہلو:"** کے عنوان کے تحت کہتے ہیں:

"**أولاً: موسم گرما کے ٹور:**

ان ٹوروں کا مقصد: فوجی ٹریننگ، باہمی تعارف، اور دعوت کی نشر و اشاعت۔

موسم گرما کی چھٹیوں کے مہینوں میں ہر ہفتہ جمعہ کے روز ٹور کی تنظیم و ترتیب، اور شرط یہ ہے کہ ہر بھائی کے پاس پیادہ ورزش یا **فوجی ٹریننگ کا لباس ہو"۔**

میں کہتا ہوں: لیکن آج کل کے مراکز اور ٹورس' جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے' فوجی ٹریننگ کے لباس نہیں منگواتے ہیں؛ کیونکہ اگر ایسا کریں گے تو ان کا راز فاش ہو جائے گا' اور ان کا معاملہ اور سارے منصوبے بے نقاب ہو جائیں گے، اس لئے وہ کھیل اور مشاقی کا لباس منگواتے ہیں؛ ذرا غور کریں!!!

گفتگو جاری رکھتے ہوئے حسن البنا آگے کہتے ہیں: **"موسم گرما کی فوج گاہ (کیمپ): ان کیمپوں کا مقصد فوجی ٹریننگ**، تازہ ہوا میں جسمانی ورزش اور روحانی ورزش وغیرہ ہے...، ان میں شریک ہونے والوں کو مختلف ٹیموں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، اور شرط یہ ہوتی ہے کہ ہر بھائی کے پاس پیادہ ورزش یا فوجی ٹریننگ کا لباس ہونا ضروری ہے"۔ ==

....

== موسم گرما کے تربیتی مراکز کے کیمپوں میں پیشگی تیار کردہ اور تنظیم شدہ ٹائم ٹیبل کے مطابق چوکیداری، حملہ آوری اور ایک گروہ کی جانب سے دوسرے گروہ کو شبخون مارنے وغیرہ کی ٹریننگ ہوتی ہیں، اسی طرح یہ لوگ کوہ پیمائی کی بھی مشق کرتے ہیں، اس خیال سے تاکہ کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ جہاد کے لئے تیار رہیں، اور یہ بم دھماکوں اور خفیہ قتل کرنے کو جہاد سمجھتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے (خوارج کے بارے میں) ارشاد فرمایا تھا:

''يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ''۔

وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

معزز قاری! اگر آپ یقینی طور پر جاننا چاہتے ہوں کہ یہ موسم گرما کے مراکز، کیمپ اور خیمے جنہیں آج کل آپ دیکھ رہے ہیں- جس میں ہوسکتا ہے کبھی خود آپ نے یا آپ کے بچوں نے شرکت کی ہو، اور ہوسکتا ہے بدستور اب بھی ان میں شرکت کر رہے ہوں- **یہ انہی مراکز، ٹورس اور کیمپوں کا امتداد ہیں جنہیں ''حسن البنا'' نے قائم کیا تھا اور ان کے اہتمام کی تاکیدی وصیت کی تھی**؛ تو سماعت فرمائیں کہ حسن البنا کیا کہہ رہے ہیں، اور انہیں ان ترتیبات پر پیش کریں جنہیں آپ نے براہ راست دیکھا ہے، ان کیمپوں پر پیش کریں جن میں آپ سوتے ہیں، اور ان گروپوں پر پیش کریں جو آپ کے ساتھ رہتے ہیں؛ چنانچہ وہ اپنے کسی ساتھی کا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''انہوں نے مجھ سے خود بیان کیا کہ: **ایک رات فجر سے پہلے اپنے تفتیشی راؤنڈ میں کیمپوں کا جائزہ لیتے ہوئے گزرے تو دیکھا کہ ان کیمپوں کو پامرد بہادر صحابہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے؛ یہ ابو بکر کیمپ ہے، یہ ابوعبیدہ کیمپ ہے، یہ خالد کیمپ ہے، دوسرا سعد بن ابی وقاص کیمپ ہے...** وغیرہ''۔ (دیکھئے: مذکراۃ الدعوۃ، ص: ۲۸۹)۔

میں کہتا ہوں: اہل بدعت کے اقوال اور عقیدہ اور اسی طرح فخر انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ ==

سوال ۵۶: اشخاص پر نقد کرنے اور نام ذکر کرنے کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا منہج کیا ہے؟ اور کیا بعض دعاۃ کی غلطیوں کی نشاندہی کرنا فتنہ ہے، جس سے باز رہنا ضروری ہے؟

جواب: غلطی بیان کی جائے گی، کیونکہ غلطی و درستی واضح کرنا ضروری ہے، رہا مسئلہ

== کی تنقیص وتوہین کے سلسلہ میں ان کی باتوں کے مذکورہ اقتباسات کے بعد اگر آپ کسی کو ان کی تعریف کرتے ہوئے، یا بڑائی و بزرگی بیان کرتے ہوئے، یا ان کی کتابوں کی تعظیم کرتے ہوئے، یا ان کی جانب سے معذرت کرتے ہوئے دیکھیں، تو بلا رورعایت اُسے بھی اُنہی میں شامل کر دیں۔

سلف صالحین رحمہم اللہ کا منہج یہی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہر اس شخص کو سزا دینا واجب ہے جو ان سے نسبت رکھے، یا ان کا دفاع کرے، یا ان کی تعریف کرے، یا ان کی کتابوں کی تعظیم کرے، یا ان کی مدد اور تعاون سے جانا جائے، یا ان کے بارے میں گفتگو کرنا ناپسند کرے، یا ان کے لئے عذر پیش کرے، بلکہ اس کو بھی سزا دینا واجب ہے جو ان کی حالت سے واقف ہو اور ان کے خلاف کارروائی کے سلسلہ میں مدد نہ کرے؛ کیونکہ ان کے خلاف کارروائی کرنا عظیم ترین واجبات میں سے ہے“ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲/ ۱۳۲)۔

عبداللہ بن عون فرماتے ہیں:

”مَنْ يُجَالِسُ أَهْلَ الْبِدَعِ أَشَدُّ عَلَيْنَا مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ“ (الابانۃ، ۲/ ۴۳۷)۔

بدعتیوں کی مجلسوں میں بیٹھنے والا ہمارے نزدیک بدعتیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

اور سفیان ثوری فرماتے ہیں:

”مَنْ مَاشَى الْمُبْتَدِعَةَ فَهُوَ عِنْدَنَا مُبْتَدِعٌ“۔

جو بدعتیوں کے ساتھ چلے ہمارے نزدیک وہ بھی بدعتی ہے۔

شخصیات کا، تو انہیں چھیڑنے میں کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اس میں نقصان ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم اشخاص کو نہیں چھیڑتے ہیں، محض ان کی غلطیوں کی وضاحت کرتے ہیں اور لوگوں کے سامنے حق وصواب نمایاں کرتے ہیں، تاکہ وہ صحیح بات لے لیں اور غلط بات چھوڑ دیں، اس کا مقصد شخصیات کی بے عزتی کرنا یا ان سے بھڑاس نکالنا نہیں ہے، ہرگز یہ مقصد نہیں ہے، بلکہ جس کا مقصد بھڑاس نکالنا ہو وہ ہوا پرست ہے، اور جس کا مقصد لوگوں کے سامنے حق بیان کرنا ہو وہ مسلمانوں کا ناصح اور خیر خواہ ہے۔

اب اگر جس پر رد کیا جارہا ہے تقاضہ کے تحت اُس کا نام لے لیا جائے، تاکہ لوگ اُسے جان پہچان لیں، تو یہ راجح مصلحت (زیادہ بھلائی) کا پہلو ہے۔

جیسا کہ محدثین کرام مجروح راویوں کے نام لیتے رہے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں: فلاں ایسا ہے، فلاں ایسا ہے، فلاں جھوٹا ہے، فلاں کی یادداشت خراب ہے، فلاں مدلس ہے وغیرہ، نام لے کر وضاحت کرتے ہیں کہ فلاں ایسا ہے، ظاہر ہے کہ ان کا مقصد اُس شخص کی توہین یا بے عزتی کرنا نہیں ہے، بلکہ اُن کا مقصد حق واضح کرنا ہے، تاکہ اس شخص کے بارے میں معلوم ہوجائے کہ اس کی روایتِ حدیث میں خلل ہے، تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں اور آگاہ و چوکنا رہیں۔

خلاصہ کلام اینکہ نقد ورد کا سارا دارومدار مقاصد پر ہے، اگر اس کا مقصد کسی شخص کی تنقیص یا بے عزتی ہے تو یہ ہوائے نفس ہے، ورنا جائز ہے۔

اور اگر اس کا مقصد حق کی وضاحت اور بندگان الٰہی کی خیر خواہی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور تمام تعریفیں اللہ کے لائق وسزاوار ہیں [1]۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

[1] عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے کہا: ==

سوال ۵۷: کیا منہج سلف کے مخالف مناہج اور اس کے دعاۃ سے لوگوں کو چوکنا اور آگاہ کرنا مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا اور ان کی صفِ اتحاد میں دراڑ پیدا کرنا کہلائے گا؟

جواب: منہج سلف کے مخالف مناہج سے لوگوں کو چوکنا اور آگاہ کرنا مسلمانوں میں اتحاد واجتماعیت پیدا کرنا ہے، نہ کہ ان کی صفوں میں دراڑ پیدا کرنا! کیونکہ منہج سلف کے مخالف مناہج ہی دراصل مسلمانوں کی صفوں میں دراڑ پیدا کرتے ہیں [1]۔

❁❁❁❁❁

== ''الْمُعَلَّى بْنُ هِلَالٍ هُوَ، إِلَّا أَنَّهُ إِذَا جَاءَ الْحَدِيثُ يَكْذِبُ. فَقَالَ لَهُ بَعْضُ الصُّوفِيَّةِ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ تَغْتَابُ؟ فَقَالَ: ''اسْكُتْ، إِذَا لَمْ نُبَيِّنْ، كَيْفَ يُعْرَفُ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ؟'' (الکفایۃ، از خطیب بغدادی، ۹)۔

معلیٰ: یہ ابن ہلال ہے، لیکن جب حدیث آتی ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ یہ سن کر کچھ صوفیوں نے کہا: ابو عبد الرحمٰن آپ غیبت کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ''چپ رہو، اگر ہم بیان نہیں کریں گے تو حق و باطل کی پہچان کیسے ہو گی؟''۔

[1] سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس پر عمل اور اس کی دعوت کبھی بھی مسلمانوں میں تفریق و انتشار کا سبب نہ تھی، نہ ہرگز کبھی رہ سکتی ہے، اسی طرح بدعات وخواہشات اور اس کے پرستار بدعتیوں سے تنبیہ و آگاہ کرنا بھی کبھی مسلمانوں میں تفرقہ کا سبب نہ تھا، بلکہ یہ تمام چیزیں اتحاد و اجتماعیت اور وحدت و یگانگت کا ذریعہ ہیں۔

اس کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو–مگر خطاب پوری امت کو عام ہے–خوارج سے ڈرایا اور آگاہ فرمایا ہے،–اس حدیث کا ذکر اس رسالہ میں آچکا ہے–۔ ==

....

== بلکہ ''علماء کی غیبت نہ کرو''، ''علماء کے گوشت زہر آلود ہیں''، ''لوگوں کو تشویش میں نہ ڈالو''، ''مسلمانوں میں پھوٹ نہ ڈالو، ہمیں اپنے سخت دشمن کے خلاف متحد ہونا چاہیئے''، اور کبھی بڑی بھولی بھالی عبارت جسے ہم اکثر سنتے رہتے ہیں کہ'' آپ لوگ اپنے بھائیوں کی تردید کرتے ہیں اور کفار، منافقین اور بے دین (سیکولر) لوگوں کو چھوڑ دیتے ہیں'' (جبکہ یہ بات حق ہے جس سے باطل مقصود ہے) وغیرہ کھوکھلے دعوؤں کی بنیاد پر بدعات وخواہشات اور اس کے پرستاروں سے خاموشی اختیار کرنا اور منہج سلف کے مخالف مناہج کے بارے میں کچھ نہ بولنا، دراصل مسلمانوں کی صف اتحاد میں تفریق پیدا کرنے کا سبب ہے، باوجودیکہ درحقیقت یہی لوگ ہمارے کٹر دشمن ہیں، کیونکہ داخلی دشمن خارجی دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

شیخ بکر بن عبداللہ ابو زید رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الرد علی المخالف من أصول الاسلام'' (ص: ۸۷) میں فرماتے ہیں:

''علماء کی صلاحیتیں مختلف ہیں، اور ہر شخص اپنی صلاحیت واستطاعت کے مطابق اچھائی کی کوشش کرتا ہے، اس طور پر وہ کسی بھی دشمن سے ایک محاذ کی حفاظت کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک عالم کسی ملحد و بددین کی تردید کرتا ہے، دوسرا کسی معمولی بدعت والے کی تردید کرتا ہے، تیسرا کسی فاسق وگنہ گار کی تردید کرتا ہے، اور کوئی کسی شاذ رائے کی تردید کرتا ہے، الغرض ہر ایک اپنی قدرت واہلیت کے مطابق یہ ذمہ داری سرانجام دیتا ہے''۔

اور (ص: ۷۹ میں) کہتے ہیں:

''مخالفین کی بابت خاموشی برتنے اور مصلحین کو بے سہارا چھوڑ دینے میں بہت سارے دینی ودنیوی نقصانات ہیں، جیسے: اہل سنت کا بہت زیادہ پست ہوجانا، اہل بدعت کا اہل سنت پر غالب ہونا، شبہات کا پھیلنا اور صحیح عقیدہ میں داخل ہونا، عقیدہ کا پختہ ہونے کے بعد اپنی جگہ ==

سوال ۵۸: کچھ لوگ -اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے- شخصیات کی تقدیس کرتے ہیں (انہیں پارسا سمجھتے ہیں) اور ان کے آراء کے لئے تعصب کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو آپ کیا نصیحت فرمائیں گے؟

جواب: واجب یہ ہے کہ حق کی اتباع کی جائے، جس کے بھی ساتھ ہو[1]، نہ کہ حق کی

== سے ہل جانا، جس سے صحیح سالم عقیدہ کمزور ہو جاتا ہے، اکیڈمیوں اور منبروں کے زینوں پر باطل پرستوں کا براجمان ہونا، سنت و بدعت اور معروف و منکر کے درمیان نفسی باندھ کا ٹوٹ جانا، جس کے سبب لوگ باطل کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں، دینی حرمتوں کی بابت غیرت کا جنازہ نکل جاتا ہے، اور علماء کے لئے اجڈ عوام کی اصلاح کا کام بڑا مشکل ہو جاتا ہے، لوگ ان کی نصیحت سے بھاگنے اور نفرت کرنے لگتے ہیں''۔ (ہماری نصیحت ہے اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں)۔

اہل بدعت اور ہوا پرستوں کی تردید کرنے اور بدعات سے ڈرانے و آگاہ کرنے کے بڑے پاکیزہ نتائج ہیں، شیخ بکر بن ابوزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس فرض کفایہ -یعنی مخالف کی تردید- کی انجام دہی سے بہت سارے شرعی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے اور بابرکت ثمرات و نتائج حاصل ہوتے ہیں، جو مسلمانوں کی زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں، جیسے: خاموشی کے فوری کے نقصانات سے بچاؤ، سنت کی نشر و اشاعت، متاثر و پژمردہ سنتوں کا احیاء، چنانچہ جس طرح سنت پر عمل اور اس کی دعوت سے اُس کی نشر و اشاعت ہوتی ہے، اُسی طرح اُس پر ہونے والے ظلم و زیادتی کی تردید سے بھی ہوتی ہے، مخالف کی خیر وخواہی، اور ان ''شرپسندوں، لاخیروں اور منحوسوں'' کے خلاف ان کی حکم کتاب و سنت کے منافی حرکتوں کا چرچہ کر کے میدان کو اُن سے صاف ستھرا کرنا، جس کے نتیجہ میں انہوں نے بدعتیں ایجاد کیں، بدعملی کا ثبوت دیا، سنت کا بائیکاٹ کیا اور مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچائیں'' (الرد علی المخالف، ص: ۸۳)۔

[1] **امام اوزاعی فرماتے ہیں:** ''نَدُورُ مَعَ السُّنَّةِ حَيْثُ دَارَتْ'' ==

مخالفت کرنے والے اشخاص کی پیروی کی جائے [1]۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوا الإِسْنَادَ وَصِحَّتَهُ، يَذْهَبُونَ إِلَى رَأْيِ سُفْيَانَ [2]، وَاللهُ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾ [النور:٦٣]۔

مجھے ان لوگوں پر بڑا تعجب ہے جو سند اور اس کی صحت جاننے کے باوجود سفیان کی رائے اپناتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ) سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”يُوشِكُ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْكُمْ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ أَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ،

== ہم سنت کے ساتھ چلتے ہیں، وہ جہاں بھی چلے۔(اللالکائی: ۱/ ۶۴ نمبر ۴۷)۔

[1] زکریا بن یحییٰ بن صبیح سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

”سَمِعْتُ أَبَا بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَنِ السُّنِّيُّ؟ قَالَ: "الَّذِي إِذَا ذُكِرَتِ الْأَهْوَاءُ لَمْ يَتَعَصَّبْ لِشَيْءٍ مِنْهَا“(اللالکائی: ۱/ ۶۵ نمبر ۵۳)۔

کہ میں نے ابو بکر بن عیاش کو فرماتے ہوئے سنا، اُن سے ایک شخص نے سوال کیا: اے ابو بکر! سُنّی کون ہے؟ فرمایا: وہ جس کے سامنے اگر بدعات وخواہشات کا ذکر ہو تو ان میں سے کسی چیز کے لئے تعصب نہ کرے۔

[2] فتح المجید شرح کتاب التوحید، (ص: ۳۸۶)۔

وَتَقُولُونَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ؟ ''[1]۔

قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو جائے! میں کہہ رہا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، اور تم کہتے ہو: ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے!!

جب دلیل کے بغیر انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت میں سب سے افضل شخص کی اتباع پر اتنی سخت تنبیہ اور وعید ہے، تو بھلا ایسے شخص کی اتباع کا کیا حال ہوگا جو ''عیر میں ہے نہ نفیر میں''[2] جس کے علم وفضل کا کوئی اتہ پتہ نہیں، سوائے اس کے کہ وہ بڑی اچھی چرب زبانی اور

---

[1] اسے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ ''کتاب التوحید'' کے ''باب: مَنْ أَطَاعَ الأُمَرَاءَ وَالعُلَمَاءَ فِي تَحْلِيْلِ مَا حَرَّمَ اللهُ أَوْ تَحْرِيْمِ مَا أَحَلَّ اللهُ فَقَد اتَّخَذَهُم أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللهِ'' (باب: جس نے اللہ کے حرام کو حلال ٹھہرانے یا اللہ کے حلال کو حرام ٹھہرانے میں علماء اور امراء کی اطاعت کی، اُس نے انہیں اللہ کے سوا رب بنالیا) میں ذکر کیا ہے۔

جبکہ مسند احمد (۵ / ۲۲۸، حدیث ۳۱۲۱) میں الفاظ اس طرح ہیں:

''أُرَاهُمْ سَيَهْلِكُونَ، أَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ، وَيَقُولُونَ: نَهَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ''۔ [اس کی سند کو علامہ احمد شاکر نے صحیح قرار دیا ہے، (حدیث ۳۱۲۱)، نیز اسے خطیب بغدادی نے ''الفقیہ والمتفقہ'' (۱ / ۱۴۵) میں بھی روایت کیا ہے، نیز دیکھئے: ''الآداب الشرعیۃ'' از ابن مفلح، (۲ / ۶۶)]۔

میرا خیال ہے یہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے، میں کہہ رہا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ: ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نے منع کیا ہے۔

[2] ''یعنی نہ قافلہ میں ہے نہ فوج میں''۔ یہ دراصل عربی مثل (محاورہ) ہے، جسے سب سے پہلے ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو زہرہ کے لوگوں سے غزوۂ بدر کے موقع پر اُس کے وقوع سے پہلے کہا تھا۔ کسی کی ناکارگی وناقدری بیان کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ ==

چکنی چپڑی باتیں کرلیتا ہے؟!!

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال ۵۹: بدعتیوں اور تباہ کن افکار ونظریات اور گمراہ عقائد رکھنے والوں کے ساتھ ایک مبتدی نوجوان کا تعامل کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

جواب: نوجوانوں کو چاہئے کہ بدعتیوں اور تباہ کن مناہج اور گمراہ کن افکار ونظریات کے حاملین سے اجتناب کریں، اُن سے اور ان کی کتابوں سے دور رہیں، اور اہل علم و بصیرت اور صحیح سالم عقیدہ کے حاملین سے چمٹ کر اُن سے علم حاصل کریں، انہی کی صحبت اختیار کریں اور انہی سے اپنے مسائل دریافت کریں۔

رہا معاملہ اہل بدعت اور تباہ کن افکار ونظریات کے حاملین کا؛ تو نوجوانوں پر واجب ہے کہ ان سے دور رہیں، کیونکہ وہ اُن کا بڑا برُا حال کریں گے' اُن کے اندر فاسد عقائد اور بدعات وخرافات بھر دیں گے، اس لئے کہ شاگرد پر استاذ کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے؛ گمراہ استاذ کے سبب نوجوان انحراف کا شکار ہوجاتا ہے، جبکہ صحیح عقیدہ کے استاذ کے ہاتھوں طلبہ اور نوجوانوں کے عقائد سدھر جاتے ہیں؛ خلاصہ اینکہ استاذ کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے' لہٰذا ہمیں ان مسائل میں تساہل سے کام نہیں لینا چاہئے [1]۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

== (دیکھئے: جمھرۃ الامثال، ابو ہلال عسکری (۲/ ۳۹۹، نمبر ۱۹۰۳)، ومجمع الامثال، از میدانی (۲/ ۲۲۱،نمبر ۳۵۴۲)۔[مترجم]

[1] اللہ تعالیٰ ہمارے استاذ محترم کو نیک بدلہ عطا فرمائے؛ کہ شیخ حفظہ اللہ نے نوجوانوں کے سامنے اہل بدعت کے ساتھ تعامل میں سلفی منہج کی وضاحت فرمائی؛ کہ وہ: اُن سے اور اُن کی کتابوں سے دوری اختیار کرنا ہے۔ ==

سوال ۶۰: ولاۃ امور (مسلمانوں کے امراء وحکمران) کے ساتھ شرعی نصیحت وخیر خواہی کیسے ہوسکتی ہے؟

جواب: ولاۃ امور (مسلم حکمرانوں) کے ساتھ شرعی نصیحت وخیر خواہی حسب ذیل چند باتوں سے ہوسکتی ہے:

== ورنہ اگر ہمارے شیخ حفظہ اللہ یہ کہہ دیتے کہ ''ہم ان کے پاس جو بھلائی ہے اُسے لے لیں گے اور ان کے یہاں جو بُرائی ہے چھوڑ دیں گے'' جیسا کہ اس دور میں موازنہ کے قائلین کا قاعدہ ہے، اور اسی طرح بعض دعاۃ کی صورتحال بھی یہی ہے کہ ''اس کی بھلائی لے لو، اور بُرائی چھوڑ دو''؛ تو نوجوان گمراہ ہوجاتے، سلفی منہج کے علماء بے چین ہوجاتے اور آنے والی نسلوں کے عقائد بگڑ جاتے۔

لہٰذا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہر زمان ومکان میں ایسے علماء کو باقی رکھا ہے جو سلفی منہج کا دفاع کرتے ہیں، اُسے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور بہت سارے لوگوں کے ناچاہتے ہوئے بھی اُسے لوگوں کے سامنے تطبیقی طور پر واضح کرتے ہیں۔

نیز سوال (۱۹) پر شیخ حفظہ اللہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں، (ص:۱۵۱)۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إِنَّمَا هُمَا عَالِمَانِ: عَالِمُ دُنْيَا وَعَالِمُ آخِرَة؛ فَعَالِمُ الدُّنْيَا عِلْمُهُ مَنْشُورٌ، وَعَالِمُ الْآخِرَةِ عِلْمُهُ مَسْتُورٌ، فَاتَّبِعُوا عَالِمَ الْآخِرَةِ، وَاحْذَرُوا عَالِمَ الدُّنْيَا، لَا يَصُدَّكُمْ بِسُكْرِهِ''(حلیۃ الأولیاء، ۸/ ۹۲)۔

یقیناً علماء دو قسم کے ہوتے ہیں: دنیوی عالم اور اخروی عالم؛ چنانچہ دنیوی عالم کا علم خوب پھیل جاتا ہے، جبکہ اخروی عالم کا علم پوشیدہ رہ جاتا ہے، لہٰذا اخروی عالم کی اتباع کرو، اور دنیوی عالم سے چوکنا رہو کہیں تمہیں اپنی بے عقلی کے سبب حق سے نہ روک دے۔

اُن کے لئے صلاح و استقامت کی دعا کی جائے؛ کیونکہ حکمرانوں کے لئے دعا کرنا سنت رسول ہے [1]، بالخصوص قبولیت کے اوقات میں، اور ان مقامات پر جہاں قبولیت دعا کی زیادہ امید ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] امام ابو محمد حسن بن علی بربہاری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''شرح السنۃ'' میں کہتے ہیں:

''إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَدْعُو عَلَى السُّلْطَانِ، فَاعْلَمْ أَنَّهُ صَاحِبُ هَوًى، وَإِذَا سَمِعْتَ الرَّجُلَ يَدْعُو لِلسُّلْطَانِ بِالصَّلَاحِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ صَاحِبُ سُنَّةٍ - إِنْ شَاءَ اللهُ -''(ص: ۱۱۶، بتحقیق: ابو یاسر خالد ردادی)۔

اگر آپ کسی آدمی کو حاکم وقت پر بدعا کرتے ہوئے دیکھیں تو جان لیں کہ وہ بدعتی ہے، اور اگر کسی آدمی کو حاکم وقت کے لئے نیکی کی دعا کرتے ہوئے دیکھیں تو جان لیں کہ وہ ان شاء اللہ متبع سُنت ہے۔

اور حاکم وقت کے لئے دعا کے سلسلہ میں سلف کے آثار بکثرت ہیں:

چنانچہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' لَوْ أَنَّ لِيَ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً مَا صَيَّرْتُهَا إِلَّا فِي الْإِمَامِ، قِيلَ لَهُ: وَكَيْفَ ذَلِكَ يَا أَبَا عَلِيٍّ؟ قَالَ: مَتَى مَا صَيَّرْتُهَا فِي نَفْسِي لَمْ تُجْزِنِي، وَمَتَى صَيَّرْتُهَا فِي الْإِمَامِ فَصَلَاحُ الْإِمَامِ صَلَاحُ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ''(حلیۃ الأولیاء، ۸/ ۹۱)۔

اگر میرے پاس کوئی مقبول دعا ہوتی تو میں اُسے حاکم وقت ہی کے لئے کرتا، تو ان سے پوچھا گیا: اے ابو علی! اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: اگر میں اسے اپنی ذات کے لئے کروں گا تو مجھ سے تجاوز نہ کرے گی، اور اگر میں اسے حاکم وقت کے لئے کروں گا تو امامِ مسلم کی بہتری بندوں اور ملکوں کی بہتری ہوگی۔

اور امام احمد رحمہ اللہ اپنے بیٹے عبد اللہ کو املا کراتے ہوئے فرماتے ہیں: ==

”لَوْ كَانَ لَنَا دَعْوَةٌ مُستَجَابَةٌ لَدَعَوْنَا بِهَا لِلسُّلْطَانِ“[1]۔

اگر ہمارے پاس کوئی مقبول دعا ہوتی ہوتو ہم اُسے سلطان کے حق میں کرتے۔

کیونکہ سلطان کی صلاح و نیکی میں سماج و معاشرہ کی بھلائی ہے، اور سلطان کے فساد میں سماج کا فساد و بگاڑ ہے۔

اسی طرح حکمرانوں کی خیر خواہی یہ بھی ہے کہ: حکمران ملازمین کو جو ذمہ داریاں سونپیں وہ انہیں بحسن وخوبی نبھائیں۔

اسی طرح ان کے ساتھ خیر خواہی یہ بھی ہے کہ: انہیں سماج میں ہونے والی غلطیوں اور برائیوں سے آگاہ کیا جائے‘ - جن کا بسا اوقات انہیں علم نہیں ہوتا- لیکن یہ نصیحت ناصح اور حکمرانوں کے درمیان رازدارانہ طریقہ سے ہونی چاہئے[2]، اس نصیحت کی طرح نہیں جو لوگوں

== ”وَإِنِّي أَسْأَلُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُطِيلَ بَقَاءَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْ يُثَبِّتَهُ وَأَنْ يَمُدَّهُ مِنْهُ بِمَعُونَةٍ، إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ (کتاب ”السنۃ“ از عبد اللہ بن احمد بن حنبل، ۱/ ۱۰۴، وسیر أعلام النبلاء، از ذہبی، ۱۱/ ۲۸۷)۔

میں اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ امیر المؤمنین کو تادیر باقی رکھے، انہیں ثابت قدمی عطا فرمائے اور اپنی طرف سے ان کی خصوصی مدد فرمائے، یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[1] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، (۲۸/ ۳۹۱)، وکشاف القناع، (۲/ ۳۷)۔

[2] حکمرانوں کو نصیحت کرنے کا یہ نہایت عمدہ اور حق طریقہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اسی طریقہ کی رہنمائی فرمائی ہے، ارشاد ہے:

”مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ نَصِيحَةٌ لِذِي سُلْطَانٍ فَلَا يُكَلِّمْهُ بِهَا عَلَانِيَةً، وَلْيَأْخُذْ بِيَدِهِ، وَلْيُخْلِ بِهِ؛ فَإِنْ قَبِلَهَا قَبِلَهَا، وَإِلَّا كَانَ قَدْ أَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ وَالَّذِي لَهُ“۔ (اس تخریج ص (۲۴۳) میں گزر چکی ہے)۔ ==

کے سامنے یا منبروں پر علانیہ کی جاتی ہے؛ کیونکہ ایسا کرنے سے شر وفساد بھڑکے گا، اور حکمرانوں اور رعایا کے درمیان عداوت و دشمنی پیدا ہوگی۔

نصیحت وخیر خواہی یہ نہیں ہے کہ انسان حکمرانوں کی غلطیوں کے بارے میں منبر پر، یا لوگوں کے سامنے کرسی پر باتیں کریں؛ کیونکہ اس سے کسی مصلحت کی خدمت نہیں ہوتی، بلکہ مزید شر وفساد کی آگ بھڑکتی ہے [1]۔

== جس کے پاس حاکم وقت کے لئے کوئی نصیحت ہو وہ اُس کی بابت لوگوں کے سامنے علانیہ بات نہ کرے، بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں نصیحت کرے، اگر وہ قبول کرلے تو ٹھیک، ورنہ اُس نے اپنی ذمہ داری اور اپنا حق ادا کردیا۔

[1] **علانیہ نصیحت کرنے میں کئی منکرات ہیں:**

اولاً: اس میں ایک طرح کی ریاکاری اور شہرت پسندی ہے، اور پوشیدہ نہیں کہ یہ چیز خود انسان کے حق میں بہت بری ہے کہ اس سے اس کا عمل رائیگاں ہوجائے گا؛ کیونکہ جب عمل پوشیدہ ہوتا ہے تو اللہ کے یہاں اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔

ثانیاً: منصوح کی طرف سے اس کی قبولیت کی امید نہیں ہوتی؛ کیونکہ وہ اسے نصیحت کے بجائے اپنی ہتک اور بے عزتی سمجھتا ہے، اور خودداری (انانیت) اسے گناہ پر آمادہ کردیتی ہے؛ جس کے گناہ کا ایک حصہ نصیحت کرنے والے کے سر جاتا ہے۔

ثالثاً: -اگر نصیحت گر کی بات صحیح بھی ہو تو- منبروں پر حکمرانوں کی عیب جوئی اور برائی کرنے سے حکمرانوں کے خلاف عوام برانگیختہ ہوتی ہے اور رعایا کے دلوں میں اُن کے خلاف غیظ وغضب کی آگ بھڑکتی ہے، جس کا نتیجہ بھلائی میں بھی عدم سمع وطاعت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور یہ خوارج کا منہج ہے۔

اور خلیفۂ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا جانکاہ حادثہ سنت سے نابلد کچھ لوگوں کی ان ==

درحقیقت نصیحت وخیرخواہی یہ ہے کہ آپ حکمرانوں سے براہ راست شخصی طور پر رابطہ کریں، یا خط وکتابت کریں، یا بعض لوگ جو اُن سے رابطہ کرتے ہوں ان کے واسطے سے رابطہ کریں[1]، اور اپنے اور ان کے درمیان خفیہ طور پر اپنی نصیحت انہیں پہنچادیں۔

نیز نصیحت یہ بھی نہیں ہے کہ: ہم ایک ناصحانہ تحریر لکھیں، اور اسے لے کر لوگوں میں گھومیں، یا ہر ایک کے پاس جائیں تاکہ سب اس پر دستخط کریں، اور کہیں کہ یہ نصیحت ہے! نہیں، یہ نصیحت نہیں بلکہ فضیحت اور بے عزتی ہے؛ یہ ان چیزوں میں سے ہے جو بہت سارے شر وفساد کا باعث بنتا ہے، دشمنوں کو خوش کرتا ہے اور اس میں ہوا پرست بھی گھس پیٹھ کرتے ہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال (٦١): الحمدللہ ہر طرف منہج سلف اور اُس پر مضبوطی سے کاربند رہنے کی دعوت پھیلی ہوئی ہے، لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: یہ دعوت محض انتشار پھیلانے، امت کی صفوں میں دراڑ پیدا کرنے اور مسلمانوں کو آپس میں دست وگریباں کرنے کے لئے ہے، تاکہ مسلمان خود

== حرکتوں کے سبب ہی رونما ہوا تھا جو انہوں نے دشمنوں کی ان سازشوں کی پیروی میں کیا تھا جن کی بابت انہوں نے خلیفہ کے بارے میں لوگوں کو گمراہ کیا تھا۔ (کتاب کا صفحہ: ۱۴۴ تا ۱۵۱ ملاحظہ فرمائیں)۔

اس لئے اس خبیث اور گندے منہج پر نوجوانوں اور عوام کی تربیت کرنا جائز نہیں، جو لوگوں کی ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہے، بلکہ امت کے سلف صالحین کے منہج کے مطابق کتاب وسنت کی توضیح وبیان کے ذریعہ اس کا مقابلہ کرنا ضروری ہے، واللہ أعلم۔

[1] جیسے: علماء کرام وفقہم اللہ۔

اپنے آپ میں مشغول ہو کر اپنے حقیقی دشمن سے غافل ہو جائیں! کیا یہ صحیح ہے، آپ اس بارے میں کیا نصیحت فرمائیں گے؟

جواب: یہ بات حقائق کو پلٹنے کے قبیل سے ہے' کیونکہ توحید و سنت اور سلف صالحین کے منہج کی دعوت اجتماعیت اور مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا کرتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ﴿وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟﴾ [آل عمران:۱۰۳]۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ ۝٩٢﴾ [الأنبياء:۹۲]۔

یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے، اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔

اس لئے مسلمانوں کا کلمۂ توحید اور منہج سلف کے سوا کسی چیز پر متحد ہونا ممکن نہیں، اور مسلمان جب بھی منہج سلف کے مخالف مناہج کو گنجائش دیں گے' فرقوں میں بٹ جائیں گے اور اختلاف کر بیٹھیں گے، جیسا کہ آج کل کی صورتحال ہے۔

لہٰذا جو توحید باری تعالیٰ اور منہج سلف کی دعوت دے رہا ہے' وہ اتحاد و اجتماعیت کی دعوت دے رہا ہے، اور جو اس کے خلاف راہوں کی طرف بلا رہا ہے؛ وہی فرقہ بندی اور اختلاف کی طرف بلا رہا ہے[1]۔

❁❁❁❁❁

[1] ''فرقۂ تبلیغ''، اور فرقہ ''الاخوان المسلمون'' کے یہاں توحید کی دعوت ایک قابل نفرت چیز ==

....

== اور بزعم خویش مسلمانوں میں تفریق کا سبب ہے، یہ فرقے دعوت توحید کو اپنی دعوت کے اصولوں میں نہیں سمجھتے ہیں، نہ ہی توحید کی دعوت دینے والوں کو پسند کرتے ہیں، بلکہ یہ لوگ اپنے ساتھ آنے (نکلنے) والوں سے ڈرتے ہیں کہ کہیں توحید کی بات نہ کرے۔

یہ ایک عملی واقعہ ہے جو خود استاذ محمد بن عبداللہ بن محمد الاحمد کے ساتھ پیش آیا ہے‘ اور اس واقعہ کو شیخ حمود تویجری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ’’القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ‘‘ (ص: ۴۶) میں ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ استاذ محمد بیان کرتے ہیں کہ: ’’امیر - یعنی فرقہ تبلیغ کے امیر - نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ صلاۃ عصر کے بعد حجاج کرام کو کچھ نصیحت کروں، لیکن چونکہ میں اس فرقے کے ساتھ ابھی نیا نیا آیا تھا، اس لئے امیر نے اپنے معاون (سکریٹری) سے کہا کہ وہ مجھے ذرا سمجھادے، چنانچہ سکریٹری نے مجھ سے کہا: دیکھو تمہیں اپنی گفتگو میں تین چیزوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے - اور اس میں وہ بات بھی تھی جو یہاں مقصود ہے کہ - شرکیات اور کسی بھی طرح کی بدعات کے بارے میں بات نہیں کرنا، کیونکہ شیخ محمد بن عبد الوہاب (رحمہ اللہ) کی دعوت کے سمٹ کر رہ جانے کا سبب اسی چیز کا بہت زیادہ اہتمام ہے‘‘۔

میں کہتا ہوں: اس سلسلہ میں بہت ساری مثالیں موجود ہیں، مذکورہ کتاب ملاحظہ فرمائیں، بڑی عجیب اور حیران کن باتیں ملیں گی۔

اور رہا معاملہ فرقہ ’’الاخوان المسلمون‘‘ کا، تو چونکہ اس کا قیام ہی بہت بڑی بھیڑ اکٹھا کرنے کی بنیاد پر ہوا ہے، اسی لئے یہ فرقہ اپنے اندر تمام اہل بدعات اور نفس پرستوں کو جمع کرتا ہے، چنانچہ رافضی اُن کا بھائی ہے، اُن میں سے ہے، اور اُنہی میں شامل ہے، اسی طرح جہمی، معتزلی، خارجی، میلادی، قبر پرست، صوفی، بلکہ یہودی اور عیسائی بھی ان کے بھائی ہیں۔ ==

....

== **دلیل ملاحظہ فرمائیں:**

حسن البنا فرماتے ہیں:

''یہود و نصاریٰ سے ہمارا جھگڑا دینی نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم نے ان کے ساتھ رہنے اور ان سے دوستی رکھنے کا حکم دیا ہے'' (اس کا حوالہ ص (۲۰۸) حاشیہ (۲) میں گزر چکا ہے)۔

سماحۃ الشیخ امام ابن باز رحمہ اللہ سے اس قول کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

''یہ ایک باطل اور خبیث بات ہے، یہودی مومنوں کے بدترین دشمن اور نہایت شر پسند لوگ ہیں، بلکہ وہ کافروں کے ساتھ مومنوں کے سب سے خطرناک دشمن ہیں، لہٰذا یہ ایک غلط، ظالمانہ، بُری اور گھناؤنی بات ہے''۔

نیز فرمایا:

''اگر کوئی کہے کہ: اسلام اور یہودیت کے درمیان کوئی اختلاف وٹکراؤ نہیں' تو یہ کفر و ارتداد ہے''۔ (بحوالہ: کتاب ''العواصم مما فی کتب سید قطب من القواصم'' ص: ۶۵-۶۶، ایڈیشن دوم)۔

اور عیسائیوں کے بارے میں جابر رزق ''اخوانی'' نے اپنی کتاب ''حسن البنا بأقلام تلامذتہ ومعاصریہ'' (ص: ۱۸۸) میں ڈاکٹر حسان حتحوت ''اخوانی'' کا ایک مضمون بعنوان: ''تہمۃ التعصب'' نقل کیا ہے؛ کہتا ہے: قنا (مصر کا ایک علاقہ) کے بارے میں کیا بتاؤں؟ شروع سے ہی مجلس بہت بڑی تھی لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے' **ان میں سر فہرست مسلم علماء اور قبطی عیسائی پادری تھے** مجلس محبت و نشاط سے لبریز تھی، اور اخوت و بھائی چارگی تو بجلی کی مانند سرایت کی ہوئی تھی... **اور قبطی عیسائیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتادوں کہ بہت سارے لوگ اس شخص -یعنی حسن البنا- اور اس کی دعوت پر یہ تہمت چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ عیسائیوں کے خلاف** ==

....

== تعصب رکھتے ہیں، یا ''امت'' کے دو عناصر کے درمیان تفریق کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اور سچے حاضرین اس بات پر گواہ ہیں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے... یہ شخص -حسن البنا- کبھی بغض ونفرت اور فرقہ واریت کا داعی نہ رہا، بلکہ وہ تو بڑی صراحت سے کہتے تھے کہ شریعت اسلامیہ کی تطبیق کی دعوت قبطیوں (عیسائیوں) کے لئے ممکن ہی نہیں؛ کیونکہ تب تو وہ ہم پر اور ان پر یکساں منطبق (نافذ) ہوگی، اور کسی بھی طرح کسی عیسائی کی عیسائیت کو باقی نہ چھوڑے گی، کیونکہ یہ تو کچھ ایسے قوانین کا مجموعہ ہے جس کا نہ تو عیسائیت میں متبادل موجود ہے، نہ کوئی چیز اس کے احکام کو توڑنے والی ہے، لہٰذا اگر انجیل میں کچھ قوانین موجود ہوں تو وہ قوانین عیسائیوں پر بدستور نافذ رہیں، اسلام اس بارے میں کوئی حرج نہیں پاتا، اور جب اکثریت کی رائے اقلیت کے دین کے منافی نہیں ہے، تو کوئی ظالم ومظلوم نہیں ہے۔ اور اس شخص -حسن البنا- کی دعوت کو مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں طبقوں کے سمجھدار لوگوں میں یکساں مقبولیت اور تصدیق حاصل ہوئی ہے... اور جن لوگوں کا گمان ہے کہ یہ شخص (حسن البنا) عیسائیوں کا دشمن تھا، انہیں بطور ثبوت یہ یاد دلانا کافی ہے کہ قبطی عیسائیوں کے لیڈر استاذ ''لویس فانوس'' - جو اب اپنے رب کے ذمہ میں ہیں- حسن البنا کے اُس درس کے دائمی گاہک (مستقل شرکت کرنے والے) تھے جو وہ منگل کو دیا کرتے تھے، اور دونوں کے درمیان بڑی گہری دوستی تھی، نیز جب ''حسن البنا'' پارلیمانی الیکشن کے لئے بطور امیدوار نامزد ہوئے تو اس وقت ان کا وکیل جو ایک انتخابی کمیٹی کے دفتر میں ان کی نمائندگی کرتا تھا ایک قبطی عیسائی شخص ہی تھا، اور جب حسن البنا قتل کئے گئے اور حکومت نے لوگوں کو ان کے جنازہ میں شرکت کرنے پر پابندی عائد کی، تو ان کے جنازہ کے پیچھے صرف دو لوگ گئے: ایک ان کے والد اور دوسرے مکرم عبید جو عیسائیوں کے سیاسی رہنما ہیں، اور مجھے یاد ہے کہ ہم اپنے زمانۂ طالبعلمی میں نصرانیت کے بارے میں اسلام کے موقف پر گفتگو کرنے کے لئے نوجوانوں کی ==

== عیسائی جمعیتوں میں جایا کرتے تھے‘اور واپس ہوتے ہوئے یہ محسوس کرتے تھے کہ مسلمانوں سے محبت میں سب سے قریب یہی لوگ ہیں“!!!

میں کہتا ہوں: اس مضمون پر تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے‘ کیونکہ یہ بالکل واضح ہے، نیز میں اسی مضمون پر اکتفا بھی کرتا ہوں جسے میں نے طوالت کے باوجود نقل کر دیا ہے،بس میرا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگ اس بات کو سمجھ لیں کہ ”الاخوان المسلمون“ کا قاعدہ صرف ”اسلام کے نام پر بھیڑ جمع کرنا ہے“، انہیں عقائد کی اصلاح وصفائی سے کوئی سروکار نہیں ہے‘ کیونکہ توحید کی دعوت اور سلف کا منہج انہیں یہود ونصاریٰ، روافض، اہل بدعات اور گمراہ وگمراہ گر نفسانی خواہشات کے پرستاروں کے ساتھ دوستی رکھنے نہیں دے گا۔۔۔

اور ان کا یہ قاعدہ دراصل حسن البنا کی مشہور عبارت ہے، ڈاکٹر حسان حتحوت مصری کہتے ہیں:

”اور استاذ ”حسن البنا“ کی ایک تعلیم جسے وہ کسی اکتاہٹ کے بغیر اکثر دہرایا کرتے تھے؛ ان کا وہ مشہور قول ہے جو آج تک زندہ جاوید ہے کہ: ”نُنَفِّذُ مَعاً مَا اتَّفَقْنَا عَلَيْهِ، وَيَعْذُرُ بَعْضُنَا بَعْضاً فِيْمَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ“ (مذکورہ کتاب، ص: ۱۹۰)۔

یعنی جن باتوں پر ہم سب متفق ہیں انہیں ایک ساتھ نافذ کریں گے، اور جن میں ہمارا اختلاف ہوگا ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے۔

امام ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جن باتوں میں ہمارا اختلاف ہو ان میں ایک دوسرے کو معذور سمجھنے کی بات مطلق طور پر درست نہیں ہے، بلکہ اجتہادی مسائل جن میں دلیل واضح نہ ہو‘ان میں واجب ہے کہ ہم میں سے کوئی کسی پر نکیر نہ کرے، لیکن جو مسائل نصِّ کتاب وسنت کے خلاف ہوں‘ ان میں نص کے مخالف پر حکمت اور عمدہ نصیحت سے نکیر کرنا واجب ہے“ (مجموع فتاوی شیخ ابن باز، ۳/ ۵۸)۔ ==

سوال ⑥٢: سلفیت کیا ہے؟ کیا اس کے منہج پر چلنا اور اُس پر مضبوطی سے کاربند رہنا واجب ہے؟

جواب: سلفیت: عقیدہ، فہم اور عمل و کردار میں سلف صالحین؛ صحابہ، تابعین اور فضیلت یافتہ زمانوں کے منہج وطریقہ پر چلنے کا نام ہے، اور مسلمان کے لئے اس منہج پر چلنا اور اس پر قائم رہنا واجب ہے [1]، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

== یہ بات ''مطلق طور پر'' بالکل واضح ہے کہ ولاء و براء (دوستی و دشمنی) اور اللہ واسطے محبت اور اللہ واسطے نفرت کے قاعدہ سے متصادم ہے، اور اس کی اصل بنیاد صاحب مجلہ ''المنار'' کا معروف قاعدہ ہے جسے اخوانیوں نے اپنی خواہش نفسانی سے موافقت کی بنا پر اپنا لیا ہے:

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أَتاني هَوَاها قبلَ أنْ أعرِفَ الهَوى   فصادَفَ قلباً فارِغاً فتَمَكَّنَا

اس کی خواہش میرے پاس تب آئی جب میں خواہش جانتا بھی نہ تھا، چنانچہ اتفاق سے اسے خالی دل ملا اور وہ اس میں پیوست ہوگئی۔

شیخ بکر ابو زید رحمہ اللہ اپنی کتاب ''حکم الانتماء إلی الفرق والأحزاب والجماعات الاسلامیۃ'' (ص: ١۴٩) میں ''الاخوان المسلمون'' کے یہاں معروف اور تسلیم شدہ اس عبارت ''نُنَفِّذُ مَعاً'' (ہم ساتھ میں نافذ کریں گے) پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ ایک نئی فاسد پیچیدگی ہے، کیونکہ اسلام کے قطعی احکام کی مخالفت کرنے والے کے لئے کوئی عذر نہیں ہے' اس لئے کہ مسلمہ عقائد کی بابت عذر یا ان سے تنازل کے عدم جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہے، آج کتنے ایسے فرقے ہیں جو شرعی اصول و بنیاد کو ٹھکراتے ہیں اور اس کے خلاف باطل بحث وتکرار بھی کرتے ہیں''۔

[1] سلفیت کوئی حزب، ٹولی، فرقہ یا گروہ نہیں ہے' جیسا کہ کچھ لوگوں کا گمان اور دعویٰ ہے، ==

﴿ وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ ﴾ [التوبۃ:۱۰۰]۔

== بلکہ یہ سلف صالح کی نسبت اور ان کے منہج کی پیروی کا نام ہے۔ جیسا کہ استاذ محترم حفظہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے۔ کیونکہ (سلف) صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام بڑا عظیم تھا جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے:

”مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَبَرُّ النَّاسِ قُلُوبًا، وَأَغْزَرُهُمْ عِلْمًا، وَأَقَلُّهُمْ تَكَلُّفًا“ (جامع بیان العلم وفضلہ ص: ۴۱۹، ومشکاۃ المصابیح ۱/ ۶۷، حدیث ۱۹۳، والحلیۃ، از ابونعیم، ۱/ ۳۰۵، بقول عمر رضی اللہ عنہ)۔

تم میں جسے کسی کی پیروی کرنا ہو وہ فوت شدگان کی پیروی کرے، کیونکہ زندہ کی بابت فتنہ سے مامون نہیں ہوا جاسکتا، وہ محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو اس امت کے سب سے نیک دل لوگ تھے، سب سے وسیع علم والے تھے، اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔

اس سلسلہ میں دائمی کمیٹی برائے افتاء کا یہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

”سلفیت: سلف سے منسوب ہے، اور سلف نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ابتدائی تین صدیوں کے امامان ہدایت رحمہم اللہ کو کہتے ہیں، اور سلفی: سلف سے منسوب ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو منہج سلف یعنی کتاب وسنت کی پیروی، اُن پر عمل اور اُن کی دعوت پر گامزن رہے، چنانچہ اس طرح وہ اہل سنت وجماعت ہیں“ (فتاوی دائمی کمیٹی برائے فتوی، ۲/ ۱۶۵، فتویٰ نمبر: ۱۳۶۱)۔

اس کتاب کا ص (۱۴۹) حاشیہ (۱) ملاحظہ فرمائیں، وہاں سلفیت سے متعلق تفصیلی وضاحت موجود ہے، یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلّٗا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٞ رَّحِيمٌ ۝١٠﴾ [الحشر:١٠]۔

اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“[1]۔

---

[1] مجموع طرق سے یہ حدیث صحیح ہے، دیکھئے: مسند احمد (حدیث ١٧١١٤، ١٧١٤٥)، وترمذی (٢٦٧٦)، ومستدرک حاکم (١/ ٩٦)، وشرح السنۃ، از بغوی (١٠٢)۔ ص (٩٣) حاشیہ (٢) میں اس کی تفصیلی تخریج گزر چکی ہے۔

اس وقت تم میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا، اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا، اور دانتوں سے خوب اچھی طرح پکڑ لینا، اور دیکھنا نئی نئی ایجاد کردہ باتوں سے بچ کر رہنا، کیونکہ دین میں ہر نئی ایجاد کردہ بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۶۳: اس وقت لوگوں میں ایک جدید فکر اور نئی رائے گردش کر رہی ہے، وہ یہ کہ بدعت ظاہر کرنے والے کو بدعتی نہ کہا جائے تا آنکہ اُس پر حجت قائم کر دی جائے، نیز بدعتی نہ قرار دیا جائے یہاں تک کہ وہ اہل علم وفتویٰ سے رجوع کئے بغیر اپنی بدعت پر مطمئن ہو! اس اہم مسئلہ میں سلف کا منہج کیا ہے؟

جواب: بدعت[1]: دین میں نئی بات کو کہتے ہیں، خواہ اضافہ ہو، یا کمی یا تبدیلی، جس کی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں کوئی دلیل نہ ہو، جیسا کہ رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''[2]۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، وہ مردود ہے۔

---

[1] بدعت عربی زبان میں: کسی سابق مثال کے بغیر کوئی چیز ایجاد کرنے کو کہتے ہیں۔

اور شرعی اصلاح میں: ''بدعت کسی نو ایجاد طریقہ کو کہتے ہیں جو شریعت کی برابری کرے، اور اس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو'' (الاعتصام، شاطبی، ۱/۵۰)۔

[2] صحیح بخاری (۲۵۵۰)، وصحیح مسلم (۱۷۱۸)۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

”وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ“[1]۔

اور دیکھنا نئی نئی ایجاد کردہ باتوں سے بچ کر رہنا، کیونکہ دین میں ہر نئی ایجاد کردہ بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

﴿ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝٣﴾ [الأعراف:۳]۔

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ بدعت دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرنے کا نام ہے، اُسے کسی کی رائے سے پہچانا جاتا سکتا ہے نہ کسی کی نفسانی خواہشات سے، اس کا مرجع لوگ نہیں، بلکہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، چنانچہ سنت وہ نہیں ہے جس سے لوگ متعارف ہوں اور بدعت وہ نہیں ہے جس سے لوگ متعارف نہ ہوں، نہ ہی سنت وہ ہے جو زید یا فلاں شخص کو پسند ہو، وغیرہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین کو ہماری عقلوں یا لوگوں کی رایوں کے سپرد نہیں کیا ہے، بلکہ اللہ نے ہمیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کردہ وحی کے ذریعہ عقول وآراء سے بے نیاز کر دیا ہے، سنت دین کی وہ باتیں ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں اور بدعت دین میں وہ تمام اقوال وافعال ہیں جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں لائے ہیں، اور کسی کے لئے کسی چیز پر

---

[1] مستدرک حاکم (۱/ ۹۷)، وسنن النسائی (المجتبیٰ)، (۱۵۷۸)۔

سنت یا بدعت کا حکم لگانا روا نہیں، تا آنکہ اُسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر پیش کردے۔

رہا وہ شخص جس نے جہالت ولاعلمی کی بنا پر کتاب وسنت کے مخالف کوئی کام اس گمان سے کیا کہ وہ حق ہے، اور اس کے پاس کوئی نہ تھا جو اس کی وضاحت کرتا، تو جہالت کی بنا پر تو وہ معذور ہے، لیکن فی الواقع وہ بدعتی ہے، ہم اُس کے اس عمل کو بدعت سمجھیں گے۔

ساتھ ہی ہم اس منہج پر چلنے والے اور چیزوں پر اپنی خواہشات نفسانی کی بنیاد پر حکم لگانے والے نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈریں، اور دین کے بارے میں علم ومعرفت کے بغیر کوئی بات نہ کریں، نیز جاہل کے لئے جائز نہیں کہ علم کے بغیر حلال، حرام، سنت، بدعت، اور ہدایت وگمرہی کے بارے میں کوئی بات کہے، کیونکہ یہ شرک کے ہم پلہ جرم ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾﴾ [الأعراف: ٣٣]۔

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں۔

چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بلا علم اللہ پر کوئی بات کہنے کو شرک کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اس سے دین میں اس کی سنگینی کا پتہ چلتا ہے، اور اللہ پر جھوٹ بولنا کسی اور پر جھوٹ بولنے

کی طرح نہیں ہے، اسی طرح رسول ﷺ پر جھوٹ بولنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ''[1]۔

جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

❁❁❁❁❁

سوال ۶۴: جو شخص منہج سلف کے اصولوں کی مخالفت کرے اور دیگر باطل مناہج کی تائید وحمایت کرے؛ بایں طور کہ اُن مناہج کے بانیان اور مفکرین کی مدح وستائش کرے، تو کیا ایسے شخص کو اُن کی طرف منسوب کرنا واجب ہے، تاکہ لوگ اُس سے چوکنا اور آگاہ ہوں، اور اُس سے اور اُس کے منہج سے دھوکہ نہ کھائیں؟

جواب: جو منہج سلف کے اصولوں کی مخالفت کرے اور منہج سلف کے مخالف مناہج اور ان کے حاملین کی تعریف کرے، اس کا شمار مخالفین ہی میں ہوگا، اُسے منہج سلف کی دعوت دینا اور نصیحت کرنا واجب ہے، اگر وہ حق کی طرف پلٹ آئے تو ٹھیک، ورنہ اس سے قطع تعلق کرلیا جائے گا اور اُس کا بائیکاٹ کردیا جائے گا۔

اور میرا خیال ہے کہ توحید اور منہج سلف کی بنیاد پر قائم ہونے والے اس ملک میں ان شاء اللہ ایسا کرنے والا کوئی نہ ہوگا، البتہ اس میں ایسا کوئی ہوسکتا ہے، جو مخالف افکار ونظریات رکھنے والے کچھ لوگوں کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہو؛ اس لئے کہ اسے اُن کے منہج وفکر کی حقیقت کا علم نہیں ہے، لیکن اگر اُس کے سامنے صحیح طریقہ سے حق واضح کیا جائے گا تو اللہ کے حکم سے وہ اسے قبول کرلے گا۔

---

[1] صحیح بخاری (۱۱)، وصحیح مسلم (۳)۔

اور میں وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں پر حکم لگانے، انہیں مخالفت سے متہم کرنے اور انہیں متنفر کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا جائے [1]۔

❁❁❁❁❁

سوال ⑥⑤: ایک شخص جو کسی بدعت کا مرتکب ہو' جبکہ اسے معلوم نہ ہو کہ وہ بدعت ہے' کیونکہ اُس تک حق نہیں پہنچا ہے' تو کیا اُسے اس عمل کا ثواب ملے گا، یا اُس کا عمل قبول ہی نہ ہوگا' باوجودیکہ اُس کی نیت عبادت کی تھی؟

---

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو ان کے بارے میں اچھا گمان رکھے- اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ ان کی حالت نہیں جانتا- اسے ان کی حالت سے آگاہ کیا جائے، اور اگر اس کے بعد بھی ان سے قطع تعلق نہ کرے، اور ان کی بابت اظہار انکار نہ کرے تو اُسے بھی انہی میں شامل کر دیا جائے گا اور وہ انہی میں سے ہوگا۔ اور جو کہے کہ: ان کی بات کی کوئی توجیہ ہے جو شریعت کے موافق ہے، وہ ان کے سرغنوں اور گروگھنٹالوں میں سے ہے، اور اگر وہ سمجھدار ہوگا تو اپنی کہی ہوئی بات میں اپنا جھوٹ جان لے گا'' (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲/ ۱۳۳)۔

شیخ بکر بن عبداللہ ابو زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو کسی بدعتی کی تائید و حمایت کرے، بایں طور کہ اس کی یا اس کی کتابوں کی تعظیم کرے، اور انہیں مسلمانوں میں پھیلائے، اُس کا اور اس کی کتابوں کا پروپیگنڈہ کرے، ان میں موجود بدعات اور گمرہی کو عام کرے، اور اس کے یہاں جو کچھ انحراف اور عقیدۂ سلف کی خلاف ورزی موجود ہے' اُسے آشکارا اور بے نقاب نہ کرے' تو ایسا کرنے والا اُس کے معاملے میں کوتاہی کرنے والا ہے' جس کے شر و فساد کی بیخ کنی واجب ہے' تاکہ مسلمانوں تک تجاوز نہ کر جائے'' (ہجر المبتدع ص: ۴۸)۔

جواب: اُسے اس عمل کا ثواب نہیں ملے گا؛ کیونکہ وہ غیر مشروع ہے، البتہ جہالت کے عذر کے سبب وہ گنہ گار نہ ہوگا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال ٦٦: بعض طلبہ کے یہاں ایک منفی احتیاط بہت زیادہ عام ہے، وہ یہ کہ: جب وہ بعض بھی خواہ طلبہ یا علماء کو سنتے ہیں کہ وہ بدعات، اہل بدعت اور ان کے مناہج سے لوگوں کو آگاہ کر رہے ہیں، اور ان کی بدعات اور باطل نظریات کی حقیقت بیان کر کے اُن پر رد کر رہے ہیں، اور بسا اوقات ان میں سے کچھ لوگوں کے نام بھی لے رہے ہیں، خواہ ان کی موت بھی ہو چکی ہو، اس لئے کہ لوگ اس کے فتنہ میں پڑے ہوئے ہیں، اور اس کا مقصد دین اسلام کا دفاع اور تلبیس کاروں اور امت کی صفوں میں فرقہ واریت اور اختلاف وانتشار کی بیج بونے والے گھس پیٹھیوں کے مکر وفریب کا پردہ فاش کرنا ہوتا ہے، تو وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایسا کرنا ”حرام غیبت“ ہے! اس مسئلہ میں آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ: غلطی اور انحراف کی تشخیص کے بعد اُس پر تنبیہ کی جائے، اور اگر تقاضہ ہو تو مخالفین کے ناموں کی صراحت بھی جائے، تاکہ لوگ ان سے دھوکہ نہ کھائیں، خصوصاً وہ اشخاص جن کے یہاں فکری انحراف یا سیرت ومنہج کا فساد وبگاڑ پایا جاتا ہو اور وہ لوگوں میں بہت مشہور ہوں، اور لوگ ان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوں، تو ان کا نام لے کر اُن کے منہج سے آگاہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، علماء حدیث نے علم جرح وتعدیل میں بحث وجستجو کی تو راویوں اور ان کے بارے میں بیان کردہ عیوب اور برائیوں کا بھی ذکر کیا، یہ ان کی شخصیتوں پر جرح کے لئے نہیں تھا، بلکہ محض امت کی خیر خواہی کے لئے تھا، تاکہ امت ان سے ایسی چیزیں نہ حاصل کرلے جس سے دین پر زیادتی یا رسول

گرامی ﷺ پر جھوٹ لازم آتا ہو، بنابریں قاعدہ یہ ہے کہ پہلے غلطی پر تنبیہ کی جائے، غلطی کرنے والے کا نام لینے میں کوئی نقصان ہو، یا نام لینے میں کوئی فائدہ نہ ہو، تو نام نہ لیا جائے۔

لیکن اگرلوگوں کو اُس کے منہج سے آگاہ کرنا صراحت کے ساتھ اس کا نام لینے کا متقاضی ہو، تو یہ بھی اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول ﷺ، مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی کا حصہ ہے، بالخصوص جب لوگوں میں اس کی سرگرمیاں ہوں، لوگ اس سے خوش گمان ہوں، اس کی کیسٹیں اور کتابیں اپنے پاس اہتمام سے رکھتے ہوں، تو اس کی وضاحت اور لوگوں کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے؛ کیونکہ خاموشی برتنا لوگوں کے لئے نقصاندہ ہے، اس لئے اسے بے نقاب کرنا ضروری ہے، لیکن صراحت برائے عیب جوئی یا ہوائے نفس نہیں، بلکہ اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول ﷺ مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے ہونی چاہیئے۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

سوال ٦٧: اس شخص کا کیا حکم ہے جو کسی عالم یا داعی سے محبت کرے، اور کہے کہ: میں اس سے بڑی محبت کرتا ہوں، اس کے خلاف کسی کو تردید وتنقید کرتے ہوئے نہیں سننا چاہتا، اور میں اُس کی بات لیتا ہوں اگرچہ دلیل کے خلاف ہو؛ کیونکہ اس شیخ (عالم یا داعی) کو ہم سے زیادہ دلیل کا علم ہے؟

جواب: یہ نہایت گھناؤنا اور مذموم قسم کا تعصب ہے، جو ناجائز ہے [1]۔

---

[1] ''ھل المسلم ملزم باتباع مذھب معین من المذاھب الأربعۃ'' نامی کتاب کے مولف شیخ محمد سلطان خجندی نے ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ سے ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

''اس امت کے کسی بھی فرد پر حنفی، یا مالکی، یا شافعی، یا حنبلی ہونا واجب نہیں ہے!! ==

الحمدللہ ہم بھی علماء اور دعاۃ سے اللہ واسطے محبت رکھتے ہیں، لیکن اگر ان میں سے کسی سے کسی مسئلہ میں غلطی ہو جائے؛ تو دلیل کے ذریعہ اس مسئلہ میں حق واضح کرتے ہیں، اور اس سے اس کی محبت یا قدر و منزلت میں کوئی کمی نہیں آتی۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَا مِنَّا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا رَادٌّ وَمَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ؛ إِلَّا صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ ﷺ"[1]۔

== بلکہ ہر فرد پر واجب یہ ہے کہ اگر وہ عالم نہ ہو تو اہل ذکر میں سے کسی سے بھی مسئلہ پوچھ لے، اور ائمہ اربعہ بھی اہل ذکر میں سے ہیں؛ اور اسی لئے کہا گیا ہے: "مَنْ تبعَ عَالِمًا لَقِيَ اللهَ سَالِمًا"* (جو کسی عالم کی پیروی کرے گا اللہ سے صحیح سالم ملے گا)۔ ہر مکلف سید الأنبیاء ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی کا مامور ہے۔ (ص: ۸۵، بتحقیق ہلالی)۔

میں کہتا ہوں: اس سے قریب قریب معنی کی بات شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے بھی آئی ہے، ملاحظہ فرمائیں اس کتاب کا ص (۲۲۰) حاشیہ (۲)۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ" (دیکھئے: اعلام الموقعین، از ابن القیم، ۱/۷)۔

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس کے سامنے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح ہو جائے اُس کے لئے لوگوں میں سے کسی کے قول کی بنا پر اُسے چھوڑنا حلال نہیں۔

[1] اس اثر کی تخریج علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب "صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (ص: ۲۶، حاشیہ ۳، ایڈیشن المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ) میں ملاحظہ فرمائیں، نیز اسے علامہ عجلونی نے ==

* بعض لوگ اسے حدیث سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں، بلکہ بے اصل ہے۔ (دیکھئے: السلسلۃ الضعیفۃ، نمبر: ۵۵۱، وتحریم آلات الطرب، از علامہ البانی ص ۱۴)۔ [مترجم]

ہم میں سے ہر کوئی کسی کی بات چھوڑتا ہے اور اُس کی بات کو چھوڑا جاتا ہے' سوائے اس قبر والے کے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ۔

ہم جب کسی عالم یا فاضل شخص پر رد کرتے ہیں تو اس کا معنیٰ یہ نہیں ہوتا کہ ہم اس سے بغض رکھتے ہیں یا اس کی تنقیص کرتے ہیں' بلکہ ہم صحیح بات کی وضاحت کرتے ہیں، اسی لئے جب کسی عالم کے کسی ساتھی اور دوست سے غلطی ہوئی تو انہوں نے کہا: ''فُلَان حَبِيبُنَا، وَلَكِنِ الْحَقُّ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْهُ''[1]۔ فلاں صاحب ہمیں محبوب ہیں' لیکن حق ہمیں ان سے زیادہ محبوب ہے۔

اور یہی صحیح طریقہ ہے۔

اس لئے یہ نہ سمجھو کہ کسی مسئلہ میں اگر کسی عالم سے غلطی ہو جائے' تو اس میں اس کی تردید کرنے کا معنیٰ اس کی تنقیص یا اس سے نفرت ہے، ہرگز نہیں، بلکہ علماء ہمیشہ سے ایک دوسرے کی غلطیوں کی تردید کرتے رہے ہیں' اس کے باوصف وہ آپس میں بھائی بھائی اور ایک دوسرے سے محبت کرنے والے تھے۔

ہمارے لئے جائز ہی نہیں کہ کسی شخص کی کہی ہوئی تمام باتیں ایک قول مسلَّم (تسلیم شدہ فرمان) کی طرح قبول کرلیں' خواہ صحیح ہو یا غلط؛ کیونکہ ایسا کرنا تعصب ہے۔

بلکہ جس کی تمام باتیں لی جائیں گی اُس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا جائے گا' وہ صرف رسول اللہ ﷺ ہیں؛ کیونکہ آپ ﷺ اپنے رب کی طرف سے پیامبر ہیں' اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ سب غلطی بھی کرتے ہیں اور درستی بھی' خواہ وہ افضل ترین

== ''کشف الخفاء'' (۱۹۶۱) میں بھی نقل کیا ہے۔

[1] یہ بات شیخ الاسلام امام ابن القیم رحمہ اللہ کی ہے' جو انہوں نے ابو اسماعیل ہروی کے بارے میں کہی تھی، (دیکھئے: مدارج السالکین، ۳ / ۳۹۴)۔

لوگ ہوں، کیونکہ وہ مجتہد ہیں' ان کا اجتہاد صحیح یا غلط دونوں ہوسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ غلطیوں سے کوئی محفوظ نہیں۔

ضروری ہے کہ ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں' اور کسی کی مجاملت اور خوشامد کرتے ہوئے اس کی غلطی پر خاموشی اختیار نہ کریں' بلکہ ہم پر غلطی واضح کرنا ضروری ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''**الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ**'' قُلْنَا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ''**لِلّٰهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ**''[1]۔

''دین خیر خواہی کا نام ہے''۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس کی خیر خواہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حکمرانوں کی، اور عام مسلمانوں کی''۔

اور غلطی واضح کرنا تمام لوگوں کی خیر خواہی ہے، اور اسے چھپانا نصح و خیر خواہی کے خلاف ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۶۸: ایسے استاذ کے پاس علم حاصل کرنے کا کیا حکم ہے جس کا اسماء وصفات کے باب میں اہل سنت وجماعت سے اختلاف ہو، مستفید فرمائیں، اللہ آپ کو فائدہ پہنچائے؟

جواب: ایسے مدرس کا انتخاب کرنا ضروری ہے جس کا عقیدہ اور علم درست ہو، اور اگر یہ ممکن نہ ہو' اور آپ کو کوئی ایسا مدرس ملے جس کے پاس -مثال کے طور پر- فقہ، یا نحو یا ان جیسے دیگر علوم کی معرفت ہو جو عقیدہ سے متعلق نہیں ہیں؛ تو جن علوم میں وہ اچھا ہے' آپ کے

[1] صحیح مسلم، حدیث (۵۵)۔

لئے اُس سے اُن علوم کے حاصل کرنے میں حرج نہیں، لیکن عقیدہ آپ صحیح عقیدہ والوں ہی سے پڑھیں گے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال ۶۹: کیا اشاعرہ، معتزلہ اور عقیدہ کے باب میں جو بھی اُن کے طور طریقہ پر قائم ہیں اُنہیں کافر کہا جائے گا، اور کیا اُن کے علماء ومشائخ سے عقیدہ، فقہ اور تفسیر کا علم حاصل کرنا جائز ہے؛ اس حال میں کہ اُن کے اشکال (انحراف) کی جگہ معلوم ہو؟

جواب: کافر اس شخص کو کہا جائے گا جو حق جانتے ہوئے ہٹ دھرمی وسرکشی کرے، لیکن جو کسی تاویل یا جہالت ولاعلمی کی بنا پر حق کی مخالفت کرے' اُسے کافر نہیں کہا جائے گا، بلکہ کہا جائے گا: کہ یہ غلطی اور گمراہی ہے۔

جو بھی تاویل کرے اور اس کا گمان ہو کہ یہ تاویل حق ہے، یا کسی کا مقلد ہو اور اس کا خیال ہو کہ وہ درستی پر ہے، یا وہ کوئی کام جہالت کی بنیاد پر کر بیٹھے، تو ایسے تمام لوگوں کو کافر نہیں کہا جائے گا، بلکہ انہیں گمراہ (بھٹکے ہوئے) کہا جائے گا۔

رہا مسئلہ اُن سے عقیدہ کے علاوہ دیگر علوم حاصل کرنے کا جن میں وہ ٹھوس ہوں' تو اس میں کوئی حرج نہیں، مثلاً ان سے فقہ، نحو، اور علم حدیث وغیرہ حاصل کئے جانے میں کوئی مانع نہیں' بشرطیکہ وہ علانیہ بدعتیں کرنے والے نہ ہوں۔

لیکن اگر اُن کے علاوہ کوئی موجود ہو جو اُن سے افضل ہو' تو اُن سے افضل شخص کی شاگردی اختیار کرنا واجب ہے، مگر جب کسی شخص کو فقہ، عربی زبان اور ان جیسے دیگر علوم کے لئے اُن کے علاوہ کوئی میسر نہ ہو' تو اُن سے متعلقہ علوم کے حصول میں کوئی مانع نہیں' لیکن عقیدہ کا علم صرف عقیدہ کے علماء ہی سے لیا جائے گا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سوال ⑦٠: اگر کوئی طالب علم (عالم) کسی بدعت کا قائل ہو اور اس کی دعوت دے جبکہ اس کے پاس فقہ و حدیث کا بھی علم ہو، تو کیا اس کی بدعت کے سبب اس کا علم حدیث و فقہ ساقط اور غیر معتبر ہو جائے گا؟ اور اسے مطلق طور پر حجت نہیں مانا جائے گا؟

جواب: جی ہاں، اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اگر وہ بدعتی ہو اور اپنی بدعت کا علانیہ پرچارک ہو، تو اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس سے علم حاصل کیا جائے گا، کیونکہ اگر اس کی شاگردی اپنائی جائے گی تو شاگرد اپنے استاذ اور معلم سے متاثر ہو جائے گا، لہٰذا بدعتیوں سے دور رہنا واجب ہے، سلف صالحین رحمہم اللہ بدعتیوں کی ہم نشینی، ان سے ملاقات اور ان سے ملنے جلنے سے منع کیا کرتے تھے، اس ڈر سے کہ کہیں ان کا شر و فساد ہم نشینوں اور ملنے جلنے والوں میں نہ سرایت کر جائے [1]۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

---

[1] کیونکہ ہر ساتھی اپنے ساتھی کی پیروی کرتا ہے، اور مثل مشہور ہے: زیادہ گفتگو جادو پر غالب آجاتی ہے، اور زیادہ پیٹنے سے لوہے کا جوڑ بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

اس لئے میل جول، معاشرت اور ایک ساتھ رہنے سہنے کا بڑا اثر ہوتا ہے، چنانچہ ابو ذر ہروی قاضی ابوبکر ابن الطیب سے متاثر ہوئے، اور ان کے پاس بار بار جانے کے سبب ان کا اشعری مذہب قبول کرلیا۔

(دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۱۱۰۴-۱۱۰۵، سیر أعلام النبلاء، ۱۷/ ۵۵۸-۵۵۹)۔

اسی طرح عمران بن حطان جنہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے، اور اہل سنت میں سے تھے، لیکن میل جول نے انہیں خوارج کے مذہب میں ڈھکیل دیا۔

یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں: ==

سوال ⑦١: آج امت مسلمہ ایک فکری اضطراب اور بے چینی کی حالت میں زندگی بسر کررہی ہے، بالخصوص دین کے سلسلہ میں، چنانچہ اسلامی جماعتوں اور فرقوں کی بڑی کثرت ہوگئی ہے، اور ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ اس کا منہج ہی صحیح اسلامی منہج ہے، جس کی اتباع واجب ہے! نوبت یہ ہے کہ ایک مسلمان حیران ہے کہ اُن میں سے کس کی پیروی کرے، اور کونسا فرقہ حق پر ہے؟

جواب: دین اسلام میں فرقہ بندی نہیں ہے، کیونکہ دین اسلام نے ہمیں اتحاد واجتماعیت کا حکم دیا ہے، نیز یہ کہ ہم عقیدہ توحید اور اتباع رسول ﷺ پر قائم ایک جماعت اور ایک امت بن کر رہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمۡ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمۡ فَٱعۡبُدُونِ ۝٩٢﴾ [الأنبياء: ٩٢]۔

== ''جو بات ہم تک پہنچی ہے اس کے مطابق اس کا سبب یہ تھا کہ ان کی چچازاد بہن خوارج کی رائے رکھتی تھی، لہٰذا انہوں نے اس سے شادی کرلی تاکہ اُسے اس سے باز رکھ سکیں، تو اُس نے انہی کو اپنے مذہب کی طرف پھیر لیا'' (تہذیب التہذیب، ۸ / ۱۱۳)۔

اور ہم نشیں کے ہم نشیں سے متاثر ہونے کی سب سے بلیغ وضاحت نبی ﷺ کا فرمان ہے جو خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

''الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ'' (سنن ابو داود، حدیث ۴۸۳۳، ومسند احمد، حدیث ۸۰۲۸، دیکھئے: الصحیحۃ، حدیث ۹۲۷)۔

آدمی اپنے جگری دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے تم میں سے ہر ایک غور کرلے کہ جگری دوست کسے بنائے۔

یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے، اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ﴾ [آل عمران: ۱۰۳]۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِي شَيۡءٍۚ إِنَّمَآ أَمۡرُهُمۡ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ ١٥٩﴾ [الأنعام: ۱۵۹]۔

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔

یہ فرقہ بندی اور اختلاف کے سلسلہ میں سخت وعید ہے۔

ہمارا دین جماعت کا دین ہے، الفت و یگانگت اور اجتماعیت کا دین ہے، فرقہ بندی کا دین سے کوئی تعلق نہیں، لہذا کئی جماعتوں اور فرقوں کا دین میں کوئی تصور نہیں' کیونکہ دین اسلام ہمیں ایک جماعت ہونے کا حکم دیتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا"[1]۔

مومن مومن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے' جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری (۲۳۱۴)۔

بنابریں ضروری ہے کہ ہم اتحاد و اجتماعیت اپنائیں' اور ایک جماعت ہو کر رہیں، جس کی بنیاد توحید ہو، اس کا منہج رسول اللہ ﷺ کی دعوت ہو، اور اس کا راستہ دین اسلام ہو، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾﴾ [الأنعام: ١٥٣]۔

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

لہٰذا ان مختلف جماعتوں اور دنیا میں پھیلی ہوئی فرقہ واریت کو اسلام برداشت نہیں کرتا، بلکہ اس سے بڑی سختی سے منع کرتا ہے، اور عقیدۂ توحید پر متحد ہونے کا حکم دیتا ہے[1]۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

---

(1) آپ دیکھیں گے آج کل دعوتی میدان میں موجود فرقوں کا یہی کہنا ہے کہ توحید کی دعوت، شرک کا رد، قُبّوں کا انہدام، بدعات سے تنبیہ و تحذیر اور کتاب و سنت کے مخالف کی تردید وغیرہ، یہ تمام چیزیں تفرقہ پیدا کرتی ہیں، اجتماعیت نہیں۔

کیا ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت اس وقت ہوئی تھی جب لوگ ہر طرح سے بکھرے ہوئے تھے، ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے والے اور باہم دست و گریباں تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھوں توحید کی بدولت یکجا اور متحد کر دیا، بھلا اہل دانش و اصحاب بصیرت کہاں ہیں؟ نیز آپ ﷺ بندوں کے درمیان تفریق کرنے والے بھی بن کر آئے تھے' ==

سوال ۷۲: کیا دنیا میں -اور بالخصوص ہمارے یہاں سعودیہ میں- سلف صالحین رحمہم اللہ کے منہج کے مخالف مناہج موجود ہیں؟ اور ان مناہج اور ان کے داعیان کے ساتھ تعامل کیسے کیا جائے گا؟

جواب: الحمدللہ ہمارے یہاں سعودیہ میں منہج سلف کے مخالف مناہج موجود نہیں ہیں، بلکہ پورا ملک سلفی ہے، لیکن ممکن ہے کچھ ایسے لوگ موجود ہوں جو گھس پیٹھئے ہوں، اصلاً یہاں کے نہ ہوں، اُن کے یہاں منہج سلف مخالف افکار ونظریات پائے جاتے ہوں [1] اور ان سے

== جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح (حدیث: ۶۸۵۲) میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ فرشتوں نے کہا تھا:

”وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ“۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان تمیز وتفریق کرنے والے ہیں۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن وکافر اور حق وباطل کے درمیان فرق وامتیاز کرتے ہیں۔

[1] مثال کے طور پر: محمد سرور بن نایف زین العابدین، جو منطقۂ القصیم میں تھا، اور بہت انڈے بچے دیا، اسی طرح غزالی، اور منطقۂ عسیر کا عبد الرحیم طحان، اور محمد قطب وغیرہ۔

اور ان جیسے دیگر لوگ ”الاخوان المسلمون“ کے قائدین وممبران کی صورت میں آج بھی موجود ہیں، جن کے ساتھ اس حکومت سعودیہ نے -اللہ تعالیٰ اسے ہر خیر وبھلائی کی توفیق عطا فرمائے- اچھا سلوک و برتاؤ کیا، لیکن انہوں نے اپنے باطل افکار ونظریات، عقائد اور فتوؤں کے ذریعہ بدسلوکی کا معاملہ کیا، جس نے ہمارے بعض نوجوانوں کو تشویش اور الجھن میں مبتلا کر دیا، ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں اور انہیں ہدایت اور سلف صالحین کے منہج پر استقامت عطا فرمائے، آمین۔

یہ باتیں مسلمانوں کی خیر خواہی کے طور پر ہیں، تاکہ لوگ ان سے آگاہ رہیں، ان کی تقریروں اور کتابوں سے دھوکہ نہ کھائیں۔

اس ملک کے کچھ لوگ حسن ظن اور حقیقت حال سے ناواقفیت کے سبب متاثر ہو گئے ہوں، اسی لئے ہم اپنے بچوں کو وصیت کرتے ہیں کہ ان سے اوران جیسے دیگر لوگوں سے آگاہ رہیں' اور باہر سے آنے والے ہرکس وناکس کو اپنا اعتماد نہ دیں' جس کے عقیدہ وفکر سے نہ وہ واقف ہیں' نہ ان کے علمی معیار سے، اور نہ یہ پتہ ہے کہ انہوں نے علم کہاں سے حاصل کیا ہے، کیونکہ ''جس کے پاس خود کوئی چیز نہ ہو وہ دوسروں کو نہیں دے سکتا''۔

یہ سرزمین نجد ٹکڑیوں میں بکھری ہوئی تھی، ہر گاؤں اور بستی کی خود اپنی حکومت تھی، اور ہر بستی دوسری بستی سے برسرپیکار رہتی تھی۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے ذریعہ اس ملک پر احسان فرمایا، چنانچہ انہوں نے اللہ کی توحید اور رسول ﷺ کے لائے ہوئے اللہ کے دین کی طرف بلایا اور شرک و بدعات اور خرافات سے کنارہ کش ہو کر دین صحیح کی طرف پلٹنے کی دعوت دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُس وقت کے حکمرانوں کے ایک خانوادہ آل سعود پر احسان فرمایا' جو ایک بستی کے حاکم تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جد اعلیٰ کو توفیق بخشی، چنانچہ انہوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت کی حمایت کی اوران کے ساتھ جہاد کیا' اور اِس طرح علم کا جہاد اور تلوار کا جہاد دونوں اکٹھا ہو گئے' جس کے نتیجہ میں یہ ملک امن وسلامتی کا گہوارا بن گیا، جاہلی عادات واطوار اور باطل تقلیدوں کا خاتمہ ہوا، یہاں سے بدعات وخرافات اور شرکیات کا ازالہ کیا گیا، جس کے نتیجہ میں یہ ملک ''لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ'' کے جھنڈے تلے متحد ہوا، ہر طرف امن وآشتی پھیلی، لوگوں کے درمیان بھائی چارگی پیدا ہوئی، اور اس طرح تمام گاؤں، بستیوں اور شہروں کے لوگ ایک حکومت اور ایک امت میں ڈھل گئے [1]۔

---

[1] یہ امن وسلامتی اور اجتماعیت جس کے سایہ میں اس وقت ہم اس ملک ''سعودیہ'' میں ==

....

== جی رہے ہیں، محض اول تا آخر اللہ کے فضل و کرم، اور پھر شریعت اسلامیہ کے نفاذ، اور بانی مملکت – رحمہ اللہ وطیب ثراہ – کی نیک نیتی اور ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کے روز اول ہی سے اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی بنیادوں پر قیام حکومت کے ٹھوس عزم و چاہت کی بدولت حاصل ہوا ہے، پھر اسی نہج پر ان کے بعد ان کے ابناء بھی گامزن ہوئے۔ لہٰذا اے اللہ ہمارے دین، ہمارے امن و امان اور ہمارے حکمرانوں کی حفاظت فرما، آمین۔

لیکن یہ امن وآشتی اور اجتماعیت عقیدۂ سلف سے نفرت کرنے والے اہل بدعت وخواہشات کو نہ بھائی، لہٰذا یہ نوجوانوں کے درمیان تباہ کن افکار ونظریات پھیلانے لگے، اور افسوس کہ بعض نوجوانوں کی طرف سے انہیں کامیابی بھی مل گئی۔

چنانچہ جو شبہات اور باطل افکار ونظریات وقتاً فوقتاً یہاں وہاں پھیلائے جاتے ہیں' ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

۱۔ حکمرانوں کو کافر قرار دینا، انہیں ''طاغوت'' کہنا اور اشتعال انگیز، بھڑکاؤ عبارتوں کے ذریعہ عوام کو برانگیختہ کرنا۔

۲۔ علماءِ سنت – جو منہج سلف کے پیروکار اور ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے والے ہیں – کے خلاف طعنہ وتشنیع کرنا اور انہیں ایسی باتوں سے متہم کرنا جن سے وہ بری ہیں، مثال کے طور پر: وہ درباری وسرکاری علماء ہیں، حیض ونفاس کے علماء ہیں، ایجنٹ ہیں، غلام ہیں، واقع کو نہیں سمجھتے ہیں، کرسیوں اور مناصب کے علماء ہیں، بلکہ علماء کو کافر قرار دینا، جیسا کہ اسامہ بن لادن خارجی اور اس کے ہم رکابوں اور نقش قدم کی پیروکاروں نے کیا۔

۳۔ کمپنیوں، فکٹریوں کو' خواہ وہ مسلمانوں کی ہوں یا کافروں کی' – ان کے طریقہ کے مطابق – بم دھماکوں سے تباہ کرکے جہاد کرنا' بزعم خویش اس بنیاد پر کہ کافروں، طاغوتوں ==

لیکن یہ کبھی نہ بھولنا کہ دشمنانِ توحید وسنت ہمیشہ گھات میں رہتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اس وحدت واجتماعیت کو منتشر کردیں۔

دشمنان اس ملک کی عوام کے درمیان یہ فرقہ واریت اُن غیر معروف اور مشکوک افکار ومناہج کے ذریعہ پھیلا رہے ہیں، جوانہوں نے اس ملک میں گھسیڑا ہے، جسے بعض نوجوانوں نے قبول کیا ہے، ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ ان کی اصلاح فرمائے اور انہیں ہدایت عطا فرمائے، یہ ہمارے ساتھ شر وبرائی ہی کرنا چاہتے ہیں، ورنہ اور کیوں اللہ کے بندو؟! کیا ہم ایک جماعت نہیں ہیں؟ کیا ہم توحید کے دین یعنی عقیدہ توحید پر گامزن نہیں ہیں؟ کیا ہم امن وآشتی میں نہیں جی رہے ہیں؟ ہمیں اس کے سوا اور کیا چاہیئے؟ ہم باہر سے آئے ہوئے افکار ونظریات اور درآمد کردہ مناہج کیوں قبول کریں، اور فلاں فلاں کی باتیں کیوں لیں جس کی نہ کوئی دینی علمی شناخت ہے، نہ یہ معلوم ہے کہ اس نے کہاں سے علم حاصل کیا ہے اور کیا پڑھا سیکھا ہے، نہ ہی یہ پتہ ہے کہ اس کا عقیدہ کیا ہے؟ پھر بھی ہم اس کی باتیں قبول کرتے اور اسے اپناتے ہیں، اور جس صحیح دین، صحیح عقیدہ، اور ستھرے منہج پر قائم ہیں اُسے چھوڑ دیتے ہیں، اللہ واسطے ان فرقوں سے بچو اور اپنے بھائیوں اور اولاد کو بھی بچاؤ۔

ہم ایک جماعت ہیں، ایک امت ہیں، ایک منہج پر ہیں، ایک عقیدہ پر ہیں، ہمارا ملک الحمدللہ اسلامی ملک ہے، اور ہمارے درمیان فیصلے اللہ کی شریعت سے ہوتے ہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ: ہم کامل ہیں، نہیں بلکہ ہمارے یہاں کمیاں ہیں، لیکن الحمدللہ یہ کمی بڑی کمی سے بہت کمتر ہے، کیونکہ ہمارے درمیان حکم وفیصلہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

== اور بے دینوں سے جہاد مطلوب ہے، اسی طرح خفیہ قتل کرنا وغیرہ، اور ان چیزوں کو وہ نیکی اور اللہ کے تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں!!

کی سنت سے ہوتا ہے، ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سارا ملک اسلامی ملک ہے، جس میں اللہ کی شریعت سے فیصلے کئے جاتے ہیں، اور سلف تا خلف ایک عقیدہ اور ایک منہج کی بالادستی ہے۔

تو بھلا ہم ان افکار ونظریات اور عقیدہ کے مخالف ان مختلف مناہج کو کیوں قبول کریں، کہ اس کے نتیجے میں ہر گروہ اپنا الگ منہج اپنائے پھرے، اور ہر ٹولی دوسری ٹولی کی دشمن بن جائے، اور ہم اس صحیح سالم منہج کو چھوڑ دیں جس پر ہمارے آباء واجداد گامزن تھے، اور اس پر ہماری نسلیں اور ہمارا ملک برسہا برس سے قائم رہا ہے، کیا یہ اللہ کی نعمت کی ناقدری نہیں ہے؟! کیا یہ اللہ کی نعمت کی ناشکری نہیں ہے؟!!

ہم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو کیوں یاد نہیں کرتے، کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ﴾ [۱۰۳]۔

اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

آج کی شب کل کی شب سے اور آج کا دن کل کے دن سے کس قدر مشابہ ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ تاریخ کا گہرا مطالعہ کریں، سیرتیں پڑھیں، اور جاننے کی کوشش کریں ہم کل کس حال میں تھے، اور آج کس حال میں ہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال (۷۳): بعض دعاۃ جا بجا اس ملک اور اس کے علماء پر نقد کرنے میں لگے ہوئے

ہیں کہ یہ خوشامد کرنے والے اور درباری علماء ہیں، انہیں واقع کی سمجھ نہیں ہے، ساتھ ہی بعض ممالک کی تعریف کرتے ہیں جو تطبیق شریعت کا دعویٰ کرتے ہیں؛ حالانکہ وہ بڑی بڑی مخالفتوں کو؛ جو ان سے سرزد ہوتی ہیں؛ نظر انداز کرتے ہیں، نیز بعض دعاۃ، اہل بدعت اور منہج سلف کے مخالفین کی بھی تعریف کرتے ہیں! ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے اور انہیں کیا جواب دیں گے؟

جواب: میں محض مسلمانوں کی - بالخصوص اس ملک کے مسلمانوں کی - بھلائی، خیر خواہی اور باہمی الفت کا خواہش مند ہوں۔

اور ہمارا معاشرہ - ہم اللہ پر کسی کی صفائی پیش نہیں کرتے - الحمدللہ سب سے اچھا معاشرہ ہے، حکمرانوں کے اعتبار سے بھی، علماء کے اعتبار سے بھی اور رعایا کے اعتبار سے بھی، الحمدللہ دنیا میں جو لوگ موجود ہیں یہ ان میں سب سے بہتر ہیں، ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم مکمل ہیں؛ جیسا کہ یہی انصاف کا تقاضہ ہے، لیکن ہم اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کی نعمت کا انکار نہیں کرسکتے؛ کہ ایسا کرنا نعمت کی ناشکری ہے، الحمدللہ ہمارے یہاں علماء ہیں، اور الحمدللہ ہمارے پاس درست عقیدہ والے حکمران ہیں، جن کا کوئی اشتراکی[1]، ....

---

[1] اشتراکیت: (Socialism) انیسویں صدی عیسوی میں پیدا ہونے والا ایک باطل، کفریہ، الحادی اور ظالمانہ نظریہ ہے جو مزدور اور مالک کے درمیان ہونے والے نزاع اور جھگڑے کے سبب وجود میں آیا، مالکان مزدوروں پر زیادتی کرتے ہوئے انہیں کم تنخواہیں دیکر مال کا حد درجہ استحصال کرتے تھے، ساتھ ہی آلات اور وسائل کی فراہمی نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی، بایں طور کہ مزید بے روزگاری پھیل گئی۔ اس مشکل کو حل کرنے کا نام نہاد دعوی کرنے والے مختلف افکار وجود میں آئے، انہیں میں ایک فکرو نظریہ اشتراکیت کا ہے، جس کا معنیٰ ہے انفرادی ملکیت ==

== کا خاتمہ، اس کی بنیاد مشہور یہودی کارل مارکس (Karl Marx) اور اس کے ساتھی فرائڈریچ اینجلز (Friedrich Engels) نے سنہ ۱۸۸۴ء میں ڈالی۔

لیکن افسوس کہ ان ظالموں اور اسلام دشمنوں نے اس الحادی اور ظالمانہ نظام کا موسس و بانی ام المومنین خدیجہ اور صحابی جلیل ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہما کو قرار دیا، بلکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ''ام اشتراکیت'' کہا، اور مصری صدر جمال عبد الناصر (وفات: ۱۹۷۰ء) نے اپنے ایک خطاب میں پوری بے حیائی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''امام الاشتراکیین'' قرار دیا!!

اس نظریہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ الحاد اور خالق سبحانہ وتعالیٰ کا انکار۔

۲۔ ادیان اور ان کے بتائے ہوئے قوانین کا انکار۔

۳۔ تمام انسانی طبقات میں طبقاتی ٹکراؤ اور باہمی کشیدگی کی آگ بھڑکانا۔

۴۔ انفرادی ملکیت کا بالکلیہ خاتمہ کرنا اور اس کی جگہ حکومت کی ملکیت لانا۔

۵۔ معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے لئے خاندانی نظام کو تباہ کرکے اس کی جگہ اباحیت اور آبرو باختگی لانا۔

۶۔ انفرادی آزادیوں کا خاتمہ کرنا۔

۷۔ قومیت پرستانہ نظام کی پابندی کرنا۔

۸۔ سامان کی قیمت کی کمی بیشی محنت ومشقت کی بنیاد پر کرنا۔

۹۔ مزدوری سے زائد مال جو مالک لیتا ہے اس کا حقدار مزدور کو قرار دینا۔

۱۰۔ مالداروں کے پاس مال جمع ہونے کی صورت میں مزدوروں کی حمایت کرنا۔ (دیکھئے: اتجاہات فکریۃ معاصرۃ، از مناہج جامعۃ المدینۃ العالمیۃ (ص: ۱۰۷-۱۱۷)، والمذاہب ==

یا بعثی [1] یا کوئی اسلام مخالف مذہب وعقیدہ نہیں ہے، وہ عقیدۂ توحید اور دین اسلام پر

== الفكرية المعاصرة ودورها في المجتمعات وموقف المسلم منها ، از ڈاکٹر غالب بن علی العواجی، ۲/ ۱۰۲۲، ۲/ ۱۰۳۶)۔

علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس کا یہ خیال ہو کہ کارل مارکس یہودی کا اشتراکی نظریہ مباح ہے، یا وہ اسلام کا حصہ ہے، یا اسلام سے بہتر ہے یا اسلام سے زیادہ مبنی بر رحمت ہے' وہ بندگان الٰہی میں سب سے بڑا کافر اور گمراہ ہے!!'' (مجموع فتاوی ابن باز، ۶/ ۲۶۱)۔ [مترجم]

[1] یہ میشیل عفلق (نصرانی ارتھوڈکس)، زکی ارسوزی (نُصیری ملحد) اور (سابق وزیر اعظم سوریا) صلاح البیطار کی قائم کردہ الحادی پارٹی ''حزب البعث'' کی طرف اشارہ ہے، جس سے سابق حاکم عراق صدام حسین منسلک تھا، اس پارٹی کے عقائد و نظریات سراسر ملحدانہ اور کفریہ ہیں۔ چنانچہ علامۃ الیمن شیخ مقبل بن ہادی وادعی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''بعث پارٹی''، میشیل عفلق نصرانی نے اسلام اور مسلمانوں کو فریب دینے اور زک پہنچانے کے لئے قائم کی، چنانچہ مسلم نوجوانوں کو ورغلاتے ہوئے کہا: ذرا روس اور کمیونسٹوں کو دیکھو وہ عرب ممالک کو نیست و نابود کر دینے کے درپے ہیں، اس لئے ہم عربوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ہمیں کسی کے دین اور عقیدہ سے کوئی سروکار نہیں، خواہ مسلمان ہو یا نصرانی سب اکٹھا ہو جائیں' بس مقصد یہ ہے کہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑی قوت بن جائیں، نصرانی اپنی نصرانیت پر ہی باقی رہے! (کوئی مضایقہ نہیں) پہلے تو یہ نبی کریم ﷺ کی تعریف کرتا تھا، لیکن بعد میں کہنے لگا: کارل مارکس کی اشتراکیت کے بغیر سماج کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بعثیت اسی اشتراکیت اور کمیونزم کی پیداوار ہے۔ اور اشتراکیت کفر اور کتاب وسنت کے سراسر خلاف ہے،... (اور پھر انہی کے اقتباسات سے اس کا کفر ثابت کیا ہے)۔ ==

گامزن ہیں، الحمدللہ ان کا عقیدہ شرک سے پاک ہے، وہ حدود کی تنفیذ کرتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، اور اللہ کی کتاب کو فیصل بناتے ہیں، انہوں نے -تقریباً ہر گاؤں بستی اور شہر میں- شرعی عدالت کھول رکھا ہے جہاں لوگ اللہ کی شریعت کے مطابق اپنے مسائل کا فیصلہ لیتے ہیں۔

بہر کیف غلطیاں تو موجود ہیں، لیکن خیر و بھلائی اس سے کہیں زیادہ ہے، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم انہیں نصیحت کریں، ان کے لئے توفیق، راست روی اور ہدایت کی دعا کریں، انہیں رازدارانہ نصیحت کریں اور ان تک حق پہنچائیں، یہی ہماری ذمہ داری ہے۔

کیا ہم چاہتے ہیں کہ یہ معاشرہ بکھر جائے؟ کیا ہم چاہتے ہیں کہ یہ معاشرہ باہم دست

== (دیکھئے: غارۃ الأشرطۃ علی أہل الجہل والسفسطۃ، از علامہ شیخ مقبل بن ہادی وادعی یمانی رحمہ اللہ، ۲/ ۴۵۳، دار الحرمین قاہرہ، پہلا ایڈیشن، ۱۴۱۹ھ)۔

امام ابن باز رحمہ اللہ سے کیا گیا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کیا حاکم عراق پر لعنت کرنا جائز ہے؟ کیونکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک کلمہ گو ہے ہمیں لعنت کرنے سے توقف کرنا چاہئے، نیز اُسے "کافر" کہنے والے کے بارے میں سماحۃ الشیخ کی کیا رائے ہے؟

جواب: وہ شخص کافر ہے، اگرچہ "لا إلہ إلا اللہ" کہے اور نماز روزہ بھی کرے، جب تک کہ بعثی الحادی عقائد ونظریات سے براءت و بے زاری نہ کرے اور اعلان نہ کردے کہ اس نے بعثیت اور اس کی دعوت دینے سے توبہ کرلی ہے، کیونکہ بعثیت کفر اور گمراہی ہے، لہٰذا جب تک وہ اس بات کا اعلان نہیں کرتا، کافر ہے!! (دیکھئے: مجموع فتاوی عبد العزیز ابن باز، ۶/ ۱۲۱-۱۲۳، و۱۸/ ۲۴۹-۲۵۰)۔ [مترجم]

وگریباں ہوجائے؟ یا ہم چاہتے ہیں کہ اس معاشرہ کا امن پارہ پارہ ہوجائے؟ اور لوگ اپنے اموال، گھربار، محارم اور خود اپنی جانوں کے سلسلہ میں مامون نہ رہیں، کیا ہم یہ نعمت چھن جانا چاہتے ہیں؟ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اس نعمت پر اللہ کا شکر بجالاؤ، اور ان گمرہی کے داعیوں سے دھوکہ نہ کھاؤ، جو ہمیں شبہات میں ڈالتے ہیں، غلطیاں کریدتے ہیں اور ان میں پھونک مار کر خوب بڑھاتے ہیں، جنہیں دوسروں کی آنکھ کا کیچڑ تو نظر آتا ہے مگر اپنی آنکھوں کا تنکا بھی دکھائی نہیں دیتا۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اللہ سے ڈریں، کیونکہ یہ دین ہے، ذمہ داری ہے، اور اس مسؤولیت کے بارے میں اللہ کے سامنے باز پرس ہوگی، اور اگر نعمتوں کا شکریہ نہ ادا کیا جائے گا تو نعمتیں چھن جائیں گی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝٧﴾ [ابراہیم:۷]۔

اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کردیا کہ اگر تم شکر گزاری کروگے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اگر تمہیں کچھ عقل ہو تو اس ملک اور دیگر ممالک کے درمیان موازنہ کرکے دیکھو، تمہیں نمایاں فرق نظر آئے گا اور معلوم ہوجائے گا کہ اس کا سبب کیا ہے؟

اس ملک میں الحمدللہ جو بھی خیر وبھلائی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اس ملک میں صحیح عقیدہ کا نفاذ ہے، یہاں اللہ عزوجل کی کتاب کا حکم وفیصلہ ہے، اور یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام قائم ہے، یہ بڑی عظیم نعمتیں ہیں، اب اگر ہم ان نعمتوں کی ناشکری کریں، ہٹ دھرمی کرتے ہوئے ان کا انکار کریں، اور عیوب ونقائص اور غلطیاں ڈھونڈھیں، اور ان میں

پھونک مار کر انہیں بڑھائیں؛ تو یہ بھی خواہ مسلمانوں کا شیوہ وطیرہ نہیں ہے [1]۔

❀❀❀❀❀

---

[1] یہ بڑی بڑی متکبرانہ باتیں کرنے والے اس ملکِ توحید سے روئے زمین پر جس کی مثال نہیں ہے، آخر کیا چاہتے ہیں؟ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم حضرات ابو بکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں ہو؟ یا ہم عہد نبوت میں زندگی گزار رہے ہیں؟ اور وہ کون سے ممالک ہیں جن پر تم آنسو بہا رہے ہو اور ان کی باتیں کر رہے ہو؟

کیا اس ملک کی جس نے سلسلۂ ابراہیمی کے رہنما کی یادگار باقی رکھنے کے لئے اپنی سرزمین پر ''قبۂ ابراہیمی''، تعمیر کیا ہے؟!!

یا اس ملک کی جس کے روحانی پیشوا نے ''تقارب ادیان'' کے لئے میٹنگ منعقد کرنے کی دعوت دی؟ اور میٹنگ ہوئی بھی، لیکن مملکت توحید کی قیادت نے اپنے ملک کے کسی شخص کو اس میں شریک ہونے سے باز رکھا؟!!

یا اس ملک کی جو صوفی، ماتریدی اشعری ''مزارات'' کا ملک ہے؟؟

تم خود اپنی ذات، اور اپنے اقوال وافعال میں متعارض ہو، اور کہتے ہو: کہ تم کیوں کافروں اور بددینوں کو چھوڑ دیتے ہو... اور... اہل اسلام اور دعاۃ کی تردید کرتے ہو...؟؟

اس کا جواب دو طرح سے ہے:

اول: یہ کہ مسلمانوں میں تردید صرف اس کی ہوتی ہے جو کتاب وسنت اور سلف صالحین کے منہج کا مخالف ہوتا ہے، اور یہ عقیدہ کی حمایت وتحفظ کے لئے واجب وضروری ہے۔

دوم: ہر ایک پر تمام لوگوں کی تردید کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ ہر ایک اپنی طاقت وقدرت اور کوشش کے مطابق یہ ذمہ داری نبھاتا ہے، چنانچہ کوئی مسلمانوں میں کسی مخالف کی تردید کرتا ہے، کوئی کسی بے دین، سیکولر کی تردید کرتا ہے، اور کوئی کسی کافر کی تردید کرتا ہے، بہرکیف اس طرح ==

== مسلمان ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، لیکن قدرت وصلاحیتیں مختلف ہیں، ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق کرتا ہے۔

لیکن تم سے سوال ہے: کہ آخر تم اس سعودی حکومت ہی کے پیچھے کیوں پڑے رہتے ہو؟ کیا تم نہیں سوچتے کہ ایسا کر کے تم کافروں کی مدد کر رہے ہو؟ کیا تم نہیں سمجھتے کہ تم شر وفساد کا دروازہ کھول رہے ہو؟؟

اس لئے واجب یہ ہے کہ: حکومت کے شانہ بشانہ کھڑے رہو اور اس کا دفاع کرو، اگر چہ کچھ غلطیاں بھی ہوں، اور اگر غلطیاں موجود ہیں تو ان کی اصلاح ان طریقوں سے کرنا ضروری ہے، جن کی کتاب وسنت نے ہمیں رہنمائی کی ہے، اور ہمارے سلف صالحین اور افاضل ائمہ اُن پر آج تک چلتے آرہے ہیں، معصوم کوئی نہیں ہے، نہ کسی نے معصومیت کا دعویٰ کیا ہے، بلکہ سبھی کوتاہ اور سبھی گنہگار ہیں۔ تو بھلا تم کب تک اسی ماحول میں سانس لیتے رہو گے؟!! کیا جب تک خوارج کی حکومت قائم نہیں کرلو گے؟ یا تصوف اور شرکیات کی حکومت قائم نہیں کرلو گے؟ یا پارلیامنٹ اور پارٹیوں کی حکومت نہیں بنالو گے؟! آخر کب تک!!

حق کی طرف رجوع کر لینا باطل میں پڑے رہنے بہتر ہے، اللہ سبحان وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنِيبُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّكُمۡ وَأَسۡلِمُواْ لَهُۥ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝٥٤﴾ [الزمر: ۵۴]۔

تم (سب) اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَٱتَّبِعُوٓاْ أَحۡسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ==

سوال (۷۴): اِن دنوں کبار علماء کو برا بھلا کہنے، ان پر طعن و تشنیع کرنے، اور ان پر کفر وفسق کا حکم لگانے کا معاملہ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے، بالخصوص جب سے بم بلاسٹ وغیرہ کی مذمت میں بعض فتاوے صادر ہوئے ہیں، اور یہ کہ ولاء و براء کے سلسلہ میں ہمارے علماء کے یہاں کمزوری ہے، وغیرہ، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ اس بارے میں آپ ہمیں نصیحت فرمائیں گے، اور بتائیں گے کہ ایسا کہنے والے نوجوان پر رد کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جاہل کو چاہئے کہ زبان نہ کھولے، بلکہ خاموش رہے، اور اللہ سے ڈرے، بلا علم

== ٱلۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ ﴿٥٥﴾ [الزمر:۵۵]۔

اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔

اسی طرح اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمۡ حَسَنَٰتٍۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٠﴾﴾ [الفرقان:۷۰]۔

سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَلَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ.." (صحیح مسلم:۲۷۴۷)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے، بہت زیادہ خوش ہوتا ہے...۔

کوئی بات نہ کرے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾﴾ [الأعراف: ٣٣]۔

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں۔

لہٰذا جاہل کے لئے علمی مسائل میں بات کرنا جائز نہیں، بالخصوص تکفیر جیسے بڑے مسائل میں، نیز غیبت، چغل خوری، اور اسی طرح حکمرانوں کی عیب جوئی اور علماء امت کی عیب جوئی کرنا[1] ناجائز اور حرام ہے اور یہ غیبت کی سنگین قسمیں ہیں، ہم اللہ سے عافیت کے طلبگار ہیں!!

[1] بربادی ہو اس کے لئے جو علماء امت پر طعنہ وتشنیع کرے۔ اگر توبہ نہ کرے تو۔ جو علماء سنت وارثین انبیاء ہیں، اگر ہم اپنے بڑے علماء پر بھروسہ نہیں کریں گے، ان کی عزت و احترام نہیں کریں اور ان سے علم نہیں سیکھیں گے تو آخر کس سے علم سیکھیں گے؟!! کیا جاہل سرداروں سے جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اپنی حدیث میں پیشینگوئی فرمائی ہے، ہمارے شیخ اس حدیث کو عنقریب لا رہے ہیں۔

معالی الشیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہر مومن پر واجب ہے کہ بلا علم کوئی بات کہنے اور بلا حجت و برہان کسی چیز کی جرأت و جسارت کرنے سے ایکدم چوکنا رہے، بالخصوص عقیدہ کے مسائل میں، ایمان اور تکفیر کے مسائل میں ==

== اور حلال وحرام کے مسائل میں، امت میں حق سے انحراف کا ایک بڑا سنگین عمل یہ در آیا ہے کہ ایک مسلمان جس کا اسلام بالکل ثابت ہے' اُسے تحقیق و جستجو اور وضاحت طلبی کے بغیر کافر قرار دیا جائے، عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ خوارج غالب آئے، اور ان کے انحراف کی جڑ اُن کی یہ سوچ تھی کہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اللہ کی جانب سے عائد کردہ اپنی ذمہ داری انجام نہیں دی ہے، چنانچہ اسی بنیاد پر کسی نے انہیں کافر قرار دیا، کسی نے آپ کو واجب القتل ٹھہرایا، اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی کافر قرار دیا، اور اس طرح امت کے معاملات کے ذمہ داروں اور بزرگوں کو ان کے مخالفین ومعارضین نے کافر قرار دیا۔

اور تکفیر کا معنیٰ ہے: کسی پر دین سے خارج ہو جانے کا حکم لگانا، اور اسلام سے پلٹ جانے کا حکم عائد کرنا۔

جبکہ کسی مسلمان پر' جس کا اسلام ثابت ہو' مرتد کا حکم لگانا' جائز نہیں ہے' تا آنکہ اس پر کوئی یقینی شرعی دلیل قائم ہو' بعینہ اسی طرح جیسے اس کے اسلام میں داخل ہونے کا یقین ہے۔ اور سائل نے جو بات کہی ہے کہ: بڑے علماء کافر ہیں!! یہ بہت بڑے خطرہ کے دہانے پر ہے، کیونکہ بڑے علماء کرام حق واضح کرتے ہیں، اور اگر کوئی ان کی حق بیانی کے سبب انہیں مطعون کرے یا انہیں کفر سے متہم کرے' تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تہمت گر کا اتہام صحیح اور درست ہے؛ بلکہ یہ خود اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے، ایسے شخص کو پکڑنا اور اسے قاضیوں کی جانب سے سخت تعزیری سزا دینا واجب ہے۔

ایسے تو ان مسائل کی بابت قدیم زمانہ سے' سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز اور شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہما اللہ کے دور ہی سے بہت سارے رسائل آتے رہے ہیں، اور یہ مسائل بکثرت زیر بحث بھی آئے ہیں' لیکن اس کے باوجود ہمیں اندیشہ ہے کہ تکفیری منہج لوگوں کے درمیان پنپ رہا ہے، -ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں- اور خوارج باقی رہیں گے اور ان کے عقائد ونظریات بھی باقی ==

یہ اور ان جیسے دیگر حادثات ارباب حل وعقد کا کام ہیں، وہی ان مسائل میں باہم بحث وجستجو اور مشورے کر سکتے ہیں، نیز علماء کرام کا کام ہیں، وہی ان کا شرعی حکم بیان کر سکتے ہیں۔

عوام الناس اور مبتدی طلبہ کا ان مسائل سے کوئی سروکار نہیں ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ ٱلْأَمْنِ أَوِ ٱلْخَوْفِ أَذَاعُوا۟ بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ لَٱتَّبَعْتُمُ ٱلشَّيْطَٰنَ إِلَّا قَلِيلًا ۝٨٣﴾ [النساء: ۸۳]۔

جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے، تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے۔

لہٰذا واجب ہے کہ ان مسائل، بالخصوص تکفیر اور ولاء وبراء کے مسائل میں بات کرنے سے زبان کو قابو اور کنٹرول میں رکھا جائے۔

== رہیں گے، اور لوگوں نے -اگر اپنا تدارک نہیں کیا، اور چوکنا نہیں ہوئے- تو بعید نہیں کہ ان میں بھی گمراہوں (خارجیوں) کی عادتوں میں سے کوئی عادت موجود رہے۔

اس لئے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ: ہم آگاہ رہیں، حق کی راہ اپنائیں، اس کی وصیت کریں اور انبیاء کے وارثین علماء کرام پر طعنہ زنی سے اپنی زبانوں کو محفوظ رکھیں'' بات ختم ہوئی۔ (ملاحظہ فرمائیں: کتاب ''الفتاوی المھمۃ فی تبصیر الامۃ'')۔

انسان بسا اوقات لوگوں پر کفر وضلالت کا حکم لگا دیتا ہے' حالانکہ وہ خطا کار ہوتا ہے' جس کے سبب وہ حکم خود اُس پر پلٹ آتا ہے؛ کیونکہ اگر انسان اپنے بھائی کو کہے: اے کافر یا اے فاسق! اور وہ ایسا نہ ہو تو وہ بات اُسی پر پلٹ آتی ہے، والعیاذ باللہ [1]۔

معاملہ بڑا خطرناک ہے، لہٰذا اللہ سے ڈرنے والے ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنی زبان بند رکھے، سوائے اُس کے جس کے سپرد یہ معاملہ ہو، اور وہ اس کا اہل ہو، مثال کے طور پر وہ معاملات کے ذمہ داروں (حکمرانوں) میں سے ہو یا علماء میں سے ہو، تو ایسے شخص کے لئے اس معاملہ کی تحقیق وجستجو ناگزیر ہے۔

اس کے برخلاف اگر آدمی عامۃ الناس میں سے یا چھوٹے طلبہ میں سے ہو' تو اسے ہرگز اس بات کا حق نہیں کہ احکام صادر کرے، لوگوں پر حکم لگائے اور ان کی عیب جوئی کرے' حالانکہ وہ جاہل ہے، اور غیبت وچغلی کرے، حتیٰ کہ تکفیر وتفسیق وغیرہ کی باتیں کرے' کیونکہ یہ ساری باتیں اُسی کی طرف پلٹ آئیں گی، جن کے بارے کہی جارہی ہیں اُنہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا' بلکہ خود اُسی پر لوٹ جائیں گی۔

اس لئے مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی زبان بند رکھے' بلاوجہ ان باتوں میں نہ پڑے جس کا

---

[1] اسے امام بخاری (۵۷۵۳) وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا"۔

جو بھی شخص اپنے بھائی سے کہے: اے کافر! تو دونوں میں سے ایک ضرور اسے لے کر لوٹے گا۔

اُس سے کوئی سروکار نہیں [1]لیکن اگر وہ شرعی احکام کو لے کر من مانی کسی کو غلط اور کسی کو صحیح

[1] بلکہ علم شرعی کے حصول اور اس کی کوشش میں لگے، جو کہ دلوں کی زندگی ہے اور دنیا وآخرت میں بندے کی رفعت وبلندی کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ﴾ [المجادلۃ:۱۱]۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کردے گا۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح (۲۶۹۹) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ‘‘۔

جو حصول علم کی راہ میں نکلے گا، اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے لئے جنت کا ایک راستہ آسان کردے گا۔

اور علم صاحب علم کو شرعی مخالفتوں، نفس پرستی اور شیطانی راہوں میں پڑنے سے روکتا ہے۔

ابن القاسم فرماتے ہیں:

’’سَمِعتُ مَالِكًا يَقُولُ: إِنَّ أَقْوَاما ابْتَغَوا الْعِبَادَةَ وَأَضَاعُوا الْعِلْمَ؛ فَخَرَجُوا عَلَى أُمَّةِ مُحَمَّد بِأَسْيَافِهِمْ، وَلَو ابْتَغَوا الْعِلْمَ لَحَجَزَهُمْ عَنْ ذَلِكَ‘‘۔

میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: یقیناً کچھ لوگوں نے عبادت کی چاہت کی اور علم ضائع کردیا؛ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کرکے امت محمدیہ کے خلاف بغاوت کی، اگر انہوں نے علم حاصل کیا ہوتا تو علم انہیں اس سے باز رکھتا۔

اور وھب فرماتے ہیں کہ: میں امام مالک بن انس کی علمی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، پھر اپنے تختے رکھ کر نماز کے لئے اُٹھا، تو انہوں نے فرمایا: تم جس کام کے لئے اُٹھے ہو ==

ٹھہرائے، مسلم حکمرانوں اور علماء امت کی عیب جوئی اور کردارکشی کرے اور ان پر کفر یا گمراہی کا حکم لگائے، تو یہ چیز خود اُس کے حق میں عظیم خطرے کا باعث ہے، اُنہیں اس کی باتوں کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی بات کی خبر دی تھی کہ علم کا اٹھایا جانا درحقیقت علماء کی موت کے ذریعہ ہوگا، جیسا کہ ارشاد ہے:

''إِنَّ اللَّهَ لاَ يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا''[1]۔

یقیناً اللہ تعالیٰ کھینچ کر علم نہیں اٹھائے گا کہ بندوں (کے دلوں) سے کھینچ لے، بلکہ علماء

== وہ اس سے افضل و بہتر نہیں ہے جسے تم نے چھوڑا ہے'' یعنی علم شریعت۔ (مفتاح دار السعادۃ، از ابن القیم، ۱/ ۱۱۹-۱۲۰)۔

اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ؛ فَإِنَّ طَلَبَهُ عِبَادَةٌ، وَتَعَلُّمَهُ لِلَّهِ حَسَنَةٌ، وَبَذْلَهُ لِأَهْلِهِ قُرْبَةٌ، وَتَعْلِيمَهُ لِمَنْ لَا يَعْلَمُهُ صَدَقَةٌ، وَالْبَحْثَ عَنْهُ جِهَادٌ، وَمُذَاكَرَتَهُ تَسْبِيحٌ'' (الدیلمی، ۲/ ۴۱، مجموع فتاوی ابن تیمیہ، ۴/ ۴۲)۔

علم کو لازم پکڑو، کیونکہ طلب علم عبادت ہے، اللہ واسطے اس کا سیکھنا نیکی ہے، اہل علم کے لئے اسے صرف کرنا قربت الٰہی کا ذریعہ ہے، بے علم کو اسے سکھانا صدقہ ہے، اس کی تلاش و جستجو کرنا جہاد ہے اور اس کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے۔

[1] صحیح بخاری (۱۰۰)۔

کو اٹھا کر علم اٹھا لے گا، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ رکھے گا، تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، جن سے سوال کیا جائے گا، اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، چنانچہ وہ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اللہ کی قسم! آج صورتحال یہی ہے' اس وقت جاہل سرداران احکام شریعت کی باتیں کر رہے ہیں' لوگوں کی رہنمائی کر رہے ہیں' لیکچرز اور خطبے دے رہے ہیں' جبکہ ان کے پاس کچھ بھی علم و فقہ نہیں ہے، بس ان کا کام اضطراب و بدامنی پھیلانا، لوگوں کو اکسانا اور برانگیختہ کرنا ہے، فلاں نے ایسا کہا، اور فلاں نے ایسا کہا! لوگوں کو محض قیل وقال اور بکواس میں لگا رکھا ہے، یہ منظر نامہ نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کا مصداق ہے "کہ لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے"[1]۔

---

[1] ایسے ہی لوگوں میں سے ایک شخص (عائض بن عبداللہ القرنی) جس نے سنت میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے رکھی ہے' اپنی "أما بعد" نامی ایک کیسٹ (کی پہلی سمت) میں کہتا ہے:

"میں کہاں سے شروع کروں... کیسے شروع کروں؟ ہائے میرے خون میری مدد کر، ہائے میرے دل میرا ساتھ دے، ہائے میرے خون مجھے بچالے"۔

یہ ان کی جہالت اور خبطی و بدحواسی کا عالم ہے، ورنہ اگر آپ سرزمین حرمین شریفین میں ہمارے مدارس کے ابتدائیہ کے طالب علم سے بھی پوچھیں گے کہ تم کس سے مانگتے ہو کس سے دعائیں کرتے ہو، اور مشکلات، بحرانی، مصائب اور دشوار گزار حالات وغیرہ میں کس سے مدد چاہتے ہو اور کس سے بچاؤ کی فریاد کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا: اللہ سے۔

اللہ اکبر! تمام لوگوں کو توحید کی معرفت اور اسے سیکھنے سمجھنے کی کس قدر ضرورت ہے، اور اس قسم کے لوگوں میں تو اس کی ضرورت اور بھی شدید ہے' جنہوں نے اپنے آپ کو رہنما، مربی اور ==

اور افسوس تو اس پر ہے کہ لوگ انہیں "علماء" کہتے ہیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ! جبکہ اگر آپ اُس سے کسی پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں سوال کریں یا کوئی شرعی حکم پوچھیں تو آپ کو صحیح جواب نہیں دے سکے گا، کیونکہ اُس کا کہنا ہے: کہ یہ ساری چیزیں علم ہیں ہی نہیں، علم تو سیاسی ثقافت اور فقہ الواقع کا نام ہے!! اس طرح یہ بے چارے علم سے محروم کر دیئے گئے ہیں، اللہ کی پناہ، ہم اللہ سے عافیت کے خواستگار ہیں۔

❁❁❁❁❁

سوال ۷۵: جو کچھ حادثات رونما ہوئے ہیں جن کے سبب بعض مسلمان کسی طالب عالم کا کوئی فتویٰ سن کر کافروں سے ولایت اور دوستی کرنے لگے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان کافروں سے محبت و دوستی رکھ سکتا ہے، لیکن آپ لوگ "موالاۃ" (دوستی) کی تفسیر غلط کرتے ہیں، کیونکہ حقیقت میں ان سے محبت رکھنے والا یا تو جاہل ہوگا، یا پھر وہ مسلمان نہیں، بلکہ منافقوں میں سے ہوگا، ورنہ ایک سچا مسلمان کافروں سے محبت نہیں رکھ سکتا۔

البتہ کچھ ایسے کام ہیں جنہیں آپ لوگ محبت و دوستی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ موالاۃ و محبت نہیں ہیں، جیسے: کافروں کے ساتھ خرید و فروخت کرنا، انہیں ہدیہ دینا، ان کا ہدیہ قبول کرنا وغیرہ، یہ چیزیں جائز ہیں، یہ محبت و موالاۃ نہیں ہے، بلکہ یہ چیزیں دنیوی معاملات اور مصلحتوں کے

== داعی بنا رکھا ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ انہیں لوگوں کو توحید سکھانے کی فکر کیسے ہوگی، جب کہ ان کی باتیں اور ان کی تقریریں توحید کی شان گھٹاتی ہیں، اور اسے حقیر اور معمولی ثابت کرتی ہیں، اور اس کے بالمقابل وہ لوگوں میں سیاسی امور پر ترکیز کرتے ہیں۔ جیسا کہ (ص: ۲۴۲) حاشیہ (۱) میں توحید کی توہین کرنے والے ایک شخص کا ذکر گزر چکا ہے۔

تبادلہ کے قبیل سے ہیں، اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کے یہاں کام کرنے کے لئے مزدوری پر رکھنا، یہ بھی محبت و دوستی نہیں' بلکہ مصالح کا تبادلہ ہے، خود نبی کریم ﷺ نے بھی عبد اللہ بن اریقط لیثی کو سفر ہجرت میں راستہ بتانے کے لئے اجرت پر رکھا تھا' جبکہ وہ کافر تھا، مقصد یہ تھا کہ راستے کے بارے میں اس کے تجربہ سے فائدہ اٹھائیں۔

اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ بر بنائے حاجت خود ایک مسلمان کسی کافر کے یہاں مزدوری کرے، یہ بھی منافع و مصالح کے تبادلہ کے قبیل سے ہے' محبت و دوستی کے قبیل سے نہیں، حتیٰ کہ مسلمان اولاد پر اپنے کافر باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا واجب ہے، یہ بھی محبت کے طور پر نہیں' بلکہ حسن سلوک کی تلافی کے قبیل سے ہے۔ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ﴾ [المجادلة: ٢٢]۔

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ ہی کیوں نہ ہوں۔

لیکن اس کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرے گا، کیونکہ یہ دنیوی سلوک اور حق پدری کی تلافی کے قبیل سے ہے۔

چنانچہ کفار کے ساتھ بعض معاملات روا ہوتے ہیں جیسے اُن کے ساتھ صلح اور امان وغیرہ' یہ چیزیں مسلمانوں اور کافروں کے مابین چلتی رہتی ہیں' یہ موالاۃ و محبت کے قبیل سے نہیں ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں جہلاء ولایت و محبت سمجھتے ہیں' حالانکہ وہ محبت و دوستی نہیں ہیں [1]۔

---

[1] اپنے آپ کو داعی، مرشد اور قائد و رہنما کے منصب پر فائز کرنے والوں کا کفار و مشرکین =

اسی طرح ایک چیز رواداری ہے: یعنی اگر مسلمانوں کو کوئی خطرہ ہو اور خطرہ کے دفعیہ کے لئے وہ کافروں کے ساتھ رواداری کا معاملہ کریں، تو یہ بھی محبت و دوستی نہیں ہے، نہ ہی مداہنت وخوشامد ہے، بلکہ یہ رواداری ہے، اور رواداری ومداہنت میں فرق ہے، مداہنت ناجائز ہے، جبکہ رواداری جائز ہے؛ کیونکہ اگر مسلمان یا مسلمانوں پر کوئی خطرہ ہو، اور ایسی صورت میں اس خطرہ سے بچنے کے لئے وہ کافروں کے ساتھ رواداری کا معاملہ کرلیں تو یہ مداہنت، خوشامد یا دین سے تنازل نہیں ہے، نہ ہی موالات ومحبت۔

مسائل کے لئے علم اور ان کی باریک فقہ درکار ہے، ورنہ کافروں کے ساتھ ہونے والے ہر کام کی تفسیر محبت وموالات سے کی جائے، تو یہ جہالت اور غلطی یا پھر لوگوں کو شبہہ میں مبتلا کرنا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ: ان مسائل میں صرف گہری سمجھ رکھنے والے علماء ہی کو پڑنا چاہیئے، ان میں چھوٹے طلبہ اور نیم علماء کا داخل ہونا، بے سروپا باتیں کرنا، حلال وحرام ٹھہرانا، اور لوگوں کو متہم کرتے ہوئے: اس طرح کی چیزوں کو موالاۃ ومحبت کہنا درست نہیں، کیونکہ انہیں ان

== کے ساتھ تعامل کے سلسلہ میں ان مواقف، دلائل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟

یہ دو طرح کے لوگ ہو سکتے ہیں:

یا تو جاہل ہوں گے، اور اس صورت میں ان پر واجب ہے کہ سرداری اور قیادت کرنے سے پہلے علم حاصل کریں۔

یا انہیں اس کا علم ہوگا، تو ایسی صورت میں ہم ان سے کہیں گے کہ: اللہ سے ڈرو، لوگوں کے سامنے حق بیان کرو اور خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو۔

مسائل میں شریعت کا حکم معلوم نہیں ہے، ایسی باتیں کرنے والے کے لئے یہ چیز بڑی خطرناک ہے، کیونکہ اس نے اللہ پر بلاعلم بات کہی ہے [1]۔

❀❀❀❀❀

سوال ٧٦: کافروں کو بہت سارا مال بطور چندہ دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ چیز مسلمانوں کی مصلحت کے لئے ہو، تو ان کا شر و فساد ٹالنے کے لئے ایسا کرنے میں کوئی مانع نہیں، یہاں تک کہ مسلمانوں کو جن کافروں کے شر سے بچاؤ کی امید

---

[1] اللہ تعالیٰ پر بلاعلم بات کرنا، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے بھی زیادہ سنگین اور خطرناک جرم ہے، ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾﴾ [الأعراف: ٣٣]۔

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت کریمہ میں گناہوں کا ذکر "سب بڑے" پھر "اس سے کمتر" کی ترتیب سے آیا ہے، اور جب اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا سب سے بڑا گناہ ہے تو اللہ پر بلاعلم بات کرنا اللہ کے ساتھ شرک سے بھی بڑا گناہ قرار پایا، کیونکہ اللہ پر بلاعلم بات کہنے والا صرف شریک نہیں، بلکہ شریعت ساز بن گیا۔

ہوا نہیں تالیف قلب کے لئے زکاۃ سے بھی دیا جائے گا۔

تو جب جن کافروں کے شر سے مسلمانوں کے بچاؤ کی امید ہوا نہیں زکاۃ کے مال سے دیا جاسکتا ہے جو کہ فرض ہے، تو کافروں کی شرانگیزیوں کو ٹالنے کے لئے وہ مال کیوں نہیں دیا جاسکتا، جو زکاۃ نہیں ہے! بعض جاہل و نادان اسے بھی موالات و محبت سمجھتے ہیں، جبکہ یہ موالات و محبت نہیں، بلکہ مسلمانوں کے تئیں اُن کے خطرہ اور شرانگیزی سے بچنے کے لئے بطور رواداری ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۷۷: آج کل اخبارات میں امریکی سامانوں کا بائیکاٹ کرنے اور ان کی خرید وفروخت نہ کرنے کی دعوت دی جارہی ہے، علماء بھی بائیکاٹ کی دعوت دے رہے ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ کام ہر مسلمان پر فرض ہے، ان میں سے کوئی سامان خریدنا حرام ہے، ایسا کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب، اور مسلمانوں سے جنگ کے لئے اُن کا اور یہودیوں کا معاون ہے! آپ سے اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے، کیونکہ اس کی ضرورت ہے، اور کیا ایسا کرنے والے کو اس پر ثواب ملے گا؟

جواب: یہ بات صحیح نہیں ہے، علماء نے امریکی سامانوں کے خریدنے کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا ہے، بلکہ بدستور امریکی سامان درآمد کئے جارہے ہیں اور مسلمانوں کے بازاروں میں فروخت ہورہے ہیں۔

لہٰذا سامانوں کا بائیکاٹ نہیں کیا جائے گا، تا آنکہ مسلمانوں کا حاکم اس بارے میں ممانعت کا فرمان صادر کرے اور کسی ملک سے قطع تعلق کا حکم دے، تو ایسی صورت میں اس کا بائیکاٹ واجب ہوگا۔

ورنہ محض کچھ افراد کو حرمت کا فتویٰ دینے کا حق نہیں، کیونکہ یہ اللہ کے حلال کردہ امر کو حرام ٹھہرانے کے قبیل سے ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۷۸: سماحۃ الشیخ: آپ اور آپ جیسے اس ملک کے دیگر علماء الحمدللہ سلفی ہیں، اور حکمرانوں کو نصیحت کرنے میں آپ کا طریقہ شرعی ہے جیسا کہ رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ اور ہم اللہ پر کسی کا تزکیہ نہیں کرتے۔ لیکن بعض لوگ ہیں جو ہونے والی خلاف ورزیوں کی بابت آپ حضرات کے علانیہ انکار نہ کرنے کے سبب آپ لوگوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، اور کچھ دوسرے لوگ آپ لوگوں کی طرف سے عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: آپ لوگوں پر حکومت کی طرف سے بڑا دباؤ ہے؛ ایسے لوگوں کو کچھ توضیحی نصیحت سے نوازیں؟

جواب: اس میں شک نہیں کہ۔ دیگر انسانوں کی طرح۔ حکمران بھی غلطیوں سے معصوم نہیں ہیں، اور انہیں نصیحت کرنا واجب ہے [1] لیکن مجلسوں میں اور منبر و محراب پر انہیں ہدف

---

[1] **امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ اپنی کتاب "السنۃ" (۲/ ۵۰۲) میں فرماتے ہیں:**

"رعایا پر اپنے حکمرانوں کی خیر خواہی واجب ہے" اور اس کے تحت کئی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، جن میں سے ایک حدیث یہ ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "**ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ، وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْأَمْرِ، وَلُزُومُ الْجَمَاعَةِ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ**" (علامہ البانی نے فرمایا ہے: اس کی سند صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب (۱/ ۴۷، حدیث ۹۰)۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ==

طعن بنانا[1] حرام غیبت میں شامل ہے؛ جو حکمرانوں سے سرزد ہونے والے منکر سے بڑا منکر ہے، کیونکہ ایک تو یہ غیبت ہے' نیز اس سے فتنہ پروری اور تفرقہ بازی لازم آتی ہے، نیز اس سے دعوت کے کام کی روانی متاثر ہوتی ہے[2]۔

لہٰذا واجب ہے کہ انہیں محتاط طریقوں سے نصیحت پہنچائی جائے، تشہیر اور پروپیگنڈہ نہ کیا جائے۔

== تین خصلتیں ایسی ہیں جن کی بابت کسی مسلمان کا دل کینہ نہیں رکھتا: اللہ کے لئے خالص عمل، حکمرانوں کی خیر خواہی، اور جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دعا ان کے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔

[1] جیسا کہ کچھ لوگ کرتے ہیں جن کے یہاں دین کی سمجھ نہیں ہوتی یا پھر وہ فتنہ کے داعیان میں سے ہوتے ہیں۔

سماحۃ الشیخ امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رہا امراء اور حکمرانوں کو منبروں پر بُرا بھلا کہنا تو یہ علاج نہیں ہے؛ بلکہ علاج ان کے لئے ہدایت، توفیق، نیک نیتی اور نیک مشیروں کی دعا کرنا ہے، یہی اس کا صحیح حل ہے، کیونکہ برا بھلا کہنے سے ان کی خیر و بھلائی میں اضافہ نہیں ہوگا، انہیں برا بھلا کہنا مصلحت نہیں ہے، بلکہ بُرا بھلا کہنے اور لعن طعن کرنے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے'' (بحوالہ: کتاب ''فتاوی العلماء الأکابر فیما أھدر من دماء في الجزائر، از: برادر گرامی عبدالمالک رمضانی جزائری، ص: ٦٥)۔

[2] اسی طرح اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ بھلائی میں بھی ان کی سمع و طاعت نہیں کریں گے اور ناحق خون بہائیں گے، جیسا کہ خلیفۂ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ محض علانیہ بُرا بھلا کہنے ہی کے نتیجہ میں پیش آیا تھا، جسے خوارج نے شروع کیا تھا، اللہ تعالیٰ انہیں کیفر کردار کو پہنچائے۔

رہا اس ملک کے علماء کو یہ طعنہ دینا کہ وہ حکمرانوں کو نصیحت نہیں کرتے' یا وہ حکومت کے دباؤ میں ہیں [1]، تو اس بات کا مقصد علماء کرام اور نوجوانوں اور سماج کے درمیان جدائی

---

[1] علماء کرام پر طعن وتشنیع کی ایک دوسری قسم بھی ہے جسے ہم نے زیادہ تر محمود حداد مصری نامی شخص سے منسوب ''فرقۂ حداد'' کے ذریعہ سنا ہے، جو بہت پہلے مدینہ طیبہ میں مقیم تھا، اس شخص نے ''اپنے کپڑے کے بٹن کھول کر یہاں تک کہ اس کی ناف ظاہر ہو'' کم علم بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دیا تھا۔

سب سے پہلے اس فرقہ کا ظہور اپنی مجلسوں میں ''حافظ ابن حجر عسقلانی''اور اسی طرح ''امام نووی'' رحمہما اللہ پر طعن وتشنیع، ان کی ہرزہ سرائی، لوگوں کو انہیں کھلم کھلا بدعتی قرار دینے کی دعوت دینے اور اسی بنیاد پر ان کا امتحان لینے کے ذریعہ ہوا تھا، اور یہ اپنے مخالف کو اہل بدعت میں شامل کر دیتے تھے؛ نیز یہ اس حد تک تجاوز کر چکے تھے کہ امام ابن باز، شیخ صالح فوزان، شیخ لحیدان، اور علامہ البانی وغیرہم پر طعن وتشنیع کیا کرتے تھے۔

یہاں تک کہ ان کا ایک شخص کچھ دنوں تک موسم گرما میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے طائف میں امام ابن ابی عاصم کی کتاب ''السنۃ'' پڑھ رہا تھا، پھر چھوڑ دیا، جب اس سے اس کا سبب پوچھا گیا ،تو اس نے جواب دیا: میں تو صرف ابن باز (رحمہ اللہ) پر حجت قائم کرنے کے لئے پڑھ رہا تھا!۔

میں کہتا ہوں: یہ ناسمجھ بچہ کانا امام ابن باز رحمہ اللہ جیسے با عظمت مینار، ٹھوس پہاڑ، ناصر سنت اور قامع بدعت واہل بدعت پر کونسی حجت قائم کرنا چاہتا ہے، اللہ اہل بدعات وخواہشات کا برا کرے۔

رہا ان کا سرغنہ ''محمود حداد''، تو وہ ''العقیدۃ الطحاویۃ'' کی وصیت کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اس دور کے بہت سے علماء اہل سنت ''عقیدۂ طحاویہ''اور اس کی شرح کی وصیت کرتے رہتے ہیں''!!

==

....

== میں کہتا ہوں: اس کتاب کی وصیت کرنے والے علماء میں امام ابن باز رحمہ اللہ بھی ہیں، بلکہ وہ تو یہ کتاب اپنے طلبہ کو مسجد میں پڑھاتے ہیں، اسی طرح اپنی کتاب ''عقیدۃ ابی حاتم وأبی زرعۃ'' (ص: ۹۰) میں بلاوضاحت امام البانی رحمہ اللہ کے اس کتاب کی تخریج کرنے پر بھی نکیر کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ بدعتیوں کا بُرا کرے، یہ اپنے مقصد کی باتیں لیتے ہیں اور اپنے خلاف کی باتیں چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ ''حداد'' کی خود اپنی باتوں ہی میں تناقض ہے، اور یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ نے اسے رسوا کیا؛ چنانچہ اس شخص نے ''احیاء علوم الدین'' کی تخریج شائع کی، اور سارے لوگ جانتے ہیں کہ اس کتاب میں کتنی فاش فاش غلطیاں ہیں، لیکن اس کے باوصف اس نے کوئی تنبیہ وتعلیق نہیں لگائی، نہ اپنی کتاب میں خلل کی جگہوں کی وضاحت اور اس کی تنقیح کی!! بھلا اس سے زیادہ تناقض اور کیا ہوسکتا ہے، لہٰذا مذکورہ دونوں کتابوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اور اس کے پیروکاروں میں سے جن لوگوں نے بھی علماء کی شان میں گستاخیاں کی ہیں' اپنے پیشواہی کی پیروی میں کی ہیں' چنانچہ اس نے خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تنقیص کی ہے اور ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ ''ارجاء'' کو معمولی قرار دیتے ہیں، کہتا ہے:

''ابن تیمیہ - رحمہ اللہ تعالیٰ - اپنی کتاب ''الایمان'' میں کہتے ہیں: ارجاء ایک لفظی بدعت ہے''۔

حداد اس کی من مانی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے:

''یعنی: وہ معنیٰ میں بدعت نہیں ہے!! یہ اِرجاء کو معمولی قرار دینا ہے''۔

(دیکھئے: اس کی کتاب ''عقیدۃ أبی حاتم وأبی زرعہ الرازیین''، ص: ۸۹-۹۰)۔

یہ اس کی غلطیوں لغزشوں کی جستجو نہیں' بلکہ اس کی کچھ حالت زار کا انکشاف اور حقیقت سے آگاہی ہے تاکہ اس سے اور اس جیسے دیگر لوگوں سے دھوکہ کھانے والے بیدار ہوجائیں؛ ورنہ اس حداد کے آنے اور ان لوگوں کے اس سے متعارف ہونے سے پیشتر انہیں ان باتوں سے کیا ==

== سروکارتھا، کہ امام ابن حجر، نووی، ابن حزم، شوکانی، اور البانی وغیرہ کو بدعتی قرار دینا ہے اور ان کے لئے دعاء رحمت نہیں کرنا ہے؟!! (رحمہم اللہ)

''محمود حداد'' کا ایک تناقض یہ بھی ہے کہ: وہ بدعتیوں کے کتابیں پڑھنے بلکہ انہیں دیکھنے کا بھی قائل نہیں ہے اسے سرے سے جائز نہیں سمجھتا - اور یہ صحیح بات ہے-لیکن جو بدعات کا داعی و پرچارک ہو اور قبولیت حق کی بابت ہٹ دھرم ہو، اور جس سے اجتہاد وتاویل کی بنا پر بدعت کا صدور ہو گیا ہو جبکہ وہ سنت کا حامی ہو، سنت ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہو، اور وہ کتب سنت کا سچا خادم ہو۔ ان دونوں میں نمایاں فرق ہے۔

''حداد'' کہتا ہے:

''آدمی اس وقت تک اہل سنت میں سے نہیں ہوسکتا، جب تک کہ بدعات، اس کی جگہوں، اس کے دلائل اور بدعتیوں کی کتابیں دیکھنے سے باز نہ آجائے''۔

(عقیدۃ أبي حاتم وأبي زرعہ الرازیین، جمع الحداد، ص:۱۰۵)۔

یہ حداد کی بات ہے، جبکہ اس سے پہلے اس نے ''عقیدۂ طحاویہ'' پڑھنے کی وصیت کرنے والے پر نکیر کیا ہے، نیز اس کی احادیث کی تخریج کرنے کی بابت امام البانی رحمہ اللہ پر نکیر کیا ہے، لیکن خود اپنی ذات پر نکیر نہیں کیا کہ اُس نے ابن الجوزی رحمہ اللہ کی کتاب ''صید الخاطر'' کا اختصار کیا ہے!!۔

''حداد'' کے منہج پر دو ملاحظات ہیں:

اول: یہ شخص اپنے لئے امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھنا کیسے روا اور جائز سمجھتا ہے جبکہ وہ خود اپنی کتاب ''صید الخاطر'' کے اختصار ''المقتنی العاطر'' کے مقدمہ میں ابن الجوزی کے بارے میں کہتا ہے ''إنہ جھمي جلد'' (کہ وہ سخت قسم کے جہمی ہیں)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ==

== ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفۡعَلُونَ ۝٢ كَبُرَ مَقۡتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُواْ مَا لَا تَفۡعَلُونَ ۝٣﴾ [الصف: ۲،۳]۔

اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ۔تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿۞ أَتَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبِرِّ وَتَنسَوۡنَ أَنفُسَكُمۡ وَأَنتُمۡ تَتۡلُونَ ٱلۡكِتَٰبَۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ۝٤٤﴾ [البقرة: ۴۴]۔

کیا لوگوں کو بھلائیوں کا حکم کرتے ہو؟ اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں؟

دوم: ''صید الخاطر'' ایک نہایت بُری کتاب ہے، اور ان کتابوں میں سے ہے جن کی بابت عوام وخواص کو تنبیہ اور آگاہ کرنا ضروری ہے، تو بھلا اے ''محمود'' تو اسے کیسے اپنائے ہوئے ہے، اپنا وقت ضائع کررہا ہے اور اپنے اس عمل سے لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہا ہے، حالانکہ تو وہی شخص ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ تو - اور کاش تو ویسا ہی ہوتا - لوگوں کو بدعتیوں کی کتابوں سے ڈراتا اور آگاہ کرتا ہے؟!! کیونکہ جب انجان آدمی اس کتاب کو اور اس پر تیرا نام دیکھے گا تو بلاتامل آنکھ بند کرکے لے لے گا، اور اسے مکمل اعتماد ہوگا کہ یہ تو سنت اور عقیدہ کی کتاب ہے، جبکہ کتاب اول تا آخر وہی ''صید الخاطر'' (افکار پریشان کا شکار) ہے بالکل اسم با مسمیٰ کہ اس میں ''فرمان الہی، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل عرفان صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کا ذکر'' نہیں ہے۔

حداد اور اس کے پیروکار امام ابن حجر اور امام نووی رحمہما اللہ وغیرہم پر دعاء رحمت نہیں کرتے (یعنی رحمہ اللہ نہیں کہتے)۔ ==

....

== چنانچہ یہ شخص ''امام'' اور ''رحمہ اللہ'' کہنے والوں پر نکیر کرتا ہے، چنانچہ اپنی کتاب ''عقیدۃ أبي حاتم وأبي زرعۃ الرازیین'' (ص:۱۰۶) میں کہتا ہے:

''... یہاں تک کہ اپنے آپ کو -بزعم خویش- سنی کہنے والا بدعتیوں کے ائمہ کو ''امام'' کا لقب دیتا ہے اور اس کے بعد ''رحمہ اللہ'' (اللہ اس پر رحم فرمائے) کہتا ہے''۔

یہ شخص اور اس کے ہمنواؤں کی زبانیں علماء پر طعنہ زنی، گالی گلوچ اور بدزبانی کے سلسلہ میں چلتی رہی ہیں؛ چنانچہ ''علی بن الحسن بن عساکر'' کے بارے میں کہتا ہے: ''جھمی جلد'' (کہ وہ سخت قسم کا جہمی ہے)۔ (دیکھئے: الجامع فی الحث علی حفظ العلم، بتحقیق حداد، ص: ۲۱۲)۔

میں کہتا ہوں -اور حق کہہ رہا ہوں-:

''حداد'' کا امام ابن باز، ابن عثیمین، صالح فوزان وغیرہ جیسے علماء سنت جو ''عقیدۂ طحاویہ'' اور اس کی شرح کی وصیت کرتے ہیں' کی شان میں گستاخی کرنا اور ان کے خلاف زبان درازی کرنا اور عقیدۂ طحاویہ کی تخریج کرنے کے سبب علامہ البانی پر طعنہ زنی کرنا، اور اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا، یہ ساری باتیں -اُس کے بزعم خویش- مسلمانوں کے عقائد کی بابت اس کی شدید غیرت کے نتیجہ میں نکلی ہیں' تاکہ ان کے عقیدہ میں کوئی آمیزش داخل نہ ہو!!، سبحان اللہ!!

غور کریں کہ اہل سنت' اہل توحید خالص اُس سے محفوظ نہیں ہیں، اور اہل بدعت وشرک اور خرافات اس سے محفوظ ہیں، کیا مسلمانوں کے عقائد کے سلسلہ میں یہی غیرت ہے' تاکہ چوٹی کے علماء وائمہ اُسے پراگندہ نہ کردیں؟!!

• اس شخص سے ''الاخوان المسلمون'' محفوظ ہیں جنہوں نے پوری سرزمین مصر کو روند ڈالا، اور ملک میں فساد مچایا لیکن ہمیں سننے دیکھنے میں نہیں آیا کہ ان کے بارے کچھ کہا ہو، نہ ان کے بارے میں کوئی کتاب شائع کیا، نہ کسی میگزین یا روزنامہ اخبار میں کوئی مضمون لکھا، نہ مصر میں رہتے ==

اور دوری پیدا کرنا ہے؛ تاکہ فتنہ پرور کو اپنے شر و فساد کی تخم ریزی کا موقع میسر آئے، کیونکہ جب علماء کے بارے میں بدگمانی پھیلائی جائے گی تو اُن سے اعتماد ختم ہوگا، اور بد باطنوں

== ہوئے پورے عرصہ میں کبھی ان پر نکیر کیا، حتیٰ کہ ان سے دور ملک حرمین میں رہتے ہوئے اور اپنی ذات کے سلسلہ میں ان کے شر سے مامون ہوتے ہوئے بھی کبھی کوئی نکیر نہیں کیا۔

- اس سے قبر پرست محفوظ ہیں، چنانچہ اس کے ملک میں درگاہ و مزارات پھیلے ہوئے ہیں، اس کی آنکھ و کان کے سامنے قبروں کا طواف ہو رہا ہے اور اسے چوما جا رہا ہے، اولیاء سے فریاد کا سلسلہ جاری ہے، لیکن ان پر کوئی نکیر نہیں کر رہا ہے۔
- اس سے صوفیت اور میلادی حضرات بھی محفوظ ہیں!!
- اس سے تکفیری فرقہ اور خوارج بھی محفوظ ہیں!!
- اس سے تبلیغی فرقہ بھی محفوظ ہے!!
- نیز اس سے اور نہ جانے کون کون لوگ محفوظ ہیں... سب سے خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے.

تو کیا بھلا یہ شخص اُن لوگوں سے خاموش نہیں رہ سکتا اور اپنی زبان نہیں روک سکتا، جو سنت پرست ہیں، اس کی دعوت دینے والے اور اس کا دفاع کرنے والے ہیں، نیز شرک و بدعات اور گناہوں سے ڈرانے اور اہل بدعات و خواہشات سے نفرت دلانے والے ہیں؟!!

سابقہ تمام باتوں کا نچوڑ اور خلاصہ پیش کرتے ہوئے ہم کہنا چاہتے ہیں: کہ درحقیقت اس شخص کے یہاں سنت کی سچی حمایت اور دفاع نہیں، بلکہ نفس پرستی، شہرت طلبی اور ناموری کی خواش ہے، ہم اللہ سے عافیت و سلامتی کے طلبگار ہیں۔

اور اس موقع پر مجھے علامہ محمد شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا ایک بڑا پیارا مقولہ یاد آتا ہے، جسے میں اکثر ان سے سنا کرتا تھا: ''حب الظهور يقصم الظهور'' (شہرت کی خواہش کمر توڑ دیتی ہے)۔ (دیکھئے: السلسلۃ الصحیحہ، ۲/۱۰، و ۶/۸۴۷، وغیرہ)۔

کو اپنا زہر گھولنے کا موقع ملے گا۔

اور میرا ماننا ہے کہ یہ سوچ ایک چال اور سازش ہے جو اس ملک اور اس کے باشندگان کے درمیان اجنبی عناصر کے راستوں سے داخل ہوئی ہے، لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے بچ کر رہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال ۷۹: کیا ''کبار علماء بورڈ'' کی تحقیر وتوہین کرنا، انہیں مداہنت وخوشامد سے متہم کرنا اور ایجنٹ کہنا اجتماعیت ہے؟

جواب: علماء کا احترام واجب ہے، کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

ان کی تحقیر درحقیقت ان کے مقام ومرتبہ، اور ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہونے کی تحقیر ہے، نیز اس علم کی بھی توہین ہے جس کے وہ حامل ہیں۔

اور جو علماء کو حقیر جانے گا وہ دیگر مسلمانوں کو بدرجۂ اولیٰ حقیر جانے گا، لہٰذا علماء کا احترام واجب ہے، کیونکہ وہ علم والے ہیں، امت میں ان کا مقام ہے، نیز ان کی ذمہ داری ہے جسے وہ اسلام اور مسلمانوں کی خاطر اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں، اور اگر علماء پر اعتماد نہیں کیا جائے گا تو بھلا کس پر اعتماد کیا جائے گا؟ اگر علماء سے اعتماد اٹھ جائے گا تو مسلمان اپنی مشکلات کے حل اور شرعی احکام کی وضاحت کے لئے کس سے رجوع کریں گے؟ تب تو امت تباہ ہو جائے گی اور ہر طرف بے نظمی اور انارکی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

عالم اگر اجتہاد کرے اور درستی پالے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور اگر اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو ایک اجر ہے، اور اس کی غلطی معاف ہے۔

اور جو بھی علماء کی تحقیر کرے گا، اپنے آپ کو سزا کا مستحق بنائے گا[1]، ماضی تا حاضر تاریخ

---

[1] امام حافظ ابن عساکر دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ==

== ’’لُحُوْمُ العُلَمَاءِ مَسْمُوْمَةٌ، وَأَنَّ هَتْكَ اللهِ أَسْتَارَ مُنتَقِصِهِمْ مَعْلُوْمَةٌ؛ فَمَنِ ابْتَلَاهُمْ بِالثَّلْبِ ابْتَلَاهُ اللهُ بِالْعَطْبِ‘‘.

علماء کے گوشت زہر آلود ہیں، اور اُن کی توہین وتنقیص کرنے والے کو ذلیل کرنے کے سلسلہ میں اللہ کی سنت معلوم ہے، چنانچہ جو ان کی عیب جوئی کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے عیب وخلل کی آزمائش میں مبتلا کردے گا۔

نیز فرماتے ہیں:

’’اِنَّ لُحُوْمَ العُلَمَاءِ - رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِم - مَسْمُوْمَةٌ، وعَادَةَ اللهِ في هَتْكِ أَسْتَارِ مُنتَقِصِيْهِم مَعْلُوْمَةٌ؛ لأنَّ الوَقِيْعَةَ فِيْهِم بِمَا هُمْ مِنْهُ بَرَاءٌ أَمْرٌ عَظِيْمٌ، والتَّنَاوُلَ لأَعْرَاضِهِم بِالزُّوْرِ والافْتِرَاءِ مَرْتَعٌ وَخِيمٌ، وَالْاخْتِلاقَ عَلَى مَنِ اخْتَارَ اللهُ مِنْهُمْ لِنَعْشِ العِلْمِ خُلُقٌ ذَمِيْمٌ، وَالْاقْتِدَاءَ بِمَا مَدَحَ اللّٰهُ بِهِ قَوْلَ الْمُتَّبِعِينَ مِنَ الْاسْتِغْفَارِ بِمَنْ سَبَقَهُمْ وَصْفٌ كَرِيمٌ، إِذْ قَالَ مُثْنِياً عَلَيْهِمْ فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ، وَهُوَ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وِضِدِّهَا عَلِيمٌ. ﴿وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلّٗا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٞ رَّحِيمٌ ١٠﴾ [الحشر:١٠]. وَالْاِرْتِكَابَ لِنَهْيِ النَّبِيِّ ﷺ عَنِ الْاِغْتِيَابِ وَسَبِّ الْأَمْوَاتِ جَسِيمٌ. ﴿فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ أَوۡ يُصِيبَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٦٣﴾ [النور:٦٣]. (تبیین کذب المفتری ص:٢٧،٢٩)۔

یقیناً علماء رحمہم اللہ کے گوشت زہر آلود ہیں، اور اُن کی عیب جوئی، بے ادبی اور تنقیص کرنے والوں کو رسوا کرنے کے سلسلہ میں اللہ کی سنت معلوم ہے، کیونکہ ناحق ان کی عیب جوئی کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اور دروغ وافترا کی بنیاد پر اُن کی عزت وآبرو میں پڑنے ==

اس بات کی بہترین گواہ ہے، خاص طور پر جب یہ علماء ان ذمہ داروں میں سے ہوں جنہیں مسلمانوں کے مسائل پر غور وخوض کی ذمہ داری سونپی گئی ہو' جیسے عدالتوں کے قاضی (جج حضرات) اور کبار علماء بورڈ کے ممبران وغیرہم [1]۔

❀❀❀❀❀

== کا انجام تباہ کن ہے، اور خدمت علم کے لئے اللہ نے ان میں سے جن کو منتخب فرمالیا ہے' ان پر جھوٹ کا طومار باندھنا ایک قبیح خصلت ہے۔ اور اپنے سے پیشتر لوگوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنے والے متبعین کے قول کی جو اللہ نے مدح وستائش فرمائی ہے، اس کی اقتدا کرنا ایک اچھی عادت ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی مدح وثنا فرمائی ہے' اور وہ اخلاق کریمانہ اور ان کی ضد کو خوب جانتا ہے، ارشاد باری ہے:

ترجمہ: اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کی منع کردہ غیبت اور مُردوں کے سب وشتم کا ارتکاب کرنا جرم عظیم ہے، ارشاد ہے: ترجمہ: سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

[1] آج کل مسلمان دعوت سے نسبت رکھنے والی بہت سی ایسی جماعتوں کی آزمائش میں ہیں' جو خفیہ الفاظ میں کبار علماء پر طعن وتشنیع کے نشتر چلاتے ہیں، لیکن یہ عقلمندوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں ان لوگوں کی کچھ باتیں ذکر کیئے دیتا ہوں تاکہ ذرا معاملہ واضح ہو جائے اور گرد وغبار صاف ہو جائے: ==

....

== ”حقیقۃ التطرف“ (انتہاء پسندی کی حقیقت) نامی کیسٹ کا مقرر (سلمان العودۃ) کہتا ہے:

”علماء و دعاۃ کو یہ بتا دیا جانا واجب ہے کہ: تم اپنی ذمہ داریاں انجام دو، جمہور امت کو مخاطب کرو، اور اپنا کردار ادا کرو، اس بات کا انتظار نہ کرو کہ کوئی تمہیں اس بات کی اجازت دے گا‘ یا اس کا حکم دے گا“۔

یہ شخص یہ بات بلا استثناء مطلق طور پر کہہ رہا ہے‘ اور سعودی عرب میں ایک تقریر میں کہہ رہا ہے!! -اللہ آپ کو توفیق دے- ذرا اس بات اور اس کے مقصد پر غور کریں۔

پھر آگے کہتا ہے‘ اور اس سے آپ کے سامنے اس کا مقصد واضح ہو جائے گا:

”یقیناً سرکاری دینی مناصب کچھ ایسے خاص طبقوں کے لئے محدود ہو کر رہ گئے ہیں؛ جو چاپلوسی، خوشامد اور تلبیس کا فن اچھی طرح جانتے ہیں، اور قانون کی نظر میں وہی لوگ اسلام اور مسلمانوں کی سرکاری زبان بن گئے ہیں، جبکہ دو مسئلوں کے سوا اُن کا کوئی کردار نہیں ہے:

۱۔ ماہ رمضان کے آغاز و اختتام کا اعلان۔

۲۔ وہ جنہیں انتہا پسند قرار دیں‘ ان پر حملہ“۔

اور ”الشریط الاسلامی مالہ وما علیہ“ (اسلامی کیسٹ کا مثبت و منفی پہلو) نامی کیسٹ میں کہتا ہے:

”عالم اگر لوگوں کو ان کے سیاسی مسائل بیان نہ کرے تو اُس کی کیا قیمت ہے‘ جبکہ سیاسی مسائل ان اہم مسائل میں سے ہیں جن کی انہیں ضرورت ہے“۔

اس بات کے ذریعہ وہ علماء سے یہ چاہتا ہے کہ وہ لوگوں کو سیاست‘ سیاسی واقعات اور ایسی چیزوں میں مشغول کر دیں‘ جس میں امت کی کوئی بھلائی ہے نہ کوئی نفع“۔

حالانکہ سب سے اہم مسئلہ لوگوں کو توحید کی دعوت دینا اور انہیں عبادات کے مسائل سکھانا ہے، یہی وہ چیزیں ہیں جن کی لوگوں کو ضرورت ہے‘ نہ کہ کھوکھلی سیاست کی‘ جو لاقانونیت اور دین سے جہالت کی دعوت دیتی ہے، آخر سیاست کا کیا فائدہ ہے جب کہ زیادہ تر مسلمانوں کو نہ توحید کی ==

....

== کوئی معلومات ہے، نہ عبادات کی، سوائے نام کے۔

پھر کیسٹ کا مقرر آگے کہتا ہے:

’’کیا تم یہ چاہتے ہو کہ دنیا صرف ذبیحے، شکار، قربانی، حیض ونفاس، اور وضوء، غسل اور موزوں پر مسح کے احکام میں محدود ہو کر رہے؟!!۔

یہ درحقیقت اس کی جانب سے ان عبادات اور ان کی معرفت کی توہین اور مذاق ہے، جبکہ شرعی حکم کی معرفت کے بغیر کوئی عبادت درست ہی نہیں ہوسکتی۔

میں اس سے اور اس جیسے دیگر لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں:

تم پر کوئی ملامت نہیں، کیونکہ عمرو بن عبید معتزلی جیسے تمہارے اسلاف گزر چکے ہیں، جو امام حسن بصری رحمہ اللہ کا استہزاء اور ٹھٹھا کرتا تھا، اور ان سے نفرت دلاتے ہوئے لوگوں سے کہتا تھا:

’’ما علمكم الحسن البصري إلا حيضة في خرقة‘‘۔[الاعتصام،۱/۲۹۶،۲/۲۴۱]

حسن بصری نے تمہیں چیتھڑے میں حیض کے سوا کچھ نہیں سکھایا ہے!!

ایک دوسرا نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

’’ففروا إلى الله‘‘ (دوڑو اللہ کی طرف) نامی کیسٹ کا مقرر (سفر بن عبدالرحمن الحوالی) کہتا ہے:

’’میں اپنی بات علماء سے کہنا چاہتا ہوں... ہم ہمیشہ کسی معین شعبہ یا ادارے کو ملامت نہیں کریں گے...، **بالخصوص اس کو جو کسی خاص دباؤ، یا خاص حالات میں زندگی گزار رہا ہو، جس کے سبب اُسے لازماً خوشامد کرنا پڑتا ہو یا مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہو...‘‘**

اور ہمارے علماء، میرے بھائیو! بس ہوگیا، ہم ان کی ہر چیز کو درست نہیں قرار دے سکتے، ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ معصوم ہیں، ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ انہوں نے بڑی محنت اور تگ ودو سے علم حاصل کیا اور ہمیں اپنی عبادات، عقائد اور معاملات میں فتویٰ دیا... **بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ: ہاں ان کے یہاں واقع کی معرفت میں کوتاہی ہے، ان کے پاس ’’کچھ‘‘ چیزیں ہیں جنہیں** ==

== ہم "مکمل" کرنا چاہتے ہیں...، اس لئے نہیں کہ ہمیں ان پر فضیلت حاصل ہے؛ بلکہ اس لئے کہ ہم نے حوادث میں زندگی گزاری ہے جس میں انہوں نے نہیں گزارا ہے؛ خواہ اس وقت کے اعتبار سے جو انہوں نے گزارا ہے یا دوسرے حالات وظروف کے اعتبار سے۔

میں کہنا چاہتا ہوں: علماء -اللہ انہیں جزائے خیر دے- کو ہم مکمل کریں گے، ہم ان کی کمی پوری کریں گے، اور ہم انہیں امر واقع بتلائیں گے...

اس کے باوجود میں کہتا ہوں: سب سے پہلے نمبر پر بنیادی ذمہ داری ہم طلبۂ علم کی ہے...

ان علماء میں سے کچھ لوگ تنازل کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری دوسروں کو سونپنے لگے ہیں، کیونکہ.. یعنی اس لئے کہ ان کی عمر ہو چلی ہے، یا وہ ایک مرحلہ تک پہنچ چکے ہیں...اب غور کرو کہ ان کا جانشین کون بنے گا، ذرا غور کرو اب ان کی جگہ کون لے گا..؟"۔ بات ختم ہوئی۔

یہی چیز ہے جسے ان لوگوں نے "فقہ الواقع" کا نام دیا ہے، بلکہ ان میں سے ایک شخص (ناصر بن سلیمان العمر) نے "فقہ الواقع" نامی ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس پر علامہ محدث محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ایک طویل گفتگو میں نقد کیا ہے؛ جو دو یا دو سے زیادہ کیسٹوں میں ریکارڈ ہے۔ "فقہ الواقع" کے مولف نے اس گفتگو میں علامہ البانی رحمہ اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ شیخ رحمہ اللہ کے ملاحظات کو حذف کر کے کتاب کو دوبارہ شائع کرے گا؛ لیکن وعدہ پورا نہیں کیا....!!۔

انہوں نے لوگوں کو ان چیزوں میں مشغول کر رکھا ہے، جبکہ روزنامہ اخبارات، میگزینوں اور لندن ریڈیو وغیرہ کی "فقہ" کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(دیکھئے: اس کتاب میں سوال نمبر ۳ کا جواب اور اس کا حاشیہ)۔

قارئین کرام غور کریں؛ کہ یہ سب ایک ہی انداز اور ایک ہی معنیٰ کی باتیں کرتے ہیں، جبکہ یہ مغرب میں ہے اور وہ سعودی عرب کے شمال میں رہتا ہے۔

اور اس قسم کے لوگ بکثرت ہیں، اللہ کے سوا کسی کو کوئی اختیار و تصرف نہیں۔ ==

سوال (۸۰): جو لوگ کہتے ہیں کہ: یہ حکومت دین کی دشمن ہے اور دعاۃ پر سختی کرتی ہے، آپ انہیں کیا نصیحت فرمائیں گے؟

جواب: سعودی حکومت جب سے قائم ہوئی ہے دین اور دین داروں کی نصرت

== یہ اور اس جیسے سیاسی برانگیختگی کرنے والے اور فتنوں کی آگ بھڑکانے والے دیگر لوگوں کا منشا یہ ہے کہ یہ ہمارے ملک کے کبار علماء جیسے: امام ابن باز، ابن عثیمین، فوزان، لحیدان، غدیان اوران کے بقیہ علماء برادران کے نائب اور جانشین بن جائیں!! اللہ حفاظت فرمائے۔

میں -نام نہاد- فقہ الواقع کے داعیان سے پوچھنا چاہتا ہوں:

ذرا بتاؤ کہ خلیجی جنگ میں ''واقع'' کو سب سے زیادہ سمجھنے والا کون تھا؟ توفیق مند اور درستی کو پانے والا کون تھا؟ کیا تم تھے؟ یا کبار علماء بورڈ؟ جب اُنھوں نے ظالم کی سرکوبی اور ظلم کی روک تھام کے لئے امریکا وغیرہ سے مدد لینا جائز قرار دیا تھا؟!

اور کیا تم نے اس وقت کو فراموش کر دیا جب تم نے اپنی گول مول عبارتوں والی تقریروں اور باتوں میں کبار علماء بورڈ کے فیصلہ کا معارضہ کیا تھا، اور تم سمجھ رہے تھے کہ تمہاری حرکتوں کو کوئی نہیں سمجھ رہا ہے؟؟۔

[علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ سلیم الہلالی حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''فقہ الواقع'' کے مولف ڈاکٹر ناصر العمر اپنی یہ کتاب پیش کرنے کے لئے علامہ البانی کے یہاں تشریف لے گئے، علامہ رحمہ اللہ نے ان کی میزبانی اور تکریم کی، لیکن منہج سے متعلق کسی مسئلہ میں کوئی مجاملت نہیں کی، بلکہ ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی اور انہیں نصیحت فرمائی، یہ علمی مجلسیں کئی کیسٹوں میں ریکارڈ شدہ ہیں، ڈاکٹر ناصر عمر نے علامہ البانی رحمہ اللہ کی تمام تصحیحات کے ساتھ کتاب شائع کرنے کا وعدہ بھی کیا، لیکن افسوس کہ معمولی چند مسائل کے سوا کوئی چیز ظاہر نہ ہوئی، فاللہ المستعان۔ دیکھئے: النبذ الوفیۃ فی وجوب الانتساب إلی السلفیۃ، از ڈاکٹر سلیم ہلالی ص: ۳۴-۳۵، حاشیہ۔ (مترجم)]۔

وحمایت کررہی ہے، اس کا قیام ہی اسی بنیاد پر ہوا ہے، اور یہ حکومت بروقت جو ہر جگہ مالی تعاون کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کررہی ہے، اسلامی مراکز اور مساجد کی تعمیر کررہی ہے، دعاۃ بھیج رہی ہے، کتابیں اور سرفہرست قرآن کریم شائع کررہی ہے، علمی درسگاہیں اور شرعی کالجز کھول رہی ہے، شریعت اسلامیہ کا نظام قائم کررکھا ہے، اور ہر شہر میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایک مستقل شعبہ قائم کررکھا ہے؛ یہ ساری چیزیں اس حکومت کی اسلام اور مسلمانوں کی نصرت وحمایت کی روشن دلیلیں ہیں؛ اور ساتھ ہی منافقوں اور شرپسند فسادیوں کے حلق میں کانٹے کا سبب ہیں، جبکہ اللہ اپنے دین کا ناصر ومددگار ہے' گرچہ مشرکین اور بدباطنوں کو ناگوار ہو[1]۔

---

[1] ہم پر یہ **اللہ کی نعمت** ہے کہ: ہمارے یہاں کوئی قبر وآستانہ موجود نہیں ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت ہورہی ہو یا اس کا درشن کیا جارہا ہو، جیسا کہ سعودی عرب کے علاوہ دیگر ممالک کا حال ہے۔

اسی طرح اس حکومت نے ملک کے طول وعرض میں دعوت وارشاد کے مراکز کھول رکھے ہیں، اللہ کے گھروں میں حفظ قران کے حلقات قائم کررکھے ہیں، لہٰذا ان کوششوں اور قربانیوں کو ناپید کرکے، محض لغزشوں کی ٹوہ میں لگے رہنا کسی طرح مناسب نہیں۔

رہا یہ کہنا کہ حکومت دعاۃ پر شکنجہ کستی ہے، تو یہ بات صحیح ہے!!، بلاشبہہ حکومت گمرہی کے دعاۃ اور منہج سلف کے مخالفین پر یقیناً شکنجہ کستی ہے، اللہ تعالیٰ حکومت کو ہماری اور اسلام کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اور یہ حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ: ہر ایک کو ''بلا علم ومعرفت کچھ بھی بکنے'' کی اجازت نہ دے، ورنہ مناہج ومشارب کے اختلاف سے عقائد بگڑ جائیں گے۔

چنانچہ لوگ بہت قسم کے ہیں: یہ ''صوفیت'' کے دعاۃ ہیں، یہ ''روافض'' کے دعاۃ ہیں، ==

ہم یہ نہیں کہتے: کہ یہ حکومت ہر اعتبار سے مکمل ہے، اس میں غلطیاں نہیں ہیں، بلکہ غلطیاں ہر ایک سے ہوتی ہیں، ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اسے غلطیوں کی اصلاح کی بابت اپنی مدد سے نوازے، (آمین)۔

اگر ایسا کہنے والا شخص: خود اپنے آپ کو دیکھ لے تو اس میں اتنی غلطیاں ملیں گی' جس کے باعث اس کی زبان دوسروں کے بارے میں بولنے سے قاصر رہ جائے گی، اور اُسے دوسروں کی طرف دیکھنے سے شرمندہ کردے گی، اور ہم -ان شاء اللہ- حق بیان کرتے رہتے ہیں، الحمدللہ ہم پر کسی کا کوئی دباؤ نہیں ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑧١: آج کل بعض نوجوانوں نے فرمان باری: ﴿وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ (اور کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے) کا معنیٰ یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس کا مصداق خود وہی ہیں جو حکمرانوں کی غلطیاں منبروں پر، لوگوں کے سامنے اور ریکارڈ شدہ کیسٹوں میں بیان کررہے ہیں، نیز انہوں نے "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کو اسی میں محدود کرلیا ہے، ہم آپ سے امید کرتے ہیں کہ ان نوجوانوں کو -اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست کی توفیق بخشے-

---

== یہ "تبلیغ" کے دعاۃ ہیں، یہ "الاخوان المسلمون" کے دعاۃ ہیں، یہ "سیاست" کے دعاۃ ہیں، یہ "تکفیر" کے دعاۃ ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اب اگر ان سبھوں کو اجازت دیدی جائے تو ملک کی کیا دُرگت ہوجائے گی؟!!

ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت چاہتے ہیں۔

کیا اِن لوگوں کو شرعی اصول وضابطے کے بغیر آزادیٔ رائے اور آزادیٔ کلام کے نام پر بعض پڑوسی ممالک میں جولاقانونیت جنم لے رہی ہے' بھار ہی ہے، اچھی لگ رہی ہے؟!!

نصیحت فرمائیں گے، اس آیت کریمہ کے صحیح معنیٰ کی وضاحت کریں گے اور حکمرانوں کے بارے میں علانیہ باتیں کرنے والوں کا حکم بیان فرمائیں گے؟

جواب: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَن يَرۡتَدَّ مِنكُمۡ عَن دِينِهِۦ فَسَوۡفَ يَأۡتِي ٱللَّهُ بِقَوۡمٖ يُحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوۡمَةَ لَآئِمٖۚ﴾ [المائدۃ:۵۴]۔

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے۔

یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو مرتدین سے قتال کرے، حق بات بولے، اللہ کی راہ میں جہاد کرے، اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور لوگوں کی خاطر یا لوگوں کے ڈر سے نصیحت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اللہ کی راہ میں جہاد ترک نہ کرے، لیکن واضح رہے کہ نصیحت اور دعوت اِلی اللہ کا اصول یہ ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ﴾ [النحل:۱۲۵]۔

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔

اور حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا:

﴿فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلٗا لَّيِّنٗا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ ﴿٤٤﴾﴾ [طٰہ: ۴۴]۔

اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمۡۖ وَلَوۡ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلۡقَلۡبِ لَٱنفَضُّواْ مِنۡ حَوۡلِكَۖ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

اس لئے حکمرانوں کو ان طریقوں سے نصیحت ہونی چاہئے جو ان تک پہنچنے کی ضامن ہوں، یعنی اس طور پر کہ اس میں ان کی بے عزتی و برائی نہ ہو، یا سادہ لوح اور عوام الناس کی عقلوں میں ان سے نفرت پیدا نہ ہو، اسی طرح نصیحت ناصح اور حکمراں کے درمیان رازدارانہ طور پر ہونی چاہئے، بایں طور کہ یا تو روبرو ملاقات کرے، یا خط و کتابت کرے، یا اس سے رابطہ کرکے ان مسائل کی وضاحت کرے، ساتھ ہی یہ چیز نہایت نرمی و ملائمت اور مطلوب ادب واحترام کے ساتھ ہونی چاہئے۔

اس کے برخلاف منبروں اور عام جلسوں وغیرہ میں حکمرانوں کی مذمت کرنا، نصیحت نہیں بلکہ فضیحت اور بے عزتی ہے، فتنہ وفساد نیز حکمرانوں اور ان کی رعایا کے درمیان نفرت ودشمنی کی بیج بونا ہے، اور یہ چیزیں بہت بڑے نقصانات کا پیش خیمہ ہیں، انہی کاموں کے سبب بسا اوقات حکمران اہل علم اور دعاۃ پر مسلط اور سخت گیر ہوجایا کرتے ہیں، چنانچہ ان

چیزوں میں جتنا خیر و بھلائی کا گمان کیا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ وہ شر و فساد اور سنگینیوں کو جنم دیتی ہیں۔

چنانچہ اگر آپ کسی عام انسان میں کوئی عیب دیکھیں، یا اس سے کوئی غلطی ہو جائے، اور آپ عوام میں جا کر اُس کے بارے میں کہیں: کہ فلاں نے ایسا ایسا کام کیا ہے، تو وہ شخص آپ کی اس حرکت کو نصیحت نہیں، بلکہ اپنی فضیحت و بے عزتی سمجھے گا، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا، سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“[1]۔

جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو اس کی غلطی پر تنبیہ کرنا چاہتے تھے تو خاص تعیین کے ساتھ اس کو مخاطب نہیں کرتے تھے، بلکہ فرماتے تھے:

”مَا بَالُ أَقْوَامٍ قَالُوا كَذَا وَكَذَا؟“[2]۔

کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسی ایسی باتیں کہہ رہے ہیں؟

کیونکہ ناموں کی صراحت کرنا فائدہ سے زیادہ فساد و بگاڑ کا باعث ہے، بلکہ بسا اوقات اس میں سرے سے کوئی بھلائی نہیں ہوتی، بلکہ محض فرد و جماعت کے حق میں کئی گنا بُرا اور سنگین ہوتا ہے۔

نصیحت کا طریقہ معلوم ہے، اور نصیحت گروں کو چاہئے کہ ان کے پاس علم و معرفت، سوجھ

---

[1] صحیح مسلم (۲۶۹۹)۔

[2] صحیح مسلم (۱۴۰۱)۔

بوجھ، گیرائی، مصالح و مفاسد کے درمیان موازنہ، انجام و عاقبت اندیشی وغیرہ کا ایک ملکہ ومعیار ہو، ورنہ کبھی کبھی انکارِ منکر خود منکر ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے [1]، یہ اس وقت جب انکارِ منکر غیر شرعی طریقہ سے کیا جائے، کہ اس صورت میں انکارِ منکر خود منکر ہوجاتا ہے' کیونکہ وہ فساد جنم دیتا ہے، اسی طرح غیر شرعی طریقہ سے کی گئی نصیحت کو بھی بسا اوقات ہم نصیحت نہیں کہتے' بلکہ اسے فضیحت و بے عزتی، تشہیر وعیب جوئی، آگ لگانا، اور مزید فتنہ پھیلانا وغیرہ کہتے ہیں' جب وہ نصیحت غیر شرعی طریقہ سے کی جائے۔

❀❀❀❀❀

---

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قِيلَ: لِيَكُنْ أَمْرُك بِالْمَعْرُوفِ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهْيُك عَنْ الْمُنْكَرِ غَيْرَ مُنْكَرٍ“ (مجموع الفتاوی، ۲۸/ ۱۲۶، نیز دیکھئے: الاستقامۃ (۲/ ۲۱۱)۔

کہا گیا ہے: آپ کا بھلائی کا حکم دینا بھلائی کے ساتھ ہونا چاہئے اور آپ کا برائی سے روکنا' بُرائی نہیں ہونا چاہئے۔

اور سفیان ثوری فرماتے ہیں:

”لا يأمرُ بالمعروف ولا ينهى عن المنكر إلا من كان فيه ثلاث خصال: رفيق بما يأمر، رفيق بما ينهى، عدل بما يأمر، عدل بما ينهى، عالم بما يأمر، عالم بما ينهى“ (رسالة الآمر بالمعروف والنهي عن المنكر، از امام ابن تیمیہ: ۷، ۹)۔

بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا کام وہی کرے جس میں تین خوبیاں پائی جائیں: جس کا حکم دے اس کا ساتھی ہو' جس سے منع کرے اس کا ساتھی ہو (یعنی خود بھی اس کا پابند ہو)، جس کا حکم دے اس میں انصاف ور ہو اور جس سے منع کرے اس میں انصاف ور ہو، اور جس کا حکم دے اس کا عالم ہو، اور جس سے روکے اس کا عالم ہو۔

سوال ⑧٢: کیا نماز میں قنوتِ (نازلہ) پڑھنے کے لئے بھی حاکم وقت کی اجازت شرط ہے؟

جواب: نماز عبادت ہے، اس میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنا جائز نہیں' سوائے اہل علم کے فتویٰ سے، اس مسئلہ میں وہی غور کریں گے، اور صحیح اندازہ لگائیں گے کہ کب قنوت پڑھنا جائز ہوسکتا ہے اور کب ناجائز ہوسکتا ہے، نماز میں من مانی اور بدنظمی پیدا کرنا جائز نہیں۔

جب قنوت نازلہ کے سلسلہ میں اہل علم کا فتویٰ صادر ہوگا، تو حاکم وقت اس فتویٰ کو لوگوں میں عام کرے گا، جب تک اہل علم فتویٰ نہ دیں، امام قنوت نازلہ نہ پڑھے۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑧٣: حاکم وقت کی منظوری کے بغیر جہاد کے لئے جانے کا کیا حکم ہے، جبکہ مجاہد کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے! اور کیا ایسا آدمی شہید ہوگا؟

جواب: اگر آدمی حاکم وقت کی مخالفت اور اس کی نافرمانی کرے گا[1] اور اپنے

---

[1] اس حالت میں اور اس سے پیشتر سوال والی حالت اور ان جیسے دیگر حالات میں مسلمان پر حاکم وقت سے اجازت لینا ضروری ہے، کیونکہ جب وہ اسے بیعت دے چکا ہے تو اس کی اجازت کے بغیر کیونکر نکل سکتا ہے؟

اور ہمارے لئے سلف صالحین کی سیرت میں عمدہ آئیڈیل اور نمونہ ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر محمد بن ولید طرطوشی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الحوادث والبدع'' (ص: ١٠٩) میں ذکر کیا ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا:

''دعني أدع الله وأقص وأذكر الناس؟. فقال عمر: لا''۔

مجھے اجازت دیجئے کہ اللہ سے دعا کروں، قصے بیان کروں اور لوگوں کو نصیحت کروں؟ ==

والدین کی نافرمانی کرے گا تو وہ گنہ گار ہوگا۔

❀❀❀❀❀

سوال ۸۴: جماعت اور سمع وطاعت کے سلسلہ میں مختصر نصیحت سے نوازیں؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امت مسلمہ کو حق پر اکٹھا اور متحد ہونے کا حکم دیا ہے، اور اسے تفرقہ بازی اور اختلاف سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟﴾ [آل عمران:۱۰۳]۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُوا۟ وَٱخْتَلَفُوا۟ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ ۚ وَأُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾﴾ [آل عمران:۱۰۵]۔

== عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں!

غور کیجیے کہ جب دعوت اور وعظ ونصیحت کے لئے تمیم داری رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو عمر رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا، تو بھلا اس کے علاوہ دیگر امور کا کیا حال ہوگا؟!! بدرجہ اولیٰ منع ہوگا۔

آج کل کچھ لوگ - اہل علم کے فتویٰ سے نماز میں قنوت پڑھنے پر نکیر کرتے ہوئے- کہہ رہے ہیں: یہاں تک کہ قنوت کے لئے بھی امام وقت کی اجازت درکار ہے، ورنہ ہم خوارج میں سے ہو جائیں گے، یا ہم خوارج قرار پائیں گے... اس جیسی عبارت؟؟

میں کہتا ہوں: یہ محض ان لوگوں کا سخریہ اور مذاق ہے جو اللہ کی نافرمانی کے علاوہ میں حاکم وقت کی مخالفت نہ کرنے اور اس کی اجازت و پابندی پر قائم رہنے کی دعوت دیتے ہیں؛ کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں وہ کتاب وسنت اور اجماع کا مخالف ہوگا، اگر ان لوگوں کے پاس علم اور تقویٰ ہوتا تو ایسی بات نہ کہتے!!!

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اختلاف رونما ہونے پر امت کو آپس میں اصلاح کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱقۡتَتَلُواْ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَاۖ فَإِنۢ بَغَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا عَلَى ٱلۡأُخۡرَىٰ فَقَٰتِلُواْ ٱلَّتِي تَبۡغِي حَتَّىٰ تَفِيٓءَ إِلَىٰٓ أَمۡرِ ٱللَّهِۚ فَإِن فَآءَتۡ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَا بِٱلۡعَدۡلِ وَأَقۡسِطُوٓاْۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُقۡسِطِينَ ۝٩ إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِخۡوَةٞ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَ أَخَوَيۡكُمۡۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ ۝١٠ ﴾ [الحجرات:۹-۱۰]۔

اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرادیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرادیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ مومنوں کے درمیان نہ وحدت واجتماعیت ممکن ہے، نہ ان کی کسی جماعت کا تصور تا آنکہ ایک صالح قیادت موجود ہو، جو ظالم کا ہاتھ پکڑے، مظلوم کو انصاف دلائے، ملک کا دفاع کرے، نیز شرعی احکام کی تنفیذ اور امن وآشتی کے تحفظ و بقا کے لئے

اس کی طرف رجوع کیا جائے؛ اسی لئے اس بارے میں اہل سنت وجماعت کا اجماع ہو چکا ہے کہ امام وقت متعین کرنا واجب ہے [1]۔

یہی وجہ تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت تک آپ کی تجہیز وتکفین نہ کی جب تک کہ اپنا امام متعین نہ کرلیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہو؛ چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہایت ضروری کام ہے اس میں تساہل نہیں ہونا چاہیئے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۸۵: اجتماعیت کے اسباب ووسائل کیا ہیں؟

جواب: اجتماعیت کے اسباب حسب ذیل ہیں:

اولاً: عقیدہ کی تصحیح، اس طور پر کہ عقیدہ شرک سے پاک ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمۡ أُمَّةٗ وَٰحِدَةٗ وَأَنَا۠ رَبُّكُمۡ فَٱتَّقُونِ ۝٥٢﴾ [المؤمنون:۵۲]۔

یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں، پس تم مجھ سے

---

[1] اگر چہ حاکم فاسق ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ روئے زمین پر اللہ کا حکم قائم کرنا اور احکام شریعت کا نفاذ کرنا، اللہ کو اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ اسے نظر انداز کیا جائے اور لوگوں کو فتنہ واضطراب میں مبتلا کردیا جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''حَدٌّ يُعْمَلُ بِهِ فِي الْأَرْضِ، خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمْطَرُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا'' (دیکھئے: الصحیحۃ: ۲۳۱، نیز دیکھئے: صحیح الجامع: ۳۱۳۰)۔

اللہ کی زمین میں ایک حد قائم کرنا روئے زمین کے باسیوں کے لئے چالیس دن بارش سے بھی بہتر ہے۔

ڈرتے رہو۔

کیونکہ صحیح عقیدہ ہی دلوں میں الفت پیدا کرتا ہے اور بغض وکینہ ختم کرتا ہے، اس کے برعکس جب عقائد مختلف اور معبودان کئی قسم کے ہوتے ہیں؛ تو ہر عقیدہ والے اپنے اپنے عقیدہ اور معبودوں کو لے کر الگ تھلگ ہو جاتے ہیں، اور دوسروں کے عقائد کو باطل سمجھتے ہیں، اسی لئے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ءَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ ٱللَّهُ ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّارُ ۝٣٩﴾ [یوسف:۳۹]۔

کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟

اسی لئے عرب کے لوگ زمانہ جاہلیت میں منتشر اور بکھرے ہوئے تھے، روئے زمین پر کمزور تھے، لیکن جب اسلام میں داخل ہوئے اور ان کا عقیدہ درست ہوا؛ تو آپس میں متحد ہو گئے اور ان کی حکومت بھی متحد ہو گئی۔

ثانیاً: مسلمان حکمران کی سمع وطاعت: اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ؛ فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا"[1]۔

میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اور سمع وطاعت کی، خواہ کوئی حبشی غلام تمہارا امیر بنا دیا جائے؛ کیونکہ تم میں سے جو زندہ رہے گا عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ الحدیث۔

کیونکہ حاکم وقت کی نافرمانی اختلاف کا سبب ہے۔

---

[1] حدیث صحیح ہے: سنن ابو داود (۴۶۰۷)، وجامع ترمذی (۲۶۷۶)، ومستدرک حاکم (۱/۹۶)، الفاظ اسی کے ہیں۔

ثالثاً: نزاعات کو جڑ سے مٹانے اور اختلاف ختم کرنے کے لئے کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ٥٩﴾ [النساء:۵۹]۔

پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

لہٰذا لوگوں کے آراء اور ان کے عادات کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا۔

رابعاً: افراد امت یا قبائل کے درمیان اختلاف وتنازعہ رونما ہونے پر آپس میں اصلاح ومصالحت کرنا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَأَصۡلِحُواْ ذَاتَ بَيۡنِكُمۡۖ﴾ [الآنفال:۱]۔

سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔

خامساً: باغیوں اور خارجیوں سے جنگ کرنا، جو مسلمانوں کی وحدت میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں؛ بشرطیکہ وہ ایسی قوت وشوکت والے ہوں جو اسلامی سوسائٹی کے لئے خطرہ اور اس کے امن وسلامتی کی تباہی کا باعث ہوں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنۢ بَغَتۡ إِحۡدَىٰهُمَا عَلَى ٱلۡأُخۡرَىٰ فَقَٰتِلُواْ ٱلَّتِي تَبۡغِي﴾ [الحجرات:۹]۔

پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔

اسی لئے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے باغیوں اور خوارج سے قتال فرمایا،

اور یہ چیز آپ کے عظیم فضائل میں شمار کی جاتی ہے، رضی اللہ عنہ۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑧٦: اجتماعیت اور سمع وطاعت کا حق کسے ہے؟

جواب: جسے تمام مسلمانوں پر سمع و طاعت کا حق حاصل ہے وہ معاملات کے ذمہ داران: یعنی علماء اور امراء ہیں، بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو، ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ ﴾ [النساء: ۵۹]۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔

کیونکہ مسلمانوں کے حکمرانوں کی اطاعت و فرمانبرداری سے وحدت و اجتماعیت قائم رہتی ہے اور معاشرہ اختلاف و انتشار سے محفوظ رہتا ہے۔

رہا مسئلہ لگائی بجھائی کرنے والے چغلخوروں اور منافقوں کا تو ان کی اطاعت جائز نہیں[1]، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] یہ اطاعت سیاسی پارٹیوں اور آج کل کے موجودہ فرقوں کی اتباع کے مشابہ ہے، جو فرقوں اور پارٹیوں کے رؤساء کے لئے بیعت لیتے ہیں، چنانچہ لوگ ان کی اطاعت سے باہر نہیں نکلتے ہیں اور حاکم وقت کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں۔

اور کچھ لوگ ہیں جو ان بدعتی فرقوں اور پارٹیوں والی بیعتوں کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

چنانچہ "الاسلام والحزبیۃ" (اسلام اور فرقہ واریت) نامی کیسٹ کا مقرر (سلمان العودۃ) کہتا ہے:

رہی بات بیعت کی جو بعض اسلامی جماعتوں کے یہاں ہوتی ہے؛ تو میرا خیال ہے کہ... ==

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ ٱتَّقِ ٱللَّهَ وَلَا تُطِعِ ٱلْكَـٰفِرِينَ وَٱلْمُنَـٰفِقِينَ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝١﴾ [الأحزاب:١]۔

اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں نہ آجانا، اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝١١ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝١٢﴾ [القلم:١٠-١٢]۔

اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا۔ بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور۔ بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھ جانے والا گنہگار ہو۔

❀❀❀❀❀

سوال ۸۷: کیا حکمرانوں کے خلاف لوگوں کو اُکسانا اور اُن کے تئیں عوام کے دلوں میں کینہ کپٹ اور بغض وحسد بھرنا اجتماعیت ہے؟

جواب: حکمرانوں کے خلاف عوام کے دلوں میں کینہ کپٹ اور بغض و حسد بھرنا فسادیوں، فتنہ پروروں اور چغلخوروں کا کام ہے؛ جو طوائف الملوکی پھیلانا اور اسلامی معاشرہ

== اس سلسلہ میں سب سے قریب بات جو کہی جا سکتی ہے جیسا کہ مجھے بظاہر لگتا ہے، اور یہ خاص اجتہاد ہے جو میری رائے ہے، میں اسے کسی پر لازم نہیں کرتا: کہ کم سے کم اسے مکروہ ہونا چاہئے [!!] کیونکہ اس میں نذر سے مشابہت پائی جاتی ہے [!]، کیونکہ یہ نذر سے مشابہت رکھتی ہے، اس لئے میرے خیال میں: یہ کم سے کم نذر پر قیاس کرتے ہوئے مکروہ تنزیہی ہے [!!!]، مجھے ایسا لگتا ہے"۔

کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتے ہیں[1]۔

[1] یہ حکمرانوں کے خلاف بغاوت پر ابھارنے والے لوگ ہیں' اگرچہ خود بغاوت نہ کریں، اہل علم نے ان لوگوں کو ''القعدیۃ'' کے نام سے یاد کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ گمراہ فرقوں کو شمار کرتے ہوئے اوران کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں: ''القعدیۃ'' وہ لوگ ہیں جو براہ راست علم بغاوت بلند نہیں کرتے ہیں بلکہ امراء کے خلاف لوگوں کے بغاوت کرنے کو آراستہ کرتے ہیں'' (ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ص: ۴۵۹)۔

نیز ''القعدیہ'' کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں:

''القعد'' خوارج ہیں' یہ جنگ نہیں کرتے تھے' بلکہ ظالم حکمرانوں کے خلاف حسب استطاعت انکار کرتے تھے، اور اپنی رائے کی دعوت دیتے تھے' اور ساتھ ہی ساتھ بغاوت کو مزین اور آراستہ کرتے تھے'' (تہذیب التھذیب، ۸ / ۱۱۴)۔

معلوم ہوا کہ ''قعدیہ'' خوارج ہی کا ایک فرقہ ہے، کوئی یہ گمان نہ کرے کہ خوارج صرف وہی ہیں جو حاکم وقت کے خلاف تلوار سے بغاوت کریں؛ لہٰذا آگاہ رہیں!!!

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''ہدی الساری'' (ص: ۴۶۰) میں قعدیہ کے عقیدہ سے متہم بعض لوگوں کے نام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عمران بن حطان بصری (وفات: ۸۴ھ) خوارج کے گروہ قعدیہ کی رائے سے متہم ہے''۔

اور ''قعدیہ'' عام طور پر خود خوارج سے بھی زیادہ خطرناک ہیں؛ کیونکہ باتیں کرنے، دلوں میں عداوت بھرنے اور عوام کو حکمرانوں کے خلاف بھڑکانے کا دلوں میں بڑا گہرا اثر پڑتا ہے، بالخصوص جب بات کسی بلیغ اور چرب زبان آدمی کی زبان سے نکلے جو لوگوں کو اپنی زبان اور سنت سے وابستگی کے ذریعہ دھوکہ دینے والا ہو۔

امام ابو داود نے مسائل الامام احمد میں عبد اللہ بن محمد الضعیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ==

منافقوں نے بہت پہلے ایسا کرنے کی کوشش کی تھی، جب اسلامی معاشرہ کی وحدت پارہ پارہ کرنے کی غرض سے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ سے جدا کرنا چاہا تھا، اور کہا تھا:

﴿لَا تُنفِقُواْ عَلَىٰ مَنۡ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّواْ﴾ [المنافقون:۷]۔

جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر ہو جائیں۔

چنانچہ حاکم اور رعایا کے درمیان جدائی پیدا کرنے کی کوشش کرنا منافقوں اور روئے زمین میں فساد برپا کرنے والوں کا کام ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ قَالُوٓاْ إِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُونَ ﴿١١﴾﴾

[البقرۃ:۱۱]۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

جبکہ مسلمانوں کے حکمرانوں اور عوام کا ناصح وخیر خواہ اس کے برعکس ہوا کرتا ہے؛ وہ حکمرانوں کو رعایا کے دلوں میں اور رعایا کو حکمرانوں کے دلوں میں محبوب بنانے اور اتحاد واجتماعیت قائم کرنے نیز اختلاف وانتشار بپا کرنے والی تمام چیزوں سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

❀❀❀❀❀

== ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”قَعْدُ الْخَوَارِجِ هُمْ أَخْبَثُ مِنَ الْخَوَارِجِ“ (ص:۲۷۱)۔

خوارج کا قعدیہ فرقہ خوارج سے بھی بدترین ہے۔

سوال ۸۸: حکمرانوں کے تئیں دعاۃ اور طلبۂ علم کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

جواب: حکمرانوں کے تئیں دعاۃ کی ذمہ داری یہ ہے کہ: مسلمانوں میں وحدت واجتماعیت پیدا کرنے کی کوشش کریں اور کفار ومنافقین کے ناپاک منصوبوں کو ناکام بنائیں، جو مسلم معاشرہ کو ٹکڑے کرنا، مسلمانوں کے درمیان عداوت ودشمنی اور بغض وکینہ کی بیج بونا اور مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کے درمیان جدائی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

اسی طرح ان پر واجب ہے کہ: مسلمانوں کو اتحاد واجتماعیت، باہمی الفت ومحبت، حکمرانوں کی خیر خواہی[1] حق پر ان کی مدد، اور طعنہ زنی وعیب جوئی یا شدت وجارحیت کے بغیر راز دارانہ طور پر انہیں خیر وبھلائی کی رہنمائی کرنے پر ابھاریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقُولَا لَهُۥ قَوۡلٗا لَّيِّنٗا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ ۝٤٤﴾ [طٰہٰ: ۴۴]۔

اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔

❀❀❀❀❀

---

[1] اور معاشرہ کی یہ توجیہ ورہنمائی جمعہ کے خطبوں اور عام لیکچرز اور تقاریر میں ہونی چاہئے، جہاں بڑی تعداد ہوتی ہے اور فائدہ زیادہ عام ہوتا ہے، بجائے اس کے کہ جذباتی اور بھڑکاؤ خطبوں اور تقریروں میں ہو، جو حکمرانوں کے خلاف دشمنی کی آگ بھڑکاتے ہیں۔

اسی طرح یہ توجیہ ورہنمائی مدارس کے تمام مراحل میں بھی ہونی چاہئے، اور نئی نسل کو حکمرانوں سے محبت، ان کے احترام اور تنقیص سے بچنے کی تربیت دینی چاہئے؛ کیونکہ ان کی تنقیص وبے عزتی کے نتیجہ میں بھلائی میں عدم سمع وطاعت کا ماحول پیدا ہوگا، اور جب ایسا ہوگا تو لاقانونیت کا دور دورہ ہوگا اور فتنہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔

دعاۃ اس بات کو خوب جان لیں اور نوجوانوں کی صحیح رخ پر رہنمائی کریں؛ جو سلف صالحین کے فہم کے مطابق کتاب وسنت سے مستنبط ہو۔

سوال ۸۹: بیعت کرنا واجب ہے یا مستحب یا مباح؟ اور جماعت اور سمع وطاعت میں اس کا کیا مقام ہے؟

جواب: جب مسلمانوں کا امام متعین کر دیا جائے تو کتاب وسنت کے مطابق مسلم حکمران کی سمع وطاعت پر بیعت کرنا واجب ہے [1]؛ البتہ بیعت کرنے والے ارباب حل وعقد یعنی علماء وقائدین ہوں گے۔

جبکہ رعایا کے بقیہ افراد ان کے تابع ہوں گے، علماء وقائدین کے بیعت کرنے سے عوام پر اُس کی اطاعت لازم ہوگی، رعایا کے تمام افراد سے بیعت طلب نہیں کی جائے گی، کیونکہ مسلمان ایک جماعت ہیں، اُن کے علماء وقائدین ان کی نیابت کریں گے [2]۔

---

[1] **امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

''امام کی تعیین اور اس کی بیعت کے وجوب کی سب سے بڑی دلیل مسند احمد، ترمذی، ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی وہ روایت ہے جسے انہوں نے حارث اشعری سے روایت کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِمَامُ جَمَاعَةٍ، فَإِنَّ مَوْتَتَهُ مَوْتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ''.

جو اس حالت میں مرے کہ اس پر کوئی امام جماعت نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

نیز صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امامت اور امام کی بیعت کے معاملہ کو ہر چیز پر مقدم کیا، یہاں تک کہ آپ کی تجہیز کے بجائے پہلے اس میں مشغول ہو گئے'' (السیل الجزار، ۴/ ۵۰۴)۔

[2] **امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** ==

....

== ''بیعت کا طریقہ یہ ہے کہ ارباب حل و عقد کی ایک جماعت اکٹھا ہو اور اُس کی بیعت منعقد کرے... نیز معتبر یہی ہے کہ ارباب حل و عقد کی جانب سے امام وقت کی بیعت تمام ہو جائے، کیونکہ یہی وہ معاملہ جس کے بعد اطاعت واجب ہو جاتی ہے اور ولایت و ذمہ داری ثابت ہو جاتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی اس کی مخالفت حرام ہو جاتی ہے؛ اس کی بہت ساری دلیلیں ہیں اور اس پر حجت ثابت ہو چکی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارباب حل و عقد کی بیعت کے ذریعہ سب کو آنے، سفر کی مشقت اٹھانے اور دور دراز کی مسافت طے کرنے سے مستغنی کر دیا ہے؛ کیونکہ اسی سے اُس کی امامت ثابت ہوگئی ہے اور مسلمانوں پر اس کی اطاعت واجب ہوگئی ہے۔

امامت ثابت ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ: بیعت کے لائق تمام لوگ اُس کی بیعت کریں، نہ آدمی پر اس کی اطاعت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ بھی بیعت کرنے والوں میں براہ راست شامل ہو؛ کیونکہ دونوں معاملوں میں شرط لگانا مردود ہے، اس پر اول و آخر اور سابق ولاحق تمام مسلمانوں کا اجماع ہے'' (السیل الجزار، ۴ / ۵۱۱، ۵۱۳)۔

کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے - اور کہا بھی گیا ہے، اور ہم نے یہاں وہاں کچھ لوگوں سے سنا بھی ہے -: کہ بیعت تو اسی کی منعقد ہو سکتی ہے جو تمام مسلمانوں کا امام عام ہو؛ جیسا کہ خلافت راشدہ کے دور میں تھا۔

تو ہم اس شبہہ کے جواب میں - اللہ کی توفیق سے - کہتے ہیں:

''جب اسلامی امامت و امارت ایک شخص کے ساتھ خاص تھی، تمام معاملات کا مرجع وہی تھا، اور سارے مسائل اسی سے وابستہ تھے، جیسا کہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں تھا؛ تو پہلے شخص کی ولایت ثابت ہونے کے بعد آنے والے دوسرے شخص کے بارے میں شریعت ==

....

== کا حکم یہ تھا کہ اگر وہ تنازعہ کھڑا کرنے سے تائب نہ ہو، تو اُسے قتل کر دیا جائے۔

لیکن بعد میں جب اسلام پھیل گیا، اس کا دائرہ بڑا وسیع ہو گیا اور اس کے گوشے دور دور تک پہنچ گئے، تو معلوم ہے کہ ہر ملک یا علاقہ ایک الگ امام یا حاکم کی ولایت و اختیار میں آگیا، اور دوسرے ملک یا علاقہ میں بھی ایسا ہی ہوا، اور ایک ملک یا علاقہ کے حاکم کا امر ونہی دوسرے کے ملک وعلاقہ کے لوگوں میں نافذ نہیں ہوتا؛ **اس لئے ایک سے زائد ائمہ اور حکمران ہونے میں کوئی حرج نہیں، اور ان میں سے ہر ایک کی بیعت ہونے کے بعد جس ملک میں وہ اپنے اوامر ونواہی کی تنفیذ کرے، وہاں کے لوگوں پر اس کی اطاعت واجب ہے؛** ایسے ہی دوسرے ملک والا بھی، اور جب ایک ملک یا علاقہ میں ایک حاکم کی ولایت ثابت ہو جائے اور وہاں کے لوگ اس سے بیعت کر لیں، اور پھر اس سے لڑنے کے لئے دوسرا کھڑا ہو، تو اس کے بارے میں حکم یہ ہو گا کہ تائب نہ ہونے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے؛ اور دوسرے ملک کے لوگوں پر نہ اس کی اطاعت واجب ہو گی، نہ اس کی ولایت میں داخل ہونا لازم ہو گا، کیونکہ مما لک بہت دور تک پھیل چکے ہیں۔

لہٰذا اس بات کو سمجھ لو؛ کیونکہ یہی شرعی قواعد کے مناسب اور دلائل کے مطابق ہے، اور اس کے برخلاف کہی جانے والی باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھو، کیونکہ آغاز اسلام کی اسلامی ولایت وخلافت اور آج کی ولایت وحکمرانی کا فرق روز روشن کی طرح عیاں ہے، اس کا انکار کرنے والا بہتان باز ہے، حجت ودلیل سے بات کئے جانے کا مستحق نہیں، کیونکہ وہ اسے سمجھ نہیں سکتا'' بات مختصراً ختم ہوئی۔ (السیل الجزار، ۴ / ۵۱۲)۔

ایک شبہہ اور آسکتا ہے، چنانچہ کوئی کہہ سکتا ہے: کہ رعایا کی پسند اور رضامندی کے بغیر امامت نہیں ہوسکتی!! ==

== تو ہم کہتے ہیں: یہ بات دو ہی قسم کے لوگوں کی جانب سے آسکتی ہے:

۱۔ یا تو وہ سنت سے جاہل و نابلد ہوگا: تو اس شخص کے سامنے معاملہ واضح کیا جائے، اور ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اس کا سینہ کھول دے۔

۲۔ یا وہ نفس پرست ہوگا، حق کو جان پہچان کر سرکشی کر رہا ہوگا: تو ایسے شخص سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

بہر کیف ہم اللہ کی مدد سے اس شبہہ کے جواب میں کہنا چاہتے ہیں کہ:

تمام طلبۂ علم اور عوام الناس کو جان لینا چاہیئے کہ خلافت و امامت منعقد ہونے کے (حسب ذیل) کئی طریقے ہیں:

یا تو اولیٰ اور افضل شخص کا اختیار کرلیا جائے، جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

یا پہلا خلیفہ دوسرے کو اپنا ولی عہد بنا دے، جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔

یا کچھ معروف متعین لوگوں کی نشاندہی کردے کہ اُن میں سے کسی کا انتخاب کرلیں، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اہل شوریٰ کے ذمہ کر دیا تھا۔

پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

یا غلبہ اور تلوار کے ذریعہ، جیسا کہ بنو امیہ وغیرہ کے دورِ حکومت میں ہوا؛ چنانچہ بغداد میں بنو عباسیہ کی خلافت قائم ہوتے ہوئے اندلس میں بنو امیہ کی خلافت قائم ہوئی، جبکہ ائمہ اور علماء بڑی تعداد میں موجود تھے، جن میں: حمید الطویل، شعبہ بن حجاج، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ==

....

== اسماعیل بن عیاش، عبداللہ ابن المبارک، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان، اور لیث بن سعد رحمہم اللہ وغیرہ تھے۔

لیکن ان میں سے کسی نے بھی اندلس میں خلافت کے قیام اور اس کے خلیفہ کی بیعت کو غلط اور باطل نہیں ٹھہرایا۔

اور ہمیں یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ اس بات -یعنی رعایا کی رضامندی کے بغیر امامت ممکن نہیں- کا لازمی معنیٰ یہ نکلتا ہے کہ علی اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہما جنہیں اپنے والد کی شہادت کے بعد خلافت ملی ؛ کی خلافت کو بھی باطل قرار دیا جائے؛ کیونکہ ان دونوں کی بیعت پر پوری امت متفق نہیں ہوئی تھی، لہٰذا غور وتدبر کریں !!!

امام اہل سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمارے یہاں سنت کے اصول یہ ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جس منہج وطریقہ پر قائم تھے اس پر مضبوطی سے گامزن رہیں، اور ان کی پیروی کریں...، اپنے حکمرانوں کی سمع وطاعت کریں، ...خواہ حکمراں نیک ہو یا بد؛ اور جو منصب خلافت پر فائز ہو جائے، لوگ اس پر متفق اور اس سے راضی ہو جائیں، یا جو لوگوں پر تلوار کے زور پر غالب ہو کر خلیفہ بن جائے...وہ خلیفہ مانا جائے گا، کسی کو ان پر طعن زنی کرنے اور اس سے لڑنے کا حق نہیں...، اور جو بھی مسلمانوں کے امام کے خلاف بغاوت کرے- جبکہ لوگ اس پر متحد ہو چکے ہوں، اور رضامندی یا غلبہ وتسلط وغیرہ کسی بھی طرح اس کی خلافت تسلیم کر چکے ہوں- تو یہ باغی مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنے والا، اور رسول گرامی ﷺ کی احادیث کا مخالف ہوگا؛ اور اگر اس باغی کی موت ہوگی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا'' (شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ، از امام لالکائی، ۱/ ۱۵۶-۱۶۱)۔ ==

یہی اس امت کے سلف صالحین کا منہج وطریقہ تھا، جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کے دیگر حکمرانوں کی بیعت ہوئی تھی۔

اسلام میں بیعت کا لا قانونی طریقہ نہیں ہے، جسے انتخابات (یا الیکشن) کہا جاتا ہے، جس پر کافر ممالک اور ان کی تقلید کرنے والے کچھ عرب ممالک قائم ہیں، جو سراسر سودے بازی اور جھوٹے پروپیگنڈوں پر قائم ہوتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں زیادہ تر معصوموں کی جانیں

== **شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

”ہر مسلک کے ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ جو بھی شخص کسی ملک یا ممالک پر غلبہ وتسلط حاصل کرلے؛ تمام چیزوں میں اس کا حکم ”امام وقت“ کا ہے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا قائم نہ رہ سکتی؛ کیونکہ لوگ بڑے لمبے زمانے سے امام احمد رحمہ اللہ کے پہلے سے لے کر آج تک ایک امام پر متفق نہیں ہوئے ہیں، نہ کسی عالم کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس نے کہا ہو کہ کوئی حکم وفیصلہ امام اعظم کے بغیر درست نہیں ہوگا“ (الدرر السنیۃ، ۷/ ۲۳۹)۔

امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہم تمام لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ امام وقت کی سمع وطاعت کو لازم پکڑیں، اور بڑے گناہ ومنکرات دیکھ کر وحدت واجتماعیت تباہ کرنے اور حکمرانوں کے خلاف بغاوت سے باز رہیں، کیونکہ یہ خوارج کا دین ہے، جو غلط ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے خلاف ہے، کسی کے لئے عصاء وحدت چاک کرنا اور علم بغاوت بلند کرنا جائز نہیں، اور جو اس کی دعوت دے گا؛ از روئے شرع اسے قتل کر دیا جائے گا، اور حکمرانوں پر واجب ہے کہ اگر اس چیز کی دعوت دینے والوں کو جانیں تو سختی سے اس کا ہاتھ پکڑیں، تاکہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ رونما نہ ہو“ بات ختم ہوئی۔ (دیکھئے: کتاب ”الفتاوی المھمۃ فی تبصیر الامۃ“)۔

قربانی کی بھینٹ چڑھتی ہیں۔

جبکہ بیعت کے اسلامی طریقہ سے اتحاد واجتماعیت اور باہمی الفت حاصل ہوتی ہے، اور حقیقی امن وآشتی اور استحکام وپائیداری قائم ہوتی ہے، اس میں کسی قسم کے لین دین کی مقابلہ آرائی اور لاقانونی منافست نہیں ہوتی، جو امت کو مختلف دشواری، پریشانی اور خونریزی وغیرہ مشکلات سے دوچار کرنے والی ہو۔

❀❀❀❀❀

سوال (۹۰): جو چیز حرام یا گناہ نہ ہو اُس میں حکمرانوں کی نافرمانی وخلاف ورزی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو چیز حرام یا گناہ نہ ہو اُس میں حکمرانوں کی نافرمانی وخلاف ورزی کرنے کا کیا حکم یہ ہے کہ: وہ بھی سخت حرام ہے؛ کیونکہ درحقیقت وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے[1]؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] امام اسماعیل بن یحییٰ مزنی رحمہ اللہ اہل طرابلس مغرب کے نام ''شرح السنۃ'' نامی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

''اللہ کے نزدیک پسندیدہ باتوں میں حکمرانوں کی اطاعت کرنا ہے اور اللہ کو ناپسند باتوں سے اجتناب کرنا ہے''۔

کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے: ایسا کیسے ممکن ہے، اگر وہ ظلم وزیادتی کریں گے، تو ظلم ونافرمانی پر ہم ہرگز خاموش نہ رہ سکیں گے!!''۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ: ہم اختلاف وتنازع کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف لوٹا دیں، کیونکہ ارشاد باری ہے: ==

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ﴾ [النساء: ۵۹]۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

== ﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النساء:۵۹]۔الآیۃ.

پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نافرمانی کے علاوہ میں حاکم وقت کی اطاعت کا حکم دیا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمۡ﴾ [النساء:۵۹]۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”وَإِنْ أَكَلُوا مَالَكَ وَضَرَبُوا ظَهْرَكَ“ (دیکھئے: فتح الباری، ۱۳/۸)۔

اگرچہ وہ تمہارا مال کھائیں اور تمہاری پیٹھ پر ماریں۔

شارح ”عقیدہ طحاویہ“ (ص: ۳۸۱) فرماتے ہیں:

”رہا ظلم و زیادتی کے باوجود حکمرانوں کی اطاعت کرنا: تو وہ اس لئے کہ ان کی اطاعت سے بغاوت کے نتیجہ میں ہونے والے مفاسد ان کی زیادتی سے کئی گنا زیادہ ہوں گے، جبکہ ان کی زیادتی پر صبر کرنے سے گناہوں کی معافی ہوگی اور اجر و ثواب گنا در گنا ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہم پر محض ہماری بداعمالیوں کے سبب ہی مسلط کیا ہے، اور بدلہ عمل کے جنس سے ملتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ خوب توبہ واستغفار کریں اور اصلاح عمل کی کوشش کریں“۔

کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ أَطَاعَ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي"[1]۔

جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی، اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

نیز حکمرانوں کی نافرمانی کے نتیجہ میں عناد وسرکشی، فرقہ بندی، اور امت میں اختلاف وانتشار پیدا ہوتا ہے، فتنے رونما ہوتے ہیں اور امن وسکون غارت ہو کر رہ جاتا ہے۔

اور حاکم وقت کی بیعت کا تقاضہ یہ ہے کہ بھلائی میں اس کی اطاعت کی جائے، اُس کی اطاعت سے ہاتھ کھینچنا عہد شکنی اور غداری شمار کی جائے گی، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِ ٱللَّهِ إِذَا عَـٰهَدتُّمْ﴾ [النحل:۹۱]۔

اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول وقرار کرو۔

اور عہد شکنی منافقین کے صفات میں سے ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال (۹۱): حکمرانوں کے سامنے کاموں کے تقاضے پیش کرنے، اور حکمرانوں کی اجازت کے بغیر کمیٹیاں بنانے اور شعبہ جات قائم کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حکمراں کی اجازت کے بغیر رعایا میں کسی کے لئے کمیٹیاں بنانا یا شعبہ جات قائم کرنا جائز نہیں، جو امت کے مسائل میں سے کسی چیز کی ذمہ داری نبھائے؛ کیونکہ یہ چیز اُس کی اطاعت سے بغاوت، اس کی اجازت کے بغیر سبقت، اور اس کے تصرف واختیار پر

---

[1] حدیث صحیح ہے: اسے امام ابن ابی عاصم نے "السنۃ" (۱۰۶۵-۱۰۶۸) میں روایت کیا ہے۔

زیادتی تصور کی جائے گی، اور اس کا خمیازہ لاقانونیت اور مسؤولیت کی پامالی کی شکل میں ظاہر ہو گا۔

❁❁❁❁❁

سوال ⑨②: کیا یہ حکمت ہے کہ حقوق اور ظلم و زیادتی وغیرہ کی شکایتیں عوام الناس سے کی جائیں؟ اس بارے میں صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب: واجب یہ ہے کہ حقوق اور ظلم و زیادتی وغیرہ کی شکایتیں حاکم وقت، یا اس کے نائب سے کی جائیں، اس کے برخلاف عوام الناس وغیرہ سے شکایتیں کرنا حکم و سیاست میں اسلامی منہج کے خلاف ہے، اور اس سے حاکم وقت کی صلاحیت و اختیارات میں اس سے ٹکراؤ لازم آتا ہے؛ لہٰذا حاکم وقت کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے آپ کو لوگوں کے مرجع کی حیثیت سے کھڑا کرے، کیونکہ ایسا کرنا حاکم وقت کے خلاف بغاوت کے مبادی میں سے ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ١١٥﴾ [النساء: ۱۱۵]۔

جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔

لہٰذا اسلام میں لاقانونیت نہیں ہے، بلکہ لاقانونیت کفار و منافقین کے نظام میں ہے، الحمد للہ اسلام کا نظام بڑا مستحکم ہے۔

❁❁❁❁❁

سوال ۹۳: کیا منہج وعقیدہ کا اختلاف ہوتے ہوئے اجتماعیت ممکن ہے؟

جواب: منہج وعقیدہ کا اختلاف ہوتے ہوئے اجتماعیت ممکن نہیں، اس کی سب سے بہتر دلیل رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پیشتر عرب کی ناگفتہ بہ صورتحال ہے، کہ وہ فرقوں ٹولیوں میں بٹے ہوئے ایک دوسرے کے برسر پیکار تھے، لیکن جونہی اسلام میں داخل ہوئے، پرچم توحید کے سائے تلے آئے، ان کا عقیدہ ومنہج ایک ہوا، وہ متحد ہو گئے اور ان کی حکومت قائم ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس نعمت کی یاد دہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَٱذْكُرُواْ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِۦٓ إِخْوَٰنًا﴾ [۱۰۳]۔

اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

﴿لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مَّآ أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُۥ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾ [الأنفال: ۶۳]۔

زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا۔ یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے وہ غالب حکمتوں والا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کفار ومرتدین اور گمراہ فرقوں کے دلوں میں کبھی الفت پیدا نہیں کرتا[1]،

---

[1] آج میدان میں موجود فرقوں اور ٹولیوں کی حالت زار اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے؛ چنانچہ یہ لوگ کتاب اللہ میں اختلاف کئے ہوئے ہیں، اور کتاب اللہ کے مخالف ہیں۔ ==

بلکہ اللہ تعالیٰ توحید پرست مومنوں کے دلوں میں الفت ومحبت ڈالتا ہے، کفار ومنافقین جو اسلام کے عقیدہ ومنہج کے مخالف ہیں، کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾﴾ [الحشر: ۱۴]۔

ان کی لڑائی تو ان میں آپس میں ہی بہت سخت ہے گو آپ انہیں متحد سمجھ رہے ہیں لیکن ان کے دل دراصل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اس لیے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ﴾ [ھود: ۱۱۸-۱۱۹]۔

وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔ بجز ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے۔

== اور جب دلوں میں باہم اتفاق اور تعارف ہوتا ہے تو دلوں میں الفت ہوتی ہے، ورنہ نتیجہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی صحیح حدیث میں اس کا وصف آیا ہے، ارشاد ہے:

’’الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَناكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ‘‘ (صحیح بخاری: ۳۱۵۸)۔

روحیں الگ الگ قسم کی ایک جگہ اکٹھا ہیں، ان میں جن کی صفات واخلاق میں یکسانیت ہوتی ہے، الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے، اور جن کی طبیعتیں ایک دوسرے سے متنفر ہوتی ہیں، دوری اور جدائی ہو جاتی ہے۔

﴿ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ﴾ (بجز ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے) سے مراد صحیح عقیدہ اور درست منہج والے ہیں؛ یہی لوگ ہیں جو اختلاف سے محفوظ رہتے ہیں۔

لہٰذا جو حضرات لوگوں کو عقیدہ کے فساد و بگاڑ اور منہج کے اختلاف کے باوجود متحد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ ایک محال چیز کی کوشش کر رہے ہیں؛ کیونکہ دو متضاد چیزوں کو اکٹھا کرنا محال ہے۔

خلاصۂ کلام اینکہ کوئی بھی چیز دلوں میں الفت اور آپس میں وحدت و اجتماعیت پیدا نہیں کر سکتی سوائے کلمۂ توحید کے [1]، بشرطیکہ کلمۂ توحید کا معنیٰ بخوبی سمجھا جائے اور اس کے تقاضوں کے مطابق ظاہری و باطنی طور پر عمل کیا جائے، اس کے معنیٰ و مدلول کی مخالفت کرتے ہوئے محض زبانی اقرار کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

❀❀❀❀❀

---

[1] عصر حاضر میں جو لوگ عقیدہ کے فساد اور منہج کے اختلاف کے باوجود لوگوں میں اتحاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ - بطور حصر نہیں بلکہ بطور مثال - ''فرقہ الاخوان المسلمون'' ہے، کیونکہ یہ فرقہ اپنی صفوں میں: رافضی، جہمی، اشعری، خارجی، معتزلی، اور اسی طرح نصرانی سب کو شامل کرتا ہے؛ لہٰذا اس بات کو نہ بھولنا۔

اور معزز قاری! اس سے پہلے آپ اس کتاب کے صفحات میں فرقہ ''الاخوان المسلمون'' کے بارے میں بعض اہل علم کے اقوال پڑھ چکے ہیں کہ یہ دعوت توحید کا اہتمام نہیں کرتے ہیں، نہ ہی شرک سے ڈراتے ہیں۔

اور رہی ''فرقۂ تبلیغ''، کی بھی امتیازی صفت ہے، اور ''اخوانیت اور قطبی اخوانیت'' بھی اس سے کچھ دور نہیں ہیں۔

سوال ۹۴: کیا حزبیت (پارٹی بندی) ہوتے ہوئے اجتماعیت ممکن ہے؟ اور وہ کونسا منہج ہے جس پر اکٹھا ہونا واجب ہے؟

جواب: حزبیت (پارٹی بندی) ہوتے ہوئے اجتماعیت ممکن نہیں؛ کیونکہ احزاب (گروہ اور ٹولیاں) ایک دوسرے کے متضاد و مخالف ہوتی ہیں' اور دو متضاد چیزوں کو اکٹھا کرنا محال ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟﴾ [آل عمران:۱۰۳]۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے اور ایک جماعت میں اکٹھا ہونے کا حکم دیا ہے' جو اللہ کا گروہ ہے:

﴿أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾﴾ [المجادلۃ:۲۲]۔

آگاہ رہو بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّ هَـٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً﴾ [المؤمنون:۵۲]۔

یقیناً تمہاری یہ امت ایک ہی امت ہے۔

لہٰذا مختلف گروہوں، فرقوں، اور جماعتوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُوا۟ دِينَهُمْ وَكَانُوا۟ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِى شَىْءٍ﴾ [الأنعام:۱۵۹]۔

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے کی خبر دی تو آپ

نے ان کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلا وَاحِدَةً‘‘۔

سب جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک کے۔

نیز فرمایا:

’’مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَومَ وَأَصْحَابِي‘‘[1]۔

جو اس طریقہ پر قائم رہیں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم قائم ہیں۔

لہٰذا کوئی فرقہ نجات یافتہ نہیں سوائے اِس ایک فرقہ کے، جس کا منہج وہی ہے جس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم گامزن تھے، اس کی خلاف ورزی فرقہ واریت ہی جنم دے گی، اجتماعیت پیدا نہیں کرے گی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَّإِن تَوَلَّوۡاْ فَإِنَّمَا هُمۡ فِي شِقَاقٖ﴾ [البقرة:۱۳۷]۔

اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرماتے تھے:

’’لَا يُصْلِحُ آخِرَ هَذِهِ الأُمَّةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوَّلَهَا‘‘[2]۔

اس امت کے آخر کی اصلاح اسی منہج سے ہو سکتی ہے جس سے اس کے اول کی اصلاح ہوئی تھی۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے، دیکھئے: ص (۹۵) حاشیہ (۱)، وص (۳۰۸) حاشیہ (۱)۔

[2] یہ اثر وہب بن کیسان سے مروی ہے، اور ان سے امام مالک نے روایت کیا ہے، دیکھئے: (التمہید، ۲۳/۱۰)۔

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ﴾ [التوبۃ: ۱۰۰]۔

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے باغات مہیا کر رکھے ہیں۔

لہٰذا ہمارے لئے سلف صالحین کے منہج پر متحد ہونے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال ۹۵: کیا خودکشی کے کام (مثلاً خودکش حملے وغیرہ) کرنا جائز ہیں، اور کیا اس کام کی صحت کے لئے کچھ شرطیں درکار ہیں؟

جواب: لاحول ولاقوۃ إلا باللہ (اللہ کے بغیر کسی کو کوئی قوت وتصرف نہیں) خودکشی [1]

---

[1] محدث دوراں علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آج اس دور میں جو خودکشی کے کام ہو رہے ہیں سب کے سب غیر مشروع اور حرام ہیں، اور کبھی ان قسموں میں سے بھی ہو سکتے ہیں جن کا مرتکب ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہو جائے، رہا یہ کہ خودکشی کی حرکتیں نیکی کا کام ہوں جن سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے... خودکشی کے ان تمام کاموں کا اسلام سے ہرگز کوئی تعلق نہیں ہے''۔

اور علامہ شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بعض لوگ جو اپنی جان گنوانے کا کام کرتے ہیں، بایں طور کہ اپنے ساتھ بلاسٹ ہونے والے آلات لے کر کافروں میں جاتے ہیں اور ان کے درمیان جا کر اُسے بلاسٹ کر دیتے ہیں، ==

کیوں؟ جبکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَٰنًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾﴾ [النساء:۲۹-۳۰]۔

اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے۔اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم سے کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

لہٰذا انسان کے لئے خودکشی کرنا جائز نہیں، بلکہ اسے چاہئے کہ اپنی جان کی حد درجہ حفاظت کرے، البتہ یہ چیز نہ تو اللہ کی راہ میں جہاد وقتال کرنے سے مانع ہے...نہ کسی خودکشی کرنے والے یا مارے جانے والے پر شہید کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کسی غزوہ میں ایک بہادر اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا، کچھ لوگوں نے اس کی تعریف وستائش کرتے ہوئے کہا: جس پامردی سے آج فلاں نے لڑائی کی ہے اُتنی مشقت ہم میں سے کسی اور نے نہیں اٹھائی! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''هُوَ فِي النَّارِ'' وہ تو جہنمی ہے! یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت گراں گزری کہ ایک آدمی جو میدان کارزار میں دیوانہ وار لڑ رہا ہے' اور ایک ایک کافر کو چن چن کر قتل کر رہا ہے' وہ جہنمی کیسے ہوسکتا ہے، بہرکیف ایک شخص نے اس کا پیچھا کیا اور اس پر نگاہ جمائے رہا، بالآخر زخمی ہونے کے بعد جب اس کی جانچ کیا تو دیکھا کہ اُس شخص نے تلوار کا دستہ زمین پر اور اس کی نوک اُوپر کیا ہے، پھر اُس پر اپنے جسم کا بار (وزن) ڈال کر خودکشی کرلیا ہے!

== یہ سراسر خودکشی ہے، اللہ پناہ عطا فرمائے'' (دیکھئے: کتاب ''الفتاوی المھمۃ فی تبصیر الآمۃ'')۔

تو صحابیِ رسول نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا، کیونکہ رسول ﷺ وحی کے بغیر کوئی بات نہیں کہتے [1]۔

بھلا وہ شخص کارِ جہاد کرتے ہوئے جہنم رسید کیوں ہوا، اس لئے کہ اس نے صبر نہیں کیا خودکشی کر بیٹھا، لہٰذا انسان کے لئے جائز نہیں کہ خودکشی کرے، نہ کسی ایسی چیز کا اقدام کرے جس میں اس کی جان جانے کا اندیشہ ہو؛ سوائے اس کے جب وہ حاکم وقت کے ساتھ حالتِ جہاد میں ہو، اور اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کئے جانے کے فساد پر خودکشی کی مصلحت راجح ہو۔

❀❀❀❀❀

سوال (۹۶): کیا کافر ممالک کی سرکاری فیکٹریوں میں خفیہ قتل اور بم بلاسٹ وغیرہ کرنا ناگزیر اور جہاد کا کام ہے؟

جواب: خفیہ قتل و غارت گری اور تخریب کاری ناجائز عمل ہے؛ یہ مسلمانوں کے حق میں شر وفساد، قتل وخونریزی اور جلاوطنی کا پیش خیمہ ہے، مشروع یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے پاس فوجوں کی تیاری اور کافروں سے لڑنے کی طاقت وقوت ہو؛ تو اللہ کی راہ میں اُن کے ساتھ جہاد کیا جائے اور معرکوں میں دُوبدُو ان کا مقابلہ کیا جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے کیا تھا۔ رہی تخریب کاری اور خفیہ قتل وخونریزی تو یہ مسلمانوں کے حق میں شر وفساد کا نتیجہ ہے [2]۔

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے (۳۹۶۶،۲۷۴۲)، شیخ حفظہ اللہ نے اسے بالمعنیٰ بیان کیا ہے۔

[2] یہ خفیہ قتل و غارت گری فتنوں مصیبتوں کا حصہ ہے؛ اور یہ چیزیں جہالت کے سبب پیدا ہوئی ہیں، اسلام قتل وخونریزی لے کر نہیں آیا ہے، بلکہ اسلام اللہ کی طرف دعوت، حق کی وضاحت، اور لوگوں کو تنبیہ کرنے آیا ہے، اور یہ سوچنا کہ یہ کافر ہے اس لئے مجھ پر اسے قتل کرنا واجب ہے؛ ان چیزوں کا ارتکاب وہی لوگ کرتے ہیں جن کا علم ناقص ہوتا ہے اور اللہ کے دین کی سمجھ کمزور =

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت سے پہلے مکہ میں تھے تو آپ کو ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ﴾

[النساء:۷۷]۔

کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں حکم کیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نمازیں پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔

آپ ﷺ کو کافروں سے لڑنے سے باز رہنے کا حکم دیا گیا تھا، کیونکہ مسلمانوں کے پاس کافروں سے لڑنے کی طاقت نہ تھی، اگر وہ ایک کافر کو مار دیتے تو وہ ان سب کا صفایا کر دیتے، اور ان کا نام ونشان مٹا دیتے، کیونکہ وہ مسلمانوں سے کہیں طاقتور تھے، اور مسلمان ان کی قوت وشوکت تلے دبے ہوئے تھے۔

جیسا کہ اس وقت آپ دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں، خفیہ قتل وخونریزی اور بم بلاسٹ وغیرہ کا نہ کارِ دعوت سے کوئی تعلق ہے، نہ اللہ کی راہ میں جہاد سے کوئی سروکار۔ بلکہ یہ چیزیں مسلمانوں کو شر وفساد میں مبتلا کرنے کا سبب ہیں، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور آپ کے پاس فوج اور مددگار تیار ہو گئے تب آپ کو کافروں سے جہاد کا حکم دیا گیا۔

== ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں وہ دعوت الی اللہ سے عاجز ہوتے ہیں اور پھر اپنے اعمال کی انجام دہی کے لئے یہ وسائل اپناتے ہیں، حالانکہ یہ چیزیں اغیار کی خدمت ہیں، اور ان سے دوسروں کے اغراض ومقاصد کی تکمیل ہوتی ہے" (یہ باتیں سعودی عرب کے مفتیٔ عام سماحۃ الشیخ عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ نے کہی ہیں۔ دیکھئے: کتاب "الفتاوی المھمۃ فی تبصیر الأمۃ")۔

بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جس وقت مکہ میں تھے، کیا کافروں کے املاک تباہ کرتے تھے، یا انہیں خفیہ قتل کیا کرتے تھے!؟

کیا مکہ میں ہوتے ہوئے وہ کافروں کے اموال برباد کرتے تھے؟ ہرگز نہیں، بلکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں اسلام کی دعوت و تبلیغ پر مامور تھے، کفار سے میدان کارزار میں روبرو ہونے اور لڑنے کا حکم مدینہ میں ہوا، جب اسلام کی حکومت قائم ہوگئی۔

❀❀❀❀❀

سوال ۹۷: جو لوگ کافروں میں خوف و دہشت پیدا کرنے، انہیں ڈرانے اور ان کے سبب مسلمانوں پر ہونے والے شر و فساد کا انتقام لینے کی غرض سے صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بے گناہوں کی جان لینے اور کمپنیوں کو بلاسٹ کرنے کے وجہ جواز کے طور پر پیش کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: کافروں کے املاک تباہ کرنا، ان کے قلعوں کو ڈھانا اور اس کے نتیجہ میں بسا اوقات جو بچے وغیرہ مارے جاتے ہیں، یہ درحقیقت میدان کارزار میں ہوتا ہے [1]۔

---

[1] صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے، فرماتے ہیں:

''قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نُصِيبُ فِي الْبَيَاتِ مِنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ، قَالَ ﷺ: ''**هُمْ مِنْهُمْ**''. وفي رواية: لَوْ أَنَّ خَيْلًا أَغَارَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصَابَتْ مِنْ أَبْنَاءِ الْمُشْرِكِينَ؟ قَالَ ﷺ: ''**هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ**''. (صحیح مسلم: ۱۷۴۵، نیز دیکھئے: سنن ابن ماجہ: ۲۸۴۰)۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں شبخون میں مشرکین کی عورتیں بچے ملتے ==

ہرکس وناکس کو حق نہیں کہ جہاد کے سوا اور حاکم وقت کے حکم کے بغیر جا کر تخریب وتباہی مچاتا پھرے، یہ چیز مسلمانوں کے لئے شر و فساد کا پیش خیمہ ہے، اخیر میں اس کا انجام مسلمانوں کے حق میں شر وفساد کے سوا کچھ نہیں، تخریب کاری وخونریزی اور ولی امر کی قیادت اور مسلمانوں یا مسلم فوج کے کسی جھنڈے تلے اللہ کی راہ میں جہاد کے مابین نمایاں فرق ہے، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، لہٰذا حق اور باطل کو گڈ مڈ نہیں کیا جائے گا۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑨⑧: کیا امت مسلمہ کے مسائل ومشکلات کے حل کے لئے مظاہرے اور آندولن وغیرہ کرنا دعوت کے وسائل میں سے ہے؟

جواب: ہمارا دین لاقانونیت کا دین نہیں ہے، بلکہ ہمارا دین نظم وضبط کا دین ہے، سکون ووقار کا دین ہے، مظاہرے اور آندولن مسلمانوں کا کام نہیں ہیں، مسلمان ان چیزوں کو جانتے بھی نہ تھے، دین اسلام تو سنجیدگی اور رحمت کا دین ہے، اس میں تشویش اور فتنہ انگیزی کا کوئی گزر نہیں، یہی دین اسلام ہے۔

حقوق تو اس طریقہ کے علاوہ: شرعی مطالبہ اور شرعی طریقوں سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

== ہیں (کیا کریں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ انہی میں سے ہیں"۔ اور ایک روایت میں ہے: کہ اگر کوئی گھوڑسواروں کا دستہ شبخون کرے اور اسے مشرکین کے بچے ملیں (تو کیا کرے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ اپنے باپوں کے حکم میں ہیں"۔

بھلا اس حدیث میں صلح وامان کی حالت میں شبخون کے جواز کی دلیل کہاں ہے؟ جیسا کہ شیخ حفظہ اللہ نے بیان فرمایا ہے، اِلا یہ کہ الٹی فقہ اور نری جہالت ہو تو کیا کیا جاسکتا ہے!!

یہ مظاہرے، دھرنے اور مارچ بڑے فتنے جنم دیتے ہیں، اس سے جانیں جاتی ہیں، اور اموال برباد ہوتے ہیں، لہٰذا یہ تمام چیزیں ناجائز ہیں [1]۔

❁❁❁❁❁

---

[1] یقیناً جزائر میں ہونے والی کشاکش کو قوت پہنچانے میں کچھ جذباتی لوگوں کی تائید اور حوصلہ افزائی کا بڑا گہرا اثر رہا ہے، جو برانگیختہ کرنے اور فتنہ انگیزی پر ابھارنے میں مشہور رہیں۔

''شرح الطحاویۃ'' نامی کیسٹ کا مقرر (سفر الحوالی) (نمبر ۲/ ۱۸۵) جزائر کی ''جبھۃ الانقاذ'' (نجات فرنٹ) - جبکہ وہ اسلام کو تباہ کرنے کا فرنٹ ہے - کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

''جب دعاۃ اور علماء و مشائخ نے کہا: کہ چلو ہم نکلتے ہیں، تو تیس لاکھ لوگ نکل پڑے، اور کہا: نکلو ہمیں اللہ کا حکم و نظام چاہیے، نکلو... عورتوں کو بھی نکالو، چنانچہ سات لاکھ عورتیں بھی نکلیں، کہہ رہی تھیں، ہم پر قرآن کا نظام نافذ کرو، ہم حجاب چاہتی ہیں، اختلاط ختم کرو''۔

﴿قُلْ هَاتُوا۟ بُرْهَـٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿١١١﴾﴾ [البقرۃ: ۱۱۱]۔

آپ ان سے کہیئے کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

ذرا ہمیں ان دعاۃ اور مشائخ کے نام بتاؤ جنہوں نے مظاہروں میں ان خواتین کو نکلنے کی اجازت دی تھی، تاکہ ہم ان کی شناخت کرسکیں اور ان سے بچیں اور لوگوں کو بھی بچائیں، کیونکہ یہ فتنہ و مصیبت کے دعاۃ ہیں!!

اور ایک دوسرے شخص (عائض بن عبداللہ القرنی) کی بات سنیں جو خطبہ جمعہ میں کہتا ہے:

''اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جزائر میں شریعت الٰہی کے نفاذ کا مطالبہ کرنے کے لئے ایک ہی دن میں سات لاکھ باحجاب مسلم خواتین نکلیں'' (دیکھئے: کتاب ''مدارک النظر...'' از عبدالمالک رمضانی ص: ۴۷۶)۔

اور اس میں شک نہیں کہ یہ بات موافقت، رضامندی اور تائید کے سیاق میں کہی گئی ہے ==

....

== ورنہ انکار کہاں ہے؟؟؟

میں پوچھنا چاہتا ہوں:

۱۔ کہ آخر تم نے ان ہزاروں بلکہ دسیوں لاکھ انسانوں کے اتنے بڑے جم غفیر کو شمار کیسے کیا؟!

۲۔ تم اللہ کے سامنے اتنی بھاری قسم کا جواب کیا دو گے؟!

۳۔ تم عورتوں کے نکلنے کو کیسے برداشت کرتے ہو؟!

۴۔ تم مسلمانوں کے لئے اس شوروغوغاء، اور فتنہ وفساد کو کیسے برداشت کرتے ہو؟!

حالانکہ تم دعاۃ، مربی، رہنمائی کرنے والے- اور بزعم خویش- واقع کے جاننے والے ہو!!

کیا تم اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھتے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ﴾ [الأحزاب: ۳۳]۔

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔

بہرکیف ان اور ان جیسے دیگر لوگوں کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے مایہ ناز علمی شخصیت علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ (''جریدۃ المسلمون''، شمارہ ۵۴۰، بتاریخ ۱۱/۱/۱۴۱۶ھ میں) مختصراً فرماتے ہیں:

''پچھلے تین سالوں میں جتنے جزائری مارے گئے ہیں... ان کی تعداد بہت بڑی ہے، جنہیں مسلمانوں نے محض اس قسم کی لاقانونیت پیدا کرنے کے سبب کھویا ہے...

ہم پر واجب ہے کہ حسب استطاعت ہم ان کی خیر خواہی کریں... اور اب آپ لوگ جان چکے ہیں، کہ ان چیزوں کا نہ شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق ہے، نہ اصلاح وسدھار سے، اور ہم دھرنوں اور آندولنوں وغیرہ کی تائید نہیں کرتے، بالکل نہیں کرتے، بلکہ اس کے بغیر بھی اصلاح ممکن ہے، ==

سوال ٩٩: کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر امت میں کوئی ہنگامی آفت آجائے یا کوئی مصیبت آن پڑے تو حکمرانوں اور علماء کے خلاف دھرنے اور آندولن کی دعوت دینے لگتے ہیں، تاکہ اس دباؤ کے تحت وہ اُن کی باتیں مان لیں، اس وسیلہ (طریقہ) کے بارے میں

== لیکن اس کے پس پردہ کسی نہ کسی کا داخلی یا خارجی خفیہ ہاتھ ضرور ہے، جو اس قسم کی چیزیں پھیلانے کی کوشش کیا کرتے ہیں'' بات ختم ہوئی۔

کیا ان لوگوں کی باتیں اور جذباتی تقریریں خفیہ ہاتھوں میں سے نہیں ہیں؟!

نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ اشارہ کردہ دونوں لوگوں کی تائید و برانگیختگی کے بعد آیا ہے۔ کیونکہ جزائر میں آندولن، مظاہروں اور دھرنوں کی تائید میں ان کی باتیں (١٤١١ھ) کی ہیں، اور ہم آج تک اس سلسلہ میں ان کا سرے سے کوئی رجوع نہیں جانتے۔

اب ذرا غور کریں کہ دونوں فریقوں میں ''فقہ الواقع'' جس کی یہ رٹ لگاتے رہتے ہیں' کا زیادہ علم کسے ہے؟ کیا ان جذباتیوں اور فتنہ انگیزی پر آمادہ کرنے والوں کو یا علماء راسخین کو؟؟!

بھلا ان دونوں اور ان جیسے دیگر لوگوں کا کیا حال ہوگا جب یہ قیامت کے روز میدان محشر میں کھڑے ہوں گے اور لوگ ان کے پیچھے ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے ان سے اپنا قصاص مانگ رہے ہوں گے، اور ان کی گردنوں پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو ان کی باتوں سے متاثر ہوئے ہیں اور ان کے فتاوؤں کے پیچھے کود پڑیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''**مَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا**'' (صحیح مسلم: ٢٦٧٤، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا حصہ)۔

جو گمرہی کی دعوت دے گا، اس پر اس کے پیروکاروں جیسا گناہ ہوگا، ان کے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: نقصان کو نقصان سے نہیں ٹالا جائے گا،لہٰذا جب کوئی حادثہ رونما ہو جائے جس میں کوئی نقصان یا برائی ہو، تو اس کا حل یہ نہیں ہے کہ مظاہرے اور آندولن کئے جائیں، یادھرنے دیئے جائیں یا تخریب کاری کی جائے، یہ حل نہیں ہے' بلکہ یہ مزید شر وفساد ہے، بلکہ حل یہ ہے کہ ذمہ داروں سے رجوع کیا جائے، انہیں نصیحت کی جائے، اوران پر عائد ذمہ داری بیان کی جائے' ممکن ہے وہ اس تکلیف کا ازالہ کریں، اب اگر وہ اس کا ازالہ کردیں تو ٹھیک، ورنہ اُس سے بڑے شر وضرر سے بچنے کے لئے انہیں اُس پر صبر کرنا واجب ہے۔

❁❁❁❁❁

سوال ⑩⓪: کچھ لوگ بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ کو بدعتی کہتے ہیں، جیسے حافظ ابن حجر، امام نووی، علامہ ابن حزم اور امام بیہقی رحمہم اللہ! کیا ان کی یہ بات صحیح ہے؟

جواب: ان ائمہ رحمہم اللہ کے پاس سمندر جیسے علم، لوگوں کو افادہ، سنت کی حفاظت اور اس کی نشر واشاعت میں جد وجہد نیز عظیم کتابوں وغیرہ کی شکل میں اتنے فضائل اور نیکیاں ہیں جو ان سے سرزد ہونے والی غلطیوں کو ڈھانپ لیتی ہیں۔

ہم طالب علم کو نصیحت کرتے ہیں کہ ان چیزوں کے چکر میں نہ پڑے' کیونکہ یہ اسے علم سے محروم کردیں گی۔ جو شخص ائمہ اسلام کے بارے میں ان چیزوں کو کُریدے گا حصول علم سے محروم ہو جائے گا، جس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ فتنہ میں پڑ جائے گا اور لوگوں کے درمیان جھگڑے' تنازعہ سے دلچسپی اور محبت میں الجھ جائے گا[1]۔ لہٰذا ہم تمام لوگوں کو حصول علم اور اس کی لالچ

---

[1] کچھ نئے لوگ پیدا ہوئے ہیں جو سلفیت کے دعویدار ہیں' حالانکہ سلفیت ان سے بری ہے، یہ اپنے قائد ورہنما ''محمود الحداد'' کے نمائندے ہیں۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔، چنانچہ ان کا ==

== مشن بڑے بڑے ائمہ، اور محقق محدثین کی غلطیوں اور لغزشوں کو کریدنا ہے۔

ہاں اتنی سی بات ہے کہ امام ابن حجر اور امام نووی رحمہما اللہ اشاعرہ کی بعض غلطیوں میں جا واقع ہوئے ہیں، جس کی علماء نے نشاندہی فرمائی ہے، ''فتح الباری'' پر امام ابن باز رحمہ اللہ کی تعلیقات مشہور و معروف ہیں [1]، لیکن ظاہر ہے کہ ان غلطیوں کو ہم ان کی بے عزتی اور عیب جوئی کا سبب نہیں بنائیں گے، نہ ان کی مذمت سے مجلسوں کا آغاز کریں گے۔ جبکہ بدعت کی دعوت دینا ان کا طریقہ بھی نہ تھا، بلکہ انہوں نے سنت کی مدد کی ہے، اور دلائل سے مسائل کی تحقیق کی ہے، لہٰذا انہیں پر چارک بدعتیوں اور جسم و جان سے منہج سلف کی مخالفت کرنے والوں پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

لیکن اس کے باوصف ہم کہتے ہیں: -اور اس سے پہلے بھی کہہ چکے ہیں-: کہ غلطی اور مخالفت پر خاموشی اختیار نہیں کی جائے گی، بلکہ حالات وظروف کی رعایت کرتے ہوئے اسے واضح کیا جائے گا۔

اور اس کے باوجود اہل بدعت کے لئے، جب تک وہ دائرۂ اسلام میں رہیں، رحمت کی دعا کرنا جائز ہے، ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اہل علم نے امام ابن حجر اور امام نووی رحمہما اللہ اور ان کی کتابوں ''فتح الباری'' اور ==

---

[1] سماحۃ الشیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے امام ابن حجر رحمہ اللہ کی اعتقادی لغزشوں پر تنبیہ و تعلیق فتح الباری کے حاشیہ میں کرنا شروع کیا تھا، جو کم وبیش تین جلدوں تک جاری رہا، پھر شیخ رحمہ اللہ کی مشغولیت اس عظیم کام میں حائل ہوگئی، لہٰذا آپ کی اجازت، متابعت اور نگرانی میں آپ کے شاگرد شیخ علی بن عبد العزیز بن علی الشبل حفظہ اللہ نے اس کام کو بخوبی مکمل فرمایا، فجزاہما اللہ خیراً۔

بعد میں یہ تعلیقات ''التنبیہ علی المخالفات العقدیۃ فی فتح الباری'' کے نام سے مستقل کتاب میں بھی شائع ہوئیں۔ الحمد للہ افادۂ عامہ کی غرض سے اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، اور کچھ سال پیشتر مادر علمی جامعہ اسلامیہ سنابل نئی دہلی کے موقر ماہنامہ ''التبیان'' میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔ [مترجم]

....

== ''شرح مسلم'' کی تعریف وستائش کی ہے' یہ اہل سنت کے یہاں معتبر کتابیں ہیں، نیز علماء نے ان کے حق کے موافق اقوال وفرمودات پر اعتماد کیا ہے، جو بکثرت ہیں' اور ان کی غلطیوں سے اجتناب کیا ہے۔

شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

''ہم کتاب اللہ کو سمجھنے کے لئے معتبر متداول تفاسیر سے مدد لیتے ہیں...، اور حدیث رسول ﷺ کو سمجھنے کے لئے نمایاں ائمہ کرام کی شروح سے مدد لیتے ہیں' جیسے صحیح بخاری کے لئے حافظ ابن حجر عسقلانی، اور قسطلانی کی شرح اور صحیح مسلم کے لئے امام نووی کی شرح سے رجوع کرتے ہیں''۔

نیز فرماتے ہیں: ''واہ !امام نووی نے ''کتاب الأذکار'' میں کیا خوب دعاؤں کا خزانہ جمع کردیا ہے'' (الدرر السنیۃ، ۱/ ۱۲۷، ۱۳۳)۔

اورعلامہ محدث سلفی شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام نووی اور امام ابن حجر رحمہما اللہ اور ان جیسے دیگر ائمہ کو اہل بدعت میں شمار کرنا ظلم ہے، میں جانتا ہوں کہ وہ اشاعرہ میں سے ہیں، لیکن کتاب وسنت کی مخالفت ان کا مقصود نہیں ہے، بلکہ وہ وہم کا شکار ہوئے ہیں اور انہیں اشعری عقیدہ کی جو کتابیں ملیں' ان کے بارے میں انہوں نے دو طرح کا گمان کیا:

اولاً: یہ کہ امام اشعری اس عقیدہ کے قائل ہیں، حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں تھے' بلکہ وہ پہلے کی بات تھی۔

ثانیاً: انہوں نے اس عقیدہ کو صحیح خیال کیا، حالانکہ وہ صحیح نہیں تھا'' (''من هو الكافر ومن هو المبتدع؟'' -کافر کون ہے اور بدعتی کون ہے؟- نامی کیسٹ سے بات ختم ہوئی)۔

اب اگر کوئی کہے: کہ امام نووی اور ابن حجر کو کیوں معذور قرار دیا جائے کہ جو کچھ ان سے ==

....

== سرزد ہوا ہے، وہ بر بنائے تاویل تھا، اور ''سید قطب''، ''حسن البنا''، ''مودودی'' اور ان جیسے دیگر لوگوں کو معذور نہ سمجھا جائے؟؟

تو اس کا جواب دو طرح ہے:

اول: یہ کہ دونوں طبقوں میں بہت بڑا فرق ہے؛ کیونکہ امام نووی اور ابن حجر رحمہما اللہ کے یہاں علمی سرمائے اور مسلمانوں کو نفع پہنچانے کی اتنی بڑی نیکی ہے، جو ان سے سرزد ہونے لغزش کو ڈھانپ لیتی ہے، نیز اہل علم نے ان کی لغزشوں کو بیان کیا ہے اور اس سے لوگوں کو آگاہ بھی کیا ہے؛ لہٰذا اس تنبیہ سے اس خطرناکی کا اندیشہ ختم ہو چکا ہے۔

رہا مسئلہ ''سید قطب'' اور ''حسن البنا''... وغیرہ کا تو ان کے پاس نہ کوئی علمی یا عملی سرمایہ ہے، نہ مسلمانوں کو نفع رسانی، جیسا کہ امام نووی، ابن حجر اور ان کے علاوہ دیگر بڑے ائمہ کرام رحمہم اللہ کے یہاں ہے۔

دوم: یہ کہ امام نووی اور ابن حجر رحمہما اللہ نے اپنی غلطیوں کی دعوت نہیں دی ہے، نہ حزبیت، پارٹی بندی، معاشروں کی تکفیر، اور ایک طرف سے روافض، نصاریٰ، مجوس، اور تمام گمراہ فرقوں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے، نہ ان کی لغزشوں خطاؤں سے معاشرہ کو نقصان پہنچا ہے۔

برخلاف ''سید قطب''، ''حسن البنا'' وغیرہ کے: کیونکہ یہ لوگ باطل، فاسد، بلکہ کفریہ عقائد اور مسلمانوں کے عقائد کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں سمجھتے، نہ ہی رافضی، نصرانی وغیرہ اور مسلمان کے درمیان کوئی فرق و امتیاز رکھتے ہیں، انہوں نے اصلاح نہیں کیا ہے، بلکہ مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے؛ چنانچہ بہت سارے لوگ ان کے کتاب وسنت کے مخالف آراء کا تعصب کرتے ہیں، اور اہل سنت سے عداوت و دشمنی رکھتے ہیں، اور یہ بڑا سنگین اور بدترین نقصان ہے۔

اور آخری بات: یہ کہ بھلا امام ابن حجر اور امام نووی رحمہما اللہ کی کتابوں سے کون بے نیاز ہے؟!

وجستجو کرنے، اور دیگر امور سے دور رہنے کی وصیت کرتے ہیں، جن میں کوئی فائدہ نہیں۔

اور رہے امام نووی، علامہ ابن حزم، حافظ ابن حجر، امام شوکانی و امام بیہقی رحمہم اللہ؛ تو یہ بہت بڑے بڑے ائمہ ہیں، اہل علم کے یہاں حد درجہ مستند ومعتبر ہیں، ان کی بڑی عظیم کتابیں اور اسلامی مراجع ہیں- جن کی طرف مسلمان رجوع کرتے ہیں- یہ وہ خوبیاں ہیں جو ان کی خطاؤں لغزشوں کو ڈھانپ لیتی ہیں، اللہ ان پر رحم فرمائے۔

لیکن تُو بے چارا مسکین! تیرے پاس کیا ہے؟ اے ابن حجر وابن حزم اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ کی غلطیاں ڈھونڈھنے کُریدنے والے! بھلا تو نے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچایا ہے؟!

تیرے پاس کتنا علم ہے؟ کیا تیرے پاس ابن حجر ونووی رحمہما اللہ جیسا علم ہے؟

کیا تو نے مسلمانوں کو وہ دیا جو امام ابن حزم اور امام بیہقی نے دیا؟!

سبحان اللہ!!! اللہ اُس شخص پر رحم فرمائے جو اپنی حیثیت پہچان لے، تو اپنی جہالت کے سبب اتنا جری ہوگیا ہے اور اپنی بے خوفی وجرأت وجسارت اور قلت ورع کے باعث اس قدر زبان درازی کرنے لگا ہے!!!

❀❀❀❀❀

سوال (۱۰۱): ہمیں علماء مدینہ کے بارے میں کچھ وضاحت فرمائیں- میری مراد وہ علماء ہیں جنہیں سلفی کہا جاتا ہے- کیا وہ جو کچھ کررہے ہیں درست ہے، اس مسئلہ میں ہمارے سامنے حق واضح فرمائیں؟

جواب: علماء مدینہ[1] کے بارے میں میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا، ان کا مقصد

---

[1] علماء مدینہ سے مراد یہ علماء ومشایخ ہیں: محمد امان جامی رحمہ اللہ، ربیع بن ہادی مدخلی، عبید الجابری، علی الفقیہی، فالح الحربی، صالح السحیمی اور محمد بن ہادی حفظہم اللہ، جن کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بعد ==

لوگوں کے سامنے بعض ان غلطیوں کی نشاندہی کرنا ہے جن میں بعض مولفین یا اشخاص واقع ہوئے ہیں، اس کا منشا لوگوں کی نصح وخیر خواہی ہے، انہوں نے کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائی ہے، بلکہ وہ جلد، صفحہ اور سطر کے حوالہ کے ساتھ من وعن ان کی بات نقل کرتے ہیں، ان کے نقل کردہ حوالوں کا مراجعہ کرو، اگر وہ جھوٹے ہوں تو ہمیں بتاؤ، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ ہم جھوٹ کبھی برداشت نہیں کر سکتے، ان کی کتابوں کی طرف رجوع کرو، اور انہیں تنقیدی نقطۂ نظر سے پڑھ کر مجھے ایک حوالہ دکھلاؤ جس میں انہوں نے جھوٹ بیانی سے کام لیا ہو، یا کوتاہی کی ہو، میں اس میں تمہارے ساتھ ہوں!!

لیکن اگر تم لوگوں سے یہ کہنا چاہتے ہو کہ: خاموش رہو، باطل کو یونہی چھوڑ دو، اس کی تردید نہ کرو، غلطیاں واضح نہ کرو؛ تو یہ صحیح نہیں ہے، یہ تو حق چھپانا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ﴾ [آل عمران:١٨٧]۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کروگے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى ٱلْكِتَٰبِ أُو۟لَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾﴾ [البقرة:١٥٩]۔

== بہت سارے طلبہ کو ''فرقۃ الاخوان المسلمون'' کی حقیقت سے آگاہ کرنے اور یہاں وہاں ان کی قیادتوں کی تردید کرنے میں بڑا عظیم الشان کارنامہ رہا ہے۔ فجزاہم اللہ خیراً۔

جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

کیا ہم غلطیاں دیکھیں اور خاموش رہیں، لوگوں کو بہکتے بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں؟ نہیں، یہ کسی طرح جائز نہیں، ہمارے لئے حق و باطل واضح کرنا واجب ہے، جسے خوش ہونا ہو خوش ہو، جسے ناراض ہونا ہو ناراض ہو۔

❀❀❀❀❀

سوال (۱۰۲): سلف صالحین نے قصہ گوؤں کا ذکر کیا ہے اور ان کی مذمت فرمائی ہے، اُن کا کیا طریقہ ہے، اور ان کے بارے میں ہمارا موقف کیا ہونا چاہئے؟

جواب: سلف رحمہم اللہ نے قصہ گوؤں سے آگاہ اور چوکنا کیا ہے [1]؛ کیونکہ وہ اکثر

---

[1] سلف صالحین رحمہم اللہ قصہ گوؤں کی سخت مذمت اور ان سے شدید نفرت کیا کرتے تھے۔

ابوادریس خولانی فرماتے ہیں:

”لأن أرى في ناحية المسجد نارا تأجج أحب من أن أرى قاصا يقص“.

یقیناً میں مسجد کے کونے میں آگ بھڑکتی ہوئی دیکھوں، مجھے اس سے کہیں محبوب ہے کہ کسی قصہ گو کو قصہ بیان کرتے ہوئے دیکھوں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وإني لأكره القصص في المساجد“.

میں مسجد میں قصہ گوئی کو ناپسند کرتا ہوں۔

نیز فرماتے ہیں: ==

== ''ولا أرى أن يجلس إليهم، وإن القصص لبدعة''.

میں قصہ گوؤں کی مجلس میں بیٹھنا درست نہیں سمجھتا، بلاشبہ قصہ گوئی بدعت ہے۔

اور سالم بیان کرتے ہیں کہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے باہر نکلے اور فرمایا:

''ما أخرجني إلا صوت قاصكم هذا''. (الحوادث والبدع ص: ۱۰۹)۔

مجھے تمہارے اس قصہ گو کی آواز نے مسجد سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اس لئے کہ یہ لوگ عام طور پر جھوٹے قصے کہانیوں کے ذریعہ لوگوں کو نفع بخش علم کے حصول سے غافل کرتے تھے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: آپ اپنے بھائیوں کو قصے کیوں نہیں بیان کرتے؟ تو انہوں نے فرمایا:

''قد قيل: لا يتكلم على الناس إلا أمير أو مأمور أو أحمق، ولست بأمير، ولا مأمور، وأكره أن أكون الثالث''.

کہا گیا ہے کہ: لوگوں کے سامنے وہی بات کرتا ہے جو امیر ہو یا مامور یا بے وقوف! اور میں نہ امیر ہوں نہ مامور، اور نہ تیسرا ہونا پسند کرتا ہوں۔

ضمرہ کہتے ہیں کہ: میں نے امام ثوری سے پوچھا: کیا ہم قصہ گو کے سامنے اپنا چہرہ کر سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ''بدعتیوں کو اپنی پشت دکھایا کرو''۔

اور سلیمان بن مہران اعمش بصرہ تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک قصہ گو مسجد میں قصہ بیان کر رہا ہے، یہ دیکھ کر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ہم سے اعمش نے ابو اسحاق سے بیان کیا ہے، ہم سے اعمش نے ابو وائل سے بیان کیا ہے... اور اعمش حلقہ کے بیچ میں جا کر بیٹھ گئے، پھر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور اپنی بغلوں کے بال اکھیڑنے لگے! یہ دیکھ کر قصہ گو نے کہا: ==

وبیشتر اپنی گفتگو میں لوگوں کو متاثر کرنے والے قصوں اور آثار وفرمودات میں صحت کا اہتمام نہیں کرتے ہیں، نہ صحیح دلیل پر اعتماد کرتے ہیں [1]، اور نہ ہی لوگوں کو تعلیم دینے میں اُن کے دینی احکام ومسائل اور اعتقادی امور کی پروا کرتے ہیں، کیونکہ ان کے پاس دین کی سمجھ نہیں ہوتی ہے [2]، اور موجودہ دور میں اس کا مصداق اپنے معروف منہج وطریقۂ کار اور

== ارے شیخ! آپ کو شرم نہیں آتی؟ ہم علمی کام میں ہیں اور آپ یہ کر رہے ہیں؟ تو اعمش نے فرمایا: ''میں تم سے بہتر کام میں ہوں''! اس نے کہا: وہ کیسے؟ فرمایا: کیونکہ میں سنت کے کام میں ہوں اور تم جھوٹ کے کام میں ہو! میں اعمش ہوں، لیکن میں نے تمہاری باتوں میں سے تمہیں کوئی چیز بیان نہیں کی ہے!!. چنانچہ جب لوگوں نے اعمش کی ذکر کردہ بات سنی، تو قصہ گو کے پاس سے چھٹ گئے اور اُن کے ارد گرد جمع ہو کر کہنے لگے: ''اے ابومحمد! ہمیں حدیث بیان کیجئے''۔

(کتاب ''الحوادث والبدع''، ص: ۱۱۱-۱۱۲)۔

اس سلسلہ میں بہت سارے آثار ہیں، اگر میں نقل کرتا جاؤں تو بات لمبی ہو جائے گی، لہٰذا اس سلسلہ میں ''المذکر والتذکیر والذکر''، ''القصاص والمذکرین''، ''تحذیر الخواص من أکاذیب القصاص'' اور ''تاریخ القصاص''، وغیرہ کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔

① **امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

''أكذب الناس القصاص والسؤال، وما أحوج الناس إلى قاص صادق صدوق؛ لأنهم يذكرون الموت وعذاب القبر''. (''الحوادث والبدع'' از طرطوشی، ص: ۱۱۲)۔

لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹے قصہ گو اور سوال کرنے والے ہوتے ہیں، لوگوں کو سچے قصہ گو (باعلم داعی) کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ وہ موت اور عذاب قبر کا ذکر کرتے ہیں۔

② **ڈاکٹر محمد بن لطفی الصباغ اپنی کتاب ''تاریخ القصاص'' میں** ''المذکر والتذکیر والذکر'' نامی کتاب کے محقق سے نقل کرتے ہوئے (ص: ۳۰ میں، قدرے تصرف کے ساتھ) فرماتے ہیں: ==

== کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ قصہ گوؤں کی فساد انگیزی کا موضوع اب موجود نہیں رہا، بلکہ یہ محض ایک تاریخی معاملہ رہ گیا ہے، آج کی عملی زندگی اور لوگوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جبکہ یہ خیال بالکل غلط اور حقیقت سے دور ہے، کیونکہ -افسوس- یہ قصہ گو دوسرے ناموں سے آج بھی موجود ہیں اور روئے زمین میں بدستور فساد پھیلا رہے ہیں۔

اگر گذشتہ دور میں ان دجال اور فریبی ''قصہ گوؤں'' کے نام نظر آتے تھے تو آج ہمارے دور میں وہی لوگ ''داعی''، ''مرشد''، ''مربی''، ''استاذ''، ''کاتب''، اور ''مفکر''...وغیرہ بھاری بھرکم القاب سے نمودار ہوئے ہیں، اور بظاہر لگتا ہے کہ بے جا نرمی اور مجاملت اس گروہ کی حقیقت کی نقاب کشائی میں تاخیر کا سبب رہی ہے۔

چنانچہ ایسے بہت سارے لوگ ہیں جو ان لوگوں کی حقیقت سے ناآشنا ہیں، اور ان جاہلوں اور اللہ کے سچے داعیان کے درمیان خلط ملط کرتے ہیں۔

عصر حاضر کے بعض قصہ گو حضرات اللہ اور اللہ کی راہ کی دعوت کے شعار تلے چھپے بیٹھے ہیں- اور ہمارے اس دور میں یہ لوگ بہت زیادہ ہیں-، شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جس میں وہ موجود نہ ہو، اور ان کی بدعات اور جھوٹی کہانیاں عوام کی بہت بڑی تعداد میں رواج پذیر ہیں؛ آج ان کی زیادہ تر باتیں قصے کہانیوں، گھٹیا قسم کی مثالوں - جسے ان میں سے ہر شخص زیادہ سے زیادہ یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے، گویا وہ آیات و احادیث ہوں- اور زہد و فضائل کی بے سروپا باتوں پر مشتمل ہوا کرتی ہیں، یہاں تک کہ آپ ان میں ایسے لوگوں کو بھی پائیں گے جو اپنے بیان کردہ باطل کی تائید کے لئے قرآن وسنت کے نصوص میں تحریف تک کرتے ہیں''۔

فرماتے ہیں:

ان میں بعض حضرات لوگوں کو زہد اور قیام اللیل کی ترغیب دیتے ہیں- ==

....

== یہ اچھی بات ہے- لیکن لوگوں کو اس کا مقصد نہیں بتلاتے، چنانچہ بسا اوقات ایک آدمی گناہ و معاصی سے توبہ کر کے ایک کونے میں بیٹھ جاتا ہے، جہاں اس کا دل بدعات و خرافات قبول کرتا رہتا ہے، یا پھر اس میں ایک ملک سے دوسرے ملک نکلنے اور ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرنے سے دلچسپی پیدا کرتے ہیں، اور ان کا خیال ہے کہ ان کے منہج کی دعوت کی راہ میں سفر کرنا ان میں سے ہر فرد پر بالکل لازم اور ضروری ہے، تاکہ - بزعم خویش - اس کے نفس کا تزکیہ ہو اور اس کا دل خواہشات سے پاک و صاف ہو؛ یہی وجہ ہے کہ وہ - توکل نہیں - بلکہ تواکل اور ترک اسباب کی طرف مائل ہوتا ہے، چناچہ بہت سارے لوگوں نے اپنے بال بچوں کو بے سہارا چھوڑ دیا، ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا اور ان کی ضروریات کی تکمیل کرنے والا کوئی نہ تھا! بلکہ ان میں سے بہتوں کے تو خاندان بگڑ گئے!

آپ ان میں سے کسی کو نہ پائیں گے جو لوگوں کو توحید خالص اور اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیتا ہو اور شرک سے بچتا اور اس سے اور اس کے داعیان سے آگاہ کرتا ہو، کیونکہ ان کی دعوت کے اصولوں اور ان کے منہج میں اس کا شمار ہی نہیں ہے!!

یہ موجودہ دور کے قصہ گوؤں کے ایک طبقہ کی حالت زار ہے''۔

میں کہتا ہوں: یہ باتیں ''فرقۂ تبلیغ'' پر منطبق ہوتی ہیں، اور اگر آپ ان کے پاس توحید کی دعوت اور شرک و بدعات کی تردید کی بات کر دیں تو آپ کی بربادی ہو جائے۔

کچھ اور گروہ بھی ہیں، جو اس گروہ سے کم خطرناک اور ضرر رساں نہیں ہیں، انہوں نے خطابت اور دعوت الی اللہ کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے، ان میں بہت سارے لوگ منبروں پر چڑھ چکے ہیں، ان کے لئے سیمینار اور کونسلیں منعقد کی جاتی ہیں، جبکہ چیخنے چلانے، حالات کو نازک اور ہولناک بنانے، صحیح سالم سماعتوں پر گراں گزرنے والے قصوں، بے جا آیات خوانی، جھوٹی و بے سروپا احادیث ==

تصوف وخرافات کے ساتھ ''تبلیغی جماعت'' ہے۔

اسی طرح یہ قصہ گو عام طور پر وعید اور دھمکیوں کے نصوص پر اعتماد کرتے ہوئے لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید کرتے ہیں۔

❀❀❀❀❀

== کا ذکر، اور مجلسوں کو قصے کہانیوں، اسرائیلی افسانوں، خوابوں اور ان پر احکام کی بنیاد رکھنے کے سوا اُن کا کوئی مشغلہ نہیں ہے''۔

میں کہتا ہوں: یہ باتیں ''صوفیوں'' پر منطبق ہوتی ہیں، اور صوفیوں کے بارے میں تو نہ پوچھو!!

''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو ڈرامے لکھنے، بلکہ-بزعم خویش-اسلامی گانے، اور سنت مخالف اشعار وغیرہ کے راستے دعوت الی اللہ پر براجمان ہوئے ہیں! جبکہ اللہ کے دین میں ڈرامے نہیں ہیں چہ جائے کہ گانے ہوں!، اور دیکھنا ''اسلامی'' کے اضافہ سے دھوکہ نہ کھانا، کیونکہ یہ تمام چیزیں مغرب، روافض، اور سنت واہل سنت سے خارج صوفیوں ہی کی کرم فرمائیاں ہیں، بس اللہ ہی مددگار ہے''۔

میں کہتا ہوں: یہ باتیں فرقہ ''الاخوان المسلمون'' پر منطبق ہوتی ہیں، جو حسن البنا کے کارندے اور مددگار ہیں، اور الاخوان المسلمون اور ان کے کارناموں کے بارے میں بیان کرتے جائیں کوئی حرج نہیں۔

''ان تمام حقائق کے باوصف ہم بعض علماء کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کے بارے میں خاموش ہیں، بلکہ بعض لوگ ان کی خوشامد کے سبب اُن کے اس باطل میں جا گرے ہیں، چنانچہ یہ وہ نمایاں امور ہیں جن سے ان کی باطل دعوت اور عوام الناس میں اس کے رواج کو مدد، سپورٹ اور بڑھاوا ملا ہے''۔

محقق کتاب ''المذکر والتذکیر والذکر'' (ص: ۳۰-۳۱) ہمارے فاضل بھائی خالد الرداد ی حفظہ اللہ کی بات اختتام پذیر ہوئی۔

سوال ۱۰۳: آج کل جو جماعتیں پائی جاتی ہیں اُنہیں اسلام سے منسوب کرنے یا ’’اسلامی‘‘ کے وصف سے متصف کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اور ان پر ’’جماعتوں‘‘ کے لفظ کا استعمال کیونکر درست ہے‘ جبکہ جماعت تو ایک ہی ہے، جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے؟

جواب: جماعتوں سے مراد ہر دور میں پائے جانے والے فرقے ہیں، اور یہ کوئی انھونی بات نہیں‘ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَسَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً‘‘[1]۔

یہودی اکہتر فرقوں میں بٹے، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں بٹے، اور عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے۔

لہٰذا جماعتوں اور فرقوں کا پایا جانا ایک معروف بات ہے، اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی:

’’مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا‘‘[2]۔

تم میں سے جو زندہ رہے گا بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔

لیکن وہ جماعت جس کے ساتھ چلنا، اس کی پیروی کرنا اور اس سے وابستہ رہنا واجب ہے‘ وہ جماعت اہل سنت وجماعت، فرقۂ ناجیہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان فرقوں کو

---

[1] مستدرک (۱/۱۲۹)، اس کی تخریج ص (۹۵) حاشیہ (۱)، وص (۳۰۸) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

[2] مسند احمد (۱۷۱۴۵)، اس کی تخریج ص (۹۳) حاشیہ (۲) وص (۳۵۹) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

’’**كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً**‘‘ قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ’’**مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي**‘‘۔

سب کے سب جہنمی ہوں گے، سوائے ایک کے! تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ فرمایا: وہ (جو اس طریقہ پر ہوگا) جس پر آج میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

یہی ضابطہ اور پیمانہ ہے، تمام جماعتوں میں اُسی جماعت کا اعتبار کرنا واجب ہے جو اس منہج وطریقہ پر گامزن ہو جس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے [1]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾﴾ [التوبۃ: ۱۰۰]۔

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ

---

[1] علامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’سلف سے نسبت کا دعویٰ کرنے والی تمام جماعتیں، اگر منہج سلف کے مطابق عمل نہ کریں تو یہ محض ان کا زبانی دعویٰ ہے‘‘۔

(کتاب فتاوی العلماء الآکابر، از عبد المالک رمضانی ص: ۹۸)۔

رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

یہی لوگ جماعت ہیں، جو ایک جماعت ہیں، ان میں تعدد وتقسیم نہیں ہوسکتی [1]، یہ اول تا آخر ایک ہی جماعت ہیں:

﴿ وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلّٗا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٞ رَّحِيمٌ ۝١٠ ﴾ [الحشر:١٠]۔

اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت ومہربانی کرنے والا ہے۔

یہی وہ جماعت ہے جو رسول گرامی ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر قیامت تک پھیلی ہوئی ہے، یہ اہل سنت وجماعت ہیں [2]، اور جو جماعتیں اس کے خلاف ہیں، ان کا کوئی اعتبار

---

[1] منہج نبوت پر قائم مسلمانوں کی جماعت تصفیت یا جزویت قبول نہیں کرتی، کیونکہ نبی کریم ﷺ، اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی دعوت مسلمانوں کی جماعت تیار کرنے کے لئے تھی جو توحید کی علمبردار ہو۔ نہ کہ مسلمانوں میں سے "ایک جماعت" کے لئے۔ اور یہی مسلمان ہیں، یہی طائفہ منصورہ ہیں، یہی فرقہ ناجیہ ہیں، یہی سلف صالح ہیں، اور یہی اس کے مثل طریقہ پر ہیں جس پر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ تھے، اور آپ ﷺ نے انہی کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے، ان سے جدا یا الگ تھلگ ہونے سے منع کیا ہے، اسی طرح ان سے فرقہ بندی کرنے سے بھی منع فرمایا ہے" (حکم الانتماء، ص: ٦٠)۔

[2] اہل اسلام کے پاس کتاب وسنت اور ان دونوں کی دعوت میں نبوت کے نقش قدم پر ==

نہیں، اگرچہ وہ ''اسلامی'' نام رکھ لیں، یا ''جماعۃ الدعوۃ'' کہلائیں یا کوئی اور نام رکھ لیں، ہر جماعت جو اس جماعت کے خلاف ہے جس کے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، وہ ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے مخالف فرقوں میں سے ہے، ہمارے لئے اس کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں، ہمیں بس اہل توحید وسنت سے نسبت ہے:

﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ﴾ [الفاتحہ: ۶-۷]۔

ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اور جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، انہیں اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ

== چلنے کے سوا کچھ نہیں ہے، یہ وہی ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ان کا وصف بیان فرمایا ہے:

''مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي''۔

جو اس طریقہ پر قائم رہیں گے جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم قائم ہیں۔

یہ وہی ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''جماعت'' کا نام دیا ہے، یہی طائفۂ منصورہ ہیں؛ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا وصف بیان کیا ہے، یہی فرقہ ناجیہ ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گمراہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے، ان کا وصف بیان کیا ہے، یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وطریقہ کی طرف نسبت کرنے والے ہیں، اور یہی سلف صالح ہیں۔

اور یہیں سے جب بدعات اور گمراہ کن خواہشات نفسانی کا ظہور ہوا تو ان کے عقیدہ کو ''سلفی'' یا ''سلفی عقیدہ'' کہا گیا''۔ (حکم الانتماء، ص: ۱۱۲-۱۱۳)۔

ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّـٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُو۟لَـٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ [النساء:٦٩]۔

اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں۔

لہٰذا جس جماعت نے اپنا منہج اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو بنایا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کیا:

''فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ''[1]۔

کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا بہت سارا اختلاف دیکھے گا، اس وقت تم میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا، اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا، اور دانتوں سے خوب اچھی طرح پکڑ لینا، اور دیکھنا نئی نئی ایجاد کردہ باتوں سے بچ کر رہنا۔

یہی معتبر جماعت ہے، اس کے علاوہ جتنی بھی جماعتیں ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ وہ مخالفِ جماعت ہے، اور حق سے دور و نزدیک ہونے میں یہ فرقے مختلف ہیں، لیکن وعید میں سب داخل ہیں، وہ یہ کہ سب جہنم میں داخل ہوں گے سوائے ایک کے، ہم اللہ سے عافیت کے خواستگار ہیں۔

❀❀❀❀❀

[1] اس کی تخریج ص (۹۳) حاشیہ (۲) وص (۳۵۹) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

سوال ۱۰۴: ان لوگوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو سعودیہ سے باہر دعوت کے لئے نکلتے ہیں، جبکہ وہ سرے سے علم حاصل نہیں کئے ہوتے ہیں، لوگوں کو بھی -نکلنے کے لئے- ابھارتے ہیں، اور بڑی عجیب وغریب باتیں کرتے رہتے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ جو اللہ کی راہ میں دعوت کے لئے نکلے گا اللہ تعالیٰ اُسے الہام فرمائے گا، نیز ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ علم کوئی بنیادی شرط نہیں ہے! حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ سعودیہ سے باہر جانے والے کو بہت سارے ادیان و مذاہب کا سامنا ہوگا، اور اس سے بہت سارے سوالات کئے جائیں گے، شیخ محترم! کیا آپ نہیں خیال کرتے کہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے کے پاس ہتھیار ہونا چاہئے، تاکہ وہ لوگوں کا سامنا کرسکے، بالخصوص مشرقی ایشا میں تو لوگ مجددِ دعوت شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت کے سخت خلاف بھی ہیں، امید کہ میرے سوال کا جواب دیں گے تاکہ سب کو فائدہ پہنچے؟؟

جواب: اللہ کی راہ میں نکلنا دراصل وہ نکلنا نہیں ہے، جو اس وقت یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، بلکہ اللہ کی راہ میں نکلنا، غزوہ کے لئے نکلنا ہے، اس وقت جسے یہ لوگ نکلنے کا نام دے رہے ہیں: وہ بدعت ہے، سلف سے ثابت نہیں [1]، اسی طرح (اللہ کی راہ میں نکلنا یہ بھی ہے کہ) ایک عالم اپنے امکانیات اور قدرت کے مطابق اللہ کے دین کی دعوت کے لئے نکلے، بشرطیکہ نہ جماعت اہل سنت کے سوا کسی جماعت کا پابند ہو، نہ ہی چالیس دن یا اس سے کم وبیش کی تحدید کا۔

اسی طرح داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم والا ہو، جاہل ہوتے ہوئے اللہ کے دین کی

---

[1] ''صحیح بات یہ ہے کہ ''فرقۂ تبلیغ'' بدعتی فرقہ ہے، اور ان کا نکلنا اللہ کی راہ میں نہیں، بلکہ ''الیاس'' کی راہ میں ہے''۔ (دیکھئے: فتاویٰ ورسائل عبدالرزاق عفیفی، ۱/ ۱۷۴)۔

دعوت دینا کسی انسان کے لئے جائز نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ ﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں، بصیرت کے ساتھ۔

یعنی علم کے ساتھ؛ کیونکہ داعی کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز کی دعوت دے رہا ہے اُسے اس کا علم ہو، یعنی وہ جانے کہ واجب، مستحب، حرام، اور مکروہ کیا ہے، نیز یہ بھی جانے کہ شرک، گناہ، کفر، فسق، نافرمانی وغیرہ کیا ہے، اسی طرح اُسے انکار منکر کے درجات اور اس کی کیفیت کا بھی علم ہونا چاہئے۔

جو ''نکلنا'' حصول علم سے غافل کرے' وہ باطل ہے، کیونکہ طلب علم فرض ہے، اور علم ''سیکھنے'' سے حاصل ہوتا ہے، الہام سے حاصل نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ گمراہ صوفیوں کی خرافات ہے؛ کیونکہ علم کے بغیر عمل کرنا گمراہی ہے، اور سیکھے بغیر حصول علم کی لالچ کرنا محض جھوٹا وہم ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۱۰۵: تبلیغی جماعت کی کیا حقیقت ہے اور اس کا کیا منہج ہے جس پر وہ قائم ہے، کیا اس سے وابستہ ہونا یا اس کے افراد کے ساتھ دعوت کے لئے نکلنا جائز ہے- جیسا کہ وہ کہتے ہیں- بشرطیکہ وہ تعلیم یافتہ ہوں اور ان کے پاس صحیح عقیدہ ہو' جیسے اس ملک کے لوگ ہیں؟[1]۔

---

[1] ''میں تبلیغی فرقہ کو بہت دنوں سے جانتا ہوں، یہ جہاں کہیں ہوں بدعتی ہیں، یہ مصر، امریکا، سعودی عرب وغیرہ میں ہیں، اور سب کے سب اپنے پیر ''الیاس'' سے جُڑے ہوئے ہیں'' (دیکھئے: فتاویٰ ورسائل عبد الرزاق عفیفی، ۱/ ۱۷۴)۔

شیخ عبد المحسن العباد حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ==

جواب: جس جماعت سے وابستہ ہونا، اس کے ساتھ چلنا اور اس کے ساتھ کام کرنا واجب ہے وہ: جماعت اہل سنت و جماعت ہے، جو اُس عقیدہ ومنہج پر قائم ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ گامزن تھے، جو جماعتیں اس کے خلاف ہیں ان سے براءت کرنا واجب ہے۔

البتہ ہم پر واجب ہے کہ اُنہیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اللہ کی طرف بلاتے رہیں، یہ ہماری ذمہ داری ہے۔

رہا یہ کہ ہم ان سے وابستہ ہوں، ان کے ساتھ جماعتوں میں نکلیں اور ان کی ترتیب اور ایجنڈے پر چلیں، باوجودیکہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ صحیح طریقہ پر نہیں ہیں، تو یہ جائز نہیں، کیونکہ ایسا کرنا اہل سنت و جماعت کے علاوہ جماعت سے ولایت ومحبت رکھنا ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۱۰۶: ہمارے ملک میں بالخصوص اور مسلم ممالک میں بالعموم تبلیغی جماعت اور اخوان المسلون جیسی جماعتوں کے وجود کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہمارا ملک الحمدللہ ایک جماعت ہے، اس کے تمام افراد اور تمام شہر ودیہات کے لوگ کتاب وسنت کے منہج پر قائم ہیں، آپس میں ایک دوسرے سے ولایت ومحبت رکھتے ہیں۔

رہیں یہ درآمد جماعتیں تو واجب یہ ہے کہ ہم انہیں قبول نہ کریں؛ کیونکہ یہ ہمیں منحرف کرنا

== ''تبلیغی جماعت'' کے یہاں بہت سارے منکرات ہیں، اور اس کی بنیاد رکھنے والے بدعتی، صوفی سلسلوں سے وابستہ اور عقیدہ میں منحرف لوگ ہیں، لہٰذا یہ نو ایجاد بدعت ہے'' (دیکھئے: ''الفتاوی المھمۃ فی تبصیر الأمۃ'')۔

یا ٹکڑوں میں بانٹنا چاہتی ہیں، یہ تبلیغی ہے، یہ اخوانی ہے، یہ فلاں ہے ..، یہ فلاں ہے ..، آخر یہ فرقہ بندی کیوں؟!! ۔ یہ تو اللہ کی نعمت کی ناشکری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ [۱۰۳]۔

اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔

ہم ایک جماعت ہیں، آپس میں متحد ہیں، اپنے معاملہ میں دلیل پر قائم ہیں، تو بھلا بہتر کو ایک ادنیٰ چیز سے کیوں تبدیل کریں؟!!

ہمیں اللہ نے جس اتحاد والفت اور صحیح راستے سے نوازا ہے اس سے تنازل کر کے ایسی ٹولیوں سے کیوں وابستہ ہوں جو ہمیں فرقوں میں بانٹ دیں، ہمارا اتحاد پارہ پارہ کر دیں، اور ہمارے درمیان دشمنی کی بیج بو دیں، یہ کسی طرح جائز نہیں۔

عقیدۂ توحید کے سلسلہ میں تبلیغی جماعت کی بے رغبتی و بے اعتنائی اور اس کے ذکر سے نفرت کا مشاہدہ میں نے بچشم خود کیا ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے ریاض کی کسی مسجد میں توحید کے عنوان پر خطاب کیا، یہ -تبلیغی جماعت کے- لوگ وہاں اکٹھا تھے، تو میرا خطاب سن کر مسجد سے نکل گئے، اسی طرح مجھ جیسے دیگر بعض مشائخ نے بھی اسی مسجد میں توحید کے عنوان پر خطاب کیا تب بھی وہ مسجد سے باہر نکل گئے، حالانکہ اسی مسجد میں انہوں نے قیام بھی کر رکھا تھا، لیکن جب توحید کی دعوت سنا تو مسجد سے نکل گئے، جبکہ وہ مسجد میں اکٹھا ہونے کی دعوت دیتے ہیں، لیکن محض توحید کی دعوت سن کر مسجد سے بھاگ کھڑے ہوئے!!!

اور رہاں توحید کی دعوت دینے والوں کی باتیں نہ ماننا انہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ جو بھی ایک منصوبہ بند منہج پر چلتے ہیں اُس سے تنازل نہیں کرتے، اگر وہ جہالت ولاعلمی کے سبب اس معاملہ میں پڑ گئے ہوتے، تب تو ان کا صحیح منہج کی طرف رجوع کرنا ممکن تھا، لیکن چونکہ اس معاملہ میں وہ ایک منصوبہ کے تحت آئے ہیں اور وہ ان کا ایک طے شدہ منہج ہے جس پر وہ زمانۂ قدیم سے قائم ہیں اور اسی پر چل رہے ہیں، بنابریں ان کا اپنے منہج سے ٹلنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ اپنے منہج سے ہٹ جائیں گے تو ان کی جماعت ہی بکھر جائے گی، اور وہ یہ نہیں چاہتے۔

اس جماعت کی نقاب کشائی کے سلسلہ میں آخری کتاب جو شائع ہوئی ہے جس میں ان کی باتیں اور ان کے ساتھ رہنے کے بعد انہیں چھوڑ کر علیحدہ ہونے والوں کی تنقیدیں وغیرہ جمع کی گئی ہیں، وہ شیخ حمود بن عبد اللہ تویجری رحمہ اللہ کی جامع ترین کتاب ہے، کیونکہ اس کتاب نے اس موضوع پر کوئی بات نہیں چھوڑی ہے، اس لئے کہ یہ کتاب بہت بعد میں آئی ہے لہٰذا اس نے پیشتر کہی گئی تمام باتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے، بنابریں اِن کے بارے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا۔

لیکن افسوس- اللہ کی پناہ- فتنہ جب آتا ہے تو آنکھوں کو اندھا کر دیتا ہے۔

ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک انسان جو توحید پر زندگی بسر کرے، توحید پڑھے، اور اُسے عقیدۂ توحید کی معرفت ہو، پھر وہ اِن لوگوں سے دھوکہ کھا جائے؟!! بھلا کیسے وہ ان کے ساتھ نکلتا ہے؟[1]، کیسے ان کی طرف بلاتا ہے؟ کیسے ان کا دفاع کرتا ہے؟

---

[1] ''یہ لوگ کتاب وسنت کی دعوت نہیں دیتے ہیں، بلکہ اپنے شیخ الیاس کی طرف بلاتے ہیں'' (دیکھئے: فتاویٰ ورسائل عبد الرزاق عفیفی، ۱/ ۱۷۴)۔

یہ تو بس ہدایت کے بعد گمراہی اور بہت بڑی بھلائی کے بدلے ایک حقیر و معمولی چیز کا سودا ہے، ہم اللہ سے عافیت وسلامتی کے طلبگار رہیں۔

عوام اور غیر عوام سب کو میری نصیحت ہے کہ ان کے ساتھ نہ رہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال ١٠٧: آج کل پائی جانے والی جماعتوں (ٹولیوں) کے بارے میں ایک نوجوان کا کیا موقف ہونا چاہیئے، جو اُسے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی ہیں؟

جواب: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں جماعت اہل سنت کے مخالف جماعتوں کے وجود پذیر ہونے کی خبر دی ہے نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ ان فرقوں کے ساتھ ہمارا تعامل کیسا ہونا چاہیئے، ارشاد باری ہے:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾﴾ [الأنعام: ١٥٣]۔

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی خوب وضاحت فرمائی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی، اور اس کے دائیں اور بائیں جانب کچھ لکیریں کھینچی، پھر سیدھی لکیر کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''هَذَا سَبِيلُ اللهِ'' (یہ اللہ کا راستہ ہے)۔

اور دیگر لکیروں کی بابت فرمایا:

”هَذِهِ سُبُلٌ، عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو النَّاسَ إِلَيْهِ“[1]۔

[1] شیخ حفظہ اللہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح میں ثابت حدیث کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

”خَطَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَطًّا بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: ”**هَذَا سَبِيلُ اللهِ مُسْتَقِيمًا**“، قَالَ: ثُمَّ خَطَّ عَنْ يَمِينِهِ، وَشِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: ”**هَذِهِ السُّبُلُ، لَيْسَ مِنْهَا سَبِيلٌ إِلَّا عَلَيْهِ شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ**“ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ﴾ [الأنعام: ۱۵۳]۔(مسند احمد: ۴۴۳۷)۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک لکیر کھینچی، اور کہا: یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے، کہتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے اس کے دائیں اور اس کے بائیں لکیریں کھینچیں، اور فرمایا: یہ پگڈنڈیاں (گمراہی کے راستے) ہیں، ان میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان ہے جو اُس کی طرف بلا رہا ہے۔ پھر آپ نے پڑھا: ترجمہ: (اور یہی میری صراط مستقیم ہے، سو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو۔)

اور اسے امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَطًّا، ثُمَّ خَطَّ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ خُطُوطًا، ثُمَّ قَالَ: ”**هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ، وَهَذِهِ السُّبُلُ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ**، ...“ الحديث. (مستدرک حاکم، ۲/ ۳۴۸، حدیث ۳۲۴۱، امام حاکم فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے، لیکن بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی، پھر اس کے دائیں اور بائیں جانب کئی لکیریں کھینچیں، اور پھر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے اور یہ پگڈنڈیاں (گمراہی کے راستے) ہیں، ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے جو اس کی دعوت دے رہا ہے...۔

یہ متفرق راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے، جو لوگوں کو اس کی طرف بلا رہا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے آخری زمانہ میں آنے والے کچھ لوگوں کے بارے میں فرمایا:

''دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا''[1]۔

---

[1] یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

''كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: ''**نَعَمْ**'' قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: ''**نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ**'' قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: ''**قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ**'' قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: ''**نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا**'' قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: ''**هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا**'' قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ؟ قَالَ: ''**تَلْزَمُ جَمَاعَةَ المُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ**'' قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلاَ إِمَامٌ؟ قَالَ: ''**فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ، حَتَّى يُدْرِكَكَ المَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ**''.(صحیح بخاری، حدیث ۳۴۱۱، و ۶۶۷۳) الفاظ اسی کے ہیں، نیز امام مسلم اور حاکم وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔

لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر (بھلائی و نیکی) کے متعلق پوچھا کرتے تھے، اور میں آپ سے شر (برائی وگناہ کے کام) کے بارے میں پوچھتا تھا اس ڈر سے کہیں مجھے آنہ لے، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جاہلیت ==

کچھ لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اُسے اُس میں ڈھکیل دیں گے۔

لہٰذا نوجوانوں اور دیگر تمام لوگوں پر واجب ہے کہ: اہل سنت واستقامت کی جماعت کے مخالف تمام جماعتوں اور فرقوں کو ٹھکرا دیں، اور ان جماعتوں ٹولیوں کی طرف بلانے والے داعیان سے بچ کر رہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے آگاہ فرمایا ہے، اور

== اور شر میں مبتلا تھے کہ اللہ نے ہمیں اس خیر (نعمت اسلام) سے سرفراز فرمایا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟، آپ نے فرمایا: ''ہاں''، میں نے کہا: کیا اس شر کے بعد پھر کوئی خیر ہوگا؟، آپ نے فرمایا: ''ہاں، لیکن اس میں کدورت اور خرابیاں ہوں گی'' (یعنی وہ خالص خیر نہ ہوگا) میں نے عرض کیا: وہ خرابیاں کیا ہوں گی؟، آپ نے فرمایا: کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے علاوہ پر چلیں گے، اور میری راہ کے علاوہ کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے، ان کی بعض باتیں معروف (صحیح) ہوں گی اور بعض منکر (غلط)''، میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟ فرمایا: ''ہاں، کچھ لوگ جہنم کے دروازہ پر بیٹھے آواز لگا رہے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں ڈھکیل دیں گے''، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوصاف بتا دیجئے، آپ نے فرمایا: ''وہ ہمارے ہی جیسے لوگ ہوں گے، اور ہماری ہی زبان بولیں گے''، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں ان حالات سے دو چار ہوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ''مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو''، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور ان کا کوئی امام ہی نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا: ''ان تمام فرقوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، چاہے مرتے دم تک تمہیں کسی درخت کی جڑ ہی کیوں نہ چبانا پڑے''۔

فرمان رسول ﷺ:

’’فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا؛ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ‘‘[1]۔

کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا بہت سارا اختلاف دیکھے گا، اس وقت تم میری سنت اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا۔

پر عمل کرتے ہوئے، اہل سنت کی جماعت کو لازم پکڑیں، جو واحد جماعت ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے منہج وعقیدہ پر قائم ہے۔

خلاصہ اینکہ رسول اللہ ﷺ نے اختلاف کے وقت اپنی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے اور مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام سے وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال ۱۰۸: اپنے نوجوان بچوں کو کچھ پدری نصیحتوں سے نوازیں، جو ان جماعتوں (فرقوں، ٹولیوں) کے جھانسے میں آ کر ان سے وابستہ ہوگئے ہیں اور انہی کی دعوت دے رہے ہیں؟

جواب: ہم تمام مسلم نوجوانوں - بالخصوص اس ملک کے نوجوانوں - کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ غلطی سے رجوع کرلیں اور جماعت اہل سنت و جماعت اور فرقۂ ناجیہ سے وابستہ ہوجائیں جس کا مصداق الحمدللہ اس دور میں علماء، قائدین اور عوام الناس سمیت ہمارے پورے ملک کا منہج وعقیدہ ہے[2]، سب توحید پر پروان چڑھ کر صحیح ڈگر پر گامزن ہیں، لہٰذا ہم

---

[1] اس کی تخریج ص (۹۳) حاشیہ (۲) وص (۳۵۹) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

[2] ’’ہم مختلف قسم کے منحرف فکری روابط اور اجنبی فرقوں اور ٹولیوں کے مبادی کی پابندی ==

اپنے معاملہ میں روشن دلیل پر قائم ہیں۔

ہم اپنے نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ اسی جماعت کے نقش قدم پر چلیں جو صحیح منہج پر گامزن ہے، اور فرقوں، جماعتوں، تحریکی دھڑوں اور مخالفین کی طرف التفات نہ کریں، کیونکہ یہ چیز ہمارے ملک سے اس نعمت کو چھین لے گی، ہماری جماعت کو منتشر کردے گی اور ہمارے دلوں میں جدائی ڈال دے گی، جیسا کہ افسوس آج صورتحال ہے۔

اس وقت نوجوانوں کے درمیان اور اس ملک میں دعوت سے نسبت رکھنے والے بہتوں کے درمیان جو باہمی عداوت و دشمنی موجود ہے، درحقیقت انہی جماعتوں کو دیکھنے، ان سے دھوکہ کھانے اور ان کے افکار ونظریات کی ترویج واشاعت کا نتیجہ ہے، نوجوانوں اور بعض طلبۂ علم (علماء) کے درمیان دشمنی کا بنیادی سبب بھی یہی ہے۔

ورنہ اگر یہ اپنے اوپر اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتے، اور اللہ کے عطا کردہ علم وبصیرت اور اس منہج دعوت پر مضبوطی سے کاربند رہتے جسے اس ملک میں مجدد اسلام شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے دلیل و بصیرت کی بنیاد پر قائم کیا اور اسے آگے بڑھایا، اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم ورحمہم کے منہج وعقیدہ کے

== کرنے سے آگاہ کررہے ہیں۔

ضروری ہے کہ اس ملک میں پوری امت ایک جماعت ہو جو سلف صالحین اور ان کے پیروکاروں کے منہج اور قدیم وجدید ائمہ اسلام کے طریقہ پر کاربند ہو، یعنی جماعت اور سچی خیرخواہی کو لازم پکڑے، اور بے بنیاد عیوب ونقائص نکالنے اور اس کا پروپیگنڈا کرنے سے باز رہے"۔

(یہ کبار علماء کی قرارداد کا ایک جز ہے، جسے انہوں نے انتالیسویں دورہ، منعقدہ ربیع الأول ۱۴۱۳ھ بمقام طائف منظور کیا تھا)۔

مخالف ان جماعتوں اور ٹولیوں کی طرف نظر التفات نہ کرتے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت پر آج دوصدیوں سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، اور وہ صحیح راستے پر کامیابی سے رواں دواں ہے، اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

یہ کتاب وسنت پر قائم حکومت اور کامیاب دعوت ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے، دشمنوں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، دشمن اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ملک سب سے اعلیٰ قسم کے امن و استقرار، پائیداری اور باطل افکار ونظریات سے محفوظ رہ کر زندگی بسر کر رہا ہے؛ یہ چیز ہر ایک کو معلوم ہے۔

تو پھر آخر ہم اس نعمت کو کیوں تبدیل کریں اور دوسروں کے افکار ونظریات کو کیوں اپنائیں جو خود اپنے ملکوں میں ناکام ہیں؟! ان افکار ونظریات نے، ان دعوتوں نے، اور ان جماعتوں نے اپنے ملکوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، نہ اپنے ملکوں میں کوئی اصلاحی جماعت تیار کی، اور نہ ہی اپنے ملکوں کو دنیوی قوانین، یا بُت پرستی یا قبر پرستی سے نکال کر کسی صحیح اسلامی جماعت میں تبدیل کیا، بلکہ ان جماعتوں کے یہاں عقیدہ کا سرے سے کوئی اہتمام ہی نہیں ہے، اور یہی ان کی ناکامی کی دلیل ہے۔

تو بھلا ہم ان سے کیوں متاثر ہوں، بڑھاوا دیں اور لوگوں کو اس کی طرف بلائیں؟!!

❀❀❀❀❀

سوال ۱۰۹: اہل سنت وجماعت کا نام اہل سنت وجماعت کیوں ہے؟

جواب: اہل سنت کا نام "اہل سنت" اس لئے ہے کہ وہ سنت پر عمل کرتے ہیں اور اس کی پابندی کرتے ہیں۔

اور ان کا نام ''جماعت'' اس لئے ہے کہ: وہ باہم متحد ہیں آپس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے' کیونکہ ان کا منہج ایک ہے، وہ ہے کتاب وسنت، وہ حق پر متحد ہیں، اور ایک امام پر اکٹھا ہیں، چنانچہ عمومی طور پر ان کے سارے کام ہی اجتماعیت، باہمی تعاون اور آپسی محبت والفت پر مبنی ہیں۔

❀❀❀❀❀

سوال ١١٠: کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ سلفیت بھی میدان دعوت میں کام کرنے والی جماعتوں میں سے ایک جماعت ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے جو بقیہ جماعتوں کا ہے! اس گمان پر آپ کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

جواب: سلفی جماعت ہی وہ جماعت ہے جو حق پر قائم ہے' اس سے وابستہ ہونا، اس کے ساتھ کام کرنا اور اس سے نسبت رکھنا واجب ہے، اس کے علاوہ دیگر جماعتوں کے بارے میں واجب یہ ہے کہ انہیں دعوتی جماعتوں میں شامل نہ مانا جائے؛ کیونکہ وہ مخالف جماعتیں ہیں' اِلا یہ کہ سلفی جماعت میں شامل ہو جائیں۔

لیکن اگر بدستور سلفیت کے مخالف رہیں تو ہم ان کی پیروی نہ کریں، ظاہر ہے کہ اہل سنت اور سلف صالحین کے طریقہ کے مخالف فرقہ کی پیروی ہم کیسے کر سکتے ہیں؟! جو سلفیت کا مخالف ہے وہ منہج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طور طریقہ کا مخالف ہے۔

لہٰذا ''سلفی جماعت اسلامی جماعتوں میں سے ایک جماعت ہے'' کہنے والے کی بات غلط ہے [1]؛ کیونکہ سلفی جماعت ہی وہ واحد جماعت ہے جس کی پیروی کرنا، اس کے منہج پر

---

[1] بعض وہ لوگ جنہوں نے موجودہ اسلامی جماعتوں اور فرقوں کے بارے میں لکھا ہے' ==

چلنا، اس سے وابستہ ہونا اور اس کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے؛ اس لئے کہ وہی اصل جماعت ہے، اس کے علاوہ دوسری جو بھی جماعت ہے وہ اصطلاحی جماعت ہے' جو اپنا اصطلاحی منہج وطریقہ وضع کرتی ہے [1]۔

== تا کہ ان کے مابین موازنہ اور ان پر نقد کریں، وہ ان فرقوں کے اقسام کے ضمن میں: ''اہل سنت و جماعت'' کا بھی ذکر کرتے ہیں!!

یہ فہم وتصور کی بہت بڑی غلطی اور حقیقت سے بعید امر ہے، کیونکہ اہل سنت و جماعت، اہل حدیث ہی مسلمانوں کی جماعت ہے، نیز اپنے تمام تر معنیٰ کے ساتھ یہی اپنی شکل وصورت اور مضمون میں حقیقی اسلام کی دعوت ہے' برخلاف دیگر جماعتوں کے، کہ وہ فرقے اور ٹولیاں ہیں''۔ (حکم الانتماء، از شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید، ص: ۱۱۵، ایڈیشن دوم)۔

[1] سلفیت یا جماعت اہل حدیث کو منجملہ فرقوں کے ایک فرقہ قرار دینے کی بابت معروف اسکالر ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک کی تلبیس کاری اور مغالطہ انگیزی کی تردید کرتے ہوئے استاذ گرامی سرخیل جماعت علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ (۲۰۱۳ء) اپنے ایک تاریخی خطاب میں فرماتے ہیں:

''ایک بات تو یہ ہے کہ یہ بات نامناسب ہے یا کم مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ یہ ''اہل حدیث'' کوئی نیا نام ہے، یہ خیر القرون کا نام ہے، بیسیوں دلائل ہیں!... پھر ایک اور شکایت ہے اپنے دوستوں سے کہ آپ نے ذکر کیا حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اسی کے ساتھ اہل حدیث بھی! گویا اہل حدیث بھی کوئی فرقہ ہے، اہل حدیث بھی کوئی فقہی مذہب ہے؟ میں نہیں جانتا اہل حدیث کی کونسی ہدایہ ہے، میں نہیں جانتا اہل حدیث کی کونسی فتاویٰ ابن عابدین ہے، میں نہیں جانتا اہل حدیث کی کونسی المجموع شرح المہذب ہے، میں نہیں جانتا اہل حدیث کی کونسی فتاویٰ نجدیہ ہے!! نہیں!! اہل حدیث ایک تحریک ہے، جب ائمہ کی تجریح اور اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا اہل بدعت نے شروع کیا تو اہل حدیث، علماء حدیث، اور اہل سنت آگے بڑھے... اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں، بلکہ ==

لہٰذا مسلمان کے لئے سلفی جماعت کے علاوہ جماعتوں میں شامل ہونا جائز نہیں، کیونکہ وہ مخالف ہیں۔ اور کیا کوئی انسان مخالفین میں شامل ہونا پسند کرے گا؟! کوئی بھی مسلمان اس بات کو پسند نہیں کرسکتا۔

== یہ فرقہ پرستی، تفرق، تشتت اور امت میں فرقہ اندازی کی جو غلط قدریں پیدا ہوگئی تھیں ان کو ختم کرنے کے لئے یہ تحریک، یہ موومنٹ، اور یہ مشن وجود میں آیا، اور آج بھی وہی کررہا ہے۔

...اہل حدیث کا کارنامہ یہ ہے- بڑے کھلے انداز میں- کہ جہاں جہاں بھی حدیث مرتی ہو، حدیث مجروح کی جاتی ہو، حدیث کو چھوڑا جاتا ہو، حدیث پر ظلم کیا جاتا ہو، چاہے شافعیہ کے یہاں، چاہے مالکیہ کے یہاں، چاہے حنفیہ کے یہاں، چاہے حنابلہ کے یہاں، چاہے ظاہریہ کے یہاں، اور جہاں جہاں عقیدہ برباد کیا جاتا ہو، چاہے مرجئہ کے یہاں، چاہے خارجیہ کے یہاں، چاہے قدریہ کے یہاں، اور چاہے اشعریہ کے یہاں، چاہے ماتریدیہ کے یہاں، جہاں بھی، اور جہاں جہاں بھی عقیدہ پر ضرب آتی ہو وہ کھڑے ہوکر کے- اہل حدیث حضرات- کوشش کرتے ہیں کہ حق کی حفاظت کریں، وہ حق جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے!!

اس لئے اہل الحدیث کے صحیح معنیٰ ہیں ''اہل القرآن والحدیث''! لہٰذا کوئی شخص بھی اگر حنفی کے ساتھ، مالکی کے ساتھ، شافعی کے ساتھ، حنبلی کے ساتھ ذکر کرتا ہے اہل حدیث کو ایک پانچوے فرقے کی حیثیت سے، تو ظلم کرتا ہے اس مجدد تحریک پر، اس اصلاحی تحریک پر، اس مشن پر، اور کوشش کرتا ہے کہ یہ مشن مرجائے، اس کے مشن والے شکست خوردہ ہوجائیں، تاکہ سنت پورے طور پر اپنے حمایتی نہ پاسکے!!

[(دین رحمت کانفرنس، از صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی، منعقدہ ۲۰۰۳ء بی کے سی گراؤنڈ کرلا، ممبئی میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کی مذکورہ مغالطہ انگیزی پر فضیلۃ الشیخ علامہ رحمانی رحمہ اللہ کے غیر تمندانہ تاریخی جواب سے ایک اقتباس۔] (مترجم)

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي‘‘[1]۔

تم میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا۔

اور نجات یافتہ جماعت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَومَ وَأَصْحَابِي‘‘[2]۔

جو اس طریقہ پر قائم رہیں گے جس پر آج میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم قائم ہیں۔

کیا ایسا ممکن ہے کہ انسان نجات کا خواہاں ہو اور راستہ دوسرا اختیار کرے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَرْجُو النَّجَاةَ وَلَمْ تَسْلُكْ مَسَالِكَهَا إِنَّ السَّفِينَةَ لاَ تَجْرِي عَلَى الْيَبَسِ

تم نجات کی امید کرتے ہو مگر اس کی راہوں پر نہیں چلتے، یقیناً کشتی خشکی پر نہیں چلا کرتی۔

❀❀❀❀❀

سوال ۱۱۱: کیا سلفیت مختلف ٹولیوں کی طرح ایک ٹولی ہے، اور کیا اس سے نسبت کرنا قابل مذمت ہے؟

جواب: سلفیت ہی فرقۂ ناجیہ (نجات یافتہ جماعت) ہے، یہی اہل سنت و جماعت ہیں، یہ گروہوں میں سے کوئی گروہ نہیں ہے، جنہیں احزاب (ٹولیاں) کہا جاتا ہے، بلکہ یہ سنت اور دین پر سچ مچ کاربند جماعت کا نام ہے۔

---

① ابوداود (۴۶۰۷)، اس کی تخریج ص (۹۳) حاشیہ (۲) وص (۳۵۹) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

② ترمذی (۲۶۴۱)، اس کی تخریج ص (۹۵) حاشیہ (۱) وص (۳۰۸) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلاَ مَنْ خَالَفَهُمْ"[1]۔

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، انہیں بے سہارا چھوڑنے والے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے نہ ان کی مخالفت کرنے والے۔

نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"وَسَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً. قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي"[2]۔

عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے! صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کونسا فرقہ ہوگا؟ فرمایا: جو بالکل اسی طریقہ پر ہوگا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

لہذا سلفیت سلف یعنی رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقیدہ ومنہج پر قائم جماعت ہے۔

یہ موجودہ دور میں پھیلے ہوئے فرقوں، گروہوں ٹولیوں میں سے کوئی گروہ نہیں ہے[3]،

---

[1] صحیح مسلم، حدیث (۱۹۲۰)۔

[2] اس کی تخریج ص (۹۵) حاشیہ (۱) وص (۳۰۸) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

[3] سلفی دعوت حزبیت وفرقہ واریت کی تمام شکلوں اور قسموں کا بائیکاٹ کرتی ہے، اور اس کا سبب بہت واضح ہے کہ سلفی دعوت ایک معصوم ہستی سے نسبت رکھتی ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ==

بلکہ عہد رسول ﷺ سے قائم قدیم جماعت ہے جو نسلوں سے گزرتی ہوئی مسلسل اب تک جاری ہے اور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق تا قیامت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑪٢: سنت اور اہل سنت کی تعظیم، اسے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت اور بدعت اور بدعتیوں سے بغض ونفرت کے سلسلہ میں کچھ نصیحت فرمائیں؟

جواب: ہم اپنے آپ کو اور اپنے بھائیوں کو جس بات کی وصیت کرتے ہیں: وہ یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں [1] سلف صالحین کے منہج پر مضبوطی سے کاربند رہیں، بدعات اور

== گرامی ہے، اس لئے جو اُن کی دعوت سے نکلے گا ہم اسے "سلفی" نہیں کہیں گے۔

جبکہ دیگر فرقے اور پارٹیاں غیر معصوم لوگوں سے نسبت رکھتی ہیں۔

جو شخص سلفیت یعنی کتاب وسنت کا دعویٰ کرے اُس کے لئے گام سلف پر چلنا ضروری ہے، ورنہ صرف نام رکھنا اصل حقیقت سے بے نیاز نہیں کرسکتا" (از علامہ البانی رحمہ اللہ، دیکھئے: فتاوی العلماء الأکابر، ص: ٩٧-٩٨)۔

[1] یہ تمام اولین وآخرین کو اللہ تعالیٰ کی وصیت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ [النساء: ١٣١]۔

اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

اور اپنے نبی ﷺ کو تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ﴾ [الأحزاب: ١]۔ ==

بدعتیوں سے چوکنا رہیں، صحیح عقیدہ اور اس کے منافی امور پڑھنے کا خصوصی اہتمام کریں، اور ان علماء سے علم حاصل کریں جو اپنے علم اور عقیدہ میں معتبر اور قابل اعتماد ہوں۔

اسی طرح داعیان سوء سے بچ کر رہیں، جو حق و باطل کو گڈ مڈ کرتے ہیں اور علم ہوتے ہوئے حق چھپاتے ہیں[1]، نیز ان جاہلوں سے بھی دور رہیں جو حق کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ انہیں اس کا علم نہیں ہوتا[2]؛ ....

== اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

اور مومنوں کو تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَءَامِنُواْ بِرَسُولِهِۦ﴾ [الحدید:۲۸]۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

اور تمام لوگوں کو تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم﴾ [النساء:۱]۔

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں پیدا کیا۔

[1] یہ "یہودیوں" کی صفت ہے- اللہ ہمیں عافیت دے- جنہوں نے حق پہچانا اور یہ جانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے بھیجے گئے رسول ہیں، لیکن اس کے باوجود انہیں جھٹلایا، لہٰذا یہ ﴿ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ﴾ (غضب کے مارے) ہیں۔

[2] یہ "نصرانیوں" کی صفت ہے، جنہوں نے ہدایت، بصیرت اور علم کے بغیر اللہ کی عبادت کی، لہٰذا یہ ﴿ٱلضَّآلِّينَ﴾ (گمراہ) ہیں۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں:

"جو ہمارے علماء میں سے گمراہ ہوا اس میں یہودیوں سے مشابہت ہے، اور جو ہمارے عوام میں سے گمراہ ہوا اس میں نصاریٰ سے مشابہت ہے"۔ ==

کیونکہ وہ اصلاح کرنے سے زیادہ فساد برپا کرتے ہیں[1]، اور توفیق دہندہ اللہ ہی ہے۔

❀❀❀❀❀

سوال (۱۱۳): وہ کون سے شرعی اصول وضوابط ہیں جن پر ایک مسلمان کو ہمیشہ کاربند رہنا چاہئے، تاکہ سلف صالحین کے منہج پر مضبوطی سے قائم رہ سکے، اُس سے انحراف کا شکار نہ ہو، اور باہر سے درآمد منحرف مناہج سے متاثر نہ ہو؟

جواب: اس سلسلہ میں شرعی اصول وضوابط سابقہ باتوں کے مجموعہ سے سمجھے جاسکتے ہیں، جو یہ ہیں:

اولاً: انسان کو چاہئے کہ اہل علم وبصیرت سے رجوع کرے[2]، انہی سے علم حاصل کرے

== [اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"مَنْ فَسَدَ مِنْ عُلَمَائِنَا كَانَ فِيهِ شَبَهٌ مِنَ الْيَهُودِ، وَمَنْ فَسَدَ مِنْ عُبَّادنا كَانَ فِيهِ شَبَهٌ مِنَ النَّصَارَى"۔

جو ہمارے علماء میں سے بگڑ جائیں گے ان میں یہودیوں کی مشابہت ہوگی اور جو ہمارے عبادت گزاروں میں سے بگڑ جائیں گے اُن میں نصاریٰ کی مشابہت ہوگی۔

(دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۴/ ۱۳۸) (مترجم)]۔

[1] عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَنْ عَمِلَ فِي غَيْرِ عِلْمٍ كَانَ مَا يُفْسِدُ أَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحُ" (جامع بیان العلم وفضلہ، ص: ۵۴)۔

جو علم کے بغیر عمل کرے گا وہ اصلاح سے زیادہ فساد پیدا کرے گا۔

[2] اہل علم وبصیرت: وہ ہیں جنہوں نے علماء توحید اور علماءِ منہج سلف سے علم حاصل کیا ہے، ==

اور اپنی فکر میں گردش کرنے والی باتوں کے سلسلہ میں انہی سے مشورہ کرے تاکہ اس بارے میں ان کی رائے کی روشنی میں قدم اٹھائے۔

ثانیاً: معاملات میں دیر تک غور وفکر کرے، عجلت نہ کرے، اور لوگوں پر حکم لگانے میں جلد بازی سے کام نہ لے، بلکہ اُسے چاہئے کہ پہلے خوب تحقیق کرلے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ ٦ ﴾ [الحجرات:٦]۔

اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچادو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلَا تَقُولُواْ لِمَنۡ أَلۡقَىٰٓ إِلَيۡكُمُ ٱلسَّلَٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنٗا تَبۡتَغُونَ عَرَضَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا فَعِندَ ٱللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٞۚ كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبۡلُ فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيۡكُمۡ فَتَبَيَّنُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٗا ٩٤ ﴾ [النساء:٩٤]۔

== اور اکابر سے علم سیکھا ہے۔

علم ان لوگوں سے حاصل نہیں کیا جائے گا جنہوں نے منہج سلف کے مخالف تباہ کن مناہج والوں کی شاگردی اختیار کی ہو، نہ علم ادباء اور مفکرین سے حاصل کیا جائے گا، اور نہ ہی علم ان اصاغر سے حاصل کیا جائے گا جن کے قدم علم میں راسخ و پائیدار نہیں ہوئے ہیں، اور نہ انہوں نے اپنے آپ کو منہج سلف سے پوری طرح وابستہ کیا ہے۔

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جا رہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم سے سلام علیک کرے تو اسے یہ نہ کہہ دو کہ تم ایمان والے نہیں ۔ تم دنیاوی زندگی کے اسباب کی تلاش میں ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں ۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے ، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا لہٰذا تم ضرور تحقیق و تفتیش کر لیا کرو ، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے [1] ۔

تبینوا : یعنی تمہیں جو خبر پہنچی ہے اس کی خوب تحقیق و تفتیش کر لو ۔

---

[1] اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

”مَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَسُوقُ غَنَمًا لَهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا: مَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا لِيَتَعَوَّذَ مِنْكُمْ، فَعَمَدُوا إِلَيْهِ فَقَتَلُوهُ، وَأَخَذُوا غَنَمَهُ، فَأَتَوْا بِهَا النَّبِيَّ ﷺ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلَا تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَىٰٓ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾[النساء:۹۴] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ“۔ (صحیح بخاری ، ۶/۴۷، حدیث ۴۵۹۱،وصحیح مسلم، ۴/۲۳۱۹،حدیث ۳۰۲۵،وسنن الترمذی ،۵/۲۴۰،حدیث ۳۰۳۰،ومسند احمد، ۴/۲۷۱،حدیث ۲۴۶۲، الفاظ اسی کے ہیں)۔ نیز دیکھئے : المحرر فی أسباب نزول القرآن ، از خالد بن سلیمان مزینی ، (۱/۴۱۸)۔

قبیلہ بنو سلیم کے ایک شخص کا گزر نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا ، وہ اپنی بکریاں چرا رہا تھا ، اس نے انہیں سلام کیا ، تو صحابہ نے کہا : اس نے محض تم سے بچنے کے لئے تمہیں سلام کیا ہے ، چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا ، اور اس کا مال غنیمت لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریم نازل فرمائی : ”اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جا رہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم سے سلام علیک کرے تو اسے یہ نہ کہہ دو کہ تم ایمان والے نہیں “ الخ ۔ [مترجم]

اور جب وہ چیز ثابت ہو جائے تو تمہیں چاہئے کہ اُسے ایسے طریقوں سے نبھاؤ جو اصلاح و بہتری کے ضامن ہوں، سخت گیری یا تشویش و بے چینی پیدا کرنے والے طریقوں سے نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

’’بَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا‘‘[1]۔

خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

’’إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ‘‘[2]۔

یقیناً تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، دشواری پیدا کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض فاضل صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا:

’’إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ وَرَاءَهُ الضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ‘‘[3]۔

یقیناً تم میں کچھ لوگ نفرت دلانے والے ہیں، لہٰذا جو لوگوں کی امامت کرائے ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ اس کے پیچھے کمزور اور صاحب حاجت لوگ ہوا کرتے ہیں۔

بہرکیف مقصود یہ ہے کہ مسائل کو بڑی دانائی اور سنجیدگی سے نبھایا جائے، اور کسی کے لئے ایسے میدان میں گھس پیٹھ کرنا جائز نہیں جسے وہ اچھی طرح انجام نہ دے سکتا ہو۔

---

[1] صحیح بخاری (۳۲۷۴)۔
[2] صحیح بخاری (۲۱۷)۔
[3] صحیح بخاری (۶۷۲)۔

ثالثاً: ایک اصول یہ بھی ہے کہ انسان اہل علم کی ہم نشینی اختیار کرکے اوران کے آراء سن کراپنے علم میں اضافہ کرے، نیز سلف صالحین کی کتابیں پڑھے' اوراسلاف امت کے علماء ومصلحین کی سیرتوں کا مطالعہ کرے کہ وہ معاملات کو کیسے انجام دیتے تھے،لوگوں کو کیسے نصیحت کرتے تھے، بھلائی کا حکم کیسے دیتے تھے اور منکر سے کیسے روکتے تھے اور چیزوں پر حکم کیسے لگایا کرتے تھے، یہ ساری چیزیں ان کی سیرت وسوانح میں' ان کی تاریخ میں' اوراسی طرح گزرے ہوئے نیک کاروں، اورراست بازوں کے قصوں میں درج ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ [یوسف:۱۱۱]۔

ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے یقیناً نصیحت اورعبرت ہے۔

کیونکہ مسلمان اس امت کا ایک فرد ہے، اور امت آغاز اسلام سے قیامت تک کے مسلمانوں کے مجموعے کا نام ہے، یہی مجموعی امت ہے،اورمسلمان کو چاہئے کہ سلف صالحین کی سیرت واحوال کا مطالعہ کرے' کہ وہ مسائل کوکس طرح انجام دیا کرتے تھے،اس بارے میں ان کا طورطریقہ کیا تھا،تاکہ ان کے منہج وطریقہ پر چلے،اورجلد بازوں کی باتوں اورجاہلوں کی حرکتوں کو بالکل نہ دیکھے جو بلاعلم وبصیرت لوگوں میں جوش وجذبات پیدا کرتے ہیں۔

آج کل بہت سے کتابچے، یاتقریریں، یا مقالات ومضامین ایسے لوگوں کی جانب سے آرہے ہیں جوشرعی امور سے جاہل ونابلد ہیں [1]،بس لوگوں کو بھڑکاتے ہیں، اورایسی باتوں کا

[1] اس کی ایک مثال: ''آمابعد'' نامی کیسٹ اورکتابچہ ہے، اگرچہ کہ اس کے لکھنے بولنے والے (عائض قرنی) نے سنت میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے رکھی ہے' لیکن اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقیدہ سے بالکل نابلد ہے' چنانچہ کیسٹ (کی پہلی سمت) میں مقدمہ میں کہتا ہے:

''میں کہاں سے شروع کروں... کیسے شروع کروں؟ ہائے میرے خون میری مدد کر، ==

حکم دیتے ہیں جس کا حکم نہ انہیں اللہ نے دیا ہے نہ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اگر یہ چیزیں اچھے مقصد اور نیک نیتی سے بھی صادر ہوئی ہوں تو بھی اعتبار حق و درستی کا ہے، نہ کہ نیت و ارادہ کا، اور حق وہ ہے جو سلف امت کی سمجھ کے مطابق کتاب وسنت کے موافق ہو، رہا معاملہ لوگوں کا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ سب کی باتیں صحیح بھی ہوسکتی ہیں اور غلط بھی، لہٰذا صحیح بات لے لی جائے گی، اور غلط بات چھوڑ دی جائے گی۔

❀❀❀❀❀

سوال ۱۱۴: چونکہ آج کل دعوت سے نسبت کرنے والوں کی کثرت ہوگئی ہے، بنابریں یہ جاننا ناگزیر ہوگیا ہے کہ وہ معتبر علماء کون ہیں جو امت اور اس کے نوجوانوں کی صحیح منہج کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں! تو وہ کون سے علماء ہیں جن سے آپ نوجوانوں کو استفادہ کرنے، ان کے دروس اور رکارڈ شدہ کیسٹوں کو مستقل سننے، ان سے علم لینے اور اہم مسائل، ہنگامی پیش آمدہ مشکلات اور فتنوں کے حالات میں رجوع کرنے کی نصیحت فرمائیں گے؟

جواب: اللہ کی طرف بلانا تو ضروری ہے، کیونکہ دین علم نافع کے بعد دعوت و جہاد ہی پر قائم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلۡعَصۡرِ ۝١ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَفِي خُسۡرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلصَّبۡرِ ۝٣﴾ [العصر: ۱-۳]۔

== **ہائے میرے دل میرا ساتھ دے، ہائے میرے خون مجھے بچالے"!!!**

کیا غیر اللہ سے فریاد مانگنا اُسی علم کا حصہ ہے جو اس نے دس سالوں میں حاصل کیا ہے، جیسا کہ اسی کیسٹ و کتابچہ میں اپنے بارے میں کہتا ہے: "کہ میں دس سال تک ٹھہرا رہا، اور دس سال تک استفادہ کیا" (کیسٹ کا پہلا سمت اور کتابچہ، ص: ۱۳)۔

زمانے کی قسم۔بیشک انسان سرتاسر نقصان میں ہے۔سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

چنانچہ ایمان: اللہ تعالیٰ، اس کے اسماء وصفات اور اس کی عبادت کی معرفت کا نام ہے، اور نیک عمل علم کی فرع ہے، کیونکہ عمل کے لئے ضروری ہے کہ اس کی کوئی اساس و بنیاد ہو، اور اللہ کی طرف بلانا، بھلائی کا حکم دینا اور مسلمانوں کو باہم نصیحت کرنا یہ بھی امر مطلوب ہے۔

لیکن ہر کوئی ان ذمہ داریوں کو بخوبی انجام نہیں دے سکتا، ان کاموں کو اہل علم اور پختہ سوجھ بوجھ والے ہی نبھا سکتے ہیں، کیونکہ یہ بڑی اہم اور بھاری چیزیں ہیں جنہیں وہی انجام دے سکتا ہے جو اس کی انجام دہی کا اہل ہو، لیکن آج کل المیہ یہ ہے کہ دعوت کا دروازہ اس قدر وسیع ہوگیا ہے کہ اُس میں ہر کوئی داخل ہو رہا ہے بس دعوت کا نام لگا لے رہا ہے' حالانکہ درحقیقت وہ جاہل ہوتا ہے دعوت کا کام بخوبی نہیں کرسکتا' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اصلاح سے زیادہ فساد برپا کرتا ہے، اور بڑا جذباتی ہوتا ہے معاملات کو بڑی عجلت اور طیش میں لیتا ہے[1]، اور اس کے اس رویہ سے جتنا وہ علاج واصلاح کرنا چاہتا ہے اس سے کہیں زیادہ

[1] ''أما بعد'' نامی کتابچہ کا مولف (ص:۳) میں کہتا ہے: أما بعد نامی یہ رسالہ دراصل غور و فکر، مطالعہ، ماضی کے جائزہ اور مستقبل کی تیاری کے دس سال بعد' میرا پہلا لیکچر ہے...، میں نے مسئلہ دعوت اور داعی کے افکار و خصوصیات پر گفتگو کرنے کی کوشش کی ہے''۔

یہ دکتور (ڈاکٹر) -اللہ تعالیٰ ہمیں اور اُسے منہج سلف کی توفیق بخشے- دعوت کا حریص اور دعاۃ کی تربیت ورہنمائی کا فکرمند ہے۔

لیکن بھلا دعاۃ اس سے کیا سیکھیں گے!! ==

== کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إِذا كانَ رَبُّ البَيتِ بِالدُفِّ ضَارِباً　　فَشيمَةُ أَهلِ البَيتِ كُلِهِمِ الرَقصُ

جب گھر کا مالک ہی دف بجانے والا ہوگا تو گھر کے تمام لوگوں کا مشغلہ ناچنا ہی ہوگا۔

اپنی "امابعد" نامی کیسٹ کے پہلے سمت اور کتابچہ (ص:۹) میں کہتا ہے:

يا أنت يا أحسن الأسماء في خلدي　　ماذا أعرف من متن ومن سند

اے تو، اے میرے دل و دماغ کے سب سے پیارے نام، بھلا مجھے کسی متن اور سند کا کیا علم ہے؟؟

میں کہتا ہوں- جبکہ میں کم علم ہوں، اور یہ بطور تواضع نہیں بلکہ بطور اعتراف کہہ رہا ہوں-:
میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو "ضمیر" کے ذریعہ پکارتے ہوئے "اے تو" کہا ہو، سوائے صوفیوں کی تعبیر "ھو" کے۔

لیجیئے میں دائمی کمیٹی برائے افتاء کا فتویٰ ذکر کئے دیتا ہوں:

سوال: کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو "یا ھو" (یعنی اے وہ) پوشیدہ ضمیر کے ذریعہ" جس کی تقدیری عبارت "ھو اللہ" ہے" پکارنا جائز ہے؟

جواب: نہیں، کیونکہ متکلم، مخاطب اور غائب کی ضمیریں مطلق طور پر متکلم یا مخاطب یا غائب کا کنایہ ہوتی ہیں، یہ لغوی یا شرعی کسی بھی طور پر اللہ کا نام نہیں ہیں، کیونکہ اللہ نے ان کے ذریعہ اپنا نام نہیں رکھا ہے، اس لئے ان کے ذریعہ اللہ کا نام رکھنا یا پکارنا، اور اللہ کے ثابت شدہ ناموں کے بغیر اللہ کا ذکر کرنا، جائز نہیں۔

اس لئے کہ یہ اللہ کو ایسا نام دے کر جو اس نے اپنا نام نہیں رکھا ہے" اور اُسے غیر مشروع طریقہ سے بلا کر اور دعا کر کے" اُس کے ناموں میں الحاد ہے" جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، ==

....

== ارشاد باری ہے:

﴿وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَاۖ وَذَرُواْ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ أَسۡمَـٰٓئِهِۦۚ سَيُجۡزَوۡنَ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ١٨٠﴾ [الأعراف:١٨٠]۔

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔

توفیق دہندہ اللہ ہی کی ذات ہے، وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔ (دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، ۲/ ۲۰۲،فتویٰ نمبر: ۳۸۶۷)۔

اگر کوئی کہنے والا کہے: کہ یہ سبقت لسانی اور چوک ہے!!

تو ہم جواب میں کہیں گے: کہ یہ بات ہم ایک ان پڑھ جاہل جس نے سیکھا نہ ہو کے بارے میں کہہ سکتے ہیں،لیکن ایک شخص جس نے سرزمین حرمین شریفین میں رہ کر سنت میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہو اور اس کے باوجود ایسی لغزشیں کرے تو دیگر لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے؟

اور اگر بالفرض ہم یہ بات مان بھی لیں، کہ یہ ایک ادیب کی سبقت لسانی تھی تو اس نے کیسٹ میں اپنی غیر اللہ کی فریاد سے اعتذار کیوں نہیں کیا۔بلکہ پھر دوبارہ اُسے کتابچہ میں لکھا' جسے اس نے کیسٹ کے بعد شائع کیا ہے، اگر وہ لغزش تھی تو آخر اس نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کیوں نہیں کیا، تاکہ لوگ اس کیسٹ سے دھوکہ نہ کھاتے جو اُسی رات پوری دنیا میں پھیل گئی تھی!! بلکہ اس شعر کو اس نے کیسٹ کے بعد کتابچہ میں بھی دوہرایا؟؟!!

بنابریں یہ جہالت اور جوش وجذباتیت کے سوا کچھ نہیں... اور جب آدمی میں ==

شر وفساد رونما ہو جاتا ہے، بلکہ کبھی وہ دعوت سے نسبت کرنے والے ان لوگوں میں سے ہوتے ہیں جن کے اپنے اغراض ومقاصد اور نفسانی خواہشات ہوتے ہیں، جس کی وہ دعوت دیتے ہیں، اور دعوت کے نام پر ان مقاصد اور منصوبوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں، نیز دعوت اور دینی غیرت کے نام پر نوجوانوں کے افکار منتشر کرتے ہیں، ان کا مقصد نصیحت نہیں بلکہ اس کے برعکس ہی ہوتا ہے: یعنی نوجوانوں کو ورغلانا بہکانا، انہیں اپنے معاشرہ، اپنے حکمرانوں اور اپنے علماء سے متنفر کرنا وغیرہ، لیکن بظاہر وہ اُن کے پاس نصیحت اور دعوت کے راستے سے آتے ہیں، جیسے اس امت کے منافقوں کا حال تھا، کہ وہ بھلائی کی صورت میں لوگوں کے اندر شر وفساد کے خواہاں تھے۔

میں اس کے لئے مسجد ضرار والوں کی مثال پیش کرتا ہوں: انہوں نے ایک مسجد بنائی، جو بظاہر ایک نیک عمل ہے، اور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ لوگوں کو رغبت دلانے کے لئے اس میں نماز پڑھ دیں، لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کی نیتوں کا علم تھا کہ ان کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہے، یعنی تقویٰ کی بنیاد پر قائم کردہ پہلی مسجد مسجدِ قباء کو نقصان پہنچانا مقصود ہے، یہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی جماعت کو منتشر کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ اللہ نے اپنے رسول کو ان کی چال سے آگاہ فرمایا، اور یہ آیتیں نازل فرمائیں:

== یہ چیزیں جمع ہو جاتی ہیں تو اس کی فساد پروری اصلاح کاری سے زیادہ ہو جاتی ہے، اس لئے تمام مسلمانوں - جس میں میں بھی ہوں - پر واجب ہے کہ صحیح عقیدہ، اور توحید اور اس کے منافی امور سیکھنے کا خصوصی اہتمام کریں، اور یہ چیز اس قسم کے لوگوں کے حق میں اور زیادہ تاکیدی ہو جاتی ہے، جنہوں نے اپنے آپ کو دعاۃ، مرشدین اور مربیان کے منصب پر فائز کر رکھا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا
الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ
أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ
أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿١٠٨﴾﴾ [التوبہ:۱۰۷-۱۰۸]۔

اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لیے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس سے پہلے سے اللہ اور رسول کا مخالف ہے، اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں، اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ۔آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں ۔البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس عظیم واقعہ سے ہمارے سامنے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ بظاہر خیر وبھلائی اور عمل صالح کرنے والا ہر شخص اپنے کام میں سچا نہیں ہوتا، بسا اوقات اس کے پس پردہ اس کا مقصد بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے جو وہ ظاہر کرتا ہے، لہٰذا آج کل دعوت سے نسبت کرنے والوں میں کچھ گمراہ گر بھی ہیں جن کا مقصد نوجوانوں کو بہکانا، لوگوں کو دین حق سے پھیرنا، مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پیدا کرنا اور فتنوں کی آگ میں جھونکنا ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں ان سے آگاہ فرمادیا ہے:

﴿ لَوْ خَرَجُوا۟ فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا۟ خِلَٰلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ ٱلْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّٰعُونَ لَهُمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٤٧﴾ ﴾

[التوبہ:۴۷]۔

اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں، اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

لہٰذا نسبت یا ظاہری چیز کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ حقائق اور انجام کار کا اعتبار ہے، جو لوگ دعوت سے نسبت کرتے ہیں ان کے بارے میں سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ انہوں نے علم کہاں سے حاصل کیا ہے؟ علم کن لوگوں سے لیا ہے؟ ان کی پرورش کہاں ہوئی ہے؟ اور ان کا عقیدہ کیا ہے؟ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا۟ رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُۥ مُنكِرُونَ ﴿٦٩﴾ ﴾ [المؤمنون:۶۹]۔

یا انہوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہو رہے ہیں؟

اسی طرح یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ ان کے اعمال و کارنامے اور لوگوں میں اس کے آثار کیا ہیں؟ انہوں نے بھلائی کے کون سے کام انجام دیئے ہیں؟ اور ان کے اُن کاموں سے کیا اصلاح ہوئی ہے؟ حاصل کلام یہ کہ ان کی زبانی باتوں اور ظاہری چیزوں سے دھوکہ کھانے سے پہلے ان کے حالات کا اچھی طرح جائزہ لینا ضروری ہے، یہ نہایت ضروری کام ہے، بالخصوص اس دور میں جبکہ فتنوں کے داعیان کی بڑی کثرت ہو چکی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کے داعیان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ہمارے ہی جسم

وکھال کے ہوں اور ہماری ہی زبانیں بولیں گے، اسی طرح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتنوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

''دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا''[1]۔

کچھ لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اُسے اُس میں ڈھکیل دیں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ''دعاۃ'' کا نام دیا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس پر توجہ دیں، اور دعوت کے کام میں ہر ایرے غیرے، اور ہر ''میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں'' اور ''یہ اللہ کی دعوت دینے والی جماعت ہے'' کہنے والے کو نہ گھسیٹریں، بلکہ حقیقت حال سے واقف ہونا ضروری ہے، نیز افراد اور جماعتوں کا گیرائی سے جائزہ لینا ناگزیر ہے[2]، کیونکہ اللہ

① اس کی تخریج ص (۴۸۰) حاشیہ (۱) میں گزر چکی ہے۔

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث اور اس کی بابت علامہ فوزان حفظہ اللہ کی توجیہ کی عملی تطبیق کے سلسلہ میں فرقہ ''الاخوان المسلمون'' کے مؤسس و بانی حسن البنا (۱۴/ اکتوبر ۱۹۰۶ء-۱۲/ فروری ۱۹۴۹ء) کا مملکت سعودی عرب کے مؤسس و بانی شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل فیصل رحمہ اللہ (۱۵/ جنوری ۱۸۷۶ء-۹/ نومبر ۱۹۵۳ء) سے ملاقات کا ایک تاریخی واقعہ قابل ذکر ہے:

چنانچہ امیر ممدوح بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ پر جمال خاشقجی کے ایک اتہام کی تردید کرتے ہوئے (وہ اتہام یہ تھا کہ ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ''الاخوان المسلمون'' کے ساتھ گہرے تعلقات تھے!!) جمال خاشقجی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''تم نے ذکر کیا ہے کہ ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ کے اخوانیوں کے ساتھ گہرے تعلقات تھے!! ہائے افسوس ایسا جھوٹ اور تدلیس وتلبیس میں نے کبھی نہیں سنی! ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ==

تعالیٰ نے دعوت کے سلسلہ میں یہ قید لگائی ہے کہ دعوت ''اللہ کی طرف'' ہو اور ''اللہ کے راستے

== حسن البنا کو سوائے ایک مرتبہ کے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا- اور نہ اسے دیکھنا ہی چاہتے تھے- تو بھلا وہ گہرے تعلقات کب اور کیسے ہو گئے؟

مجھے مملکت سعودی عرب کے دو بادشاہوں نے بتلایا ہے کہ جب حسن البنا سنہ ۱۳۶۸ھ (بمطابق ۱۹۴۸ء یا ۱۹۴۹ء) میں حج کے لئے آیا، اور ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو اُن کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا: اے جلالۃ الملک! ہم سعودی عرب میں الاخوان المسلمون کی شاخ (برانچ) کھولنا چاہتے ہیں، لہٰذا ہمیں اس کی اجازت مرحمت فرمائیں!!

تو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بڑے پُر اعتماد لہجہ میں برجستہ فرمایا: ''حِنَّا هُنَا كُلُّنَا إِخوَان وَكُلُّنَا مُسلِمِينَ، أَخرِجُوا هَذَا الرَّجُلَ فَإِنَّهُ صَاحِبُ فِتنَةٍ'' (الحمدللہ ہم یہاں سب بھائی بھائی ہیں اور سب مسلمان ہیں، اِس شخص کو یہاں سے نکالو، کیونکہ یہ فتنہ پرور آدمی ہے!)۔

غور کریں کہ جہاں ایک طرف حسن البنا کا مذکورہ مطالبہ اس کی تحریکی فتنہ انگیزی اور منہج سلف اور اس کے حاملین نیز توحید و سنت و سلفیت کی مستحکم بنیادوں پر متحد پوری مملکت کے ساتھ شر پسندی کی کھلی دلیل ہے، وہیں دوسری طرف ملک عبدالعزیز رحمہ اللہ کا بصیرت افروز مومنانہ جواب ان کی قائدانہ بصیرت اور وحدتِ امت و دعوتِ سلفیت کے تئیں حساسیت اور دور نگاہی کی روشن مثال ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

(دیکھئے: https://www.slaati.com/2017/09/05/p862054.html)

اس بات کو فیفاء منطقہ جازان سعودی عرب کے نامور سلفی عالم ڈاکٹر محمد بن احمد الفیفی حفظہ اللہ نے بھی امیر ممدوح بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کے واسطے سے اپنی تقریر بعنوان ''أسالیب جماعۃ الاخوان فی إفساد الشباب'' میں ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

[مترجم] (https://www.youtube.com/watch?v=EoCBo_Bkomg)

کی طرف“ ہو، چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ کی طرف بلا رہے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ کفار لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنكِحُوا۟ ٱلْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۟ ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُو۟لَٰٓئِكَ يَدْعُونَ إِلَى ٱلنَّارِ ۖ وَٱللَّهُ يَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱلْجَنَّةِ وَٱلْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِۦ ۖ وَيُبَيِّنُ ءَايَٰتِهِۦ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾﴾ [البقرۃ:۲۲۱]۔

اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو، ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے، گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے، گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے، وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرما رہا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

اس لئے دعاۃ کے معاملہ میں غور کرنا ضروری ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ آیت کریمہ:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے۔ میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں۔

کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اس میں اخلاص کا ذکر ہے، کیونکہ بہت سارے لوگ اللہ کی طرف نہیں، بلکہ اپنی ذات کی طرف بلاتے ہیں''[1]۔

❀❀❀❀❀

سوال ۱۱۵: قابل اقتداء علماء کے صفات کیا ہیں؟

جواب: قابل اقتداء علماء: وہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل کے بارے میں علم ہے، جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گہری فقہ حاصل کی ہے، نیز علم نافع اور عمل صالح کے زیور سے آراستہ ہیں۔

قابل اقتداء علماء: وہ ہیں جن کے پاس علم نافع اور عمل صالح دونوں چیزیں بیک وقت موجود ہوں، لہٰذا اس عالم کی پیروی نہیں کی جائے گی جو اپنے علم پر عمل نہ کرتا ہو، نہ ہی اس جاہل کی پیروی کی جائے گی جس کے پاس علم نہ ہو، بلکہ انہی علماء کی اقتدا و پیروی کی جائے گی جن کے پاس علم نافع اور عمل صالح دونوں خوبیاں موجود ہوں[2]۔

---

[1] دیکھئے: فتح المجید شرح کتاب التوحید، از شیخ عبدالرحمن بن حسن، تحقیق محمد حامد فقی (ص:۴)۔[مترجم]

[2] بے عمل علماء کی مذمت میں بکثرت نصوص وارد ہوئے ہیں، آیات کریمہ کے علاوہ بطور مثال چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

① انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''أَتَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي على قَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ كُلَّما قُرِضَتْ وَفَتْ فقلت: يا جبريل من هؤلاء؟ قَالَ: خُطباءُ أُمَّتِكَ ==

== الذينَ يَقولونَ مَا لَا يفعلون ويقرءون كِتابَ الله وَلَا يَعْمَلُونَ بِهِ''
(دیکھئے: صحیح الجامع، از علامہ البانی، حدیث:۱۲۹)۔
شب معراج میں، میں کچھ لوگوں کے پاس آیا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، جب جب کاٹا جاتا، پھر پورا جاتا (جڑ جاتا)، میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ آپ کی امت کے مقررین ہیں جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں، اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، مگر اُس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔

② ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:
''مَثَلُ الَّذِي يُعَلِّمُ النَّاسَ الخَيْرَ وَيَنْسَى نَفْسَهُ مَثَلُ الْفَتِيلَةِ تُضِيءُ لِلنَّاسِ وَتحْرِقُ نَفْسَهَا'' (صحیح الجامع، حدیث:۵۸۳۷)۔
جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس کی مثال چراغ کے اس فیتے جیسی ہے جو لوگوں کو روشنی پہنچاتی ہے، اور اپنے آپ کو جلاتی ہے۔

③ اسی معنی کی جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:
''مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِي يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَيَنْسَى نَفْسَهُ كَمَثَلِ السِّرَاجِ يُضِيءُ لِلنَّاسِ وَيُحْرِقُ نَفْسَهُ'' (صحیح الجامع، حدیث:۵۸۳۱)۔
اس عالم کی مثال جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس چراغ جیسی ہے جو لوگوں کو روشنی پہنچاتا ہے، اور اپنے آپ کو جلاتا ہے۔

④ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: ==

== أَيْ فُلاَنُ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلاَ آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ'' (صحیح بخاری:۳۲۶۷)۔

قیامت کے دن آدمی کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر جہنم میں لٹک جائیں گی، وہ ایسے چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے ساتھ گھومتا ہے، چنانچہ جہنمی اس کے گرد اکٹھا ہوں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ کیا تم ہمیں بھلائی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: میں تمہیں بھلائی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا، اور تمہیں برائی سے منع کرتا تھا، لیکن خود اسے انجام دیتا تھا۔

⑤ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب سے متعلق طویل روایت ہے، جس میں قرآن کے علم کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے اسی طرح علم کے باوجود نماز چھوڑ کر سونے پر وعید کا ذکر ہے، چنانچہ اس میں ہے:

''وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ، فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ'' (صحیح البخاری:۱۳۸۶)۔

اور تم نے جسے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا تھا، وہ وہ شخص تھا جسے اللہ نے قرآن کی تعلیم دی، لیکن وہ اس سے غافل ہو کر رات میں بھی سو گیا اور اس پر دن میں بھی عمل نہیں کیا، تا قیامت اسے یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

اور صحیح بخاری ایک دوسری روایت (حدیث:۷۰۴۷) میں یہ الفاظ ہیں:

''فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلاَةِ المَكْتُوبَةِ''۔ ==

رہی بات یہ کہ ہمارے اپنے ملک میں وہ کون علماء ہیں جن کی اقتدا کی جائے، اوران کی کیسٹیں وغیرہ لی جائیں، تو الحمدللہ بہت ہیں، جولوگوں کے یہاں معروف ہیں، شہر و دیہات اور بڑوں چھوٹوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ان سے ناواقف ہو، یہ فتویٰ، قضاء اور تدریس وغیرہ کی ذمہ داریوں پر مامور علماء کرام ہیں، اسی طرح دیگر علماء جو اپنے علم، تقویٰ اور ورع کی خوبیوں سے معروف ہیں، اور ہمارے ان علماء کرام میں سرفہرست شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ ہیں [1] یہ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم بیکراں، عمل صالح، دعوت اِلی اللہ، اور

== وہ وہ شخص ہے جو قرآن پڑھتا ہے، لیکن اسے ٹھکرا دیتا ہے، اور فرض نماز چھوڑ کر سوتا ہے۔

⑥ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفع نہ دینے والے علم سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے:

''اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ''(صحیح مسلم، ۴/ ۲۰۸۸، حدیث: ۲۰۸۸)۔

اے اللہ میں اس علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع نہ دے۔

⑦ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سَلُوا اللَّهَ عِلْمًا نَافِعًا، وَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ''(سنن ابن ماجہ، ۲/ ۱۲۶۳، حدیث ۳۸۴۳، دیکھئے: صحیح الجامع ۳۶۳۵)۔

اللہ سے نفع بخش علم کا سوال کرو، اور اس علم سے اللہ کی پناہ مانگو جو نفع نہ دے۔ [مترجم]

[1] اللہ عزوجل ان پر اپنی وسیع رحمت نازل فرمائے، اپنی کشادہ جنتوں کا مکین بنائے، جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ بنائے، اور آپ کے بعد ہمیں آپ کے علم سے نفع پہنچائے۔ کیسٹ میں ''حفاظت'' کی دعا کا ذکر ہے، کیونکہ یہ باتیں آپ کی زندگی میں کہی گئی تھیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے، آمین۔

یہ امام: عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ بن باز ہیں، جو ناصر سنت، اپنے دور میں اہل سنت کے امام، اور بدعت اور بدعتیوں کا قلع قمع کرنے والے تھے۔ ==

== **آپ کی پیدائش:** ۱۲/ ۱۲/ ۱۳۳۰ھ کو ریاض میں ہوئی، اور سنہ ۱۳۵۰ھ میں آپ کی بینائی چلی گئی۔ آپ نے بلوغت سے پہلے ہی قرآن حفظ کرلیا، شرعی علوم میں بڑے بلند پایہ ہوئے، سنہ ۱۳۵۰ھ میں آپ کو قاضی متعین کیا گیا، آپ طلب علم، بحث وتحقیق اور تدریس وتالیف میں بڑے جفاکش اور محنتی تھے۔

آپ کے اساتذہ: آپ نے بہت سارے علماء سے علم حاصل کیا، جن میں: شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمن آل شیخ، صالح بن عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل شیخ، سعد بن حمد بن عتیق، حمد بن فارس، محمد بن ابراہیم ابن عبداللطیف آل شیخ اور سعد وقاص بخاری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

سنہ ۱۳۸۱ھ میں آپ کو جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کا نائب صدر نامزد کیا گیا، پھر ۱۳۹۰ھ میں اس کا صدر بنایا گیا۔

اسی طرح مورخہ ۱۴/ ۱۰/ ۱۳۹۵ھ میں شاہی فرمان کے ذریعہ آپ کو ''اِدارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد'' کا صدر متعین کیا گیا۔ اور پھر محرم سنہ ۱۴۱۴ھ میں آپ کو ''سعودی عرب کے مفتئ عام'' بنائے جانے کا شاہی فرمان صادر ہوا۔

ان مناصب کے ساتھ ساتھ: آپ کبار علماء بورڈ کے ممبر، دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء کے صدر، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی تاسیسی مجلس کے صدر وممبر، سپریم عالمی کونسل برائے مساجد کے صدر، اسلامی فقہ کونسل مکہ مکرمہ کے صدر، جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کی اعلیٰ کمیٹی کے ممبر اور سپریم بورڈ برائے اسلامی دعوت کے ممبر بھی تھے۔

آپ کی تالیفات: امام ابن باز رحمہ اللہ نے ۲۳/ سے زیادہ کتابیں تالیف کیں، جس میں کچھ جلدیں، کتابیں، رسائل، ردود اور تعلیقات شامل ہیں۔ ==

صدق واخلاص کی عظیم خوبیوں سے نوازا ہے، یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، الحمدللہ متعدد کتابوں، کیسٹوں اور دروس وغیرہ کی شکل میں اُن کی ذات سے بڑا خیر پھیلا ہے۔

اسی طرح وہ علماء جو''نور علی الدرب'' پروگرام پر فتوی دیتے ہیں، الحمدللہ ان علماء کے بھی درست فتاوے اور نفع بخش باتیں معروف ہیں، یہ علماء سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز، فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہما اللہ اسی طرح ان کے دیگر علماء برادران ہیں جو مختلف مقامات پر قاضی کے منصب پر فائز ہیں، کیونکہ قضاء وفیصلہ کا کام وہی کرتا ہے اور لوگ اپنی جانوں، مالوں، اور شرمگاہوں کے سلسلہ میں اُسی پر اعتماد کرتے ہیں جو اپنے علم میں قابل اعتماد ہوتا ہے۔

یقیناً دعوت، اخلاص اور دعوت الی اللہ کو قصد یا بلا قصد اس کے صحیح راستے سے ہٹانے کی کوشش کرنے والوں کی تردید وغیرہ کے سلسلہ میں ان علماء کی بڑی عظیم الشان قربانیاں ہیں، نیز یہ بڑے تجربہ کار، کہنہ مشق، اقوال پر گہری نظر رکھنے والے، اور صحیح وضعیف کی معرفت رکھنے والے علماء ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ان کی کیسٹیں اور دروس عام ہوں، ان سے استفادہ کیا جائے، کیونکہ ان میں مسلمانوں کے لئے بہت بڑا فائدہ ہے، اور ہر وہ عالم جس سے کوئی (اصولی ومنہجی) غلطی کا تجربہ نہ کیا گیا ہو، نہ ہی اس کی سیرت یا فکر میں کوئی انحراف دیکھا

== وفات: شیخ رحمہ اللہ کی وفات ۲۸/۱/۱۴۲۰ھ بروز جمعرات، بوقت فجر منطقہ مکہ مکرمہ کے شہر طائف، سعودی عرب میں ہوئی، اور مکہ مکرمہ کی قبرستان ''مقبرۃ العدل'' میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

آپ کی وفات سے ایک دروازہ ٹوٹ گیا، جس کے نتیجہ میں جاہل سرداروں کی جانب سے ہر طرف فتوے بازی کا ایک طوفان بپا ہوگیا، مصائب اور بلاؤں کی کثرت ہوگئی، یہ فتوے ٹی وی کی اسکرینوں پر اور فضائی وسائل ابلاغ کے ذریعہ پھیلائے گئے، فلاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

گیا ہو، اُس سے علم لیا جاسکتا ہے۔

اس لئے جہلاء سے علم لینا جائز نہیں، گرچہ وہ علم کے دعویدار ہوں، نہ عقیدہ میں شرک یا انکار صفات وغیرہ کا انحراف رکھنے والوں سے علم لینا جائز ہے، اور نہ ہی بدعتیوں اور راہ راست سے بھٹکے ہوؤں سے علم حاصل کرنا جائز ہے اگرچہ انہیں علماء کہا (اور سمجھا) جاتا ہو۔

اس طرح یہ تین قسمیں ہوئیں: علم نافع وعمل صالح والے، علم والے جو بے عمل ہوں، اور عمل کرنے والے جو بے علم ہوں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان تینوں قسموں کا ذکر سورۃ الفاتحہ کے اخیر میں کیا ہے، اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اُس سے پہلی قسم والوں کے راستے کی رہنمائی مانگیں اور بقیہ دونوں قسموں کے راستوں سے بچائے رکھنے کا سوال کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۝٧﴾ [الفاتحہ:٦-٧]۔

ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا (یعنی وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچانا مگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے) اور نہ گمراہوں کی (یعنی وہ لوگ جو جہالت کے سبب راہ حق سے برگشتہ ہو گئے)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم والوں کو انعام یافتہ، دوسری قسم والوں کو غضب کا مارا، اور تیسری قسم والوں کو گمراہ قرار دیا ہے۔

اور اس وقت کے تمام گمراہ فرقے انہی آخری دونوں قسموں میں سموئے ہوئے ہیں، اگرچہ اپنی نسبت اسلام کی طرف کریں۔

❀❀❀❀❀

سوال ⑪⑥: طلبۂ علم کو کچھ ناصحانہ کلمات سے نوازیں؟

جواب: ہم طلبہ کو اس بات پر ابھارنا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے امراء اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کریں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس بات کا حکم دیا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے ان سے اس بات کا عہد و پیمان لیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ﴾ [آل عمران:۱۸۷]۔

اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔

نیز یہ کہ نصیحت وخیر خواہی اور وضاحت و بیان میں کتاب وسنت اور امت کے سلف صالحین کے منہج کی پیروی کریں۔

اسی طرح خوارج اور معتزلہ کے منہج سے دور رہیں، جو نصیحت و بیان کے اسلوب میں مسلم حکمرانوں کے خلاف بغاوت، ان کی ہرزہ سرائی و بے عزتی، شدت وجارحیت اور نفرت انگیزی کا رویہ اپناتے ہیں[1]۔

---

[1] اس گمان سے کہ یہ ”بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے“ کے قبیل سے ہے، خلیفۂ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی اسی نظریہ سے قتل کیا گیا تھا، حالانکہ یہ ان کی کج فہمی اور کم علمی ہے، جبکہ اہل سنت و جماعت نے طے کیا ہے کہ یہ ”بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے“ کے قبیل سے نہیں؛ بلکہ خوارج کا منہج ہے جن کی ہمارے نبی محمد ﷺ نے مذمت فرمائی ہے اور اس کتاب کے صفحات میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا“[1]۔

آسانی کرو، دشواری نہ پیدا کرو اور خوشخبری سناؤ نفرت نہ دلاؤ۔

ہم طلبۂ علم بالخصوص دعاۃ کو انہی باتوں کی وصیت کرتے ہیں، یہ چند باتیں تھیں، اور توفیق دہندہ اللہ کی ذات ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه[2]۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

[1] متفق علیہ: صحیح بخاری (٦٩)، وصحیح مسلم (١٧٣٣)، وغیرہ۔

[2] تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیک کام تمام ہوتے ہیں، اور درود وسلام نازل ہوں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کے آل واصحاب پر، اور تا قیامت ان کے سچے پیروکاروں پر، اور اللہ خوب خوب سلام نازل فرمائے۔

حاشیہ وتخریج

از: محتاج عفو الٰہی

ابو فریحان جمال بن فریحان الحارثی (طائف)

[تمت الترجمة بالكامل مع التعليق في ٦ / ٢ / ٢٠١٩م في ممبائی، الهند.

فلله الحمد في الأولىٰ والآخرة، وصلى الله على نبينا وحبيبنا وقدوتنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلىٰ آله وصحبه وسلم تسليماً كثيراً

قاله: العبد الفقير إلى الله أبو عبد الله عنايت الله بن حفيظ الله السنابلي المدني]۔

[وتمت المراجعة للطبعة الثانية في: ٢٢ / ٣ / ٢٠٢٣م فلله الحمد دائماً وأبداً]

ہماری اہم مطبوعات



SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai-70.

+91 9892555244 +91 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com